الدرة فی عقد الایدی تحت السرة

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں

مؤلف

فیصل خان رضوی

راولپنڈی

دار التحقیق فاؤنڈیشن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں)

اس کتاب یا اس کا کوئی اقتباس مؤلف کی اجازت کے بغیر شائع کرنا یا انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا پر استعمال کرنا غیر قانونی ہے۔ خلاف ورزی کرنے پر قانونی چارہ جوئی کا حق محفوظ ہے۔

نام کتاب	الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں
مصنف	فیصل خان رضوی
صفحات	576
طبع دوم	جون ۲۰۱۸ء

ملنے کے پتے

پروگریسو بکس، اُردو بازار، لاہور	042-37352795
احمد بک کارپوریشن، راولپنڈی	051-5551167
اسلامک بک کارپوریشن، راولپنڈی	051-5536111
کتب خانہ امام احمد رضا، دربار مارکیٹ، لاہور	042-8222336
والضحیٰ پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور	042-37300651
مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی	021-34926110
دارالسلام، بھاٹی گیٹ، لاہور	0321-9425765

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	انتساب	31
2	پیش لفظ	33
3	امام طحاوی کی تحقیق	35
4	مقدمہ	39
5	نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں ائمہ اربعہ کا مسلک	42
6	امام ابوحنیفہؒ کا مسلک	43
7	حضرت امام محمدؒ اپنا مسلک	43
8	امام ابو یوسف	44
9	حضرت امام طحاوی	44
10	حضرت امام سرخسیؒ	47
11	صاحب کنز الدقائق	48
12	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	49
13	محدث شیخ محمد ہاشم سندھی	50
14	شمس الائمہ سرخسی	51
15	امام مالکؒ کا مسلک	52
16	علامہ ابن عبد البر	52
17	علامہ محمد زرقانی مالکی	53
18	مذہب مالکیہ	55

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

19	غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب کا استدلال	55
20	جواب	56
21	**امام شافعیؒ کا مسلک**	59
22	شیخ اسمٰعیل بن یحییٰ مزنی	59
23	ابوالحسن ماوردی	59
24	محی السنہ ابومحمد الحسین بن مسعود بغوی شافعی	59
25	حضرت امام نووی شافعیؒ	59
26	علامہ ابن حجر ہیتمی	62
27	اہل حدیث عالم شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری	62
28	امام شافعی کا قول مختار	63
29	علامہ ابن حجر عسقلانی	64
30	اعتراض	66
31	جواب	67
32	امام ابوالقاسم ابراہیم بن محمد الفارسی الحنفی السمرقندی	67
33	سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ	67
34	علامہ عبدالحی لکھنوی	68
35	علامہ ابن نجیم حنفی	68
36	صاحب منیۃ المصلی	68
37	اعتراض: عورت سینے پر ہاتھ باندھے اور مرد ناف کے نیچے۔	69
38	جواب	69

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

39	امام بیہقیؒ نے عورت کے احکام نماز کے لیے ایک شرعی اصول	69
40	مذہب شافعیہ	70
41	ابن ملقنؒ	70
42	علامہ نوویؒ اور زکریا انصاریؒ کی وضاحتیں	72
43	حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک	77
44	حضرت ابو یعقوب اسحاق بن منصور بن بہرام کوسج تمیمی مروزی	77
45	حضرت امام خرقیؒ	77
46	علامہ ابن قدامہ مقدسیؒ	78
47	حافظ ابن قیم جوزی	79
48	علامہ ابن مفلحؒ	81
49	حضرت منصور بن یونس بہوتی حنبلی	83
50	امام احمد بن حنبل کا مذہب	83
51	امام احمدؒ نزدیک نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا مکروہ ہے	85
52	امام ابو داؤدؒ	85
53	امام عبداللہ بن احمدؒ	86
54	امام مغلطائیؒ	86
55	امام مہناؒ	86
56	حافظ ابن قیم جوزی	87
57	اعتراض	88

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

58	جواب	88
59	مذہب حنابلہ	89
60	ابن قدامہ حنبلیؒ	89
61	ابن النجارؒ	90
62	ابن تیمیہ الحرانی	90
63	ابوالفرجؒ	90
64	ابن مفلحؒ:	91
65	ابوالنجاؒ	91
66	علامہ بہوتیؒ	91
67	ابن ابی تغلبؒ	92
68	زرکشیؒ	92
69	اعتراض	93
70	جواب	93
71	اعتراض	94
72	جواب	94
73	اعتراض	95
74	جواب	95
75	امام اسحاق بن راہویہ پر شیخ البانی کا افترا	95
76	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا تحقیقی جائزہ	102
77	سند کی تحقیق	102

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

78	اعتراض نمبر ۱	103
79	جواب	103
80	اعتراض نمبر ۲	104
81	جواب	104
82	اعتراض نمبر ۳	104
83	اعتراض	106
84	جواب	106
85	کفایت اللہ سنابلی صاحب کی موشگافیاں	107
86	"الشہدوۃ" کے معانی	107
87	جواب	109
88	التمہید کے نسخہ پر بحث	110
89	جواب: عرض یہ ہے کہ التمہید کا محقق	111
90	کسی بھی نسخہ میں تحقیق ایک ہی بات پر نہیں ہوتی۔	111
91	اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیگر طرق پر تحقیق	114
92	حماد کے شاگرد "عبدالرحمن بن مہدی" کی روایت میں ہاتھ باندھنا	115
93	حماد کے شاگرد "شیبان بن فروخ" کی روایت میں ناف پر ہاتھ باندھنا	116
94	اعتراض	116
95	جواب	117
96	کفایت اللہ سنابلی صاحب کی مسلکی حمایت میں اصول سے انحراف	118
97	حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تحقیقی جائزہ	120

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

98	سند کی تحقیق	120
99	محدث قاسم بن قطلو بغاؒ پر جرح کا تحقیقی جائزہ	121
100	امام بقاعی کی جرح کا تحقیقی جائزہ	121
101	امام بقاعی کی جرح انکی اپنی کتاب میں موجود نہیں	122
102	امام بقاعی پر انکے شاگرد محدث نعیمیؒ کی تنقید	123
103	کذب بمعنی خطاء۔[الزامی جواب]	123
104	معاصرانہ جرح کی حیثیت	124
105	علامہ بقاعیؒ پر محدثین کرام کی جرح	125
106	علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کی توثیق	128
107	زبیر علیزئی کی اسماء الرجال میں من مانیاں	134
108	اعتراض	135
109	جواب	135
110	حافظ سخاویؒ اور امام سیوطیؒ کی معاصرانہ چپقلش	136
111	علامہ سخاویؒ کی توثیق	137
112	مصنف ابن ابی شیبہ میں تحریف کی حقیقت	141
113	اعتراض نمبر ا	142
114	جواب	143
115	شیخ محمد عوامہ کا موقف	143
116	شیخ محمد عوّامہ مدظلہ العالی کی تحقیق	145
117	محدث عابد سندھیؒ کے نسخے کی اہمیت	153
118	طوالع الانوار کے قلمی نسخہ کا عکس	155

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

119	شد اللہ راشدی صاحب کا نسخہ علامہ عابد سندھیؒ پہ اعتماد	156
120	عرب محققین کے اعتراض کا تحقیق جائزہ	157
121	علامہ عابد سندھیؒ کے مصنف ابن ابی شیبۃ کے نسخہ کا عکس	158
122	اعتراض نمبر ۲	159
123	جواب نمبر ا	159
124	اعتراض ۳	160
125	جواب	160
126	علامہ زبیدیؒ کے قلمی نسخہ کا عکس	161
127	اعتراض نمبر ۴	162
128	جواب	162
129	اعتراض نمبر ۵	162
130	جواب	163
131	اعتراض نمبر ۶	165
132	جواب	165
133	اعتراض نمبر ۷	167
134	جواب	168
135	اعتراض نمبر ۸	171
136	جواب	171
137	مصنف ابن ابی شیبہ میں تحت السرۃ اور غیر مقلدین کی تصریحات	172
138	مولانا محمد ظہیر احسن شوق نیموی (المتوفی ۱۳۲۲ھ) کی تحقیق	173
139	مصنف ابن ابی شیبہ کی تحریف شدہ روایت یا۔۔۔؟	175

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

140	ابتداء مسئلہ	175
141	۔شیخ محمد عابد سندھیؒ کا نسخہ	180
142	مرتضی زبیدیؒ کا نسخہ	180
143	جامعۃ الامام محمد بن سعود کا نسخہ	181
144	ابن الخراز یمنی کا نسخہ	182
145	مکتبہ ظاہریہ کا نسخہ	182
146	نور عثمانیہ کا نسخہ	183
147	قلمی نسخوں کی ترجیح اور اصول تحقیق	184
148	احتمال : ممکن ہے کہ کاتب سے ابراہیم نخعیؒ والا اثر رہ گیا ہو	190
149	جواب	191
150	احتمال : علامہ عینیؒ اور مرتضی زبیدیؒ نے اس روایت کو کہیں دلائل میں ذکر نہیں کیا۔	191
151	جواب	191
152	اشکال	191
153	جواب	192
154	ابن ابی شیبہ کا ایک قدیم نسخہ	193
155	حضرت علیؓ کی روایت کا تحقیقی جائزہ	195
156	نعمان بن سعد الانصاری کا تحقیقی جائزہ	198
157	عبد الرحمن بن اسحاق الواسطی کے بارے میں محدثین کرام کی تحقیق	200
158	عبد الرحمن بن اسحاق پر جرح اور اسکی وجوہات	200
159	محدث ابن جوزیؒ کے قول کی تحقیق	201

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

160	ابن خزیمہؒ کے قول کی تحقیق	201
161	عبدالرحمن بن اسحاق کی تعدیل	204
162	اعتراض	205
163	جواب	205
164	امام ترمذیؒ اور امام حاکمؒ کی تحسین و تصحیح پر اعتراض۔	206
165	عبدالرحمان بن اسحاق پر مزید بحث اور عنایت اللہ سنابلی صاحب کی موشگافیاں	207
166	امام احمد بن حنبلؒ کے قول کی تحقیق	208
167	عبدالرحمن بن اسحاق مدنی [القرشی]	208
168	عبدالرحمن بن اسحاق واسطی۔۔راوی حدیث۔۔تحت السرۃ	209
169	امام یحیی بن معین کے قول کی تحقیق	211
170	امام بخاریؒ کے قول کی تحقیق	211
171	ابوداؤدؒ کے قول کی تحقیق	212
172	امام اسحاق بن راہویہؒ کے قول کی تحقیق	214
173	ابن خزیمہؒ کے قول کی تحقیق	215
174	البزار ۲۹۲ھ کے قول کی تحقیق	216
175	امام الطحاوی ۳۲۱ھ کے قول کی تحقیق	217
176	الترمذیؒ ۲۷۹ھ کے قول کی تحقیق	218
177	العجلیؒ ۲۶۱ھ کے قول کی تحقیق	220
178	ضیاء الدین المقدسی کے قول کی تحقیق	220
179	امام حاکمؒ اور حافظ ذہبیؒ کے قول کی تحقیق	221

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

180	حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے قول کی تحقیق	223
181	حضرت علیؓ کی دوسری حدیث کا تحقیقی جائزہ	225
182	سند کی تحقیق	226
183	کفایت اللہ سنابلی صاحب کی سوشلکافیاں	227
184	اعتراض	227
185	جواب	227
186	اعتراض: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا ہی ثابت ہے۔	227
187	جواب	228
188	حضرت ابوھریرۃؓ کی روایت کا تحقیقی جائزہ	229
189	سند کی تحقیق	229
190	حضرت انسؓ کی حدیث کا تحقیقی کا جائزہ	231
191	حدیث مرسل حضرت ابراہیم نخعیؒ	232
192	حضرت ابراہیم نخعی کی مرسل احادیث مرفوع کے حکم میں ہیں	233
193	حضرت ابومجلز تابعیؒ کی روایت کی تحقیق	237
194	سند کی تحقیق	237
195	اعتراض (۱)	237
196	جواب	237
197	اعتراض (۲)	238
198	جواب	238
199	اعتراض (۳)	238

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

200	جواب	238
201	اعتراض (۴)	238
202	جواب (۱)	238
203	اعتراض	239
204	جواب	240
205	حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اثر کا تحقیقی جائزہ	241
206	سند کی تحقیق	241
207	کفایت اللہ سنابلی صاحب کی موشگافیاں	242
208	اعتراض	242
209	جواب	242
210	اعتراض	242
211	جواب	242
212	اعتراض	242
213	جواب	243
214	اعتراض	243
215	جواب	243
216	متابع روایت	244
217	اعتراض: فرقد بن یعقوب السنجی پر محدثین کرام کی جروحات	245
218	جواب	245
219	محدث امام اسحاق بن راھویہؒ کا مسلک	247
220	امام ترمذیؒ کا مسلک	247

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

221	مخالفین کے پیش کردہ دلائل کا تحقیقی جائزہ	249
222	حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت کا تحقیقی جائزہ	251
223	جواب نمبر ۱	251
224	جواب نمبر ۲	251
225	جواب نمبر ۳	251
226	جواب نمبر ۴	252
227	جواب نمبر ۵	252
228	جواب نمبر ۶	253
229	جواب نمبر ۷	254
230	جواب نمبر ۸	254
231	چند نئے احتمالات کے جوابات	256
232	اعتراض	256
233	جواب	256
234	اعتراض	258
235	جواب	258
236	اعتراض	258
237	جواب	259
238	غیر مقلدین کے دعویٰ کا بطلان اور شارحین حدیث	260
239	کفایت اللہ سنابلی کی موشگافیاں	264
240	حدیث سہل بن سعد رضی اللہ کی حدیث کا تحقیقی جائزہ	264
241	"ذراع" کا معنی	265

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

242	لغت میں "ذراع" کا معنی	265
243	اعتراض: "ذراع" (کہنی سے بیچ کی انگلی تک کے پورے حصے) پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینے پر آجائیں گے۔	266
244	جواب	268
245	حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا تحقیقی جائزہ	270
246	جواب: "ید" کے معانی	271
247	حضرت ھلب ؓ کی روایت کا تحقیقی جائزہ	273
248	جواب نمبر: ۱لفظ "حذو" کا ترجمہ دونوں ہاتھ کیسے کیا؟	273
249	جواب نمبر: ۲یہ نماز کے بعد کا واقعہ ہے۔	274
250	جواب نمبر ۳۔امام ابن جوزیؒ نے باب باندھا ہے	274
251	زبیر علی زئی غیر مقلد کے چند نئے احتمالات	275
252	اعتراض۔رہا یہ سوال کہ سینے پر ہاتھ کس حالت میں باندھے تھے؟	275
253	الجواب بعنوان الوہاب۔ہم یہ نہیں کہتے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ حالت نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے دائیں اور بائیں پھرتے تھے۔	275
254	ثانیا: عرض یہ ہے کہ اس روایت میں ہاتھوں کا نماز میں رکھنا تو موجود ہے مگر نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر نہیں۔	275
255	ثالثا: ابو الاحوص کی سند والی روایت میں بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں ہے۔	276
256	رابعا: نبی اکرم ﷺ سے اس حدیث میں سینہ پر ہاتھ باندھنا حالت نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے نہیں۔	276

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

257	اعتراض	277
258	الجواب بعنوان الوہاب۔لفظ "تحریفات" واحد نہیں جمع ہے،اور لفظ "ہے" جمع نہیں واحد ہے۔	277
259	اعتراض	277
260	الجواب بعنوان الوہاب۔دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مسئلہ "نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے" کا ہے۔	278
261	جواب نمبر ۳۔مسند احمد میں حضرت ھلب الطائیؓ کی حدیث میں "عن شمالہ" کی بجائے "عن یسارہ" کے الفاظ ہیں لہٰذا،اس میں لفظی تحریف کی ہے۔	278
262	جواب نمبر ۴۔اس حدیث میں "علی صدرہ" کے الفاظ غیر محفوظ ہیں۔	278
263	جواب نمبر ۵۔سلفی عالم اور نامور محقق شیخ شعیب الارنؤوط نے اپنے استاد اور شیخ ناصر الدین البانی کا تعاقب کر کے خوب خبر لی ہے۔	278
264	جواب نمبر ۶۔خود انہی کی پیش کردہ دلیل سے غلط ثابت ہو گیا کیونکہ اس میں "فوق السفصل" یعنی جوڑ کے اوپر ہے۔	279
265	ثقہ راوی پر تفرد کا اطلاق۔[الزامی جواب]	280
266	جواب نمبر ۷۔یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جس حدیث میں "سینے پر" کے الفاظ کا ذکر ہے اس میں نماز کا ذکر نہیں۔	283
267	جواب نمبر ۸۔امام یحییٰ بن سعید کی روایت میں معنوی سقم بھی موجود ہے۔	283
268	جواب نمبر ۹۔اس حدیث میں امام یحییٰ بن سعیدؒ سے "الیسری علی الیسری فوق السفصل" یعنی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھ کر باندھا۔	283

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

269	جواب نمبر ۱۰۔ امام سفیان ثوری کے شاگردوں میں سے کسی نے بھی اس حدیث میں "علی صدرہ" کے الفاظ نقل نہیں کیے۔	284
270	محدث عبدالرزاق	284
271	امام وکیع	284
272	امام محمد بن کثیر العبدی	285
273	امام عبدالرحمن بن مہدی	285
274	امام عبدالصمد بن حسان المروزی	286
275	محدث الحسین بن حفص الہمدانی	286
276	امام یحیی بن سعید القطان	286
277	سنابلی صاحب کی علمی موشگافیاں	287
278	یحیی بن سعید کے علاوہ سفیان کے دیگر شاگردوں میں شاگرد نہیں ہے جس نے اس روایت کی تمام باتوں کا ذکر کیا ہو۔	287
279	جواب:۔ سنابلی صاحب کا استدلال بھی چند وجوہ سے باطل ہے۔	288
280	اہم حوالہ:۔ یحیی بن سعید القطان کی روایت میں "علی الصدرہ" کا نہ ہونا	289
281	سند کی تحقیق	290
282	اعتراض	291
283	جواب: عرض یہ ہے کہ فتح الباری میں ابن حجر کے سکوت کے بارے میں خود علماء غیر مقلدین نہیں قبول کرتے۔	291
284	سنابلی صاحب کے پیش کردہ قرائن کا تحقیقی جائزہ	292
285	اول قرینہ کی تحقیق	293

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

286	دوسرا قرینہ کی تحقیق	293
287	اشکال	296
288	جواب	297
289	امام یحیی بن معین کی تحقیق	298
290	تیسرا قرینہ کی تحقیق	300
291	سفیان ثوری کے شاگردوں کا حفظ اور اتقان کی تحقیق	301
292	عبدالرحمن بن مہدی	301
293	امام وکیع بن الجراح	302
294	چوتھا قرینہ کی تحقیق	306
295	پانچواں قرینہ کی تحقیق	306
296	چھٹا قرینہ کی تحقیق	307
297	ساتواں قرینہ کی تحقیق	311
298	اعتراض : بعض لوگ حد درجہ جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر سلام پھیرنے کے بعد ہوا ہے۔ (انوار البدر ص ۲۶۵)	312
299	جواب: تحقیق بات یہ ہے کہ سنابلی غیر مقلد کو اپنی روایت کا خود ہی نہیں معلوم کہ ان کی پیش کردہ مسند احمد کا متن کیا ہے؟	313
300	اعتراض : "نیز ابن الجوزی کی روایت کے الفاظ پیش کیے جا چکے ہیں جس میں ہے "یَضَعُ یَدَہٗ عَلٰی یَدِہٖ علی صدرہ" اس ہاتھ کو اس ہاتھ پر رکھ کر سینے پر رکھتے تھے۔	314
301	جواب:۔ "یَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰی هٰذِهٖ علی صَدرہ" "کتاب" التحقیق فی احادیث الخلاف" میں تحریف۔	314

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

302	التحقیق فی احادیث الخلاف کا مکتبہ ظاہریہ کا قلمی عکس	317
303	التحقیق فی احادیث الخلاف کا مدینہ منورہ کا قلمی عکس	318
304	التحقیق فی احادیث الخلاف کا سعودیہ کا قلمی عکس	319
305	سماک بن حرب پر جرح	320
306	سماک بن حرب کا ضعیف راوی ہونے کی بحث	322
307	سماک بن حرب کا روایت میں منفرد ہونا وجہ ضعف	323
308	امام ترمذیؒ اور علامہ ابن رجبؒ کی مفسر جرح	324
309	حافظ ابن رجبؒ کی تحقیق	324
310	سماک بن حرب کے بارے میں تعدیلی اقوال کا جائزہ	325
311	محدث العصر عباس رضوی صاحب پر الزام کا جواب	329
312	کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد کی موشگافیاں	330
313	امام احمد رحمہ اللہ	336
314	امام نسائی	337
315	امام ذہبی	338
316	امام دارقطنی	339
317	امام ابوبکر الجصاص	340
318	ابن رجب حنبلی	340
319	یعقوب بن شیبہ	341
320	اعتراض: غیر مقلد سنابلی لکھتے ہیں کہ سماک صرف عکرمہ کی روایت میں تلقین قبول کرتے تھے۔	342

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

321	جواب امام نسائی نے یہاں کوئی قید لگائی ہے کہ سماک صرف عکرمہ کی روایت میں تلقین قبول کرتے تھے۔	342
322	اعتراض: غیر مقلد ناہلی صاحب فرماتے ہیں: عرض یہ ہے کہ امام نسائی متشددین میں سے ہیں۔	343
323	جواب: عرض یہ ہے کہ اس کی تائید امام ترمذی اور ابن رجب حنبلی رحمہم اللہ نے بھی کی ہے۔	343
324	امام ابن حبان	345
325	سفیان ثوری رحمہ اللہ	350
326	**سماک بن حرب غیر عکرمہ کی روایت میں بھی مضطرب اور تلقین قبول کرتے تھے۔**	353
327	امام شعبہ کی تحقیق	353
328	امام نسائی کی تحقیق	356
329	امام سبط ابن العجمی کی تحقیق	357
330	امام ابو اسحق الثعلبی کی تحقیق	358
331	امام صلاح الدین علائی کی تحقیق	358
332	ابن حزم کی تحقیق	358
333	المحدث عبدالحق الاشبیلی کی تحقیق	359
334	امام ابن قطان کی تحقیق	359
335	حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق	360
336	ابو اسحق الحوینی کی تحقیق	360
337	سلفی عالم شیخ مقبل بن ہادی کی تحقیق	361

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

338	سلفی عالم محمد بن علی الاثیوبی الولوی کی تحقیق	361
339	امام ذہبیؒ کی تحقیق	361
340	حافظ یعقوب بن شیبہ کی تحقیق	362
341	حافظ ابن رجب کی تحقیق	362
342	امام ترمذی کی تحقیق	362
343	امام ابو بکر جصاص الرازی کی تحقیق	364
344	امام یحیٰ بن معین کی تحقیق	365
345	امام دارقطنی کی تحقیق	366
346	کفایت اللہ کی مسلکی حمایت	366
347	البانی کی تحقیق	372
348	سماک بن حرب اور کفایت اللہ سنابلی کی پیش کردہ توثیقی اقوال کا جائزہ	373
349	امام بخاری کے قول کی تحقیق	374
350	امام مسلم کے قول کی تحقیق	375
351	امام ترمذی کے قول کی تحقیق	375
352	امام ابن الجارود کے قول کی تحقیق	376
353	امام ابن جریر طبری کے قول کی تحقیق	376
354	امام ابن خزیمہ کے قول کی تحقیق	377
355	ابو علی ابن منصور الطوسی کے قول کی تحقیق	378
356	امام ابو عوانہ الاسفرائنی کے قول کی تحقیق	378
357	امام ابن حبان کے قول کی تحقیق	378

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

358	امام دارقطنی کے قول کی تحقیق	379
359	امام حاکم کے قول کی تحقیق	379
360	امام ابونعیم کے قول کی تحقیق	380
361	ابن عبدالبر کے قول کی تحقیق	381
362	امام طاہر القیسرانی کے قول کی تحقیق	381
363	امام بغوی کے قول کی تحقیق	382
364	امام جورقانی کے قول کی تحقیق	382
365	امام ضیاء المقدسی کے قول کی تحقیق	382
366	امام نووی کے قول کی تحقیق	383
367	امام ابن سید الناس کے قول کی تحقیق	384
368	امام ابن عبدالہادی کے قول کی تحقیق	384
369	امام ذہبی کے قول کی تحقیق	384
370	امام ہیثمی کے قول کی تحقیق	385
371	حافظ ابن حجر کے قول کی تحقیق	385
372	قبیصہ بن ھلب ؒ کی ثقاہت [الزامی جواب]	386
373	امام عجلی ؒ کی توثیق کا جواب	387
374	ابن حبان کی توثیق کا جواب	388
375	ابن حبان کی توثیق غیر مقلدین کے نزدیک غیر معتبر	388
376	امام ترمذی کی توثیق کا جواب	389
377	امام ابوداؤد کا سکوت اور توثیق کا جواب	390
378	مؤمل بن اسماعیل سے مروی حدیث کا تحقیقی جائزہ	391

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

379	مؤمل بن اسماعیل پر محدثین کرام کی جرح	392
380	زبیر علیزئی کی اسماء الرجال میں مسلکی حمایت	397
381	زبیر علیزئی غیر مقلد کی اصول الحدیث سے لاعلمی	398
382	اعتراض : پچیس اقوال موثقین کے پیش کیے ہیں۔	398
383	جواب :۔ ۲۵ میں سے تو تقریباً ۱۸ ضمنی توثیقات ہیں۔	398
384	محدثین کرام کی مؤمل بن اسماعیل پر مفسر جرح	399
385	حافظ ابن عمارؒ کی مؤمل بن اسماعیل پر مفسر جرح	400
386	اعتراض	401
387	جواب : غیر مقلد سنابلی صاحب نے کثیر الخطاء کہنے والے محدثین کرام میں محدثین کرام کے نام ذکر نہیں کیے جو کہ مذکورہ ہیں۔	402
388	۱۲ محدثین کرام نے کثیر الخطاء کی جرح مفسر کی ہے۔	402
389	اعتراض : ائمہ ناقدین میں سے دو جلیل القدر ائمہ امام ذہبی اور امام ہیثمی نے مومل بن اسماعیل کو کم غلطی کرنے والا قرار دیا۔	403
390	جناب آپ ذرا علامہ ہیثمی کی دوسری عبارت بھی ملاحظہ کرلیں۔	403
391	جرح مفسر	404
392	ابن معینؒ سے مؤمل بن اسماعیل کی توثیق کی حقیقت	404
393	ابن معینؒ کی مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کی تضعیف	406
394	سند کی تحقیق	407
395	اعتراض	409
396	جواب : تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۱۷۱ کی روایت کو تفسیر قرار دے رہے ہیں وہ تحقیق کے میدان میں غلط ہے۔	410

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

397	اعتراض	411
398	جواب: ابن معین کا موقف صرف قبیصہ بن عقبہ کے بارے میں موقف بدل رہا ہے۔ مگر تحقیق کے میدان میں جناب کی بات کچھ درست نہیں۔	411
399	اعتراض: اس قول میں ابن معین نے سفیان سے روایت میں قبیصہ کو "لیس بذالک القوی" کہا ہے اور یہ صیغہ مطلق تضعیف پر دلالت نہیں کرتا۔	412
400	جواب: اس حوالہ میں لیس بذالک القوی کا معنی کا تعین ہو سکے۔	412
401	امام ابن معین کا کسی کو ثقہ کہنے کا مطلب	413
402	غیر مقلد معلمی اور غیر مقلد سنابلی کا ابن معین کی توثیق کا مطلب	413
403	امام بخاریؒ کی مؤمل بن اسماعیل پر جرح کی حقیقت	415
404	کفایت اللہ سنابلی کی موشگافیاں	417
405	اعتراض: امام مزی ہی کی کتاب پر اعتماد کرتے ہوئے امام ذہبی، ابن ترکمانی، امام ابن کثیر، امام زرکشی اور مناوی نے بھی یہ جرح نقل کر دی۔	417
406	جواب: مؤمل بن اسماعیل پر امام بخاری کی جرح منکر الحدیث سمجھنے کے لئے مؤمل بن سعید الرحبی پر جرح کو سمجھنا اہم ہے۔	417
407	تاریخ الکبیر کے مختلف مقامات پر حذف اور اغلاط	417
408	تاریخ الکبیر میں الحاق	420
409	الضعفاء الکبیر اور امام بخاریؒ	424
410	اعتراض	

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

411	جواب: غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ ۳ دلائل علمی و تحقیقی نکتہ نظر سے قابل التفات نہیں۔	426
412	تاریخ الکبیر میں مومل بن اسماعیل کا ذکر بغیر منکر الحدیث کی جرح	426
413	تاریخ الکبیر میں جرح کا نہ ہونا اور کتاب الضعفاء میں جرح کا موجود ہونا۔	427
414	بہت سے راوی ہے جنہیں امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ الکبیر میں کچھ نہیں کہا لیکن دوسری کتابوں میں امام بخاری سے ان راویوں پر جرح ملتی ہے۔	428
415	حارث بن نعمان اللیثی	428
416	مختار بن نافع	428
417	سلیمان بن سفیان التیمی	429
418	سعید بن مرزبان أبوسعد البقال	429
419	ثابت بن محمد زاھد	430
420	تاریخ الکبیر میں جرح کا ہونا اور کتاب الضعفاء میں جرح کا نہ ہونا	430
421	صحیح بخاری میں موجود معلقات صحیح کی شرائط پر ہے؟	433
422	منکر الحدیث رواۃ سے امام بخاری کا استدلال	434
423	عاصم بن عبید اللہ العمری	434
424	یونس بن خباب	435
425	سعید بن مرزبان أبوسعد البقال	436
426	مومل بن اسماعیل کی توثیق کا تحقیقی جائزہ	437
427	ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے قول کی تحقیق	437

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

428	امام سخاوی کی رائے	441
429	علامہ مناوی کی رائے	441
430	امام دارقطنیؒ کے قول کی تحقیق	442
431	امام حاکمؒ کے قول کا جواب	443
432	امام ذہبیؒ کے قول کا جواب	443
433	امام ترمذیؒ کے قول کا جواب	445
434	مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں تحقیقی فیصلہ	446
435	زبیر علیزئی کا تضاد	447
436	ابن قیم کی روایت پر مفسر جرح	448
437	''علی صدرہ'' کی زیادت کا تحقیقی جائزہ	449
438	ابن القیم کے نزدیک ''علی صدرہ'' کی روایت میں مؤمل تنہا ہیں.	453
439	حضرت طاؤس کی مرسل روایت کا تحقیقی جائزہ	455
440	جواب نمبر ۱	455
441	جواب نمبر ۲	455
442	جواب نمبر ۳	456
443	جواب نمبر ۴	456
444	سلیمان بن موسیٰ کے بارے تعدیلی اقوال کا جائزہ	457
445	سلیمان بن موسیٰ الدمشقی پر جرح	460
446	عرب محقق ڈاکٹر ماہر یسین فحل کی تحقیق	461
447	کفایت اللہ سنابلی کی موشگافیاں	463
448	زیادتی یا تفرد؟	464

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

449	"یشد" یا "یشبک"؟	465
450	اعتراض: "دونوں کا معنی ہاتھ باندھنا ہی ہے لہذا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا"	466
451	جواب: تشبیک الاصابع کا مطلب ہے انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا۔ "تشبیک" کا اصل مطلب ایک دوسرے میں گھسانا ہے۔	466
452	مسلک احناف یا غیر مقلد؟	467
453	سلیمان بن موسی الدمشقی اور کفایت اللہ سنابلی	468
454	سلیمان بن موسی الدمشقی پر امام بخاری کی جرح	468
455	امام ابو حاتم کی تحقیق	469
456	امام ابو احمد الحاکم کی کی تحقیق	471
457	امام ابو حاتم الرازی کی تحقیق:	472
458	امام زکریا بن یحیی الساجی کی تحقیق	474
459	یحیی ابن معین رحمہ اللہ کے قول کی تحقیق	477
460	یحیی بن اکثم سے سلیمان بن موسی کی توثیق پر تحقیق	479
461	امام دحیم کے قول کی تحقیق	481
462	حافظ ابن عدی کے قول کی تحقیق	484
463	غیر مقلد سنابلی کے پیش کردہ اقوال کی تحقیق	487
464	سلیمان بن موسی امام ذہبی رحمہ اللہ کی نظر میں	487
465	سلیمان بن موسی امام ابو داود رحمہ اللہ کی نظر میں	491
466	سلیمان بن موسی امام نسائی رحمہ اللہ کی نظر میں	493
467	کیا سلیمان بن موسی صحیح مسلم کے راوی ہے؟؟	497

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

468	کفایت اللہ سنابلی صاحب کے پیش کردہ آثار صحابہ	500
469	سینہ یا فوق السرۃ؟	500
470	دوسرا ہاتھ کہاں جائے گا؟	502
471	نماز کا ذکر کہاں ہے؟	503
472	اس روایت کا مطلب کیا ہے؟	503
473	اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تحقیقی جائزہ	509
474	اعتراض : " یہ العجاج کون ہیں؟ یہ عبد اللہ بن رؤبہ العجاج البصری ہیں۔"	509
475	جواب : عاصم الجحدری کے والد کی کنیت ابو الصباح ہے۔	510
476	سنابلی صاحب! انصاف کا یہ دوہرا معیار کیوں؟	515
477	**اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیگر طرق پر تحقیق**	518
478	حماد کے شاگرد " موسیٰ بن اسماعیل " کی روایت	518
479	حماد کے شاگرد " حجاج بن المنہال الأنماطی " کی روایت	522
480	حماد کے شاگرد " أبو صالح الخراسانی " کی روایت	525
481	حماد کے شاگرد " شیبان بن فروخ " کی روایت	526
482	حماد کے شاگرد " مہران بن أبی عمر العطار " کی روایت	529
483	حماد کے شاگرد " أبو عمرو النصیر " کی روایت	530
484	حماد کے شاگرد " مومل بن اسماعیل " کی روایت	532
485	حماد کے شاگرد " عبد الرحمن بن مہدی " کی روایت	533
486	حماد بن سلمہ کا اختلاط	534

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

487	غیر مقلد سنابلی کی مسلکی حمایت میں حماد بن سلمہ کے بارے تضاد بیانی:	535
488	امام دارقطنی کی تحقیق	536
489	امام ابو حاتم کی تحقیق	536
490	دونوں ہاتھوں کو ہتھیلی کے کٹ پر باندھنا	538
491	سند کی تحقیق	538
492	اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں "علی صدرہ" کے الفاظ نہیں۔	539
493	امام طحاوی کی روایت	539
494	امام ثعلبی کی روایت	539
495	ابن جریر طبری کی روایت	540
496	امام دارقطنی کی روایت	540
497	خطیب بغدادی کی روایت	541
498	امام ضیاء المقدسی کی روایت	542
499	محدث ابن ابی شیبہ کی روایات	542
500	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی "فوق السرۃ" والی روایت	543
501	جواب: "فوق" کے مفہوم کو صرف "صدر" کے ساتھ خاص کر دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔	543
502	قاضی شوکانی کی تحقیق	544
503	حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کے اثر کا جائزہ	547
504	جواب: مذکورہ حدیث کی جو وضاحت ہے وہ سراسر غلط ہے۔	547
505	کیا سینے ہاتھ باندھنے کا قول کسی عالم کا ہے؟	550

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

506	اعتراض	550
507	جواب	550
508	غیر مقلدین کا ایک دھوکہ اور اس کا جواب	554
509	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے سے متعلق بعض غیر مقلدین کی رائے	557
510	محمد بن عبدالوہاب کے بیٹے عبداللہ بن محمد کا فتویٰ	557
511	محمد بن عبدالوہاب کی رائے	558
512	ابن القیم کی رائے	559
513	عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ	560
514	ابن باز کے فتویٰ میں تضاد	560
515	(۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا	562
516	(۲) ناف کے اوپر سینے کے پاس ہاتھ باندھنا۔	562
517	غیر مقلدین کی ایک اور تضاد بیانی	565
518	خلاصۂ کتاب	567
519	اس مسئلہ میں فقہی مذہب دو ہیں	568
520	(۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا	568
521	(۲) ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا	568
522	شبہ	569
523	جواب	570
524	اہل حدیث کی طرف سے اضطراب متن کا حل	571
525	اضطراب کے حل کا جواب	572

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس حقیر کوشش کو

محدث وفقیہ الامت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ

کے نام انتساب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

جن کی باطنی فیضان کے تصدق سے

بندۂ ناچیز کو دقیق نکات پر اطلاع ہوتی ہے۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

خادم اہلِ سنت وجماعت

فیصل خان

(راولپنڈی)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہیں اور لاکھوں درود وسلام نبی کریم ﷺ کی ذات پر۔ اختلافی مسئلہ پر حق کا دامن تھامنا انتہائی ضروری ہے۔ میں نے اس کتاب میں غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب کے مضمون "مصنف ابن ابی شیبۃ میں تحریف، شیخ محمد عوامہ کی جسارت" (جو رسالہ الاعتصام، لاہور، جلد ۵۹، شمارہ نمبر ۴، جنوری ۲۰۰۷ھ میں شائع ہوا) اور زبیر علیزئی غیر مقلد کی کتاب "نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام" کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ اس کتاب میں غیر مقلد داود ارشد کی کتاب دین الحق بجواب جاء الحق اور غیر مقلد ثناء اللہ صاحب کی کتاب میں موجود تمام دلائل کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

کتاب میں کس نے حق کا دامن تھاما ہے یہ بات تو قارئین کو پڑھنے کے بعد خود معلوم ہو جائے گی۔ میں نے اس مضمون میں احترام اور شگفتگی کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔

میں تقلید جامد کے حق میں نہیں ہوں لہٰذا میری کوشش ہوتی ہے کہ ہر مسئلہ کا حل دلائل کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ میری تحقیق سے اختلاف یا اتفاق قارئین کا بنیادی حق ہے۔ مگر مجھے قوی یقین ہے کہ اگر اختلاف ہوا تو دلائل کی روشنی میں اس کو واضح کیا جائے اور اگر اتفاق ہے تو اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

مگر افسوس غیر مقلد نے جس طرح مسلکی تعصب کا ثبوت دیا وہ آپ کتاب پڑھ کر جانچ لیں گے۔ غیر مقلدین حضرات کا یہ شیوہ ہے کہ وہ جب ان کو اپنا مسلک ثابت کرنا ہو تو کسی بھی تحقیق

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

قبول کرلیں گے مگر جب اپنے مسلک پر چوٹ پڑتی ہو تو پھر کسی کا بھی قول اور تحقیق ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔

ایک دفعہ چند غیر مقلدین حضرات سے راقم کے ایک قریبی دوست کی بحث ہوئی تو نماز میں ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ غیر مقلدین حضرات کے چند نام نہاد محقق بیٹھے ہوئے تھے۔ جب ایک غیر مقلد نے مؤمل بن اسماعیل والی سند پیش کی تو راقم کے دوست نے جواب دیا کہ اس سند میں تو سفیان ثوری ہے جس کو آپ کے نام نہاد غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے مدلس قرار دیا ہے اور مدلس کے عن والی روایت کو آپ کے محقق ضعیف مانتے ہیں۔ تو جواب میں غیر مقلد نے کہا کہ ہم تدلیس کے مسئلہ میں زبیر علی زئی کے موقف سے متفق نہیں۔ مگر انھی لوگوں سے جب رفع یدین پر بحث ہو تو پھر سفیان ثوری کی تدلیس ان کو نظر آتی ہے اور فوراً غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کی تحقیق بغل سے نکال لیتے ہیں۔ جب میرے دوست نے یہ سارا ماجرہ سنایا تو میں نے کہا کہ اگر یہ رویہ غیر مقلدین حضرات نہیں اپنائیں گے تو ان کا مسلک کیسے ثابت ہوگا؟

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے پر غیر مقلدین حضرات کے پاس ایک بھی صحیح روایت نہیں ہے۔ غالی غیر مقلد نے اپنے کتاب میں ۴ روایات پیش کیں ہیں۔

۱۔ حضرت وائل بن حجرؓ صحیح ابن حبان والی روایت

۲۔ حضرت ہلبؓ والی روایت

۳۔ حضرت وائل بن حجرؓ والی روایت (مؤمل بن اسماعیل سے مروی)

۴۔ حضرت طاؤسؒ والی روایت

ان روایت کے علاوہ غیر مقلدین حضرات کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔ ان ۴ روایات میں سے ۲ روایات [حضرت وائل بن حجرؓ، حضرت طاؤسؒ] کو خود غالی غیر مقلد نے اپنی کتاب میں ضعیف مانا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر بھی اس بات کا اقرار خود غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

بھی کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں ان دو صحیح دلائل کے مقابلے میں کوئی حدیث موجود نہیں۔ (ماہنامہ الحدیث ۱۰۵ آخری صفحہ) زبیر علی زئی غیر مقلد خود اپنے پیش کردہ دلائل میں سے صرف ۲ کو صحیح مان رہا ہے۔

باقی ۲ روایات میں سے حضرت وائل بن حجرؓ کی صحیح ابن حبان والی روایت سے تو غیر مقلدین حضرات کا موقف ہی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تو سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہی نہیں ہے جبکہ حضرت ہلبؓ کی روایت میں نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہی نہیں ہے۔

امام طحاوی کی تحقیق۔

اگر بالفرض ان ۲ مذکورہ بالا روایات کی صحت کو تسلیم بھی کیا جائے تو پھر بھی یہ روایات منسوخ ہیں۔

جیسا کہ حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

فَصَحَّحْنَا الرِّوَايَتَيْنِ جميعًا، فَجَعَلْنَا مَا رَوَى وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ مِنْ ذَلِكَ مُتَقَدِّمًا، وَمَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ فِي ذَلِكَ مُتَأَخِّرًا نَاسِخًا لِمَا كَانَ قَبْلَهُ۔ (احکام القرآن الکریم، امام طحاوی، ج ۱ ص ۱۸۷)

ترجمہ: پس ہم نے دونوں قسم کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت کو حضرت علیؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات سے مقدم قرار دیا (یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کا عمل اس وقت کا ہے، جب تک نئے حکم کے ذریعہ سے اس بارے میں اہل کتاب کی مخالفت کا حکم نہیں آیا تھا)۔ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات اس سلسلہ میں مروی روایات کو مؤخر سمجھا جائے گا اور اپنے سے پہلے کے لیے ناسخ قرار دیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر غیر مقلدین حضرات کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں ہے جو کہ ان

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کے موقف کو ثابت کر سکے۔ لہذا خواہ مخواہ اہل سنت و جماعت کی نماز کو خلاف سنت کہنا اور اپنی نماز کو عین سنت کہنا زیادتی اور ظلمی خیانت ہے۔

کتاب کے اول ایڈیشن میں کافی اغلاط تھیں کیونکہ مراجع کے بغیر ہی شائع ہوئی، مگر اس کی اغلاط کے تصحیح فوراً ہی ماہنامہ البرھان، دہلی کینٹ میں شائع کر دیے گئے تھے۔ اس لیے اگر کسی نے میری کتاب کے اول ایڈیشن پر اعتماد کرتے ہوئے حوالہ جات دیے، تو اس کی ذمہ داری ناقل پر نہیں ہے کیونکہ ان کے علم میں تصحیح شدہ مضمون نہیں تھا۔

کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے مکمل ہونے کے بعد ایک دوست نے بتایا کہ ہندوستان سے تعلق رکھنے والے ایک غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اس موضوع پر انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر نامی کتاب لکھی ہے۔ اس کا اول ایڈیشن دستیاب ہوا، بعد میں اس کے مزید ایڈیشن شائع ہوئے اور اس کا ایک چوتھا ایڈیشن، طبع سوم، لاہور سے شائع ہوا۔ اس کتاب میں کم وبیش دلائل وہ ہی ہیں جو غیر مقلد زبیر علی زئی اور حافظ ثناء اللہ کی کتاب میں موجود تھے۔ اس کتاب میں صرف بحث کو طول دینے کی ناکام کوشش کے علاوہ کچھ نہیں۔ سنابلی صاحب کسی ایک اصول پر خود متفق نہیں، اور ہر اصول سے اختلاف کرنے کا نام "قرآن کی روشنی" رکھ دیا ہے۔ سنابلی صاحب ہر اصول کو لکھ کر اس کا رد خود قرآن کی روشنی میں کرتے ہیں۔ مگر اہم معاملہ یہ ہے کہ اگر خود کسی اصول سے اختلاف کریں تو جائز لیکن احناف نے کچھ اختلاف کیا تو پھر اس کو جمہور کا مخالف کہا جاتا ہے۔

سنابلی صاحب کی کتاب ۷۵۰ صفحات پر محیط ہے۔ انوار البدر کے ص ۱۶۶ تک صرف مقدمہ اور تقریظات ہیں۔ انوار البدر ص ۱۶۹ تا ۴۴۹ غیر مقلدین کے دلائل جس میں ۱۶ احادیث مرفوعہ اور ۴ آثار صحابہ نقل کیے ہیں۔ انوار البدر ص ۵۵۳ تا ص ۷۱۶ تک احناف کے دلائل پر رد کیا ہے۔ انوار البدر ص ۷۱۹ تا ۷۴۱ تک اقوال اہل علم نقل کیے ہیں اور انوار البدر ص ۷۴۵ تا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ص ۵۰۷ تک عقلی دلائل نقل کیے ہیں۔

غیر مقلد سنابلی صاحب کی کتاب انوار البدر کا جواب دی ہے جو دیگر مکتب میں درج دلائل کا جواب ہے۔ان روایات میں درج روایات ہیں۔

۱۔حضرت وائل بن حجرؓ صحیح ابن حبان والی روایت

۲۔حضرت ہلبؓ والی روایت

۳۔حضرت وائل بن حجرؓ والی روایت (مؤمل بن اسماعیل سے مروی)

۴۔حضرت طاؤسؒ والی روایت

ان کا جواب کتاب میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔مگر مختصراً عرض یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی روایت میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر تک نہیں ہے۔حضرت طاؤس والی روایت مرسل ہے۔اور مرسل روایت تو غیر مقلدین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے۔حضرت ہلب رضی اللہ عنہ والی روایت میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا لفظ اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس میں نماز کا تذکرہ نہیں ہے کیونکہ اختلافی مسئلہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہے نہ کہ کسی بھی مقام سینے پر ہاتھ باندھنے کا۔حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ابن خزیمہ والی روایت میں مومل بن اسماعیل کے ضعف سے قطع نظر مومل بن اسماعیل کا حافظہ خراب ہونے اور اختلاط سے قبل روایت کرنے پر کوئی حوالہ موجود نہیں۔جس سے روایت کے ضعف ہونے میں کوئی شک نہیں۔غیر مقلد سنابلی صاحب نے ان ضعیف روایات پر ۵۰۷ صفحات کی کتاب لکھ دی مگر روایت پھر بھی صحیح ثابت نہ کر سکے۔غیر مقلد سنابلی صاحب کی اس موضوع پر بے بسی ان کی کتاب سے عیاں ہے۔سنابلی صاحب نے جو علمی موشگوفیاں اپنی کتاب میں کیں ہیں اس کی تفصیل کتاب میں موجود ہے۔

تحقیق کے نام پر جس طرح نوجوانوں کو مسلک اہل سنت و جماعت سے متنفر کیا جا رہا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ہمارے علماء کرام کو اس جانب بھی اپنی توجہ مبذول کرنی چاہیے اور

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ان کی رہنمائی کے لئے اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت ایسے نوجوانوں پر بھی صرف کریں جو کہ غیر مقلدین حضرات کے سوالوں کے جوابات کے متلاشی رہتے ہیں کیونکہ دیکھنے میں آیا کہ اکثر علماء حضرات مصروفیات کے باعث ان نوجوانوں کی تربیت نہیں کر پاتے جس کے نتیجہ میں وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اہل سنت کے پاس ان کے سوالوں کے جوابات نہیں ہیں اور وہ مسلک حقہ سے متنفر ہو کر لامذہبی اختیار کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مذہب اہل سنت پر چلنے اور قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں جناب عبدالغفار صاحب، جناب عامر صاحب، مولانا حافظ آصف قادری صاحب اور ڈاکٹر علی بھٹہ صاحب کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے شائع کروانے میں دلچسپی ظاہر کی اور اس میں تعاون بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ ان احباب کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

نوٹ۔ کتاب ہذا میں اگر کوئی غلطی پائیں تو ضرور آگاہ کریں کیونکہ کمپیوٹر پر اکثر غلطیاں ہو جاتی ہیں، کوشش ہوگی کہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے۔ مزید یہ کہ اگر میری کسی بھی کتاب میں کسی بھی بدمذہب کے ساتھ رحمہ اللہ یا اس کا نشان "رح" لگا ہوا ہو تو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ کیونکہ میں الحمد اللہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے چاہنے والوں کا خدمت گار ہوں اور رہوں گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں سنت پر چلنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خادم اہلسنت فیصل خان

0321-5501977

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مقدمہ

نماز میں بحالتِ قیام ہاتھ کس جگہ رکھا جائے؟ اس مسئلے میں بھی مختلف احادیث کی بنیاد پر ائمہ مجتہدین اور فقہائے دین کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔ بعض سینہ کے نیچے ناف کے اوپر اور بعض ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو پسند کرتے ہیں۔ اس لئے تحت السرۃ اور تحت الصدر کے الفاظ حدیث میں ثابت کرنا ہمارے موقف کے خلاف نہیں ہے۔ کچھ لوگ جو تحت الصدر اور فوق السرۃ کے الفاظ اپنے دعوی کے حق میں اور اپنے مخالفین کے خلاف پیش کرتے ہیں، وہ اصول کے خلاف ہے۔

امام ترمذی نے بھی سنن ترمذی میں ناف کے نیچے اور سینے کے نیچے ہاتھ باندھنے پر محدثین اور فقہاء کا اتفاق لکھا ہے اور اس کے خلاف نہیں لکھا اور دونوں طریقے سے ہاتھ باندھنے کو جائز لکھا، اور اس میں وسعت بیان کی یعنی اس میں کس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

ان دونوں مذہب کو امام ترمذی نے بیان کرتے ہوئے لکھا:

والعمل علی ہذا عند اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدہم یرون ان یضع الرجل یمینہ علی شمالہ فی الصلاۃ ورأی بعضہم ان یضعہما فوق السرۃ ورأی بعضہم ان یضعہما تحت السرۃ وکل ذلک واسع عندہم۔

ترجمہ: اور اس پر اہل علم یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کا عمل ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ آدمی نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ رکھے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ ناف کے اوپر رکھے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ ناف کے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نیچے رکھے۔ دونوں میں سے ہر ایک درست ہے۔ (سنن الترمذی ۱ : ۳۳۶/)

امام ترمذی نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے تعلق سے جو دو مذہب بیان کیے ہیں وہی جمہور محدثین، شارحین حدیث وفقہاء مجتہدین نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے۔ اس مسئلے میں تیسرا مذہب کسی محدث فقیہ مجتہد کا نہیں۔ نہ صحابہ کا نہ تابعین وتبع تابعین میں سے کسی کا۔

ہر ۲ طریقے جائز ہے، اس میں اتفاق ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ کون سا طریقہ بہتر اور افضل ہے؟

فقہاء احناف اس مسئلہ میں مرد کے لیے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو مستحب اور عورت سینے پر اس طرح ہاتھ باندھے کہ سینے کے نچلے حصہ پر ہوں۔

چنانچہ ابوالحسن علی السغدی فرماتے ہیں۔

ینبغی للرجال ان یضعوا الیمین علی الشمال تحت السرۃ والنساء یضعن فوق السرۃ۔ (النتف فی الفتاوی للسغدی ص ۷۱)

یعنی رجال کے لیے مناسب ہے کہ دائیں کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھیں اور خواتین ناف کے اوپر رکھیں یعنی سینے کے نچلے حصہ پر۔

یہ ایک فقہی اجتہادی مسئلہ ہے لہٰذا کوئی بھی امام مجتہد اور ان کے مقلدین اپنے علاوہ دوسرے امام مجتہد کو اور ان کے مقلدین کو لعن طعن نہیں کرتے اور انہیں مخالف سنت نہیں سمجھتے۔ اس فروعی وفقہی مسئلہ میں ائمہ دین کے مابین اختلاف کے باوجود سب ایک دوسرے کو اہل سنت اور متبع حدیث سمجھتے ہیں، کیوں کہ ہر ایک کے پاس اپنے مذہب کے ثبوت پر احادیث اور شرعی دلیل موجود ہیں۔

اس مقام پر ایک اہم بات یہ ہے کہ محدثین کرام جن میں شافعی، حنبلی وغیرہ شامل ہیں، انھوں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نے علی الصدرہ کے الفاظ کی تاویل کی ہے اور اس کے معنی کو تحت الصدرہ یا فوق السرۃ پر محمول کیا ہے۔ اس قسم کی احادیث کو پیش کر کے عوام الناس کو بہکانا علمی خیانت کے مترادف ہے۔

دیگر جزئی وفروعی مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی غیر مقلدین، ائمہ مجتہدین اور جمہور امت مسلمہ سے اپنا الگ موقف رکھتے ہیں اور اپنے سوا سارے مسلمانوں کو مخالفِ سنت اور باطل پرست بلکہ تقلید کو شرک کہتے ہوئے انہیں مشرک سمجھتے ہیں۔ اس مسئلہ کے ہر پہلو پر انشاء اللہ ہم سیر حاصل بحث کریں گے اور یہ ثابت کریں گے کہ اس مسئلہ میں غیر مقلدین طریقۂ اسلاف اور جمہور امت مسلمہ سے الگ تھلگ ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں ائمہ اربعہ کا مسلک

اس مسئلہ میں ہم مذاہب اربعہ کو ان کے دلائل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ ان اقوال پر بحث سنابلی صاحب نے اپنی کتاب ص ۷۳۱ تا ۷۴۱ کی ہے۔

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

ائمہ اربعہ میں صرف اور صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی سے ایک قول مروی ہے اور وہ یہ کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں۔ اس کے برخلاف تینوں ائمہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد سے اس بارے میں مختلف اقوال مروی ہیں، جن میں سے ایک قول سینے پر ہاتھ باندھنا بھی منقول ہے۔

(انوار البدر ص ۷۳۱)

جواب: عرض یہ ہے کہ سنابلی صاحب نے کم از کم یہ تو مان لیا کہ ائمہ اربعہ سے اقوال مختلف مروی ہیں۔ جس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ جو روایات سنابلی صاحب نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے پیش کیں، ان کا مطلب مجتہدین نے مختلف لیا ہے۔ مزید یہ کہ سنابلی صاحب نے ائمہ اربعہ کے متعلق تحقیق مکمل پیش نہیں کی۔ اور نہ ہی ائمہ اربعہ کے راجح مذہب کو بیان کیا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام ابوحنیفہؒ کا مسلک

1 حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد حضرت امام محمد روایت کرتے ہیں:

محمدٌ قال: أخبرنا أبو حنيفة، عن حماد، عن ابراهيم، أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ كان يعتمدُ باحدى يَديهِ على الأُخرى في الصلاةِ، يتواضعُ للهِ تعالى۔ قال محمد: ويضعُ بطنَ كفِّه الأيمنِ على رُسغِه الأيسرِ تحتَ السُّرَةِ، فيكونُ الرُّسغُ في وَسطِ الكفِّ۔

(کتاب الآثار امام محمد ج ا ص ۱۴۰ رقم الحدیث ۱۲۰ طبع مکتبہ حقانیہ، پشاور)

ترجمہ: مشہور فقیہ ومحدث حضرت امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے ایک (یعنی دائیں) ہاتھ کو دوسرے (یعنی بائیں) ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع (اور عاجزی) اختیار کرتے ہوئے رکھ لیا کرتے تھے۔ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں: "اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندرونی حصے کو بائیں ہاتھ کے گٹ پر ناف کے نیچے رکھ لے، جس سے اس کے بائیں ہاتھ کا گٹ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے درمیان آجائے گا"۔

2 حضرت امام محمدؒ اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ محمدٌ: يَنْبَغِي لِلْمُصَلِّي إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ، أَنْ يَضَعَ بَاطِنَ كَفِّهِ الْيُمْنَى عَلَى رُسْغِهِ الْيُسْرَى تَحْتَ السُّرَّةِ، وَيَرْمِيَ بِبَصَرِهِ إِلَى مَوْضِعِ سُجُودِهِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، رَحِمَهُ اللهُ۔

(موطا امام محمد ج ا ص ۳۱۸ تحت رقم ۲۹۰ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)

ترجمہ: نماز پڑھنے والے کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ جب نماز میں کھڑا ہو تو اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا اندرونی حصہ اپنے بائیں ہاتھ کے گٹ پر ناف کے نیچے رکھ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

لے۔ اور (کھڑے ہونے کی حالت میں) اپنی نظر کو اپنے سجدہ کی جگہ رکھے۔ یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

3 حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

قَالَ :ثنا یوسف بن أبی یوسف عَنْ أَبِیهِ عَنْ أَبِی حَنِیفَةَ، عَنْ حماد، عَنْ إِبْرَاهِیمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَعْتَمِدُ بِیَدِهِ الْیُمْنَى عَلَى یَدِهِ الْیُسْرَى فِی الصَّلَاةِ، یَتَوَاضَعُ بِذَلِكَ لِلهِ تَعَالَى۔ (ال آثار ص ۶۷ رقم الحدیث ۳۳۲)

ترجمہ: مشہور فقیہ ومحدث حضرت امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع (اور عاجزی) اختیار کرتے ہوئے رکھ لیا کرتے تھے۔

4 حضرت امام طحاوی (المتوفی ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

وَقَالَ بَعْضُهُمْ :تُوضَعَانِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔ وَمِمَّنْ قَالَ بِذَلِكَ مِنْهُمْ : أَبُو حَنِیفَةَ، وَأَبُو یُوسُفَ، وَمُحَمَّدٌ، وَرَوَوْا ذَلِكَ عَنْ عَلِیٍّ، وَأَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ۔

حَدَّثَنَا یَحْیَى بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا نُعَیْمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ زِیَادِ بْنِ زَیْدٍ، عَنْ أَبِی جُحَیْفَةَ، عَنْ عَلِیٍّ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ، قَالَ: "وَضْعُ الْیَمِینِ عَلَى الشِّمَالِ فِی الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ مِنَ السُّنَّةِ"۔

حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِیدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِیَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَیَّارٍ أَبِی الْحَكَمِ، عَنْ أَبِی وَائِلٍ، عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "مِنَ السُّنَّةِ أَنْ یَضَعَ الرَّجُلُ یَدَهُ الْیُمْنَى تَحْتَ السُّرَّةِ فِی الصَّلَاةِ"۔ وَسَقَطَ مِنَ الْحَدِیثِ الْیَدُ الْیُسْرَى۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وَلما كَانَ فِي مَوْضِعِ وَضْعِ الْيَدَيْنِ مِنَ الِاخْتِلَافِ مَا ذَكَرْنَا۔ وَوَجَدْنَا التَّكْبِيرَ مِنَ النَّاسِ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ يَرَوْنَ وَضْعَ الْيَدَيْنِ عَلَى الصَّدْرِ، وَذٰلِكَ مَكْرُوهٌ۔ فَكَانَ أَوْلٰى بِنَا أَنْ نَجْعَلَ الْمُبَاحَ لَنَا بِخِلَافِهِ ـــــ وَيَرَوْنَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: "تَوَضَّعُ تَحْتَ السُّرَّةِ"۔ وَتَابَعَهُ عَلٰى ذٰلِكَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَا جَمِيعًا: "إِنَّ ذٰلِكَ مِنَ السُّنَّةِ"۔ وَذٰلِكَ مِمَّا لَا يُوجَدُ مِنْ جِهَةِ الِاسْتِنْبَاطِ وَلَا مِنْ جِهَةِ الرَّأْيِ، فَيَكُونُ مَا رَوٰى وَائِلٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ أَوْلٰى مِنْ قَوْلِهِمَا، وَلٰكِنَّهُ إِنَّمَا يُوجَدُ مِنْ جِهَةِ التَّوْقِيفِ مِنَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّانَا عَلٰى ذٰلِكَ، فَصَارَ مَا رَوَيْنَاهُ عَنْهُمَا ذٰلِكَ مُكَافِئًا لِمَا رَوَيْنَاهُ فِيهِ عَنْ وَائِلٍ، وَلَمَّا كَانَ الَّذِي رَوَاهُ وَائِلٌ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُوَافِقُ أَفْعَالَ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ فِي صَلَاتِهِمْ، وَالَّذِي رَوَيْنَاهُ، عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، مِمَّا لَا يَكُونُ مَأْخُوذًا عَنْ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخِلَافِ ذٰلِكَ كَانَ أَوْلٰى مِمَّا رَوٰى وَائِلٌ، لِأَنَّ الَّذِي كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتِّبَاعُ شَرِيعَةِ مَنْ كَانَ قَبْلَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يُحْدِثَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ شَرِيعَةً مَا تَنْسَخُ ذٰلِكَ، فَصَحَّحْنَا الرِّوَايَتَيْنِ جَمِيعًا، فَجَعَلْنَا مَا رَوٰى وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ مِنْ ذٰلِكَ مُتَقَدِّمًا، وَمَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ فِي ذٰلِكَ مُتَأَخِّرًا نَاسِخًا لِمَا كَانَ قَبْلَهُ۔

(أحكام القرآن الكريم، ج ۱ ص ۱۸۵ تا ۱۸۷)

ترجمہ: بعض حضرات نے فرمایا کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے جائیں گے۔ ان میں حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت محمدؒ بھی ہیں۔ انھوں نے یہ مسلک حضرت علیؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: "نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

رکھنا سنت ہے"۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا: "سنت یہ ہے کہ آدمی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو (بائیں ہاتھ پر) ناف کے نیچے رکھے۔

جب ہاتھ رکھنے کی جگہ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہم نے بعض لوگوں کو بعض کے سامنے تکبر کے طور پر سینہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پایا ہے۔ اور یہ (یعنی متکبرین کا طریقہ و مشابہت) مکروہ ہے۔ تو ہمارے لیے بہتر ہے کہ ہم مباح عمل اس کے خلاف کریں۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ ہاتھ ناف کے نیچے رکھے جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے بھی حضرت علی ؓ کی موافقت کی ہے۔ دونوں حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ سنت ہے۔ یہ بات خود استنباط کر کے اور اپنی رائے سے معلوم نہیں کی جا سکتی (بلکہ حضور اکرم ﷺ کے قول یا فعل سے ہی معلوم کی جا سکتی ہے) تو حضرت وائل ؓ نے نبی اکرم ﷺ سے جو روایت کیا ہے (کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھے) اس کا درجہ حضرت علی ؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ کے اقوال سے زیادہ تھا (کہ اس میں حضور اکرم ﷺ کے فعل کا ذکر ہے)۔ لیکن حضرت علی ؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ نے بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے قول یا فعل ہی سے اس کو حاصل کیا ہے (اور اس لیے انھوں نے سنت فرمایا ہے) لہٰذا ہم نے حضرت علی ؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ کی طرف سے جو کچھ روایت کیا ہے، وہ اس کے لیے کافی ہوگا، جو ہم نے حضرت وائل ؓ سے روایت کیا ہے (حضرت علی ؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایات حضرت وائل ؓ کی روایت کے جواب میں آ گئی ہیں)۔

حضرت وائل ؓ نے نبی اکرم ﷺ سے جو روایت کیا ہے، اس عمل میں اہل کتاب کے ساتھ موافقت پائی جاتی ہے۔ اور ہم نے حضرت علی ؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ سے جو روایت کیا ہے، وہ ان چیزوں میں سے ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور سے اس کے خلاف حاصل نہیں کیا جا سکتا (یعنی سنت ہونے کو نبی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اکرم ﷺ کے علاوہ اہل کتاب وغیرہ سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ سنت ہونے کا مفہوم تو حضور اکرم ﷺ سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے)۔ تو حضرت علی ؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایات کا درجہ حضرت وائل ؓ کی روایت سے زیادہ ہوگا۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعت کی اتباع کرنے کے پابند تھے، جب تک اللہ تعالیٰ پہلی شریعت کے احکام منسوخ کر کے نئے احکام عطا نہ فرما دیں۔

پس ہم نے دونوں قسم کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور حضرت وائل بن حجر ؓ کی روایت کو حضرت علی ؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایات سے مقدم قرار دیا (یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کا عمل اس وقت کا ہے، جب تک نئے حکم کے ذریعہ سے اس بارے میں اہل کتاب کی مخالفت کا حکم نہیں آیا تھا)۔ اور حضرت علی ؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایات اس سلسلہ میں مروی روایات کو مؤخر سمجھا جائے گا اور اپنے سے پہلے کے لیے ناسخ قرار دیا جائے گا۔

فائدہ: حضرت امام طحاویؒ خود بھی مجتہد ہیں۔ ان کا کسی حدیث سے استدلال کرنا ہمارے نزدیک اس حدیث کے ضعف کو دور کرنے میں مؤثر ہے۔

☆ حضرت امام طحاویؒ نے حضرت وائل بن حجر ؓ کی اس روایت کو تسلیم کرتے ہوئے (جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے)، اس کا جواب دیا ہے۔

☆ اس روایت کو مقدم اور اس کے مقابلہ میں حضرت علی ؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایات کو مؤخر اور ناسخ قرار دیا ہے، اور اس کی عمدہ دلیل بھی تحریر فرمائی ہے۔

☆ بعض حضرات نے حضرت ابو ہریرہ ؓ کے موقوفات کو حکماً مرفوع کا درجہ دیا ہے۔

☆ اگر مرفوع حدیث کا درجہ بھی نہ دیا جائے، تب بھی کوئی ضرر نہیں، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ ؓ تک اس کی سند کا موقوف ہونا اور مزید برآں اس میں سنت کا لفظ ہونا بھی اقتداء کے لیے کافی ہے۔

5 حضرت امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وَالْمَذْهَبُ عِنْدَ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ أَنَّهُ سُنَّةٌ وَاظَبَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ۔ وَقَالَ ﷺ: "إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُؤَخِّرَ شَمَائِلَنَا بِأَيْمَانِنَا فِي الصَّلَاةِ"۔ وَقَالَ عَلِيٌّ ص: "إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَضَعَ الْمُصَلِّي يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ تَحْتَ السُّرَّةِ فِي الصَّلَاةِ"۔

وَأَمَّا صِفَةُ الْوَضْعِ فَفِي الْحَدِيثِ الْمَرْفُوعِ لَفْظُ الْأَخْذِ، وَفِي حَدِيثِ عَلِيٍّ ص لَفْظُ الْوَضْعِ۔ وَاسْتَحْسَنَ كَثِيرٌ مِنْ مَشَايِخِنَا الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا بِأَنْ يَضَعَ بَاطِنَ كَفِّهِ الْيُمْنَى عَلَى ظَاهِرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَيُحَلِّقَ بِالْخِنْصَرِ وَالْإِبْهَامِ عَلَى الرُّسْغِ، لِيَكُونَ عَامِلًا بِالْحَدِيثَيْنِ۔ فَأَمَّا مَوْضِعُ الْوَضْعِ فَالْأَفْضَلُ عِنْدَنَا تَحْتَ السُّرَّةِ۔ (المبسوط ج ۱ ص ۲۴)

ترجمہ: جمہور فقہاء کا مذہب نماز میں ہاتھ باندھنا ہے۔ یہ وہ سنت ہے جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ مواظبت فرمائی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "ہم انبیاء کا گروہ ہیں۔ ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی نمازوں میں اپنے دائیں ہاتھوں سے اپنے بائیں ہاتھوں کو پکڑیں"۔ حضرت علی ص فرماتے ہیں: نماز میں (دائیں ہاتھ کی) ہتھیلی کو (بائیں ہاتھ کی) ہتھیلی (کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث مرفوع میں تو پکڑنے کا ذکر ہے اور حضرت علی ص کی حدیث میں رکھنے کا ذکر ہے۔ ہمارے مشائخ کرامؒ کی اکثریت نے ان دونوں حدیثوں کو جمع کرنا مستحسن سمجھا ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندرونی جانب کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر اس طرح رکھا جائے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کے ساتھ حلقہ بناتے ہوئے بائیں ہاتھ کے گٹ پر رکھا جائے۔ تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ البتہ ہاتھ رکھنے کی جگہ ہمارے نزدیک افضل یہ ہے کہ ناف کے نیچے رکھے۔

6 فقہ کی کتاب: تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

قَالَ رَحِمَهُ اللهُ: (وَوَضْعُ يَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ تَحْتَ سُرَّتِهِ) ـــــــ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وَلَنَا حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعَ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ؛ وَلِأَنَّهُ أَقْرَبُ إِلَى التَّعْظِيمِ كَمَا بَيْنَ يَدَيِ الْمُلُوكِ وَوَضْعُهَا عَلَى الْعَوْرَةِ لَا يَضُرُّ فَوْقَ الثِّيَابِ فَكَذَا بِلَا حَائِلٍ؛ لِأَنَّهَا لَيْسَ لَهَا حُكْمُ الْعَوْرَةِ فِي حَقِّهِ۔ وَلِهٰذَا تَضَعُ الْمَرْأَةُ يَدَيْهَا عَلَى صَدْرِهَا وَإِنْ كَانَ عَوْرَةً۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیۃ الشلبی، ج ۱ ص ۱۰۷)

ترجمہ: صاحب کنز الدقائق فرماتے ہیں :اور نمازی اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔شارحؒ فرماتے ہیں :اور ہماری دلیل حضرت علی ؓ کی حدیث ہے کہ سنت دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔اور اس لیے بھی کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا تعظیم کے بھی زیادہ قریب ہے، جیسا کہ بادشاہوں کے سامنے بھی (یہی تعظیم کا طریقہ رائج ہے) اور ہاتھ کا ستر پر کپڑے کے اوپر سے رکھنا مضر نہیں ہے۔پس اسی طریقہ سے بغیر کپڑے کے حائل کے بھی مکروہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ خود آدمی کے اپنے حق میں اس (ناف کے نیچے والے حصہ کے) ستر ہونے کا حکم نہیں ہے۔اور اسی وجہ سے عورت اپنے ہاتھوں کو اپنے سینہ پر رکھے گی، اگرچہ اس (عورت) کے حق میں یہ (سینہ) ستر میں داخل ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بعض حضرات کا مرد کے حق میں ناف سے نیچے ہاتھ رکھنے کو اس وجہ سے منع کرنا کہ ناف کے نیچے والا حصہ تو ستر میں داخل ہے۔یہ وجہ ممنوع ہونے کی نہیں بن سکتی، کیونکہ خود اپنے ہاتھ رکھنے کے اعتبار سے یہ حصہ ستر کا حکم نہیں رکھتا، جس طرح عورت اپنے سینہ پر ہاتھ باندھے گی، حالانکہ عورت کا سینہ بھی ستر میں داخل ہے۔

7 فقہ کی مشہور کتاب: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں ہے:

وَأَمَّا مَحَلُّ الْوَضْعِ فَمَا تَحْتَ السُّرَّةِ فِي حَقِّ الرَّجُلِ وَالصَّدْرُ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۱ ص ۲۰۱)

ترجمہ: نماز میں ہاتھ رکھنے کی جگہ مرد کے لیے ناف کے نیچے اور عورت کے لیے سینہ پر

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہاتھ رکھنا ہے۔

8 محدث شیخ محمد ہاشم سندھیؒ (المتوفی ۱۱۷۴ھ) فرماتے ہیں:

"ہم ترجیح دینے کے کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مجتہدینؒ نے جب اس بات میں متعارض احادیث کو پایا، تو انہوں نے ان کے درمیان بہت سی وجوہات کے پیشِ نظر ترجیح کو اختیار کیا۔ پس ان میں سے بعض وجوہات ان کے متبعین کی کتب میں منقول ہیں۔

☆ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے دونوں ہاتھ ناف سے نیچے رکھنے کو تواضع اور تعظیم کی حالت ہونے کی وجہ سے ترجیح دی۔ اور اسی وجہ سے بادشاہوں اور امیروں کے سامنے (تعظیماً) اس طرح (ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر) کھڑا ہونا رائج ہے۔ پس مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی (بدرجۂ اولیٰ) اسی طرح (تواضع کی حالت میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر) کھڑا ہونا مستحب ہو۔

☆ (دوسرے) اس لیے بھی کہ اس طریقہ میں اہلِ کتاب کے ساتھ مشابہت سے بھی حفاظت ہے، کیونکہ وہ اپنی نماز کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو سینہ پر رکھتے ہیں، جیسا کہ مرنے کے بعد بھی (میت کے ہاتھ سینے پر ہی) رکھتے ہیں۔ پس جس طریقہ میں ان کے طریقہ سے حفاظت ہو، وہ بہتر ہے۔

☆ (تیسرے) اس لیے بھی کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کے بارے میں (حضرت علی ؓ اور حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت میں) سنت ہونے کا لفظ آیا ہے، سینہ پر ہاتھ رکھنے کے بارے میں یہ لفظ نہیں آیا بلکہ وہ تو احوال کا واقعہ ہے، جس کو عموم نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ترجیح کی اور وجوہات ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر ہم نے اس سے پہلے "درہم الصرۃ" میں کر دیا ہے"۔

(ترصیع الدرۃ علی درہم الصرۃ ص ۸۷، ۸۸۔ المؤلف: شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی)

احناف کا مذہب یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھا جائے اور چھنگلی اور

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑا جائے اور بیچ کی تین انگلیوں کو کلائی پر رکھا جائے اور ناف کے نیچے ہاتھوں کو رکھا جائے۔ یہی افضل اور بہتر طریقہ ہے۔ یہی امام سفیان ثوری، امام اسحق بن راہویہ اور اسحق مروزی شافعی کا بھی مذہب ہے۔

شمس الائمہ سرخسی [وفات ۴۸۳ھ] نے تحریر فرمایا:

"فاما موضع الوضع فالافضل عندنا تحت السرة"

ہمارے نزدیک دونوں ہاتھ کو ناف کے نیچے رکھنا افضل ہے۔

(المبسوط، باب کیفیۃ الدخول فی الصلاۃ: ۱/ ۲۴)

ابن عبدالبر مالکی [وفات ۴۶۳ھ] نے لکھا:

"وقال الثوری، ابو حنیفة واسحق اسفل السرة"

سفیان ثوری، ابوحنیفہ اور اسحق بن راہویہ نے کہا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے۔

(التمہید ۲: ۷۵/)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام مالکؒ کا مسلک

۱ علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں:

فذہب مالک فی روایۃ ابن القاسم عنہ إلی إرسال الیدین فی الصلاۃ۔ وہو قول اللیث بن سعد۔ قال ابن القاسم: قال مالک: فی وضع الیدین إحداہما علی الأخری فی الصلاۃ إنما یفعل ذلک فی النوافل من طول القیام۔ قال: وترکہ أحب إلیّ۔

وقال اللیث: سدل الیدین فی الصلاۃ أحب إلیّ إلا أن یطول القیام فلا بأس أن یضع الیمنی علی الیسری۔

وروی ابن نافع وعبد الملک ومطرف عن مالک أنہ قال: توضع الیمنی علی الیسری فی الصلاۃ فی الفریضۃ والنافلۃ۔ قال لا بأس بذلک۔ قال أبو عمر: ہو قول المدنیین من أصحابہ۔

(الاستذکار ج ۲ ص ۲۹۱)

ترجمہ: حضرت ابن القاسمؒ کی روایت کے مطابق حضرت امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں ہاتھوں کو چھوڑ دیا جائے۔ یہی قول حضرت لیث بن سعدؒ کا بھی ہے۔ حضرت ابن القاسمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ نماز میں ہاتھوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھنا نوافل میں قیام کے طویل ہونے کی وجہ سے ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ہاتھوں کا چھوڑ دینا میرے نزدیک پسندیدہ عمل ہے۔

حضرت امام لیث بن سعدؒ فرماتے ہیں: نماز میں ہاتھوں کو چھوڑ دینا میرے نزدیک پسندیدہ امر ہے مگر یہ کہ نماز میں قیام طویل کیا جائے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا جائے۔

حضرت ابن نافعؒ، حضرت عبد الملکؒ اور حضرت مطرفؒ روایت کرتے ہیں کہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نماز، چاہے فرائض ہوں یا نوافل، میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا جائے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ کے اصحاب میں سے اہل مدینہ کا یہی قول ہے۔

2 بقیۃ المحدثین علامہ محمد زرقانی مالکیؒ (المتوفی ۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں :

(وَوَضْعُ الْيَدَيْنِ أَحَدُهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فِي الصَّلَاةِ)۔ وَقَوْلُهُ : (يَضَعُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى) مِنْ قَوْلِ مَالِكٍ، لَيْسَ مِنَ الْحَدِيثِ وَهُوَ أَمْرٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ فِي نِيَّتِهِ وَضْعِ الْيَدَيْنِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى۔ قَالَهُ أَبُو عُمَرَ فِي التَّقَصِّي ــــــــ قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ : لَمْ يَأْتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ خِلَافٌ وَهُوَ قَوْلُ جُمْهُورِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، وَهُوَ الَّذِي ذَكَرَهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّأِ، وَلَمْ يَحْكِ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهُ عَنْ مَالِكٍ غَيْرَهُ۔

وَرَوَى ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ الْإِرْسَالَ وَصَارَ إِلَيْهِ أَكْثَرُ أَصْحَابِهِ وَرُوِيَ أَيْضًا عَنْهُ إِبَاحَتُهُ فِي النَّافِلَةِ لِطُولِ الْقِيَامِ وَكَرِهَهُ فِي الْفَرِيضَةِ۔

(شرح الزرقانی علی موطأ امام مالک، ج ۱ ص ۵۴۷، ۵۴۸)

ترجمہ: نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ اس کے خلاف جناب رسول اللہ ﷺ سے کچھ منقول نہیں ہے۔ یہی جمہور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا قول ہے۔ اسی مذہب کو حضرت امام مالکؒ نے موطا میں ذکر کیا ہے۔

امام ابن المنذرؒ وغیرہ نے بھی حضرت امام مالکؒ سے روایت کیا ہے۔

حضرت امام ابن قاسمؒ نے حضرت امام مالکؒ سے ارسال یدین ذکر کیا ہے۔ اسی کی طرف ان کے اصحاب گئے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ نفل نمازوں میں طویل قیام کی وجہ سے ہاتھوں کو باندھنا جائز ہے اور فرائض میں مکروہ ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام مالک کی تین روایات میں راجح روایت نماز میں ہاتھ باندھنا ہے۔اس روایت کے تعلق سے کتب مالکیہ مثلاً الذخیرۃ للقرافی ،شرح مختصر خلیل للخرشی ،الشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی وغیرہ میں ہے کہ سینے کے نیچے، ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا چاہیے۔

قاضی عیاض مالکی نے فرمایا کہ سینے کے نیچے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا چاہیے۔

(التاج والاکلیل لمختصر خلیل ۲ : /۲۴۰)

اعتراض: غیر مقلد سنابلی صاحب انوار البدر ص ۳۱۷-۳۲۷ پر لکھتے ہیں۔

سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہوتا ہے۔۔۔اگر امام مالک نے اس حدیث کو اپنایا ہے تو اس حدیث کی رو سے امام مالک کا قول بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہی ہے۔

جواب: عرض یہ ہے کہ اول تو حدیث سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نماز میں ہاتھ باندھنا ثابت ہوتا ہے نہ کہ سینے پر ہاتھ باندھنا۔جس کی تفصیل کتاب میں موجود ہے کہ کس طرح غیر مقلدین زبردستی حدیث سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے سینے پر ہاتھ باندھنے پر غلط استدلال کرتے ہیں۔

امام عسقلانی نے تحریر فرمایا:

"والمشهور من المالكية لان اقصى مايعتمدون فى معارضة الاحاديث دعوى عمل اهل المدينة على خلافها"

ترجمہ: مالکیہ سے جو بات مشہور ہے وہ یہ ہے کہ جب احادیث آپس میں متعارض ہوں تو ان کے نزدیک سب سے مضبوط و معتمد دلیل ان کے خلاف اہل مدینہ کا عمل ہے۔

(فتح الباری ،باب صوم الصبیان ۴: /۲۰۱)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً انہوں نے اہل مدینہ کو ناف کے اوپر سینے کے قریب ہاتھ رکھتے ہوئے پایا ہے۔اس لیے بھی انہوں نے اس کو افضل قرار دیا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مذہب مالکیہ اور کفایت اللہ سنابلی صاحب

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں : "امام مالک سے ارسال کا قول مروی ہے یعنی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا۔ مگر دیگر مالکیہ نے امام مالک کی طرف اس نسبت کو غلط قرار دیا ہے اور امام مالک کا صحیح قول یہ بتلایا ہے کہ وہ بھی ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔"

دیگر مالکیہ کی یہ تحقیق غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے ھیئۃ الناسک سے لی ہے لیکن شاید ہاتھ باندھنے کی صورت میں تقریباً تمام (جی ہاں تمام اور "تقریباً" کی قید صرف اس لیے ہے کہ شاید کوئی ایک آدھ روایت مرجوحہ نظر سے رہ گئی ہو) مالکیہ کے یہاں جو جگہ مراد لکھی ہے وہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب سے اوجھل رہ گئی۔ صاحب ھیئۃ الناسک نے باقاعدہ ایک باب ہاتھ باندھنے کی جگہ کے بارے میں قائم کیا ہے اور کئی اقوال سے اسے "تحت الصدر" ثابت کیا ہے۔

ایک جانب تو یہ ہے اور دوسری جانب غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں : "نیز امام مالکؒ سے تحت الصدر کا قول بھی مروی ہے۔"

ہمارا خیال ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے ورنہ شیخ کا جملہ یہ ہوگا : "نیز امام مالکؒ سے تحت الصدر کا قول "ہی" مروی ہے۔" اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مالکؒ سے دو ہی قول مروی ہیں : ایک ارسال کا اور دوسرا تحت الصدر کا۔ اور ہاتھ باندھنے کی صورت میں فقط تحت الصدر کا قول ہی مالکیہ کو معلوم ہے۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب، امام مالکؒ کے یہاں سینے پر ہاتھ باندھنے کے حوالے سے دور کی کوڑی لائے ہیں۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں:

"غرض ہے کہ سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ وضاحت کی جا چکی ہے۔ لہٰذا اگر امام مالکؒ نے اس حدیث کو اپنایا ہے تو اس حدیث کی رو سے امام مالکؒ کا قول بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہے۔"

جواب : عرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اس کوڑی کی تلاش میں بہت دور نکل گئے تھے جس کی وجہ سے جو کوڑی ملی وہ کام کی نہیں ہے۔ امام مالکؒ کا مسلک وہ ہے جسے مالکیہ بیان کرتے ہیں۔ مذاہب اربعہ کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ یہ باقاعدہ تلمذ کے طریقے سے محفوظ رہے ہیں ورنہ فقہاء و مجتہدین اور بھی کئی تھے لیکن انہیں صحیح شاگرد نہیں ملے۔ چنانچہ امام مالکؒ کا مسلک وہ مقبول ہوگا جسے ان کے شاگرد اور ان کے مسلک کے فقہاء نقل کریں گے۔ اور غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب تو جو قول امام مالکؒ کی طرف منسوب کیا ہے وہ ان سے کسی ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں۔

یہاں ہم یہ بتاتے چلیں کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی مراد" جیسا کہ وضاحت کی جا چکی ہے" سے "مکمل ذراع" والا فلسفہ ہے جو کہ ویسے ہی درست نہیں ہے اور "مکمل ید" کی وجہ سے اس میں سقم آچکا ہے۔ بات کچھ یوں ہے کہ امام مالکؒ کے یہاں اس حدیث سے "مکمل ذراع" مراد ہی نہیں ہے بلکہ کلائی مراد ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ سے تحت الصدر کے قول کے بارے میں جو اختلاف ہوا ہے وہ بھی دائیں ہاتھ سے بائیں کلائی کو پکڑنے کے بارے میں ہے۔ چنانچہ علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں:

(وهل يجوز القبض) لكوع اليسرى بيده اليمنى واضعًا لهما تحت الصدر وفوق السرة (في النفل) طول فيه أم لا لجواز الاعتماد فيه من غير ضرورة (أو) يجوز (إن طول) فيه ويكره إن قصر تأويلان۔

ترجمہ : "اور کیا بائیں کلائی کو دائیں ہاتھ سے پکڑنا جبکہ دونوں کو سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر رکھا ہوا ہو نفل میں جائز ہے چاہے نفل میں طوالت ہو یا نہ ہو بغیر ضرورت سہارے کے جائز ہونے کی بناء پر یا طوالت کے ساتھ نفل میں جائز ہے اور مختصر میں جائز نہیں؟ اس میں دو تاویلیں ہیں۔"

اس کے تحت علامہ بنانی حاشیے میں لکھتے ہیں:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(وهل يجوز القبض في النفل أو إن طول الخ) قال في المدونة ولا يضع يمناه على يسراه في فريضة وذلك جائز في النوافل لطول القيام فقال صاحب البيان ظاهرها أن الكراهة في الفرض والنفل إلا أن أطال في النافلة فيجوز حينئذ وذهب غيره إلى أن مذهبها الجواز في النافلة مطلقًا لجواز الاعتماد فيها من غير ضرورة فهذان تأويلان على قول المدونة بالكراهة وفي القبض ثلاثة أقوال أخر غير الكراهة أحدها الاستحباب في الفرض والنفل وهو قول مالك في رواية مطرف وابن الماجشون عنه في الواضحة وقول المدنيين من أصحابنا واختاره غير واحد من المحققين منهم اللخمي وابن عبد البر وأبو بكر بن العربي وابن رشد وابن عبد السلام وعده ابن رشد في مقدماته من فضائل الصلاة وتبعه القاضي عياض في قواعده ونسبه في الإكمال إلى الجمهور وكذا نسبه لهم الحفيد ابن رشد وهو أيضًا قول الأئمة الثلاثة الشافعي وأبي حنيفة وأحمد وغيرهم من أئمة المذاهب كما ذكره في الاستذكار انظر نصوص من ذكرنا في رسالة الشيخ مس في القبض ووقع في كلام ابن عرفة نسبة هذا القول لسماع القرينين وهما أشهب وابن نافع وتبعه ق في ذلك واعترضه غ في تكميل التقييد وقال إنه وهم أو تصحيف وكان الصواب أن يعبر بالأخوين كما عبر به بعد في نقل كلام ابن رشد إذ هما عنده مطرف وابن الماجشون لكثرة توافقهما ومصاحبتهما في كتب الفقه بالذكر وقد تبع ابن عرفة ذلك الوهم أو التصحيف أبو العباس في القلشاني في شرحه على ابن الحاجب الثاني من الأقوال الثلاثة إباحة القبض في الفرض والنفل معًا وهو قول مالك في سماع القرينين وقول أشهب في رسم شك في طوافه من سماع ابن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

القاسم القول الثالث منع القبض فيهما حكاه الباجي وتبعه ابن عرفة قال الشيخ مس وهو من الشذوذ بمكان ثم قال مس أيضا وإذا تقرر الخلاف في أصل القبض كما ترى وجب الرجوع إلى الكتاب والسنة كما قال تعالى :{فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ} [النساء59 :] وقد وجدنا سنة رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قد حكمت بمطلوبية القبض في الصلاة بشهادة ما في الموطأ والصحيحين وغيرهما من الأحاديث السالمة من الطعن فالواجب الانتهاء إليها والوقوف عندها والقول بمقتضاها اهـ. (شرح الزرقانی علی مختصر الخلیل، 1_379، ط :دار الکتب العلمیہ)

اس مکمل عبارت کا ترجمہ بلا فائدہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس میں کلائی کو پکڑنے کے حوالے سے مالکیہ کے کل پانچ مذاہب کا بیان ہوا ہے:

1۔ نفل میں جائز ہے چاہے طوالت ہو یا نہ ہو۔ (یہ شرح کی روایت ہے)

2۔ نفل میں جائز ہے جب طوالت ہو۔ (یہ شرح کی روایت ہے۔)

3۔ فرض و نفل میں مستحب ہے۔

4۔ دونوں میں مباح ہے۔

5۔ بہر صورت ناجائز ہے۔

یہاں واضح دیکھا جا سکتا ہے کہ مالکیہ میں کوئی ایک قول بھی ہاتھ کو بازو پر پھیلانے کے حوالے سے نہیں ہے اور کلائی کو پکڑ کر ہاتھ بازو پر پھیلانا ممکن نہیں۔ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اپنے قول کی بنیاد ہی اس پر رکھی تھی کے بازو پر ہاتھ رکھنے سے ہاتھ سینے پر آجانے ہیں۔ اب جب بازو پر ہاتھ رکھنا امام مالک سے ثابت ہی نہیں ہے تو سینے پر ہاتھ اس طریقے سے پہنچانا بھی ممکن نہیں رہا۔ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب سے یہاں سخت تسامح ہوا ہے اور امام مالک کا وہ مسلک بیان کر گئے ہیں جو نہ تو امام مالک کو معلوم ہے اور نہ ہی مالکیہ کو۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام شافعیؒ کا مسلک

1 شیخ اسمٰعیل بن یحییٰ مزنی [وفات ۲۶۴ھ] لکھتے ہیں:

"ویاخذ کوعه الایسر بکفه الیمنی ویجعلها تحت صدره"

ترجمہ: اور اپنے بائیں گٹے کو داہنے ہاتھ کی ہتھیلی سے پکڑے اور دونوں ہاتھ سینے کے نیچے رکھے۔ (مختصر المزنی، باب صفۃ الصلاۃ ۸: /۱۰۷)

2 ابوالحسن ماوردی [۴۵۰ھ] لکھتے ہیں:

"قال الشافعی رضی الله تعالیٰ عنه و یا خذ کوعه الایسر بکفه الیمنی ویجعلها تحت صدره"

ترجمہ: امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بایاں گٹا داہنے ہاتھ کی ہتھیلی سے پکڑے اور ہاتھ سینے کے نیچے رکھے۔ (الحاوی الکبیر ۲: /۹۹)

3 محی السنہ ابومحمد الحسین بن مسعود بغوی شافعی [وفات ۵۱۶ھ] نے لکھا:

"ورای بعضهم وضعهما فوق السرة وبه یقول الشافعی"

ترجمہ: بعض لوگوں کی رائے ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے اوپر رکھے۔ یہ قول امام شافعی کا ہے۔ (شرح السنہ، باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ ۳: /۳۲)

4 حضرت امام نووی شافعیؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

وَاسْتِحْبَابُ وَضْعِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى بَعْدَ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ، وَتَجْعَلُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهِ فَوْقَ سُرَّتِهِ۔ هٰذَا مَذْهَبُنَا الْمَشْهُورُ، وَبِهِ قَالَ الْجُمْهُورُ۔ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَإِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ وَأَبُو إِسْحَاقَ الْمَرْوَزِيُّ مِنْ أَصْحَابِنَا يَجْعَلُهُمَا تَحْتَ سُرَّتِهِ۔ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رِوَايَتَانِ كَالْمَذْهَبَيْنِ۔ وَعَنْ أَحْمَدَ رِوَايَتَانِ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

كَالْمَذْهَبَيْنِ وَرِوَايَةٌ ثَالِثَةٌ أَنَّهُ مُخَيَّرٌ بَيْنَهُمَا وَلَا تَرْجِيحَ۔ وَبِهٰذَا قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَابْنُ الْمُنْذِرِ۔ وَعَنْ مَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ رِوَايَتَانِ إِحْدَاهُمَا : يَضَعُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهِ وَالثَّانِيَةُ : يُرْسِلُهُمَا وَلَا يَضَعُ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى۔ وَبِهٰذِهِ رِوَايَةٌ جُمْهُورِ أَصْحَابِهِ، وَهِيَ الْأَشْهَرُ عِنْدَهُمْ وَهِيَ مَذْهَبُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَعَنْ مَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَيْضًا اسْتِحْبَابُ الْوَضْعِ فِي النَّفْلِ وَالْإِرْسَالِ فِي الْفَرْضِ وَهُوَ الَّذِي رَجَّحَهُ الْبَصْرِيُّونَ مِنْ أَصْحَابِهِ۔ (نووی شرح مسلم ج ۴ ص ۱۱۴، ۱۱۵۔ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ : نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا پسندیدہ ہے۔ اور دونوں ہاتھ اپنے سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر رکھ لے۔ ہمارا مشہور مذہب یہی ہے۔ یہی قول جمہور (شوافع) کا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت اسحاق بن راہویہؒ اور ہمارے فقہاء میں سے حضرت ابو اسحاق مروزیؒ کا قول یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے۔ حضرت علی بن ابی طالب ؓ سے دونوں مذہبوں کی طرح دو روایتیں ہیں۔

حضرت امام احمدؒ سے بھی دونوں مذہبوں کی طرح دو روایتیں ہیں۔ تیسری روایت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان نمازی کو اختیار ہے اور دونوں میں کوئی ترجیح نہیں ہے۔ یہی قول امام اوزاعیؒ اور امام ابن منذرؒ کا ہے۔

حضرت امام مالکؒ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت تو سینے کے نیچے ہاتھ رکھنے کی ہے۔ دوسری روایت ارسال کرنے اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر نہ رکھنے کی ہے۔ اور یہی روایت حضرت امام مالکؒ کے جمہور اصحاب کی ہے، اور ان کے نزدیک مشہور بھی یہی ہے۔ امام لیث بن سعدؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔ حضرت امام مالکؒ سے ایک روایت نفل نماز میں ہاتھ رکھنے اور فرض نماز میں ارسال کرنے (یعنی ہاتھ چھوڑ رکھنے) کی ہے۔ حضرت امام مالکؒ کے بصرہ کے اصحاب نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں:

وَيَجْعَلُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهِ وَفَوْقَ سُرَّتِهِ۔ هٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ الْمَنْصُوصُ۔ وَفِيهِ وَجْهٌ مَشْهُورٌ لِأَبِي إِسْحٰقَ الْمَرْوَزِيِّ أَنَّهُ يَجْعَلُهُمَا تَحْتَ سُرَّتِهِ۔ وَالْمَذْهَبُ الْأَوَّلُ قَالَ الرَّافِعِيُّ۔

(المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۳۱۰)

ترجمہ: اور دونوں ہاتھ اپنے سینے سے نیچے اور اپنی ناف کے اوپر رکھے۔ یہی صحیح ہے، جو کہ (فقہ شافعی میں) منصوص ہے۔ اور اس میں ابو اسحاق مروزیؒ کی مشہور وجہ ہے کہ وہ ہاتھوں کو اپنی ناف کے نیچے کرے۔ اور (امام شافعیؒ کا) مذہب اوّل ہے (یعنی ناف کے اوپر اور سینے کے نیچے)۔

حضرت امام نوویؒ شافعی (المتوفی ۶۷۶ھ) مزید فرماتے ہیں:

فِي مَذَاهِبِهِمْ فِي مَحَلِّ مَوْضِعِ الْيَدَيْنِ قَدْ ذَكَرْنَا أَنَّ مَذْهَبَنَا أَنَّ الْمُسْتَحَبَّ جَعْلُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهِ فَوْقَ سُرَّتِهِ۔ وَبِهٰذَا قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَدَاوُدُ۔ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَالثَّوْرِيُّ وَإِسْحٰقُ يَجْعَلُهَا تَحْتَ سُرَّتِهِ۔ وَبِهِ قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ الْمَرْوَزِيُّ مِنْ أَصْحَابِنَا كَمَا سَبَقَ۔ وَحَكَاهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالنَّخَعِيِّ وَأَبِي مِجْلَزٍ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رِوَايَتَانِ إِحْدَاهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ وَالثَّانِيَةُ تَحْتَهَا۔ وَعَنْ أَحْمَدَ ثَلَاثُ رِوَايَاتٍ بِاثْنَانِ وَالثَّالِثَةُ يُخَيَّرُ بَيْنَهُمَا (المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۳۱۳)

ترجمہ: تفصیل فقہاء کے ہاتھ باندھنے کی جگہ کے بارے میں ہم نے یہ ذکر کر دی ہے کہ ہمارے مذہب میں سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر ہاتھ باندھنا مستحب ہے۔ اور یہی قول سعید بن جبیرؒ اور داؤدؒ کا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت اسحاق بن راہویہؒ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ ناف کے نیچے رکھے گا۔ ہمارے اصحاب شوافع میں سے حضرت اسحاق مروزیؒ بھی اسی کے قائل ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حافظ ابن منذرؒ نے حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابراہیم نخعیؒ اور

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت ابو مجلزؒ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب ؓ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک ناف سے اوپر کی اور دوسری ناف سے نیچے کی۔ حضرت امام احمدؒ سے تین روایتیں ہیں۔ دو تو یہی (یعنی ناف سے اوپر اور ناف سے نیچے کی) اور تیسری ان دونوں کے درمیان اختیار ہونے کی اور دونوں میں سے کسی ایک کے افضل نہ ہونے کی۔

حضرت امام نووی شافعیؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) مزید فرماتے ہیں:

ثُمَّ يَضَعُ يَدَيْهِ كَمَا ذَكَرْنَا تحتَ صَدْرِهِ وَفَوْقَ سُرَّتِهِ عَلَى الصَّحِيحِ۔ (روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، ج ۱ ص ۲۳۲)

ترجمہ: پھر رکھ لے اپنے ہاتھ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اپنے سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر۔ صحیح قول یہی ہے۔

علامہ نووی شافعی [وفات ۶۷۶ھ] نے تحریر فرمایا:

"ويجعلهما تحت صدره فوق سرته هذا مذهبنا للمشهور وبه قال الجمهور". (شرح صحیح مسلم، باب وضع یدہ الیمنیٰ علی الیسریٰ ۴ : / ۱۱۴)

ترجمہ: دونوں ہاتھ سینے کے نیچے ناف کے اوپر رکھے۔ یہی ہمارا (شوافع کا) مشہور مذہب ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔

5 علامہ ابن حجر ہیتمیؒ (المتوفی ۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

(قَوْلُهُ إِلَى مَا تحتَ صَدْرِهِ) أَيْ وَفَوْقَ سُرَّتِهِ۔

(تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج، ج ۲ ص ۱۸)

ترجمہ: اپنے سینے کے نیچے اور اپنی ناف کے اوپر (ہاتھ باندھے)۔

6 مشہور اہل حدیث عالم شیخ عبد الرحمٰن مبارکپوری [موت ۱۳۵۳ھ] نے بھی اسی کو امام شافعی کا قول مختار بتایا ہے:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

"انه یضعهما تحت الصدر فوق السرة وہی التی ذکرہا الشافعی فی الام وہی المختارة المشہورة عند اصحابه المذکورة فی اکثر متونهم وشروحهم". (تحفۃ الاحوذی، باب ما جاء فی وضع الیمین علی الشمال ۲: / ۷۴)

ترجمہ: امام شافعی نے کتاب الام میں ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ سینے کے نیچے ناف کے اوپر رکھے۔ یہی ان کے اصحاب (شوافع) کا پسندیدہ قول ہے جو ان کی اکثر کتب متون وشروح میں مذکور ہے۔

وہ احادیث وآثار ہیں جن میں "علی صدرہ" اور "عند صدرہ" کے الفاظ منقول ہیں۔

علامہ نووی شافعی نے تحریر فرمایا:

"ودلیل وضعهما فوق السرة حدیث وائل بن حجر قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ووضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدرہ رواہ ابن خزیمة فی صحیحه"

ترجمہ: دونوں ہاتھ کو ناف کے اوپر رکھنے کی دلیل حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہے۔ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے نماز پڑھی، آپ نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پہ سینے پر (سینے کے قریب ناف کے اوپر) رکھا۔ اس کی روایت ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(شرح النووی علی مسلم، باب التشہد فی الصلاۃ ۴: / ۱۱۵)

کتب احادیث کی چھان بین سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کے مقام کی تعیین کے سلسلے میں احادیث آپس میں متعارض ہیں۔ لہٰذا کسی ایک کو ترجیح دے کر عمل کے لیے متعین کیا جائے گا۔ بعض روایات میں "علی صدرہ" (سینے پر باندھنا) بعض میں "عند صدرہ" (سینے کے قریب باندھنا) اور بعض روایات میں "تحت السرة" (ناف کے نیچے باندھنا) مذکور ہے۔ اس لیے ائمہ مجتہدین نے اپنے اپنے اصول اجتہاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے "فقہ الحدیث" کو

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مستخرج کرنے کی کوشش کی ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنا ایک حکم شرعی ہے جس پر احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ آخر اس حکم شرعی کی علت اور حکمت کیا ہے؟ تو تمام ائمہ مجتہدین کا اجتہاد اس بات پر متفق ہو گیا کہ اس کی حکمت نماز میں خشوع اختیار کرنا اور بارگاہ رب العزت میں اپنی عاجزی ظاہر کرنا ہے۔

چنانچہ علامہ نووی ارشاد فرماتے ہیں:

"قال العلماء والحکمة فی وضع احداهما علی الاخری انه اقرب الی الخشوع". (شرح صحیح مسلم، باب التشهد فی الصلاة ۴: /۱۱۵)

ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر نماز میں کھڑے ہونے کی حکمت یہ ہے کہ اس میں زیادہ خشوع ہے۔

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا:

"قال العلماء الحکمة فی هذه الهیئة انه صفة السائل الذلیل"

ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونے کی حکمت یہ ہے کہ یہ کمتر سائل کی ہیئت ہے۔ (فتح الباری، باب: وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلاة ۲: /۲۲۴)

غیر مقلدوں کے امام قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

"قال الحافظ قال العلماء الحکمة فی هذه الهیئة انها صفة السائل الذلیل"

ترجمہ: حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ علماء نے فرمایا ہے کہ اس ہیئت میں حکمت یہ ہے کہ یہ کمتر سائل کی حالت ہے۔

(نیل الاوطار، باب ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال ۲: /۲۱۷)

نماز میں خشوع و عاجزی کا اظہار ہی اصل مقصود و مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انہیں نمازی بندوں کی مدح فرمائی ہے جو نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔

قرآن حکیم میں ہے:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

{قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلاتھم خاشعون}

ترجمہ: یقیناً وہ مومن فلاح پا گئے ہیں جو اپنی نماز میں خشوع والے ہیں۔ (المؤمنون ۱:۲)

ہاتھ پہ ہاتھ باندھ کر کھڑے رہنا بارگاہِ مولیٰ میں اونیٰ سائل کی عاجزی و بے چارگی کا ایک انداز ہے۔ نماز میں بندے کو یہ ہیئت اختیار کرنے کا حکم شارع علیہ السلام نے دیا ہے اور عملاً اس کی ترغیب بھی دی ہے۔ لیکن شارع علیہ السلام نے ہاتھوں کو کہاں باندھا ہے؟ اس تعلق سے جو روایات ہم تک پہنچی ہیں وہ متعارض ہیں۔ جب احادیث میں تعارض ہو تو فعل صحابہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اس تعلق سے افعال صحابہ و تابعین بھی متعارض ہیں لہٰذا اجتہاد کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ اجتہاد کے ذریعہ ان احادیث میں سے بعض کو بعض پر وجوہِ ترجیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترجیح دی جائے۔ مختلف وجوہِ ترجیح کی بنیاد پہ ائمہ مجتہدین کے مابین اس مسئلے میں اختلاف ہوا۔ بعض حضراتِ مجتہدین مثلاً امام شافعی کا اجتہاد اس نتیجے پہ پہنچا کہ سینے کے قریب ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے میں زیادہ خشوع ہے۔ کیوں کہ محل خشوع قلب ہے لہٰذا اس کے قریب ہاتھ رکھنے میں خشوع کی زیادتی ہوگی۔ اس حکمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہوں نے ناف کے اوپر سینے کے پاس ہاتھ رکھنے کو افضل قرار دیا اور لفظ "عند صدرہ" (سینے کے قریب) جس حدیث میں ہے اس کو ترجیح دی اور جن احادیث میں لفظ "علی صدرہ" (سینے پر ہاتھ باندھنا) مذکور ہے، ان میں تاویل کرتے ہوئے "علی صدرہ" کا معنیٰ "عند صدرہ" (سینے کے پاس) لیا اور یہ معنیٰ لینا بے دلیل نہیں، بلکہ کلام عرب میں "علی" "عِندَ" (قریب یا پاس) کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔

جیسا کہ شیخ محمد علی بن محمد بن علان بن ابراہیم بکری شافعی [وفات ۱۰۵۷ھ] نے "المصباح" کے حوالے سے لکھا ہے:

"تاتی "علی" بمعنی "عِندَ" "قال الشاعر:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

غدت من علیه بعد ماتم ظمأها

قال الاصمعی معناه "من عنده"

ترجمہ: اونٹنیاں سیراب ہونے کے بعد اس کے پاس سے روانہ ہوگئیں۔

(دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، باب فضل الزہد فی الدنیا ۴: / ۳۸۹)

نیز شارح بخاری ابن حجر عسقلانی نے بخاری کی حدیث میں مذکور لفظ "فوقفا علی رسول الله صلی الله وسلم" (پھر دونوں آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہر گئے) کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھا:

"ای علی مجلس رسول الله صلی الله علیه وسلم او "علی" بمعنیٰ "عند" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹھہرنے کا معنیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پہ ٹھہر گئے یا "علی" کا معنیٰ "عند" ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہر گئے۔ (فتح الباری، باب من قعد حیث ینتهی به المجلس ۱: / ۱۵۷)

نیز اس کی دلیل مسند ابوعوانہ کی وہ روایت ہے جس میں صراحت کے ساتھ "عند صدرہ" کا لفظ آیا ہے۔ لہٰذا ناف کے اوپر سینے کے قریب ہاتھ رکھنا افضل ہے۔ یہی شوافع کی دلیل۔

اعتراض:

"واضح رہے کہ احناف کا مسلک یہ ہے کہ عورتیں نماز میں سینے پر ہاتھ باندھیں گی لیکن انھوں نے یہ بتانے کے لیے کہیں "علی الصدر" کے الفاظ استعمال کیے ہیں، مثلاً احناف کی مشہور کتاب "البحر الرائق" میں ہے۔

فانها تضع علی صدرها۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۰)

کیوں کہ عورت اپنے سینے پر ہاتھ باندھے گی۔

اور کہیں "تحت الصدر" کے الفاظ استعمال کیے، مثلاً فقہ حنفی کی کتاب "مجمع الانھر" میں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہے:

وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ تَحْتَ الصَّدْرِ كَمَا فِي وَضْعِ الْمَرْأَةِ عِنْدَنَا۔

(مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر ج ۱ ص ۹۳)

اسی طرح امام شافعی سے منقول علی الصدرہ سینے پر اور تحت الصدر سینے سے نیچے کے الفاظ بھی معنوی طور پر ایک ہی ہیں، جیسا کہ ما قبل میں وضاحت کی گئی ہے۔"

(انوار البدر ص ۳۵۷-۳۶۷)

جواب:

عرض یہ ہے کہ فقہ حنفی میں عورتوں کا نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا فتوی ہے۔ اس لیے مجمع الانھر کی عبارت غیر مقلد سنابلی صاحب کو فائدہ نہیں دیتی، امام شافعی سے منقول علی صدرہ کے الفاظ تو موجود نہیں ہیں۔ البتہ شافعیوں نے حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے جو استدلال کیا ہے اس میں علی صدرہ کے الفاظ موجود ہیں۔ مگر خود شافعی فقہاء کرام نے اس حدیث جو کہ ابن خزیمہ میں ہے لفظ علی صدرہ کی تاویل لفظ تحت الصدرہ سے کی ہے۔ اس لیے احناف سے اس الفاظ کے مطالب اخذ کرنا اور اس مقام پر ان کا انطباق کرنا مردود ہے۔ غیر مقلد سنابلی صاحب کو یہ نہیں معلوم کہ جہاں فقہاء نے علی صدرھا یا تحت الصدر کے الفاظ عورتوں کے بارے میں لکھے ہیں وہاں ان کے معنی کا تعین کر دیا گیا ہے۔

امام ابو القاسم ابراہیم بن محمد الفقاری الحنفی السمرقندی لکھتے ہیں:

وَالْمَرْأَةُ تَضَعُ [يَدَيْهَا] عَلَى صَدْرِهَا بِالْاِتِّفَاقِ.

(مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق: ص 153)

عورت اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے گی، اس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے۔

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وَالمرأۃ تضع [یدیھا] علی صدرھا اتفاقا لانّ مبنی حالھا علی الستر۔
(فتح باب العنایۃ: ج 1 ص 243)

سنن الصلوۃ عورت اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے گی۔ اس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے۔ کیونکہ عورت کی حالت کا دارومدار پردے پر ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

وَاَمَّا فِی حَقِّ النِّسَاءِ فَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ السُّنَّۃَ لَھُنَّ وَضْعُ الْیَدَیْنِ عَلَی الصَّدْرِ لِاَنَّھَا مَا اَسْتَرُ لَھَا۔ (السعایۃ ج 2 ص 156)

رہا عورتوں کے حق میں [ہاتھ باندھنے کا معاملہ] تو تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کے لیے سنت سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔

لغت کی کتابوں میں "صدر" کے الفاظ کی معنی ہیں:

انسان کا سینہ گردن سے لے کر جوف تک۔ (القاموس الوحید ص 915)

عورتوں کے بارے میں جو لفظ "صدر" استعمال ہوا ہے اس کا تعین بھی فقہاء نے کر دیا ہے کہ عورت ثدیہ پر ہاتھ باندھے جو کہ صدر کا ہی حصہ ہے۔

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں۔

وَتَضَعُ یَمِیْنَھَا عَلٰی شِمَالِھَا تَحْتَ ثَدْیَیْھَا۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج 1 ص 339)

یعنی عورت اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر اپنی چھاتیوں کے نیچے رکھے گی۔

صاحب منیۃ المصلی فرماتے ہیں۔

المراۃ تضعھما تحت ثدییھا۔ (منیۃ المصلی ص 95)

یعنی عورت دونوں ہاتھوں کو اپنی چھاتیوں کے نیچے رکھے گی۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ فقہاء نے "علی الصدر" کا تعین "ثدییہ" سے کیا۔ اس لیے ان دونوں الفاظ پر مترادف کا اطلاق غلط اور باطل ہے۔ ائمہ احناف نے عورتوں کے بارے میں جو کلام کیا وہ پردے کی وجہ سے کیا۔ جس طریقہ میں پردہ زیادہ ہو اس پر عمل کی جائے گا۔ فقہاء احناف نے عورتوں کو ان کی چھاتیوں ہاتھ رکھنے کا استعمال عرف عام لفظ استعمال کیا ہے۔ اس لیے شافعی فقہاء نے جو علی الصدر کی تاویل خود کی ہے اس کو احناف کے اقوال سے مقابلہ کرنا علمی خیانت ہے۔ مزید یہ کہ فقہاء احناف نے نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے اور ناف سے اوپر [سینے سے نیچے] ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں مگر مرد کا ناف کے نیچے اور عورت کا اپنے چھاتی پر ہاتھ باندھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ اس دونوں عمل میں وسعت کے قائل ہیں۔

اعتراض:

عورت سینے پر ہاتھ باندھے اور مرد ناف کے نیچے حدیث سے ثابت کیا جائے۔ کسی حدیث میں اس بات کی تفریق موجود نہیں ہے۔

جواب:۔

عرض یہ ہے کہ عورتوں کا اپنی چھاتیوں پر ہاتھ باندھنے پر اجماع امت ہے۔ اس لیے حدیث کا مطالبہ کرنا مناسب نہیں۔

امام بیہقیؒ نے عورت کے احکام نماز کے لیے ایک شرعی اصول اور شرعی ضابطہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

قَالَ الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللهُ: "وَجِمَاعُ مَا يُفَارِقُ الْمَرْأَةُ فِيهِ الرَّجُلَ مِنْ أَحْكَامِ الصَّلَاةِ رَاجِعٌ إِلَى السَّتْرِ، وَبِهَذَا أَنَّهَا مَأْمُورَةٌ بِكُلِّ مَا كَانَ أَسْتَرَ لَهَا۔ وَالْأَبْوَابُ الَّتِي تَلِي بِذِهِ تَكْشِفُ عَنْ مَعْنَاهُ وَتُفَصِّلُهُ۔ وَبِاللهِ التَّوْفِيقُ۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْأَةِ مِنْ تَرْكِ التَّجَافِي فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ۔

(السنن الکبری ج ۲ ص ۲۱۴ باب ۳۵۰:)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: "نماز کے مختلف قسم کے احکام جن میں مرد وعورت کے درمیان فرق ہے۔ ان کی بنیاد عورت کے لیے ستر بدن کے اصول پر ہے یعنی شریعت میں عورت کے لیے حکم ہے کہ وہ نماز میں اس طریقہ کو اختیار کرے جس میں اس کا بدن زیادہ سے زیادہ چھپا رہے اور آنے والے ابواب سے شریعت کا یہ مقصد بخوبی واضح ہو جائے گا۔

مذہب شافعیہ اور کفایت اللہ سنابلی:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے امام شافعیؒ کے حوالے سے بڑا زبردست دعویٰ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"امام شافعیؒ سے پوری صراحت کے ساتھ سینے پر ہاتھ باندھنے کا قول مروی ہے۔"

آگے جو قول ذکر کیا ہے وہ ابن ملقنؒ کا ہے۔ انہوں نے ذکر کیا ہے:

"قال: و وضع الیمین علی الیسار علی الصدر"

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب ترجمہ فرماتے ہیں:

"امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ" دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر رکھے جائیں۔"

مسئلہ کچھ یوں ہے کہ ابن ملقن کی یہ شرح علامہ تبریزیؒ کی کتاب مختصر ہے یعنی اس "قال" کے قائل علامہ تبریزیؒ ہیں۔ ہم نے بہت تلاش کیا اور غور و فکر کے گھوڑے دوڑائے کہ کسی طرح علامہ تبریزیؒ کو امام شافعیؒ بنا سکیں لیکن افسوس ایسا نہ ہو سکا۔ علامہ تبریزیؒ 621ھ میں فوت ہوئے ہیں اور امام شافعیؒ سے کم و بیش چار سو سال متاخر ہیں۔ نیز امام شافعیؒ شاید ہی کبھی تبریز گئے ہوں۔ پھر بھلا علامہ تبریزیؒ کا قول امام شافعیؒ کی صراحت کیسے بن سکتا ہے؟ بہر حال انسان خطا کا پتلا ہے۔ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب سے جوش خطابت یا جوش کتابت میں غلطی ہو گئی ہو گی۔

جن ابن ملقنؒ کی کتاب سے غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے حوالہ نقل کیا ہے ان ہی کی ایک اور کتاب میں کچھ یوں تحریر ہے:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

السرة؛ لحدیث وائل بن حجر۔۔۔

ترجمہ : "اور جب ہم قائل ہیں بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑنے کے تو یہ سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر ہوگا بوجہ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔"

یہاں ہم نے اخذ الیمین بالیسار کا ترجمہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑنا دیگر عبارات کی وجہ سے کیا ہے۔ ورنہ اس کا ترجمہ الٹا بھی کیا جا سکتا ہے۔

اس سے آگے فرماتے ہیں:

فعلى الأول :يضع كف يمينه على يساره قابضا كوعها وبعض رسغها :وهو المفصل وساعدها.

قال القفال :ويتخير بين بسط أصابع يمينه في عرض المفصل وبين نشرها في صوب الساعد. وقيل :يضع كفه اليمنى على زراعه الأيسر، قاله بعض الحنفية، والأصح عندنا أنه يحط يديه بعد التكبير تحت صدره. وقيل :يرسلهما ثم يستأنف فعلهما إلى تحت صدره.(التوضیح لشرح الجامع الصحیح،6_642،ط :دار النوادر)

ترجمہ : "پہلے قول کے مطابق :اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر کلائی اور گٹے کو پکڑتے ہوئے رکھے گا، اور یہ (رسغ) جوڑ اور بازو ہے۔

قفال کہتے ہیں :اسے اختیار ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو جوڑ کی چوڑائی میں پھیلا لے یا بازو کی لمبائی میں پھیلا لے۔ اور کہا گیا ہے کہ دائیں ہتھیلی بائیں بازو پر رکھے گا۔ یہ بعض حنفیہ نے کہا ہے۔ اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ تکبیر کے بعد اپنے ہاتھ سینے کے نیچے تک نیچے کرلے گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ہاتھوں کو چھوڑ دے گا پھر دوبارہ سینے کے نیچے تک کرے گا۔"

غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب شاید نہ جانتے ہوئے بعض حنفیہ کی رائے کی جانب چلے گئے تھے۔ بہر حال یہ ابن منذر کی اپنی وضاحت ہے کہ ہاتھ رکھنے کا مقام شافعیہ کے نزدیک کیا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہوگا۔

یہاں دو باتیں قابل وضاحت ہیں:

1۔ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے جس کتاب سے حوالہ دیا ہے شافعیہ کے نزدیک اس کتاب اور اس طرح کی دوسری مجمل کتب سے فتوی نہیں دیا جاتا۔ کیوں کہ ان میں احتمال ہوتا ہے کہ اس کی تفصیل موجود نہ ہو۔ اور یہ صرف شافعیہ میں ہی خاص نہیں ہے بلکہ دیگر مسالک میں بھی یہی طریقہ کار ہے۔ چنانچہ احناف کے فتوی کے اصولوں کے لیے ابن عابدینؒ کی شرح عقود رسم المفتی اور شافعیہ کے اصولوں کے لیے ابن حجر ہیثمیؒ کی نہایۃ المحتاج اور دیگر کتب دیکھی جا سکتی ہیں۔

2۔ فقہ کے اندر مختصر اقوال کی قیود اور شروح مفصل اقوال سے حاصل کی جاتی ہیں۔ اگر ایک جگہ ایک لفظ مذکور ہو اور دوسری جگہ اس کی تفصیل مذکور ہو تو اس تفصیل کے مطابق اس لفظ کو لیا جاتا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے حدیث کی کتب میں موجود اصطلاحات کو اس تفصیل کے ذریعے سمجھا جاتا ہے جو کتب اصول حدیث میں مذکور ہوتی ہے، فقط لغت سے نہیں سمجھا جاتا۔ یہ تفصیلات غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے لیے ہیں جو فقہ میں نو آموز ہیں۔

چنانچہ فقہ شافعی میں اگر ایک جگہ ایک لفظ مختصر یا مجمل استعمال ہوا ہو اور دوسری جگہ اس کی تفصیل مذکور ہو تو وہاں سے تفصیل اخذ کی جائے گی الا یہ کہ وہ تفصیل خود شوافع کی نظر میں مرجوح ہو۔

علامہ نوویؒ اور زکریا انصاریؒ کی وضاحتیں:

علامہ نووی اور امام رافعی رحمہما اللہ فقہ شافعی کے ستون سمجھے جاتے ہیں۔ ان دو حضرات نے اس فقہ کو مدون کیا اور اس کی چھان پھٹک کی۔ ہم تفصیل میں نہیں جاتے لیکن تفصیل کے لیے نہایۃ المحتاج دیکھی جا سکتی ہے۔

دسویں صدی میں چار بڑے علماء شوافع گزرے ہیں جن پر فتاوی کا مدار ہے۔ ہم ان میں سے صرف ایک زکریا انصاریؒ کا حوالہ نقل کرتے ہیں۔ اس سے پہلے علامہ نوویؒ کا ارشاد بھی پیش

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

خدمت ہے:

قال أصحابنا السنة أن يحط يديه بعد التكبير ويضع اليمنى على اليسرى ويقبض بكف المينى كوع اليسرى وبعض رسغها وساعدها قال القفال يتخير بين بسط أصابع اليمنى في عرض المفصل وبين نشرها في صوب الساعد ويجعلهما تحت صدره وفوق سرته هذا هو الصحيح المنصوص۔

(المجموع للنووی، 3_310، ط: دار الفکر)

ترجمہ: "ہمارے اصحاب کہتے ہیں: سنت یہ ہے کہ تکبیر کے بعد اپنے ہاتھ نیچے لے لے اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ لے اور دائیں ہتھیلی سے بائیں کلائی اور کچھ گٹا اور بازو پکڑ لے۔ قفال کہتے ہیں: اسے اختیار ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں جوڑ کی چوڑائی میں پھیلا لے یا بازو کی لمبائی میں پھیلا لے۔ اور ان دونوں ہاتھوں کو سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر رکھے گا۔ یہی صحیح منصوص (مذہب) ہے۔"

شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ فرماتے ہیں:

(ويضعهما) أي اليدين (بين السرة، والصدر)

(اسنی المطالب، 1_145، ط: دار الکتاب الاسلامی)

ترجمہ: "اور ان دونوں کو یعنی دونوں ہاتھوں کو ناف اور سینے کے بیچ رکھے گا۔"

اس موضوع پر کئی حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں کیوں کہ یہ شافعیہ میں معروف مسئلہ ہے اور ان کی اکثر کتب فقہ میں مذکور ہے۔ فی الحال ان دو پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔ اگر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب طلب فرمائیں تو مزید پیش کر دیے جائیں گے۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں:

"غرض ہے کہ امام شافعیؒ سے علی الصدر کی صراحت آجانے کے بعد تحت الصدر کا مفہوم یہی ہوگا کہ اس سے سینے کا اوپری حصہ مراد لے کر کہا گیا ہے کہ ہاتھ اس سے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نیچے رکھے جائیں۔"

اس پر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے شیخ ہاشم ٹھٹھوی کا ایک اقتباس بھی پیش فرمایا ہے جس پر ذرا بعد میں گفتگو کرتے ہیں۔ پہلے ہماری چند معروضات سن لیجیے:

1۔ امام شافعی سے "علی الصدر" کی صراحت نہیں آئی بلکہ وہ تبریزی کا قول تھا۔ نیز وہ کتاب فتاوی کی معتمد کتاب بھی نہیں ہے۔

2۔ اوپر مذکور زکریا انصاری کا قول "بین السرة و الصدر" "یعنی" ناف اور سینے کے بیچ" اس کے صراحتاً خلاف ہے۔

3۔ جس طرح غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب "ذراع" کے مکمل معانی کو کتب لغت میں تلاش کر کے اس پر عمل پیرا ہیں اسی طرح اگر "تحت" کے معنی کو کتب لغت میں دیکھ لیں تو اس تاویل کو شاید خود ہی فاسد سمجھ لیں۔

ہاشم ٹھٹھوی کا اقتباس حضرت شیخ نے یہ لگایا ہے:

"و اجاب عنه بعض متاخری الشافعية كالمحلی فی شرح المنهاج و ابن حجر المكی فی شرح العباب بان المراد من الصدر فی قول الشافعية تحت الصدر اعلاه و فی حديث وائل الذی فيه لفظ علی صدره اسفله"

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اس کے ترجمے میں فرمایا ہے: "شافعیہ کے قول تحت الصدر میں صدر سے مراد سینے کا اوپری حصہ ہے اور وائل رضی اللہ عنہ کی جس حدیث میں علی الصدر کا لفظ ہے، اس سے مراد سینے کا نچلا حصہ ہے۔"

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اس ترجمے میں سخت تسامح ہوا ہے۔

اولاً تو ہم اوپر حوالے دے چکے ہیں کہ شافعیہ کے نزدیک سینے کا اوپری حصہ وضع الیدین کی جگہ ہی نہیں ہے بلکہ انہوں نے تحت الصدر کو وضع الیدین کی جگہ قرار دیا ہے۔

ثانیاً یہ بہتر تھا کہ جس طرح غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب جرح تعدیل کے اقوال کی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سند تلاش کرتے ہیں اور اصل جگہ پر قول نہ ملنے یا سند نہ ملنے پر قول رد کر دیتے ہیں (حالانکہ علماء جرح وتعدیل نے یہ انداز نہیں اپنایا) اسی طرح یہاں بھی اصل کتب کی طرف مراجعت کرتے جن کا حوالہ ہاشمؒ نے دیا ہے۔

علامہ ہاشمؒ نے دو کتب کا حوالہ دیا ہے : شرح المنہاج للمحلی اور شرح العباب لابن حجر المکی۔

شرح المنہاج میں ہے :

"زادابن خزیمة :علی صدره،ای آخره فیکون آخر الید تحته"

(کنزالراغبین ،1۔193،ط :دارالمنہاج)

ترجمہ :"ابن خزیمہ نے علی صدرہ کی زیادتی کی ہے یعنی سینے کا آخری حصہ لہذا ہاتھ کا آخری حصہ سینے کے نیچے ہو جائے۔"

شرح العباب فی الحال مطبوعہ حالت میں موجود نہیں ہے۔اس کا مخطوطہ جامعۃ الملک السعود میں موجود ہے۔اس میں ہے:

"بین سرته و صدره لما صح انه ﷺ وضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره ای آخره فتکون تحته بقرینة روایة تحت صدره"

ترجمہ :"(ہاتھ رکھے گا) اپنی ناف اور سینے کے درمیان اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا۔یعنی سینے کے آخر میں تو وہ (ہاتھ) اس (سینے) کے نیچے ہوگا تحت صدرہ کی روایت کے قرینے سے۔"

ان دونوں حوالوں میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ احادیث میں تطبیق کرتے ہوئے ہاتھ رکھنے کی جگہ وہ بتائی گئی ہے جہاں ہاتھ کا کچھ حصہ سینے سے نیچے ہو اور کچھ سینے پر۔اسے سینے سے متصل نیچے کا مقام کہا جا سکتا ہے۔یہی مراد علامہ ہاشمؒ کی ہے۔ان کے قول میں "اعلاہ" کا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مطلب "اعلی تحت الصدر" ہے "اعلی الصدر" نہیں۔

اب اگر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا مسلک بھی اسی مقام پر ہاتھ باندھنے کا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اسے فقہاء کی اصطلاح میں تحت الصدر اور فوق السرۃ کہا جاتا ہے۔ درحقیقت پیٹ کا سب سے اوپری مقام ہوتا ہے جہاں سے سینہ شروع ہوتا ہے۔ تو اگر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا مسلک اسی مقام کا ہے تو پھر وہ وضاحت فرمادیں۔ اور اگر اس سے ذرا بھی اوپر کا مسلک ہے تو پھر شافعیہ اور مالکیہ کا تو یہ مسلک نہیں ہے، حنابلہ کی تحقیق آئندہ کرتے ہیں۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے حنفی علماء کے بھی کئی حوالے پیش فرمائے ہیں۔ اس حوالے سے ہم صرف اتنا کہنا چاہیں گے کہ مسلک شافعی علماء شوافع کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے علماء احناف کے اقوال سے نہیں۔ لہٰذا یہ حوالے پیش کرنا خواہ مخواہ کی دردسری ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک

1 حضرت ابویعقوب اسحاق بن منصور بن بہرام کوسج تمیمی مروزیؒ (المتوفی ۲۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قلت: أین یضع یمینه علی شماله؟ قال: کل بذا عندی واسع۔

قلت: إذا وضع یمینه علی شماله أین یضعهما؟ قال: فوق السرة وتحته، کل بذا لیس بذاک۔ قال إسحاق: کما قال تحت السرة أقوی فی الحدیث وأقرب إلی التواضع۔

(مسائل ابن إمام أحمد بن حنبل و إسحاق بن راہویہ، ج ۲ ص ۵۵۲، مسئلہ نمبر ۲۱۳، ۲۱۴)

ترجمہ: میں نے کہا کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر کہاں رکھے گا؟ تو امام احمدؒ نے فرمایا: "میرے نزدیک اس سب (ناف سے اوپر یا نیچے) کی گنجائش ہے۔ میں نے کہا: جب اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے گا تو کس جگہ رکھے گا؟" تو امام احمدؒ نے فرمایا: "ناف سے اوپر اور نیچے، اس سب کی گنجائش ہے اور کسی میں کوئی حرج نہیں"۔ اسحاق بن راہویہؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کی طرح ناف کے نیچے رکھنے کو اقوی فی الحدیث (حدیث کے لحاظ سے سب سے قوی) اور اقرب الی التواضع (خشوع خضوع کے زیادہ قریب) فرمایا ہے"۔

2 حضرت امام خرقیؒ (المتوفی ۳۳۴ھ) فرماتے ہیں:

ثم یضع یده الیمنی علی کوعه الیسری ویجعلهما تحت سرته۔

(متن الخرقی علی مذهب ابی عبد الله أحمد بن حنبل الشیبانی ج ۱ ص ۲۲)

ترجمہ: پھر اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کے گٹ پر رکھے، اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے۔

3 علامہ ابن قدامہ مقدسیؒ فرماتے ہیں:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

فإذا فرغ استحب وضع يمينه على شماله، لما روى هلب، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤمنا فيأخذ شماله بيمينه۔ قال الترمذي: هذا حديث حسن۔ ويجعلهما تحت السرة، لما روي عن علي أنه قال: السنة وضع الكف على الكف في الصلاة تحت السرة۔ رواه أبو داود۔ وعنه: فوق السرة۔ وعنه: أنه مخير۔

(الکافی فی فقہ الامام احمد ج ۱ ص ۲۴۴)

ترجمہ: پس جب (تکبیر سے) فارغ ہوجائے، تو مستحب یہ ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھے، اس وجہ سے کہ حضرت ہلب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے تھے، تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ لیتے تھے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھ لے۔ اس کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ: "نماز میں سنت ہتھیلی کا ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے"۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ حضرت امام احمد سے ایک روایت ناف کے اوپر ہاتھ رکھنے کی ہے۔ اور ایک روایت میں دونوں کا اختیار ہے۔

4 علامہ ابن قدامہ مقدسی فرماتے ہیں:

مَسْأَلَة: وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ فِي الصَّلَاةِ

مَسْأَلَة: قَالَ: (وَيَجْعَلُهُمَا تَحْتَ سُرَّتِهِ)۔ اخْتَلَفَتِ الرِّوَايَةُ فِي مَوْضِعِ وَضْعِهِمَا، فَرُوِيَ عَنْ أَحْمَدَ، أَنَّهُ يَضَعُهُمَا تَحْتَ سُرَّتِهِ۔ رُوِيَ ذَلِكَ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي مِجْلَزٍ، وَالنَّخَعِيِّ، وَالثَّوْرِيِّ، وَإِسْحَاقَ؛ لِمَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔ رَوَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ، وَأَبُو دَاوُدَ۔ وَلِأَنَّ هَذَا يَنْصَرِفُ إِلَى سُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِأَنَّهُ قَوْلُ مَنْ ذَكَرْنَا مِنَ الصَّحَابَةِ۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وَعَنْ أَحْمَدَ، أَنَّهُ يَضَعُهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ۔ وَهُوَ قَوْلُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَالشَّافِعِيِّ؛ لِمَا رَوَى وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى صَدْرِهِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى۔ وَعَنْهُ أَنَّهُ مُخَيَّرٌ فِي ذٰلِكَ؛ لِأَنَّ الْجَمِيعَ مَرْوِيٌّ، وَالْأَمْرُ فِي ذٰلِكَ وَاسِعٌ۔

(المغنی لابن قدامۃ، ج ۲ ص ۳۴۱، رقم ۶۶۲)

ترجمہ: مسئلہ: (اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھ دے)

دونوں ہاتھ رکھنے کی جگہ کے بارے میں حضرت امام احمدؒ سے مختلف روایات مروی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ ناف کے نیچے رکھے۔ یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور (جلیل القدر تابعین) حضرت ابومجلزؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت اسحاقؒ سے مروی ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ سنت دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔ اس کو امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔ یہ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہونے کی طرف لوٹتا ہے۔ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ مذکورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی قول ہے۔

حضرت امام احمدؒ سے ایک روایت ناف کے اوپر ہاتھ رکھنے کی بھی ہے۔ یہ حضرت سعید بن جبیرؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا بھی قول ہے، بوجہ اس کے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں کو سینہ پر ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے تھے۔

حضرت امام احمدؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ نمازی کو اس میں اختیار ہے (خواہ ناف کے نیچے رکھے یا اوپر) کیونکہ یہ سب مروی ہے، اور اس معاملہ میں وسعت ہے۔

۵ حافظ ابن قیم جوزی (المتوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

واختلف في موضع الوضع، فعنه فوق السرة وعنه تحتها۔ وعنه أبو طالب سألت أحمد: أين يضع يده إذا كان يصلي؟ قال: "على

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

السرة أو أسفل وكل ذلك واسع عنده إن وضع فوق السرة أو عليها أو تحتها"۔ علی رضی اللہ عنہ: "من السنة فی الصلاة وضع الأكف على الأكف تحت السرة"۔ عمرو بن مالک عن أبی الجوزاء عن ابن عباس مثل تفسير علي إلا أنه غير صحيح، والصحيح حديث علی۔ قال فی رواية المزنی: "أسفل السرة بقليل ويكره أن يجعلها على الصدر"۔ وذلك لما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: أنه نهى عن التكفير: وهو وضع اليد على الصدر۔ مؤمل عن سفيان عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل: "أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع يده على صدره"۔ فقد روی هذا الحديث عبد اللہ بن الوليد عن سفيان لم يذكر ذلك، ورواه شعبة وعبد الواحد لم يذكرا خلاف سفيان۔ (بدائع الفوائد، ج ۳ ص ۹۱)

ترجمہ: ہاتھ رکھنے کی جگہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ پس امام احمدؒ سے ناف کے اوپر بھی روایت ہے اور ناف سے نیچے کی بھی۔ امام احمدؒ سے ابوطالب مکیؒ نے روایت کیا ہے کہ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ جب نماز پڑھے تو اپنا ہاتھ کہاں رکھے؟ تو جواب میں فرمایا کہ ناف پر یا ناف سے نیچے۔ اور ان کے نزدیک ہر صورت کی گنجائش ہے۔ خواہ ناف سے اوپر رکھے، یا خاص ناف پر، یا ناف سے نیچے۔ حضرت علی ؓ سے روایت ہے: "من السنة في الصلاة وضع الأكف على الأكف تحت السرة"۔ "نماز میں سنت ہتھیلی کا ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے"۔ اور عمرو بن مالکؒ نے ابی الجوزاءؒ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس ؓ سے حضرت علی ؓ کی تفسیر کے مثل روایت کیا ہے، مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے اور صحیح تو حضرت علی ؓ کی حدیث ہے۔ مزنیؒ کی روایت میں امام احمدؒ نے فرمایا کہ ناف سے تھوڑا سا نیچے رکھے، اور ہاتھوں کو سینہ پر باندھنا مکروہ ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ نبی ﷺ نے تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ اور تکفیر سے مراد

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہاتھ کا سینہ پر رکھنا ہے۔

اور مؤمل ؒ نے سفیان ؒ سے، انھوں نے عاصم بن کلیب ؒ سے، انھوں نے اپنے والد ؒ سے، انھوں نے حضرت وائل ؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ سینہ پر رکھا۔ اس حدیث کو عبداللہ بن ولید ؒ نے سفیان ؒ سے روایت کیا ہے، مگر اس میں اس (سینہ پر ہاتھ رکھنے) کا ذکر نہیں ہے۔ اور شعبہ ؒ اور عبدالواحد ؒ نے بھی سفیان ؒ کے خلاف ذکر نہیں کیا (یعنی ان کی روایات میں بھی سینے پر ہاتھ رکھنے کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا مؤمل ؒ کی روایت میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر معتبر نہیں)۔

6 علامہ ابن مفلح ؒ فرماتے ہیں:

(وَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ)

(ثُمَّ يَضَعُ كَفَّ يَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى كُوعِ الْيُسْرٰى) نَصَّ عَلَيْهِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ وَائِلٍ، وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَأَبِي دَاوُدَ: ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى كَفِّهِ الْيُسْرٰى، وَالرُّسْغِ، وَالسَّاعِدِ۔ وَنَقَلَ أَبُو طَالِبٍ: بَعْضُهَا عَلَى الْكَفِّ، وَبَعْضُهَا عَلَى الذِّرَاعِ، لَا بَطْنُهَا عَلَى ظَاهِرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى، وَجَزَمَ بِمِثْلِهِ الْقَاضِي فِي "الْجَامِعِ"، وَمَعْنَاهُ: ذُلٌّ بَيْنَ يَدَيْ عِزٍّ، نَقَلَهُ أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى الرَّقِّيُّ، وَعَنْهُ: يُخَيَّرُ، وَعَنْهُ: يُرْسِلُهُمَا فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ، وَعَنْهُ: فِي صَلَاةِ التَّطَوُّعِ (وَيَجْعَلُهُمَا تَحْتَ سُرَّتِهِ) فِي أَشْهَرِ الرِّوَايَاتِ، وَصَحَّحَهَا ابْنُ الْجَوْزِيِّ، وَغَيْرُهُ لِقَوْلِ عَلِيٍّ: "مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَأَبُو دَاوُدَ۔ وَذَكَرَ فِي "التَّحْقِيقِ" أَنَّهُ لَا يَصِحُّ قِيلَ لِلْقَاضِي: بَلْ عَوْرَةٌ فَلَا يَضَعُهُمَا عَلَيْهِ كَالْعَانَةِ، وَالْفَخِذِ؛ فَأَجَابَ بِأَنَّ الْعَوْرَةَ أَوْلَى، وَأَبْلَغُ بِالْوَضْعِ عَلَيْهِ لِحِفْظِهِ۔ وَعَنْهُ: تَحْتَ صَدْرِهِ، وَفَوْقَ سُرَّتِهِ، وَعَنْهُ: يُخَيَّرُ۔ اخْتَارَهُ فِي "الْإِرْشَادِ" لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا مَأْثُورٌ، وَظَاهِرُهُ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

یکرہ وضعھما علی صدرہ، نص علیہ مع أنہ روایۃ۔
(المبدع فی شرح المقنع، ج ۱ ص ۴۸۱)

ترجمہ: (نماز میں) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنے کے بیان میں

پھر اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے گٹ پر رکھ لے۔ اس بارے میں نص وارد ہوئی ہے۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ مسند احمد اور سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے: ''پھر آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی (کی اندرونی جانب) کو بائیں ہاتھ (کی پشت)، گٹ اور کلائی پر رکھا''۔ حضرت امام ابوطالب نے یہ نقل کیا ہے: دائیں ہاتھ کا کچھ حصہ تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ہو۔ بعض حصہ کلائی پر ہو، نہ کہ صرف دائیں ہاتھ کا اندرونی حصہ بائیں ہاتھ کی پشت پر ہو۔ اسی کے مثل قاضی نے اپنی کتاب: ''الجامع'' میں جزم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کا معنی ہے: اللہ رب العزت کے سامنے ذلت کا اظہار کرنا۔ اس کو حضرت احمد بن یحییٰ الرقی نے بیان کیا ہے۔ حضرت امام احمد سے ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا بھی ہے۔ امام احمد سے نماز جنازہ میں ارسال یدین بھی مروی ہے۔ امام احمد سے نفلی نماز میں ارسال یدین مروی ہے۔

اور اپنے دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھ لے۔ مشہور روایت یہی ہے۔ اور اسی روایت کو حافظ ابن قیم جوزی نے صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی وجہ سے کہ سنت دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ''تحقیق'' میں ذکر کیا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ قاضی سے کہا گیا کہ ناف کے نیچے تو ستر ہے۔ لہٰذا اس پر ہاتھ نہیں رکھنا چاہیے، جیسا کہ ناف کے نیچے کا حصہ اور ران۔ تو قاضی نے اس کا جواب دیا کہ ناف کے نیچے کے حصہ کا ستر ہونا اس پر ہاتھ رکھنے کے زیادہ لائق ہے بتاکہ اس کی بہتر طریقہ سے حفاظت ہو (یعنی ستر اچھی طرح چھپ جائے) اور امام احمد سے ایک روایت سینہ سے نیچے اور ناف کے اوپر کی بھی مروی ہے۔ اور ایک روایت میں (ناف

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سے نیچے اور اوپر کا) اختیار ہے۔ "ارشاد" میں اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ (ناف سے نیچے اور اوپر) دونوں منقول ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔ حضرت امام احمدؒ نے اس کی تصریح کی ہے، باوجود اس کے کہ اس کو روایت بھی کیا ہے۔

7 حضرت منصور بن یونس بہوتی حنبلیؒ (المتوفی ۱۰۵۱ھ) فرماتے ہیں:

(وَ) سُنَّ لَهُ أَيْضًا (جَعْلُهُمَا) أَيْ يَدَيْهِ (تَحْتَ سُرَّتِهِ) لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ"۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُد۔ وَمَعْنَاهُ: ذُلٌّ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

(دقائق أولی النہی لشرح المنتہی المعروف بشرح منتہی ال إرادات ج ۱ ص ۱۸۶)

ترجمہ: اور یہ بھی سنت ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی وجہ سے کہ: "سنت دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے"۔ اس کو امام احمدؒ اور امام ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلت کو ظاہر کرنا ہے۔

امام احمد بن حنبل کا مذہب:

امام احمد بن حنبل سے تین روایات ہیں:

(۱) ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا

(۲) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

(۳) دونوں میں اختیار ہے۔

ان میں سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت راجح ہے اور یہی حنابلہ کا مذہب ہے۔ امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ نے اپنے والد سے روایت کی:

حَدَّثَنَا قَالَ رَأَيْتُ أَبِي إِذَا صَلَّى وَضَعَ يَدَيْهِ أَحَدَهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَوْقَ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

السُّرَّة

میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ جب نماز پڑھی تو ناف کے اوپر ہاتھ رکھا"

اور اپنے والد سے یہ روایت بھی نقل کی:

"حدثنی ابی قال نایحیی بن زکریابن زائدۃ ابو سعید عن عبد الرحمن بن اسحاق عن زیادبن زید السوائی عن ابی جحیفۃ قال علی ان من السنۃ فی الصلاۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ"

ترجمہ: امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ہم سے یحییٰ بن زکریابن زائدہ ابوسعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبد الرحمٰن بن اسحاق سے، انہوں نے زیاد بن زید السوائی سے، انہوں نے ابوجحیفہ سے، انہوں نے فرمایا: حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا بے شک نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پہ ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

(مسائل الامام احمد بن حنبل، روایۃ ابنہ عبد اللہ- باب: صفۃ الصلاۃ: ۱/ ۷۳)

شوافع میں سے اسحاق مروزی [وفات ۲۵۱ھ]- جو شافعی مجتہد فی المذہب تھے- ان کا مذہب بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔ انہوں نے اسحاق بن راہویہ- جو مجتہد مطلق تھے- کا بھی یہی مذہب بیان کیا ہے۔

وہ اسحاق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قلت اذا وضع یمینہ علی شمالہ این یضعہما قال: فوق السرۃ و تحتہ کل ھذا لیس بذاک [بأس] قال اسحاق کما قال: تحت السرۃ اقوی فی الحدیث، اقرب الی التواضع"

ترجمہ: میں نے کہا، جب داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ رکھے تو کہاں رکھے؟ تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ناف کے اوپر اور ناف کے نیچے۔ دونوں میں کوئی حرج نہیں۔ اسحاق

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

بن راہویہ نے ایسا ہی کہا اور یہ کہا کہ ناف کے نیچے رکھنا حدیث کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے اور اس میں زیادہ تواضع ہے۔

(مسائل الامام احمد و اسحاق بن راہویہ لاسحاق بن منصور المروزی ۲ : ۵۵۱/)

حضرت امام احمدؒ نزدیک نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا مکروہ ہے

1 حضرت امام ابوداؤدؒ حضرت امام احمدؒ سے روایت کرتے ہیں:

وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ :قُلْتُ لِأَحْمَدَ :وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ تَخْتَارُهُ؟ قَالَ :نَعَمْ۔

وَسَمِعْتُهُ، سُئِلَ عَنْ وَضْعِهِ۔ فَقَالَ:فَوْقَ السُّرَّةِ قَلِيلًا، وَإِنْ كَانَ تَحْتَ السُّرَّةِ فَلَا بَأْسَ"۔

وَسَمِعْتُهُ، يَقُولُ:"يُكْرَهُ أَنْ يَكُونَ، يَعْنِي :وَضْعَ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الصَّدْرِ"۔ (مسائل إمام أحمد روایۃ أبی داود السجستانی ص ۴۷، ۴۸)

ترجمہ: میں نے حضرت امام احمدؒ سے پوچھا : کیا آپؒ نمازی کو نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے میں اختیار دیتے ہیں؟ تو امام احمدؒ نے فرمایا : ہاں۔

میں نے آپؒ سے سنا، جب آپؒ سے نماز میں ہاتھ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا :ناف سے تھوڑا سا اوپر رکھے۔ اور اگر وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

میں نے آپؒ سے سنا کہ آپؒ فرماتے تھے :نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے مکروہ ہیں۔

2 روی عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ، سَأَلْتُ أَبِي :عَنْ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي مِعْشَرٍ، قَالَ :يُكْرَهُ التَّكْفِيرُ فِي الصَّلَاةِ۔ قَالَ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

أبی :"التکفیر أن یضع یمینه عند صدره فی الصلاة".

(طبقات الحنابلة، ج ۱ ص ۸، دار المعرفة بیروت)

ترجمہ :حضرت امام عبداللہ بن احمدؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت امام احمدؒ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا :

"حضرت ابومعشرؒ فرماتے ہیں :نماز میں تکفیر مکروہ ہے"۔

تو میرے باپؒ نے فرمایا :تکفیر یہ ہے کہ نماز میں سینہ پر دائیں ہاتھ کو (بائیں ہاتھ کے اوپر) رکھا جائے۔

امام مغلطائیؒ اپنی کتاب شرح سنن ابن ماجہ (ج ۵ ص ۱۳۱) میں فرماتے ہیں:

3 وفی سؤالات مهنا: قلت لأحمد: ثنا خالد بن خداش، ثنا مهدی بن میمون، عن عبیدالله بن العیزار، قال: "کنت أطوف مع سعید بن جبیر، وکان مهیبا، فرأی رجلاً یصلی قد وضع إحدی یدیه علی الأخری، فضرب یده"؟۔ فقال: "إنما رآه قد وضع إحدی یدیه علی الأخری، وجعلهما عند صدره؛ لأن ذلک شبه التکفیر"۔

وسألته عن ابن العیزار، فقال: (بخ بخ بصری ثقة) اهـ۔

ترجمہ: حضرت امام مہناؒ کے سوالات میں ہے :میں نے حضرت امام احمدؒ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا :حضرت عبیداللہ بن عیزارؒ فرماتے ہیں :میں حضرت سعید بن جبیرؒ کے ساتھ طواف کر رہا تھا، تو انھوں نے ایک شخص کو نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھے ہوئے دیکھا، تو حضرت سعید بن جبیرؒ نے اس کے ہاتھوں پر مارا"۔ تو حضرت امام احمدؒ نے فرمایا: حضرت سعید بن جبیرؒ نے اس کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ اس نے نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھا ہوا تھا، اور اس شخص نے ان کو سینہ کے قریب باندھا ہوا تھا؛ اس لیے مارا تھا کہ یہ "تکفیر" کے مشابہ ہے۔

میں نے حضرت امام احمدؒ سے اس حدیث کے راوی حضرت عبیداللہ بن عیزارؒ کے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

بارے میں سوال کیا تو حضرت امام احمدؒ نے فرمایا: "واہ! واہ! بصری تو ثقہ ہے"۔

تنبیہ: یہ روایت شرح ابن ماجہ کے طبع جدید میں ہے۔ طبع قدیم میں اس روایت کے ماقبل اور مابعد کا کافی حصہ چھوٹ گیا تھا۔ شاید ایک پوری "لوح" چھوٹ گئی ہے۔ اس روایت کے آخری حصہ سے مقصود حضرت ابن عیزارؒ کی توثیق بیان کرنا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت امام یحییٰ بن سعید القطانؒ نے حضرت عبید اللہ بن العیزارؒ سے روایت لی ہے جس سے عبید اللہ بن العیزارؒ ثقہ ہو جاتا ہے۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَيْزَارِ قَالَ: كُنْتُ أَطُوفُ مَعَ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَرَأَى رَجُلًا يُصَلِّي وَاضِعًا إِحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى، يَدِهِ عَلَى يَدِهِ، وَيَدِهِ عَلَى يَدِهِ، فَذَبَبَ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ جَاءَ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۶ رقم ۳۹۷۴)

ترجمہ: حضرت عبید اللہ بن عیزارؒ فرماتے ہیں: میں حضرت سعید بن جبیرؒ کے ساتھ طواف کر رہا تھا، تو انھوں نے ایک شخص کو نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھے ہوئے دیکھا تو حضرت سعید بن جبیرؒ نے اس کے ہاتھوں پر مارا"۔

4 حافظ ابن قیم جوزی (المتوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قال فی روایة المزنی: "أسفل السرة بقليل ويكره أن يجعلهما على الصدر"۔ وذلك لما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم: أنه نهى عن التكفير: وهو وضع اليد على الصدر۔

(بدائع الفوائد، ج ۳ ص ۹۱)

ترجمہ: حضرت امام مزنیؒ کی روایت میں امام احمدؒ نے فرمایا کہ ناف سے تھوڑا سا نیچے رکھے، اور ہاتھوں کو سینہ پر باندھنا مکروہ ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ نبی ﷺ نے تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ اور تکفیر سے مراد ہاتھ کا سینہ پر رکھنا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اعتراض : غیر مقلد ثنا بلی صاحب انوار البدر ص ۳۷۷ پر لکھتے ہیں۔

۱۔ جس حدیث کی بنیاد پر یہ بات کہی گئی، وہ ثابت نہیں۔

۲۔ اگر اس حدیث کو مان لیں تو بھی اس میں یہ صراحت نہیں کہ ایسا نماز کی حالت میں اور اللہ کے لئے بھی ممنوع ہے۔

۳۔ تکفیر کا معنی صرف سینے پر ہاتھ باندھنا نہیں بلکہ سینے پہ ہاتھ باندھ کر کسی کے لئے جھکنے کو تکفیر کہتے ہیں۔

غیر مقلد ثنا بلی صاحب انوار البدر ص ۳۸۷ پر مزید لکھتے ہیں۔

اس بنیاد پر امام احمد کا نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کو مکروہ قرار دینا غیر مسموع ہے بلکہ ممکن ہے کہ امام احمد نے بھی بعد میں اس سے رجوع کر لیا ہو اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل ہو گئے ہوں، جیسا کہ شیخ محمد حیات حنفی سندھی نے امام احمد سے بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کا موقف نقل کیا ہے۔ بحوالہ فتح الغفور ص ۱۴ نسخہ مکتبہ مفتاح الاسلامیہ

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد ثنا بلی صاحب کے یہ تمام اعتراضات ان کی اپنی اختراع ہیں۔

اول : روایت پر اعتراض فضول ہے کیونکہ اس کے رجال بھی ثابت ہیں۔

دوم : اس حدیث میں صراحت کے ساتھ نماز کی صراحت موجود ہے جس کو ثنا بلی صاحب نے قصداً غور کرنا مناسب نہ سمجھا۔

سوم: تکفیر کا معنی کے تعین خود امام احمد نے کیا ہے۔ اس لیے ثنا بلی صاحب کا خود کو اس پر اعتراض کرنے کی کیا حیثیت ہے؟۔

امام احمد بن حنبل نے تکفیر سے مراد نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا ہی مراد لیے ہیں۔

اس لیے امام احمد بن حنبل کا حوالہ پھر سے ملاحظہ کریں۔

روی عبد اللہ بن أحمد، سألت أبی. :عن حدیث إسماعیل بن علیة

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

عن أيوب عن أبي معشر، قال: يكره التكفير في الصلاة۔ قال أبي: "التكفير أن يضع يمينه عند صدره في الصلاة".

(طبقات الحنابلۃ، ج ۱ ص ۸)

ترجمہ: حضرت امام عبداللہ بن احمدؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت امام احمدؒ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا:

"حضرت ابومعشرؒ فرماتے ہیں: نماز میں تکفیر مکروہ ہے"۔

تو میرے باپؒ نے فرمایا: تکفیر یہ ہے کہ نماز میں سینہ پر دائیں ہاتھ کو (بائیں ہاتھ کے اوپر) رکھا جائے۔

چہارم: امام احمد بن حنبل سے رجوع کے لئے حوالہ دیں، صرف حیات سندھی جو کہ سلفی تھے ان کے حوالہ سے امام احمد بن حنبل کا رجوع کیسے ثابت ہوتا ہے؟ حیات سندھی کا حوالہ دینا تو اس موضوع پر سنابلی صاحب کی علمی قابلیت کو آشکار کر رہی ہے۔

مذہب حنابلہ اور کفایت اللہ سنابلی صاحب

حنابلہ کے مسلک کے بارے میں غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی بیان کردہ تفصیل سے پہلے کیوں نہ ہم خود مسلک حنابلہ کا جائزہ لے لیں۔

محدث ابن قدامہ حنبلیؒ:

"مسألة: قال: (ويجعلهما تحت سرته) اختلفت الرواية في موضع وضعهما، فروي عن أحمد، أنه يضعهما تحت سرته. روي ذلك عن علي، وأبي هريرة وأبي مجلز، والنخعي، والثوري، وإسحاق؛ لما روي عن علي - رضي الله عنه - قال: من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة. رواه الإمام أحمد، وأبو داود. وهذا ينصرف إلى سنة النبي - صلى الله عليه وسلم - ولأنه قول من ذكرنا من الصحابة.

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وعن أحمد: أنه يضعهما فوق السرة. وهو قول سعيد بن جبير، والشافعي؛ لما روى وائل بن حجر قال» :رأيت النبي - صلى الله عليه وسلم - يصلي فوضع يديه على صدره إحداهما على الأخرى« . وعنه أنه مخير في ذلك؛ لأن الجميع مروي،، والأمر في ذلك واسع"۔(المغنی لابن قدامۃ،1۔341،ط :مکتبۃ القاہرۃ)

محدث ابن قدامہ حنبلیؒ:

"ويجعلهما تحت سرته"(عمدۃ الفقہ،1۔24،ط :العصریۃ)

امام ابن النجارؒ:

"ثم وضع كف يمنى على كوع يسرى وجعلهما تحت سرته"
(منتہی الارادات،1۔207،ط :الرسالۃ)

ابن تیمیہ الحرانی:

"ثم يضع يمنى يديه فوق كوع اليسرى تحت سرته وعنه تحت صدره وعنه يخير"۔(المحرر فی الفقہ،1۔53،ط :معارف)

علامہ ابو الفرجؒ:

(فصل) ويجعلهما تحت سرته، روى ذلك عن علي وأبي هريرة والثوري واسحاق قال علي رضي الله عنه من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة، رواه الإمام أحمد وأبو داود، وعن أحمد أنه يضعهما على صدره فوق السرة، وهو قول سعيد بن جبير والشافعي لما روى وائل بن حجر قال :رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي فوضع يديه على صدره إحداهما إلى الأخرى، وعنه رواية ثالثة أنه مخير في ذلك لأن الجميع مروي والأمر في ذلك واسع۔(الشرح الکبیر،1۔514،ط :دار الکتاب العربی)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام ابن مفلحؒ:

(ثم يضع كف يده اليمنى على كوع اليسرى) نص عليه، »لأن النبي - صلى الله عليه وسلم - وضع اليمنى على اليسرى« رواه مسلم من حديث وائل، وفي رواية لأحمد وأبي داود» :ثم وضع يده اليمنى على كفه اليسرى، والرسغ، والساعد« ونقل أبو طالب : بعضها على الكف، وبعضها على الذراع، لا بطنها على ظاهر كفه اليسرى، وجزم بمثله القاضي في "الجامع"، ومعناه :ذل بين يدي عز، نقله أحمد بن يحيى الرقي، وعنه :يخير، وعنه :يرسلهما في صلاة الجنازة، وعنه :في صلاة التطوع (ويجعلهما تحت سرته) في أشهر الروايات، وصححها ابن الجوزي، وغيره لقول علي :من السنة وضع اليمنى على الشمال تحت السرة رواه أحمد، وأبو داود، وذكر في "التحقيق" أنه لا يصح قيل للقاضي :هو عورة فلا يضعهما عليه كالعانة، والفخذ؛ فأجاب بأن العورة أولى، وأبلغ بالوضع عليه لحفظه، وعنه :تحت صدره، وفوق سرته، وعنه :يخير، اختاره في "الإرشاد" لأن كلا منهما مأثور، وظاهره يكره وضعهما على صدره، نص عليه مع أنه رواه. (المبدع، 1_ 381، ط :العلمیہ)

ابو النجاؒ:

ثم يقبض بكفه الأيمن كوعه الأيسر ويجعلهما تحت سرته ومعناه ذل بين يدي عز ويكره على صدره۔ (الاقناع، 1_ 114، ط :دار المعرفہ)

علامہ بہوتیؒ:

(ثم) يسن له بعد التكبير (وضع كف) يد (يمنى على كوع) يد

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(يسرى) لما روى قبيصة بن هلب عن أبيه قال» :كان النبي صلى الله عليه وسلم يؤمنا، فيأخذ شماله بيمينه «رواه الترمذي وحسنه.

وقال :وعليه العمل عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين ومن بعدهم (و) سن له أيضا (جعلهما) أي يديه (تحت سرته) لقول علي رضي الله عنه " من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة " رواه أحمد وأبو داود ومعناه :ذل بين يدي الله عز وجل۔ (شرح منتہی الارادات، 1۔186، ط :عالم الکتب)

علامہ ابن ابی تغلبؒ:

(و) الثامنة :(جعلهما) أي يديه (تحت سرته).

(نیل المآرب، 1۔142، ط :مکتبۃ الفلاح)

امام زرکشیؒ:

قال :ويجعلهما تحت سرته.

ش :هذا إحدى الروايات عن أحمد [- رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -] لما روى أحمد، وأبو داود، »عن علي - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قال :من السنة وضع الأكف في الصلاة تحت السرة« . والسنة المطلقة تنصرف إلى سنة رسول الله - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -.

(والرواية الثانية) :الأفضل جعلهما تحت صدره. لما »روى قبيصة بن هلب، عن أبيه قال :رأيت النبي - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يضع يده على صدره« - ووصف يحيى بن سعيد - اليمنى على اليسرى، فوق المفصل، رواه أحمد.

(والثالثة) :التخيير بين الصفتين، اختارها ابن أبي موسى، وأبو البركات، لورود الأمر بهما. قال أبو البركات :وعلى الروايات

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

فالأمر [في الأمرين] واسع، لا كراهة لواحد منهما، [والله أعلم]
.(شرح الزرکشی علی مختصر الخرقی،1۔543،ط :دارالعبیکان)

یہ دس حوالے ہیں اور غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی طرح ایک ہی کتاب کے کئی حوالے نہیں ہیں بلکہ الگ الگ کتب کے حوالے ہیں۔ان میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ امام احمدؒ سے اس مسئلے میں صرف تین روایات ہیں:

1۔تحت السرۃ کی۔یہ سب سے مشہور روایت ہے۔

2۔تحت الصدر کی۔

3۔اختیار کی۔

ان میں کوئی ایک روایت بھی "علی الصدر" کی نہیں ہے۔

اعتراض:۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے امام احمدؒ سے علی الصدر کی روایت کے سلسلے میں دو حوالے دیے ہیں۔ایک علامہ حیات سندھیؒ کا اور دوسرا شیخ عبدالحق دہلویؒ کا۔

جواب:۔

عرض ہے کہ یہ دونوں علماء کرام حنبلی نہیں ہیں اور مذہب حنابلہ کے سلسلے میں ان کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔حیات سندھی کی فتح الغفور موجود ہے۔اس میں علامہ نے فرمایا ہے:

"يضعهما فوق الصدر :وبه قال أيضا الشافعي، وهي رواية نادرة عن أحمد."

ترجمہ :"دونوں ہاتھ سینے کے اوپر رکھے گا۔امام شافعیؒ بھی یہی فرماتے ہیں اور امام احمدؒ سے یہ ایک نادر روایت ہے۔"

امام شافعیؒ کا مسلک تو ہم دیکھ چکے ہیں اور امام احمدؒ کی اگر ایسی کوئی روایت موجود ہے تو وہ واقعی اس قدر نادر و نایاب ہے کہ خود علماء حنابلہ کو نہیں ملتی۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اعتراض:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں :

"نیز اس (یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کے مسلک کی۔۔۔۔ناقل) تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام احمد نے اپنی مسند میں طلب الطائی رضی کی حدیث درج کی ہے جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی صراحت ہے۔"

جواب:۔

عرض یہ ہے کہ ابن مفلح کے اوپر موجود حوالے میں وضاحت سے مذکور ہے:

"اور ظاہر یہ ہے کہ ہاتھوں کو سینے پر رکھنا مکروہ ہے۔ اس کی امام نے صراحت کی ہے باوجود اس کے کہ انہوں نے اسے روایت کیا ہے۔"

ابن مفلح حنبلی عالم ہیں اور امام احمدؒ کے مزاج کو سمجھتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ امام احمدؒ نے اس روایت کو نقل کرنے کے باوجود اس عمل یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کو صراحتاً مکروہ قرار دیا ہے۔ ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام احمدؒ کے نزدیک سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث کا مطلب یا تحت الصدر تھا اور یا امام ان احادیث کو قابل احتجاج ہی نہیں سمجھتے تھے اس لیے اس عمل کو مکروہ قرار دیا ہے۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی ایک عادت سمجھ نہیں آتی کہ یہ واضح اور غیر مبہم عبارات؛ چھوڑ کر مجمل عبارات سے استدلال کیوں کرتے ہیں؟ یہ تو تحقیق کے بالکل خلاف ہے جبکہ حضرت اتنے پائے کے محقق ہیں۔ ابن قیمؒ کا وہ قول معتبر ہوگا جس میں انہوں نے فقط علی الصدر کے الفاظ استعمال کیے ہیں یا وہ قول جس میں انہوں نے اس کی وضاحت کی ہے؟ یہی معاملہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا امام شافعیؒ کے مسلک کی نقل میں تھا۔ یہ تو فقہ پڑھنے پڑھانے والوں میں معروف بات ہے کہ مجمل اور اصطلاحی الفاظ کا معنی تفصیلی عبارات و شروح سے حاصل کیا جاتا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اعتراض:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں:

"امام احمدؒ سے اس سلسلے میں وسعت کی بات منقول ہے۔"

جواب:۔

عرض ہے کہ یہ امام احمدؒ کی سب سے آخری روایت ہے۔ان کی سب سے مشہور روایت تو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی ہے جیسا کہ اسے تمام متون وشروح میں ذکر کیا گیا ہے اور ابن مفلح کے مذکورہ حوالے میں موجود ہے کہ یہ سب سے مشہور روایت ہے اور اسے ابن الجوزی وغیرہ نے صحیح روایت قرار دیا ہے۔غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی نے اس روایت کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا حالانکہ یہ فقہ حنبلی کی اکثر کتب میں واضح طور پر موجود ہے۔ہم غیر حسن ظن رکھتے ہوئے یہ گمان کرتے ہیں کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی نے یہ عبارت کسی کاغذ پر لکھی ہوگی اور پھر مطالعے کے استغراق میں وہ کاغذ یا کھا گئے ہوں گے اور یا ہوا سے کہیں اڑ گیا ہوگا اور بکری کھا گئی ہوگی۔جان بوجھ کر تو غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی یہ کام نہیں کر سکتے۔واللہ اعلم

امام اسحاق بن راہویہ پر شیخ البانی کا افترا

شیخ البانی [موت ۱۴۲۰ :اھ] غیر مقلدین کے جلیل القدر محدث مانے جاتے ہیں۔انہوں نے سینے پر ہاتھ باندھنے کو "سنت صحیحہ" سمجھا ہے۔البانی کی اس نئی اصطلاح پر کچھ تبصرہ کیے بغیر اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آج تک کوئی غیر مقلد وہابی معتبر دلیل سے یہ ثابت نہیں کر سکا کہ غیر مقلدین کے طریقہ کے مطابق کوئی محدث یا مجتہد سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ائمہ محدثین ومجتہدین میں سے بعض یا تو ناف کے اوپر سینے کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں یا بعض ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو افضل کہتے ہیں۔غیر مقلدین کی طرح کوئی مجتہد ومحدث پورے ہاتھ (کہنی سے انتہیلی کی انگلیوں کے سرے تک) کو پورے ہاتھ میں گلے کے قریب سینے پر رکھنے کو سنت نہیں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سمجھتے۔ چنانچہ امام ترمذی صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین ومحدثین کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والعمل على هذا عند اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم والتابعين ومن بعدهم يرون ان يضع الرجل يمينه على شماله فى الصلاة ورأى بعضهم ان يضعهما فوق السره ورأى بعضهم ان يضعهما تحت السرة وكل ذلك واسع عندهم"

ترجمہ: اور اس پر اہل علم یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور تابعین اور بعد والوں کا عمل ہے۔ سب کی رائے یہ ہے کہ آدمی نماز میں اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ رکھے اور بعض کی رائے یہ کہ دونوں ہاتھ کو ناف کے اوپر رکھے اور بعض کی رائے ہے کہ ناف کے نیچے رکھے اور ہر طریقہ ان کے نزدیک جائز ہے۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ ۲: / ۳۲، حدیث ۲۵۲:)

امام ترمذی کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں صحابہ، تابعین وائمہ مجتہدین ومحدثین کے دو ہی مذہب ہیں۔ ایک ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا اور دوسرا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا۔ تیسرا طریقہ سینے کے اوپر گلے کے قریب۔ جس طرح غیر مقلدین ہاتھ باندھتے ہیں کسی کا مذہب نہیں۔ باوجود اس کے ستم یہ ہے کہ غیر مقلدین اس مسئلہ میں اُن کے خلاف سینے کے نیچے ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والوں کو "سنت صحیحہ" کے مخالف سمجھتے ہیں۔

غیر مقلدین کو اپنے موقف کی تائید میں جب ائمہ مجتہدین ومحدثین میں سے کسی کا قول نہیں ملا تو انہوں نے کتب اسلاف میں تحریفات، تلبیسات، اشتباہات، مغالطات وافتراءات واقع کرنے کا سلسلہ بھی جاری کر دیا۔ چنانچہ مشہور مجتہد ومحدث اسحاق بن راہویہ۔ جن کو خود امام احمد بن حنبل نے "امام المسلمین" فرمایا ہے۔ پر افترا کرتے ہوئے غیر مقلدوں کے محدث شیخ البانی نے لکھا:

واسعد الناس بهذه السنة الصحيحة الامام اسحاق بن راهويه

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ :اس سنت صحیحہ (سینے پر ہاتھ باندھنا) کی سعادت سے بہرہ مند ہونے والوں میں اسحاق بن راہویہ تھے۔

پھر اپنی طرف سے کتاب "مسائل الامام احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ" مصنفہ اسحاق المزوری ص ۲۲۲: کا حوالہ بھی گڑھ لیا اور لکھ دیا:

فقد ذکر المروزی (ص ۲۲۲)"کان اسحق یوتر بنا ـــ ویرفع یدیه فی القنوت ویقنت قبل الرکوع ویضع یدیه علی ثدییه او تحت الثدیین"

ترجمہ :امام اسحق بن راہویہ ہمیں وتر کی نماز پڑھاتے تھے اور نماز میں دونوں ہاتھوں کو چھاتی پہ یا چھاتی کے نیچے رکھتے تھے۔

(ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل، باب روی ابن سیرین ۲ : / ۷۱)

شیخ البانی کا امام اسحق بن راہویہ پر یہ اتہام ہے اور کتاب مسائل الامام احمد بن حنبل کا حوالہ جھوٹ ہے۔ اس وقت میرے سامنے "مسائل الامام احمد بن حنبل و اسحق بن راہویہ" کا وہ نسخہ ہے جو "عمادۃ البحث العلمی بالجامعۃ الاسلامیہ بالمدینۃ المنورۃ المملکۃ العربیۃ السعودیہ" کا مطبوعہ ہے جن طباعت ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۰۰۲ء ہے۔ اس کے کل نو اجزاء ہیں۔ شیخ البانی نے ابن راہویہ کے حوالے سے جو عبارت پیش کی ہے وہ دراصل اس طرح ہے :

"وکان اسحق یری قضاء الوتر بعد الصبح مالم یصل الفجر ویرفع یدیه فی القنوت الشهر کله ویقنت قبل الرکوع ویضع یدیه علی ثدییه او تحت الثدیین". (مسائل الامام احمد و اسحاق ۹: / ۴۸۵)

ترجمہ :اور اسحاق بن راہویہ کی رائے یہ ہے کہ صبح کے بعد جب تک فجر کی نماز نہیں پڑھی ہو تو وتر کی قضا کر سکتا ہے اور اسحاق بن راہویہ قنوت نازلہ میں پورے مہینے میں دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت نازلہ پڑھتے تھے اور دونوں ہاتھوں کو چھاتی پر یا چھاتی کے نیچے لے جاتے تھے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مروزی ،اسحٰق بن راہویہ کے تعلق سے اس روایت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسحٰق بن راہویہ کی رائے یہ تھی کہ صبح کے بعد جب تک نماز فجر نہ پڑھی ہو وتر کی قضاء کرنا ہے اور اسحٰق بن راہویہ پورے مہینے میں قنوت نازلہ میں دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت نازلہ پڑھتے تھے اور قنوت نازلہ میں دونوں ہاتھوں کو چھاتی کے مقابل یا اس سے نیچے لے جاتے تھے۔ یہاں ہاتھوں کو چھاتی پہ رکھنا مراد نہیں اور قنوت سے قنوت وتر مراد نہیں ۔ کیوں کہ اسحٰق بن راہویہ نماز میں بحالت قیام دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھنے کو قوی فرماتے تھے۔ ہم نے عبارت مذکورہ کی جو تشریح کی اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ کتاب مذکور پر نجدی محققین کی ایک ٹیم کا حاشیہ چھپا ہے۔ اس میں حاشیہ نمبر ۴ کے تحت یہ لکھا ہے:

"معنی کلام الکوسج ان اسحق بن راہویہ یرفع یدیہ فی حال القنوت بازاء ثدییہ او بازاء تحتہما ای انہ یرفعہما الی صدرہ لا انہ یضعہما مباشـــرۃ علی الثدیین او تحتہما بدلیل ان ابن قدامۃ فی المغنی: ۲/۵۸۴ ذکر رأی الامام احمد فی ہذہ المسئلۃ وہو انہ یرفع یدیہ فی القنوت الی صدرہ ثم قال وبہ قال اسحق ولان اسحق -رحمہ اللہ- لا یری وضع الیدین علی الصدر حتی ولا فی حال القیام فی الفریضۃ بل یری وضعہما تحت السرۃ کما روی ذلک عنہ الکوسج فی المسألۃ رقم ۲۱۴ قال قال اسحق کما قال تحت السرۃ اقوی فی الحدیث واقرب الی التواضع وعلی ہذا فقول الالبانی -رحمہ اللہ- فی ارواء الغلیل ۲/۷۱، ۷۲، والذی صح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم فی موضع وضع الیدین انما ہو الصدر وفی ذلک احادیث کثیرۃ واسعد الناس بہذہ السنۃ الصحیحۃ الامام اسحق بن راہویہ فقد ذکر المروزی فی المسائل ص ۲۲۲ کان اسحق یوتر بنا ـــ ویضع علی ثدییہ او تحت الثدیین فینظر ولا یساعد علیہ السیاق"

ترجمہ :الکوسج (مروزی) کے کلام کا معنیٰ یہ ہے کہ اسحٰق بن راہویہ قنوت کے وقت دونوں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہاتھوں کو چھاتی کے مقابل یا اس کے نیچے لے جاتے تھے یعنی سینے تک اٹھاتے تھے۔ یہ معنی نہیں کہ چھاتی پر یا چھاتی کے نیچے ہاتھ رکھتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن قدامہ نے المغنی ۲: / ۵۸۴ میں ذکر کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل

کی رائے اس مسئلے میں یہ ہے کہ وہ قنوت میں سینے تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر فرمایا یہی اسحٰق کا بھی قول ہے اور یہ دلیل بھی ہے کہ اسحٰق رحمہ اللہ دونوں ہاتھوں کو سینے پر رکھنے کے قائل نہیں، فرض نماز میں حالت قیام میں بھی نہیں۔ بلکہ ناف کے نیچے رکھنے کے قائل ہیں، جیسا کہ الکوسج نے مسئلہ نمبر ۲۱۴ میں بیان کیا ہے کہ اسحٰق نے انہیں (امام احمد بن حنبل) کی طرح قول کیا۔ ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا حدیث میں زیادہ قوی ہے اور تواضع کے زیادہ قریب ہے۔ اس لحاظ سے البانی نے ارواء الغلیل ۲: / ۷۱، ۷۲ میں یہ جو ذکر کیا ہے کہ "اسحٰق ہمیں وتر پڑھاتے تھے اور دونوں ہاتھوں کو قنوت میں اٹھاتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے اور دونوں ہاتھوں کو چھاتی پر یا چھاتی کے نیچے رکھتے تھے، اس میں نظر ہے۔ البانی کے اس قول کی تائید سیاقِ کلام سے نہیں ہوتی۔

دراصل اسحاق مروزی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ نماز فجر میں ایک مہینہ قنوتِ نازلہ پڑھا کرتے تھے اور وہ رکوع سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ اس حالت میں دونوں ہاتھوں کو چھاتی تک یا اس سے نیچے اٹھاتے تھے۔ دو سورتیں اور ہر سورت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے پھر دعا کرتے اور پیچھے کے لوگ اس پر آمین کہتے تھے۔ مؤمنین و مسلمین کے حق میں دعا اور ظالمین کے لیے بددعا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور دعائے حسن رضی اللہ عنہ میں پڑھتے تھے۔ آخر میں سورۂ بقرہ پڑھتے پھر رکوع کرتے تھے۔ پوری روایت "مسائل الامام احمد بن حنبل واسحٰق بن راہویہ ۹ : / ۴۸۵۱ مسئلہ ۳۵۴۷" میں دیکھیں تو قارئین پر یہ حقیقت روشن ہو جائے گی کہ یہ روایت قنوتِ نازلہ سے متعلق ہے نہ کہ قنوتِ وتر سے۔ جیسا کہ یہ الفاظ اس کی دلیل ہیں "ویرفع یدیہ فی القنوت الشہر کلہ" (پورا مہینہ قنوت پڑھنے میں ہاتھ اٹھاتے تھے) اگر اس سے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

قنوت وتر مراد ہے تو اس میں ایک مہینہ کی قید کی کیا ضرورت؟ وہ تو ہمیشہ پڑھنا ہے! علاوہ ازیں روایت میں یہ ہے "ویدعو لنفسہ من خلفہ" دعا کرتے تھے اور پیچھے والے آمین کہتے تھے۔

قنوت وتر میں پیچھے والے آمین نہیں کہتے۔ روایت کے یہ الفاظ صاف واضح کرتے ہیں کہ اس سے مراد قنوت نازلہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں رکوع سے پہلے ایک مہینہ تک پڑھی تھی پھر ترک فرما دیا تھا۔ یہ احناف کے نزدیک منسوخ ہے لیکن بعض ائمہ مثلاً اسحاق بن راہویہ اس کو مشروع مانتے تھے لہٰذا وہ فجر میں ایک مہینہ قنوت نازلہ پڑھتے تھے، جس میں مسلمانوں کے لیے دعا اور ظالمین کے لیے بددعا کرتے تھے۔ اس دعا میں ہاتھوں کو وہ چھاتی تک یا چھاتی کے نیچے تک اٹھاتے تھے نہ کہ چھاتی پہ رکھتے تھے۔ یہ دعا قنوت وتر نہیں تھی، جو دونوں ہاتھ ناف کے نیچے یا ناف کے اوپر باندھ کر حالت قیام میں رکوع سے پہلے پڑھی جاتی ہے لیکن شیخ البانی کا مقصد مغالطہ دینا تھا اس لیے انہوں نے عبارت کو اس انداز سے پیش کیا کہ قاری یہ سمجھے کہ یہاں پر قنوت سے مراد قنوت وتر ہے اور قنوت وتر ہاتھ باندھ کر پڑھی جاتی ہے اور اسحاق بن راہویہ چھاتی پر یا چھاتی کے نیچے ہاتھ رکھ کر قنوت پڑھتے تھے تو پتہ چلا کہ ان کا مذہب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا نہیں بلکہ سینے پر ہاتھ باندھنا ہے۔ پھر اپنے مقصد بد کے لیے انہوں نے اپنی طرف سے ایک عبارت کا الحاق بھی کر دیا۔ وہ یہ ہے: "وکان یوتر بنا" ہمیں اسحٰق بن راہویہ وتر کی نماز پڑھاتے تھے۔ یعنی وتر کی نماز پڑھانے کی حالت میں انہوں نے چھاتی پہ یا اس کے نیچے ہاتھ رکھا۔ یہ عبارت مروزی کی متعلقہ عبارت میں موجود نہیں۔ بلکہ پوری کتاب مروزی میں اس کا وجود ہی نہیں۔ یہ شیخ البانی کی خود ساختہ عبارت ہے۔

کتاب مروزی کی اصل عبارت یہ ہے۔

"وکان اسحق یری قضاء الوتر بعد الصبح مالم یصل الفجر"

اس کو شیخ البانی نے بدل کر یہ لکھا "وکان اسحق یوتر بنا" اس سے متصل دوسرا مسئلہ تھا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

"ویرفع یدیه فی القنوت الشهر کله" (پورے مہینے قنوتِ نازلہ پڑھنے میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے) یہاں سے "الشهر کله" (پورے مہینہ) کو اڑا دیا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ یہ تو قنوت نازلہ کی بات ہے قنوت وتر کی نہیں۔ اس سے متصل تھا "ویقنت قبل الرکوع ویضع یدیه علی ثدییه او تحت الثدیین" اس کو من وعن باقی رکھا تاکہ پورے طور پر یہ سمجھا جائے کہ اسحٰق بن راہویہ نماز وتر میں قبل رکوع دعائے قنوت پڑھتے وقت دونوں ہاتھوں کو چھاتی پہ رکھتے تھے۔ تو پتہ چلا کہ نماز میں حالتِ قیام میں دونوں ہاتھ کو چھاتی پر رکھنا اسحاق بن راہویہ مجتہد وفقیہ کا بھی موقف ہے۔ لیکن شیخ البانی کو شاید یہ خیال نہ رہا ہو کہ ایسا ممکن ہے کہ ان کو "رحمۃ اللہ علیہ" اور محدثِ عصر کہنے والے سعودی محققین ہی کبھی ان کے جھوٹ اور تلبیس وتحریف کا پردہ چاک کرنے کا ذمہ دار ٹھہریں گے اور ایسا ہو ہی گیا۔ سعودی محققین نے تو انہیں "رحمۃ اللہ علیہ" کہنے کا بھرم رکھنے کے لیے ان کے قول پر صرف "فیه نظر ولا یساعد علیه السیاق" (اس میں نظر ہے، سیاقِ کلام اس کی موافقت نہیں کرتا) کہا اور زیرلب "پردے میں بھلائی ہے" کہتے ہوئے گذر گیے۔ لیکن بحمدہٖ تعالیٰ راقم نے حق کو باطل کے دھندلکے میں چھپانے کی "البانی سازش" کے سارے تار و پود بکھیر دیئے اور حق واضح ہو گیا کہ امام اسحٰق بن راہویہ کا مذہب نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔ ان کی طرف سینے پہ ہاتھ باندھنے کا قول منسوب کرنا اور شیخ البانی کا اس کی دلیل میں "مروزی" کی کتاب کا حوالہ پیش کرنا جھوٹ ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا تحقیقی جائزہ

ذَكَرَ الْأَثْرَمُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ ضَهْبَانَ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ قَالَ وَضْعُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى تَحْتَ السُّرَّةِ۔ (التمہید لابن عبدالبر ج ۲۰ ص ۷۸)

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن ضہبان فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد فصل لربک وانحر کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھیں۔

سند کی تحقیق

حضرت علی المرتضیٰؓ	اجل صحابی امیر المؤمنین	(الکاشف ۳۹۳۰)
عقبہ بن ضہبان	ابن حجرؒ نے کہا ثقہ	(التقریب ۴۶۴۰)
عاصم الجحدری	یحییٰ بن معینؒ نے کہا ثقہ	(الجرح وتعدیل رقم ۱۹۲۶)
حماد بن سلمۃ	ابن حجرؒ نے کہا ثقہ عابد	(التقریب ۱۴۳۸)
ابو الولید الطیالسی	ابن حجرؒ نے کہا ثقۃ ثبت	(التقریب ۷۳۰۱)
ابو بکر الاثرم	حافظ ابن حجرؒ نے کہا ثقۃ حافظ	(التقریب ۱۰۳)

نوٹ۔ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس روایت کے کسی راوی پر کوئی جرح نقل نہیں کی لہذا یہ بات تو عیاں ہوئی کہ اس حدیث کی سند صحیح اور بے غبار ہے۔ اگر کوئی راوی ضعیف ہوتا تو زبیر علی زئی غیر مقلد اپنی عادت کے مطابق ضرور جرح نقل کرتے۔ اگر چہ راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہی کیوں نہ ہوتا۔ غیر مقلد زبیر علی زئی نے سند کے راویوں پر کوئی اعتراض تو نہ کیا مگر چند دوسرے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اعتراضات کئے ہیں جن کا تحقیقی جواب پیش خدمت ہے۔

اعتراض نمبر ۱ زبیر علیزئی غیر مقلد اپنی کتاب ص ۵۷ پر لکھتے ہیں۔

"عاصم الجحدری اور عقبہ بن صہبان کے درمیان العجاج الجحدری کا واسطہ ہے (تاریخ الکبیر ۶/۷ ۴۳) العجاج الجعدری مجہول الحال ہے"۔

جواب۔ زبیر علیزئی غیر مقلد کا یہ اعتراض مردود بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں حجاج الجحدری کا کوئی واسطہ نہیں دیا بلکہ زبیر علی زئی کے جھوٹ کی انتہا دیکھیں کہ اس حدیث کا انتساب تاریخ الکبیر کی طرف کیا جبکہ ہماری مستدل روایت تو التمہید، لا بن عبد البر ۲۰/۷۸ میں موجود ہے۔ مناسب ہوگا کہ ہم امام بخاری کی تاریخ کبیر کی سند بمع متن نقل کر دیں تاکہ عوام الناس کو غیر مقلد کے جھوٹ کو معلوم کرنا آسان ہو سکے۔

قال موسی حدثنا حماد بن سلمة سمع عاصما الجحدری عن ابیه عن عقبة بن ظبیان عن علی رضی الله عنه "فصل لربك وانحر" وضع یده الیمنی علی وسط ساعده علی صدره۔

جب ہمارے مستدل روایت امام بخاری کی تاریخ الکبیر میں ہی نہیں ہے تو پھر اس میں حجاج الجحدری ۔کے واسطہ کا بیان کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ ہماری مستدل روایت تو تاریخ کبیر میں نہیں البتہ غیر مقلدین حضرات کی پیش کردہ روایت جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ موجود ہیں، وہ تاریخ الکبیر میں ہے۔ اور جس پر خود زبیر علی زئی نے جرح کر کے ضعیف مان لیا ہے۔

قارئین کرام کی توجہ کے لیئے یہ بات عرض کر دوں کہ ہماری روایت میں تحت السرۃ کے الفاظ موجود ہیں جبکہ امام بخاریؒ کی کتاب تاریخ کبیر میں علی صدرہ کی الفاظ ہیں۔ اگر زبیر علی زئی کے طرح کوئی غیر مقلد آپ کو دھوکا دینے کی کوشش کرے تو یہ الفاظ آپ کے پیش نظر ہونے چاہیئے۔ اور اس غیر مقلد پر فوراً گرفت کر کے اسے اصل صورت حال سے آگاہ کیجئے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اعتراض نمبر ۲۔ زبیر علیزئی غیر مقلد ص ۵۷ پر دوسرا اعتراض کرتے ہیں۔

"اسی روایت کی دوسری اسانید میں "علی صدرہ" سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ ہیں"۔
(السنن الکبریٰ ۲/۳۰)

جواب۔ عرض یہ ہے کہ زبیر علیزئی غیر مقلد سے جب سند پر کوئی اعتراض نہ بن سکا تو پھر متن پر فضول اعتراض کرنا شروع کر دیے۔ جناب عالی گذارش یہ ہے کہ السنن الکبریٰ ۲/۳۰ کی جس سند کا آپ حوالہ دے رہے ہیں اس کی سند کو ذرا پہلے ملاحظہ کر لیں۔

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ الْفَقِيهُ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ حَيَّانَ أَبُو الشَّيْخِ حَدَّثَنَا أَبُو الْحَرِيشِ الْكِلَابِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْحَحْدَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَقَبَةَ بْنِ ظَهْيَانَ كَذَا قَالَ إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) قَالَ وَضْعُ يَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى وَسَطِ يَدِهِ الْيُسْرَى ، ثُمَّ وَضَعَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ.

اب السنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۳۰ کی جس روایت اور سند کو ہماری مستدل روایت [ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے] کی مخالف بنا کر جناب زبیر علی زئی پیش کر رہے ہیں اس کی سند میں عاصم الحجدری کے والد الحجاج الحجدری کو خود موصوف مجہول کہ کر ضعیف کہہ چکے ہیں جیسا کہ آپ نے پہلے اعتراض کے ضمن میں ملاحظہ کیا۔ جس حدیث کو خود ضعیف کہا اسے ہی ہماری روایت کی مخالفت میں پیش کرنا کیا جھوٹ اور فریب نہیں ہے؟ کیا ہماری صحیح روایت کی مخالفت میں ضعیف روایت کو پیش کرنا علمی خیانت نہیں ہے؟ دین کو ملا نے عجب کھیل تماشہ بنا لیا ہے جو روایت اپنے مسلک کے موئید ہو تو ٹھیک ہے وگرنہ اعتراض برائے اعتراض کر کے اپنے جہال حواریوں کو خوش کرنے کا کھیل رچایا ہوا ہے۔

اعتراض نمبر ۳۔ ابن الترکمانی حنفی نے لکھا ہے۔ "وفی سندہ ومتنہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اضطراب" اسکی سند اور متن میں اضطراب ہے۔ (الجوھر النقی ۲/۳۰)

جواب۔ زبیر علیزئی غیر مقلد مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں کیوں کہ ابن الترکمانی حنفی کی جرح تحت السرۃ والی حدیث [جو کہ التمھید میں علامہ عبدالبر نے نقل کی ہے] پر نہیں ہے۔ حافظ محدث ابن ترکمانی حنفی کی یہ جرح حضرت علیؓ والی اس حدیث پر ہے جس میں "علی صدرہ" کے الفاظ ہیں [جسے غیر مقلدین حضرات پیش کرتے ہیں] قارئین کرام کے خدمت میں امام محدث ترکمانی کی جرح پیش خدمت ہے تاکہ وہ اسے پڑھ کر غیر مقلد زبیر علی زئی کی علمی خیانت کو ملاحظہ کر سکیں۔

ثم ذكر البيهقي عن علي (انه قال في هذه الآية فصل لربك وانحر قال وضع يده اليمنى على وسط يده اليسرى ثم وضعهما على صدره) * قلت * تقدم هذا الاثر في باب الذى قبل هذا الباب وفي سنده ومتنه اضطراب۔ (الجوھر النقی ۲/۳۰)

محدث امام ترکمانی نے پہلے امام بیہقی کی پیش کردہ روایت نقل کی جسمیں علی صدرہ کے الفاظ واضح موجود ہیں اور اسکے بعد امام ترکمانی نے اس کی سند اور متن کو مظرب کہا۔ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ہماری مستدل روایت اور زبیر علی زئی کی پیش کردہ روایت کی سند اور متن میں فرق ہے۔

عرب محقق شعیب الارنؤوط بھی امام ترکمانی کی جرح کا تعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وعن علي موقوفا عند الطبري في "التفسير "30/325 البيهقي 2/20 و 30 وهو ضعيف لاضطراب سنده ومتنه كما قال ابن التركماني۔

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے یہ روایت موقوف ہے جیسا کہ تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۳۲۵ اور سنن الکبری للبیہقی جلد ۲ ص ۲۰ میں ہے۔ اور اس روایت کی سند اور متن ضعیف اور مظرب ہے جیسا کہ امام ابن الترکمانی کہا ہے۔ (حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل ج ۳۶ ص ۲۹۹)

عرب محقق شعیب الارنؤوط نے بھی سنن الکبری بیہقی اور تفسیر طبری میں مروی حضرت علی کرم

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اللہ وجہہ الکریمؓ کی سند اور متن کو امام الترکمانیؒ کے حوالہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ جبکہ ہماری مستدل روایت نہ تو تفسیر طبری میں ہے اور نہ ہی سنن الکبریٰ بیہقی میں ہے۔ ہماری مستدل روایت تو امام ابن عبدالبر نے اپنی کتاب التمہید ج ۲۰ ص ۲۷۸ پر نقل کی ہے۔ لہذا زبردستی امام ابن الترکمانیؒ کی جرح ہماری روایت پر منطبق کرنا علمی خیانت ہے۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ زبیر علیزئی غیر مقلد کے اعتراضات فضول اور لغو ہیں اور ہماری پیش کردہ حضرت علیؓ سے مروی تحت السرۃ والی حدیث بالکل صحیح اور قابل احتجاج ہے۔

اعتراض۔ میری اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد زبیر علی زئی نے جو بھی اکا دکا اعتراض کیے ان کے جوابات فوراً ہی شائع کروا دیے گئے تھے اور یہ جوابات مجلہ برھان الحق، مواد کینٹ اور مجلہ حق چار یار میں شائع ہوئے۔ مگر زبیر علی زئی کے چند نام نہاد جاہل شاگرد نے اس روایت کے سند پر ایک اعتراض کرنے کی سعی لاحاصل کی اور خود کو زبیر علی زئی کا جانشین ثابت کرنے کی ناکام مذموم حرکت کی۔ ان کا اعتراض ملاحظہ کریں۔

آپ کی پیش کردہ روایت جو کہ التمہید لابن عبدالبر کی کتاب سے نقل کی گئی اس میں ایک راوی حماد بن سلمہ ہے، محدثین کرام نے حماد بن سلمہ کے بارے میں لکھا کہ اس کا آخر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ لہذا ثابت کریں کہ امام ابو دؤد الطیالسی نے یہ روایت ان سے حافظہ خراب ہونے سے قبل سنی۔

جواب۔ عرض یہ ہے کہ آپ کا یہ اعتراض صحیح نہیں، لہذا تفصیل میں جانے سے بہتر ہے کہ مختصراً اس کا جواب نقل کر دیا جائے۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں امام ابو داؤد الطیالسی سے مروی ایک روایت حماد بن سلمہ سے نقل کی ہے۔ اور بخاری میں مختلط راویوں سے انکے شاگردوں کی سماعت کا کیا اصول ہے؟ آپ اپنے استاد غیر مقلد زبیر علی زئی کی کتاب انوار العینین کا مطالعہ کر لیں، حقیقت آشکار ہو جائے گی۔ امام بخاری کی روایت ملاحظہ کریں۔

أبو الوليد [الطيالسي] حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس عن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

أَبِي قَالَ كُنَّا نَرَى هَذَا مِنَ الْقُرْآنِ حَتَّى نَزَلَتْ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ۔

(صحیح بخاری رقم ۶۴۳۹)

اور مزید یہ کہ یہ اعتراض [کہ حماد بن سلمہ کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا] احناف کی مستدل روایات میں ہی نظر آتا ہے؟ یا پھر اپنے موقف پر مروی روایات میں بھی کچھ غور وغوض ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں تعصب سے محفوظ فرمائے۔ ان غیر مقلدین حضرات نے اسماء الرجال کے میدان میں جو خرافات کیں ان کا تفصیلی تذکرہ تو اس مقام پر مشکل ہے مگر اس کی ایک مثال قارئین کرام مؤمل بن اسماعیل پر امام بخاری کے جرح میں آگے کتاب میں ملاحظہ کریں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی موشگافیاں

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۶۲۵ پر لکھتے ہیں۔

عرض ہے کہ تمہید کے اس نسخہ میں "السرۃ" (ناف) کا لفظ کتاب کے محقق نے اپنی طرف سے بنا دیا ہے۔ اور اصل قلمی نسخہ جس سے نقل کر کے یہ کتاب چھاپی گئی ہے اس میں اس روایت کے اخیر میں "السرۃ" (ناف) کا لفظ ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ "الثندوۃ" (چھاتی) کا لفظ ہے۔

"الثندوۃ" کے معانی چھاتی ہوتے ہیں۔ لسان العرب میں ہے:

والثندوة للرجل :بمنزلة الثدي للمرأة

"ثندوہ" مرد کی چھاتی کو کہا جاتا ہے جس طرح عورت کی چھاتی کو "ثدی" کہا جاتا ہے۔ [لسان العرب 1 :/ 41].

دیوبندیوں کی ڈکشنری القاموس الوحید میں ہے:

الثندوہ :مرد کا پستان [القاموس الوحید 224 :)

اور "تحت الثندوہ" کا مطلب "چھاتی کے نیچے" ہوتا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اور چھاتی کے نیچے سینہ ہی ہوتا ہے چنانچہ احناف عورت کے لئے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا حکم دیتے ہیں اور ان کی مشہور کتاب "الدر المختار" میں ہے:

وتضع المرأة والخنثى الكف على الكف تحت ثديها

اور عورت اور مخنث ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھ کر اپنی چھاتی کے نیچے رکھے گی۔

(الدر المختار وحاشیہ ابن عابدین 1:/ : 487)

اسی طرح احناف کی ایک اور کتاب میں ہے:

وتضع يمينها على شمالها تحت ثديها

عورت اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر اپنی چھاتیوں کے نیچے رکھے گی۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق 1:/ 339)

احناف کی درج بالا کتابوں میں عورت کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنی چھاتی کے نیچے ہاتھ باندھے جب کی احناف کی کی بعض کتابوں میں یوں کہا گیا ہے کہ عورت اپنے سینے پر ہاتھ باندھے چنانچہ:

احناف کی مشہور کتاب "البحر الرائق" ہے:

فإنها تضع على صدرها۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق 1:/320)

کیونکہ عورت اپنے سینے پر ہاتھ باندھے گی۔

اسی طرح احناف کی ایک اور کتاب میں ہے:

وإذا كبر وضع يمينه على يساره تحت سرته والمرأة تضع على صدرها۔ (تحفۃ الملوک ص 69 :۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق 1:/ 107، البنایۃ شرح الہدایۃ 2:/183)۔

اور تکبیر کہنے کے بعد اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر اپنے ناف کے نیچے رکھے گا اور عورت اپنے سینے پر رکھے گی۔

احناف کی ان کتابوں میں یہ کہا گیا ہے کہ عورت اپنے سینے پر ہاتھ باندھے، جب کہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اس سے قبل مذکورہ کتابوں میں یہ کہا گیا ہے کہ عورت اپنی چھاتی کے نیچے ہاتھ باندھے۔

ظاہر ہے کہ احناف یہی کہیں گے کہ ان دونوں الفاظ میں معنوی طور پر ایک ہی بات ہے یعنی دونوں کا مطلب یہی ہے کہ عورت اپنے سینے پر ہاتھ باندھے۔

ہم بھی یہاں پر یہی کہتے ہیں کہ اس روایت میں جو چھاتی کے نیچے ہاتھ باندھنے کے الفاظ ہیں اور دوسری روایات میں جو سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے ان دونوں میں معنوی طور پر ایک ہی بات ہے یعنی دونوں کا مطلب سینے پر ہاتھ باندھنا ہی ہے۔

جواب :عرض یہ ہے کفایت اللہ سنابلی صاحب نے جتنے حوالے پیش کیے ان سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

عرض یہ ہے کہ "علی الصدر"(سینے پر) اور "علی الثدی"(چھاتی) پر کو "علی الصدر"(سینے پر)اور "عندالصدر"(سینے کے پاس) کی مثال میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔کیوں کہ اگر یہ کہا جائے کہ عورت سینے پر ہاتھ رکھے تو ضرور ہاتھ کا کچھ حصہ چھاتی پر رکھنا صادق آئے گا لیکن سینے پر ہاتھ رکھنا اور سینے کے پاس ہاتھ رکھنا دونوں کے معنیٰ ایک نہیں۔کیوں کہ سینے کے پاس ہاتھ رکھنے کا معنیٰ یہ ہے کہ ہاتھ کا کوئی بھی حصہ سینے پر نہ رہے۔جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے کہ سینے کے پاس ناف کے اوپر ہاتھ باندھا جائے۔اگر سینے پر اور سینے کے قریب ہاتھ باندھنے کا ایک ہی معنیٰ ہے تو حضرات اہل حدیث امام شافعی کے مذہب کے مطابق ناف کے اوپر سینے کے قریب ہاتھ کیوں نہیں باندھتے؟ کیا اس کی وجہ یہی ہے کہ کسی امام کی تقلید شرک ہے؟اور کیا امام شافعی کا "علی الصدر "والی حدیث کو "عندالصدر" کے معنیٰ پر محمول کرنا غلط ہے؟

فقہاء احناف نے عورتوں کا نماز میں ہاتھ باندھنے کے ۳ طریقے بیان کیے ہیں،سینے پر ہاتھ باندھنا،پستان پر ہاتھ باندھنا اور پستان کے نیچے ہاتھ باندھنا۔فقہاء کرام کا مقام میں اختلاف لفظی یا معنوی نہیں کہ سب کی مراد سینہ ہی ہے۔بلکہ فقہاء احناف نے عورت کے پردہ کا خیال رکھتے ہوئے ہاتھ باندھنے کی تصریح کی ہے۔اس لئے احناف فقہاء نے مختلف مقامات پر ہاتھ باندھنے کا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ذکر کیا۔ اس لیے چھاتی کے نیچے یا چھاتی پر ہاتھ باندھنے کا ایک معنی بیان کرنا غلط ہے۔ جس فقیہ کو جس مقام پر زیادہ معلوم ہوا، اس مقام کا ذکر کر دیا۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب کا تحت الثندوۃ کا معنی چھاتی کے نیچے کرنے سے مراد سینہ مراد لینا بھی غلط ہے کیونکہ چھاتی کے نیچے کا مقام تو واضح نہیں ہے، اور اس کی وضاحت ہی کی تو تحقیق ہے کہ چھاتی کے نیچے کس مقام پر ہاتھ رکھے جائیں۔ فقہاء احناف نے تو عورتوں کا نماز میں ہاتھ باندھنے کی تصریح اور وضاحت کی ہے۔ اس لیے فقہاء احناف کی عبارات سے اس مقام پر کرنا غلط ہے۔

مزید یہ کہ عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنے پر اجماع امت ہے کسی ایک محدث نے بھی عورتوں کا نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا انکار نہیں کیا۔ اس لیے یہ کہنا کہ حدیث میں عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا اور آدمیوں کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا طریقہ بتائیں، غلط ہے۔ آدمیوں کا نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا یا ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے [سینے سے نیچے] کا حکم حدیث میں ہے جبکہ عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنے کا عمل اقوال تابعین و تبع تابعین و مجتہدین اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

التمہید کے نسخہ پر بحث

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۶۲۵ پر لکھتے ہیں۔

تمہید کے اس نسخہ میں "السرۃ" (ناف) کا لفظ کتاب کے محقق نے اپنی طرف سے بنا دیا ہے۔ اور اصل قلمی نسخہ جس سے نقل کر کے یہ کتاب چھاپی گئی ہے اس میں اس روایت کے اخیر میں "السرہ" (ناف) کا لفظ ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ "الثندوۃ" (چھاتی) کا لفظ ہے۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۶۲۷ تا ص ۶۳۰ پر مزید لکھتے ہیں۔

التمہید کے محقق نے حاشیہ میں خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس روایت کے اخیر میں "السرۃ" (ناف) کا لفظ اسی نے بنایا ہے۔ اور اصل قلمی نسخے میں یہاں پر

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

"السرۃ" (ناف) کا لفظ نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ "التندوۃ" کا لفظ ہے: چنانچہ جس صفحہ پر یہ روایت ہے اسی صفحہ پر حاشیہ میں محقق لکھتا ہے:

(42) التندوۃ: ا-ق ولعلل الصواب ما اثبتہ کما ھی الروایۃ۔

"التندوۃ" نسخہ استنبول میں ایسا ہے اور نسخہ اوقاف میں ناقص ہے۔ اور شاید صحیح وہی ہے جو میں نے بنایا ہے جیسا کہ اس طرح کی روایت ہے۔

(التمہید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید 20/ : 78 حاشیہ نمبر 42)

ہمارے خیال سے محقق صاحب اصل مخطوطہ یعنی قلمی نسخہ میں موجود اس لفظ کو صحیح طور سے پڑھ ہی نہیں سکے دراصل یہ لفظ "الثندوۃ" (ثاء مثلثہ کے ساتھ) ہے جیسا کہ خطیب بغدادی کی روایت آگے آرہی ہے اور "الثندوۃ" کے معنی چھاتی کے ہوتے ہیں، کما مضی۔

غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۶۳۳ پر لکھتے ہیں۔

ایک دوسرے محقق دکتور عبداللہ بن المحسن الترکی نے بھی تحقیق کی ہے اور انہوں نے اپنے محقق نسخہ میں یہاں "الثندوۃ" ہی لکھا ہے۔ اور حاشیہ میں تنبیہ بھی کی ہے کہ ان سے پہلے محقق نے اپنے نسخہ میں اسے "السرۃ" لکھ دیا۔

جواب: عرض یہ ہے کہ التمہید کا محقق حنفی نہیں ہے اس لیے اس تحریف کا الزام نہیں لگایا گیا، اگر یہ محقق کوئی حنفی ہوتا تو اس پر تحریف کا الزام لگ چکا ہوتا، جیسے غیر مقلدین حضرات کی عادت ہے۔

مزید یہ کہ کسی بھی نسخہ میں تحقیق ایک ہی بات پر نہیں ہوتی، دیگر قرائن بھی ملاحظہ کریں۔

اول: بقول محقق التمہید ابن عبدالبر لفظ "التندوۃ" نسخہ استنبول میں مکمل اور نسخہ اوقاف میں ناقص ہے۔ محقق نے اس لفظ کو التندوہ غلط سمجھا اور جو کہ اصل میں الثندوۃ تھا۔ اور اس کو سنن ابی داود کی روایت کے مطابق تحت السرۃ لکھ دیا۔ یہ بات حقائق کے خلاف ہے۔ التمہید کے محقق سعید احمد اعراب نے جو تحقیق کی، اسی طرح کی تحقیق دوسرے محقق دکتور عبداللہ بن المحسن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الترکی نے بھی الشندوۃ کے الفاظ کسی نسخہ سے نہیں بلکہ اپنے فہم کے مطابق لکھے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے کسی نسخہ کی بات یا حوالہ نہیں دیا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ التمہید کے ایک نسخہ میں ترک رفع الیدین والی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روایت ہے۔

حدثنا عبد الوارث بن سفيان قال حدثنا قاسم بن أصبغ قال حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل قال حدثني أبي قال حدثنا وكيع عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة قال قال ابن مسعود ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلى فلم يرفع يديه إلا مرة۔

اس مذکورہ روایت میں امام وکیع، عاصم بن کلیب سے روایت کر رہے ہیں، مگر جب اسی روایت کی تحقیق دکتور عبداللہ بن المحسن الترکی نے ج ۴ ص ۱۴۰ کی تو انھوں نے وکیع کے بعد سفیان ثوری کا اضافہ کر دیا۔ اور حاشیہ میں احادیث کے مصادر سے اضافہ کا لکھا یعنی یہ اضافہ دکتور عبداللہ بن المحسن الترکی نے احادیث کی دیگر کتب سے کیا جبکہ التمہید کے کسی بھی نسخہ میں وکیع کے بعد سفیان ثوری کا اضافہ نہیں ہے۔ اس لیے جو التمہید کے پہلے محقق سعید احمد اعراب کا طریقہ تھا وہی طریقہ دکتور عبداللہ بن المحسن الترکی کا ہے۔ اس لئے ایک کی تحقیق کو غلط کہنا کیونکہ وہ مسلک کے خلاف ہے اور ایک کی تحقیق کو صحیح کہنا کیونکہ مسلک کے حق میں ہے، کوئی اصولی بات نہیں ہے۔

دوم: غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب نے تو خطیب بغدادی کی کتاب کا حوالہ پیش کیا ہے وہ بھی تحقیق کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اگر محققین نے التمہید میں الشندوۃ کے الفاظ کا اضافہ خطیب بغدادی کی کتاب موضح أوہام الجمع والتفریق ج ۲ ص ۳۴۰، رقم ۷۹۳ سے کیا ہے تو پھر اس کی سند میں عاصم الحجدری عن ابیہ [الحجاج الجعدری] عن عقبۃ بن ظبیان ہے جبکہ التمہید کے قلمی اور محققہ نسخوں میں عاصم الحجدری عن عقبۃ بن ضہبان ہے۔ اب متن میں الفاظ کی تبدیلی دیگر مصنفین کی کتاب سے کیسکر سند میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اس کی وجہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

یہ تھی کہ سند میں اضافہ ان کے مسلک کو ثابت نہیں کرتا کیونکہ عاصم الحجدري عن أبيه [الحجاج الجعدری] سند میں مجہول راوی کی وجہ سے ضعف ہے۔

اس مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی باتیں غلط اور حقائق کے خلاف ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیگر طرق پر تحقیق

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے التمہید کی روایت میں تحت السرہ کے الفاظ کی غلطی اور تحت الثندوہ کے الفاظ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے حماد بن سلمہ کے دیگر شاگردوں کی روایات نقل کیں ہیں جس میں "علی صدرہ" کے الفاظ ہیں۔ غیر مقلد کفایت اللہ صاحب نے علی صدرہ کے الفاظ سے تحت الثندوہ کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۶۳۵ تا ۶۴۵ تک اس اثر کے چند اسانید نقل کیں ہیں۔

دوسری دلیل : ابوالولید اور ان کے شاگرد اثرم ہی کے طریق سے خطیب بغدادی کی روایت

تیسری دلیل: حماد کے شاگرد موسیٰ بن اسماعیل کی روایت۔

چوتھی دلیل: حماد کے شاگرد موسیٰ بن اسماعیل کی روایت کا ایک اور طریق

پانچویں دلیل: حماد کے شاگرد "حجاج بن المنہال الأنماطی" کی روایت

چھٹی دلیل: حماد کے شاگرد حجاج بن المنہال الأنماطی کی روایت کا ایک اور طریق

ساتویں دلیل: حماد کے شاگرد "شیبان بن فروخ" کی روایت

آٹھویں دلیل : حماد کے شاگرد "ابوعمرو الضریر" کی روایت

نویں دلیل: حماد کے شاگرد "ابوصالح الخراسانی" کی روایت

دسویں دلیل: حماد کے شاگرد "مہران بن أبی عمر العطار" کی روایت

جواب : عرض یہ ہے کہ اس اثر کے متن اور سند پر تفصیلی کلام تو مخالفین کے پیش کردہ دلائل کے باب میں ہوگا مگر مختصراً عرض یہ ہے کہ ان تمام روایات سے استدلال کرنا چند وجوہ سے غلط ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۱۔ان تمام روایات کی سند میں ضعیف راوی یا مجہول راوی عن أبیہ [الحجاج الجعدی] یا دوسری سند میں "علی صدرہ" یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔اس کی تفصیلی تحقیق کتاب میں مخالفین کے دلائل کے تحت پیش کی جائے گی۔

۲۔غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے تمام پیش کردہ روایت کے متن میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں ہے، جبکہ اس روایت کے ترجمہ میں نماز کے لفظ بریکیٹ [ ] میں لکھ کر تحریف معنوی کی ہے۔

۳۔ان تمام ضعیف روایات میں "علی صدرہ" کے الفاظ کی زیادتی ہے۔حماد بن سلمہ کے ایک شاگرد عبدالرحمن بن مہدی سے یہ روایت مروی ہے مگر "علی صدرہ" کے الفاظ اس میں موجود نہیں ہیں۔اور حماد بن سلمہ کے شاگردوں میں سب سے اثبت عبدالرحمن بن مہدی ہیں۔اور اختلاف کی صورت میں خود کفایت اللہ سنابلی صاحب اثبت کی روایت کو ترجیح دینے کے قائل ہیں۔

حماد کے شاگرد "عبدالرحمن بن مہدی" کی روایت میں ہاتھ باندھنے کا ذکر

غرض یہ کہ امام ابن جریر الطبری نے اس روایت کی ایک اور سند بھی نقل کی ہے۔

امام ابن جریر الطبری نقل کرتے ہیں۔

حدثنا ابن بشار، قال :ثنا عبد الرحمن، قال :ثنا حماد بن سلمة، عن عاصم الجحدري، عن عقبة بن ظبيان عن أبيه، عن علي رضي الله عنه(فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) قال :وضع اليد على اليد في الصلاة. (جامع البیان فی تأویل القرآن ۲۴/۶۵۲)

اس سند میں حماد بن سلمہ کے شاگرد عبدالرحمن بن مہدی ہیں۔اور عبدالرحمن بن مہدی روایت کرنے میں دیگر شاگردوں کے مقابلہ میں حماد بن سلمہ میں مضبوط ہیں۔

امام ابن رجب فرماتے ہیں۔

قال النسائي :أثبت أصحاب حماد بن سلمة بن مهدي وابن المبارك

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وعبد الوهاب الثقفي۔(شرح علل الترمذی لابن رجب ۱/ ۲۶۷، الکواکب النیرات فی معرفۃ من الرواۃ الثقات ۱/ ۴۶۰)

جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب نے حدیث حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کی سند میں سفیان ثوری کی شاگردوں میں یحیی بن سعید القطان کے اثبت یا مضبوط ہونے کا جو درس دیا تھا معلوم ہوتا ہے اس مقام پر مسلکی حمایت میں نظر انداز کر دیا ہے۔ ایسی سند جس میں مجہول اور ضعیف راوی ہو اس کو صحیح ماننے پر کفایت اللہ سنابلی صاحب بضد ہیں تو پھر اس روایت کو علی صدرہ کے بغیر تسلیم کرلیں، کیونکہ اس میں حماد بن سلمہ کے اثبت شاگرد عبدالرحمن بن مہدی ہیں۔ راوی کے اثبت شاگرد کی روایت ماننے پر آپ نے کئی صفحات لکھے ہیں۔

۴۔ اس روایت کی ایک سند میں ناف پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ بھی موجود ہیں جو کہ التمہید کے ساتھ متابعت بھی کرتے ہیں۔

حماد کے شاگرد "شیبان بن فروخ" کی روایت میں ناف پر ہاتھ باندھنا

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی 458) نے کہا:

أخبرنا جناح بن نذير بالكوفه ثنا عمى احمد بن جناح، ثنا أبو الحريش، ثنا شيبان، ثنا حماد بن سلمة، ثنا عاصم الحدري، عن أبيه، عن عقبة بن صهبان كذا قال: إن عليا رضي الله عنه قال في هذه الآية {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} قال: "وضع يده اليمنى على وسط يده اليسرى، ثم وضعها على سرته"

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} کی تفسیر میں فرمایا کہ: اس سے (نماز میں) اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر پھر انہیں اپنے ناف پر رکھنا مراد ہے۔

(الخلافیات للبیہقی ۲/ ۲۵۳، رقم الحدیث ۱۴۸۱)

اعتراض: کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۵۱۴ پر لکھتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

عرض یہ ہے کہ یہ روایت باطل اور منکر ہے، کیوں کہ اس روایت کو شیبان سے نقل کرنے والا احمد بن جناح یہ احمد بن جناح المحاربی ہے۔ دیکھیں: الزہد الکبیر للبیہقی ص ۲۹۵ رقم ۷۸۱۔ یہ مجہول ہے۔۔۔۔۔۔ اس لیے امام بیہقی نے اس مجہول کی روایت کے بعد فوراً تنبیہ کرتے ہوئے کہا: وقال غیرہ عن ابی الحریش: علی صدرہ۔

احمد بن جناح المحاربی کے علاوہ [حافظ ابو محمد بن حیان] نے ابو الحریش سے علی صدرہ کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ لہذا اس مجہول کی یہ روایت باطل و منکر ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب کا اعتراض اصول کے تحت غلط ہے۔

اول:۔ احمد بن جناح المحاربی مجہول نہیں بلکہ صدوق راوی ہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

قال الاثرم: سئل أبو عبد الله، يعني أحمد بن حنبل، عن أحمد بن جناح. قال: لم يكن به بأس. (الجرح والتعدیل ۲/۲۵)

احمد بن جناح المحاربی ابو رالکوفی البغدادی ہے۔

دوم: غیر مقلد سنابلی صاحب نے جو امام بیہقی سے غیرہ عن ابی الحریش: علی صدرہ۔ کے الفاظ سے اس روایت کو باطل اور منکر قرار دیا ہے۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ہی الفاظ امام بیہقی نے مومل بن اسماعیل کی روایت میں علی صدرہ کے الفاظ کے بارے میں بالکل یہ ہی الفاظ نقل کیے ہیں۔ مسلکی حمایت میں امام بیہقی کی جرح قبول کی جبکہ مسلکی کے خلاف امام بیہقی کی جرح کو نظر انداز کر دیا۔

سوم: اس روایت کو اگر ان کے نزدیک مجہول راوی [احمد بن جناح] کی وجہ سے باطل اور منکر قرار دیا گیا ہے تو غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ تقریباً تمام روایات

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

میں مجہول راوی عن ابیہ الحجاج الجعدری ہے۔ پھر تو ان کے اصول کے مطابق یہ تمام روایات باطل اور منکر ہیں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی مسلکی حمایت میں اصول سے انحراف

۴۔ اس مقام پر صرف مختصر عرض یہ ہے کہ خود حماد بن سلمہ کے حافظہ پر بھی محدثین کرام کے اعتراضات موجود ہیں۔

جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۵۲۲ پر حماد بن سلمہ کا دفاع مسلکی حمایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حماد بن سلمہ پر اختلاط یا تغیر حفظ کا الزام مردود ہے، امام ابن معین نے ایسے لوگوں کی تردید کی ہے۔ چنانچہ امام ابن معین کہتے ہیں :

حماد بن سلمہ کی شروع سے آخر کی تمام احادیث ایک جیسی ہیں۔

(تاریخ الدوری ۴/ ۳۱۲)

معلوم ہوا کہ بقول امام ابن معین حماد بن سلمہ شروع سے لیکر اخیر تک ثقہ تھے۔"

اس کے برعکس جب اپنے موقف کے خلاف ایک روایت آئی تو اس پر جناب نے تو حماد بن سلمہ پر اپنا موقف ہی تبدیل کر دیا۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی دوسری کتاب" ایام قربانی اور آثار صحابہ " میں لکھتے ہیں۔

لیکن اس تصحیح کے بعد یہ علت پیدا ہوگئی کہ بعض محدثین کے بقول حماد بن سلمہ مختلط ہیں۔ (المخالفیات للبیہقی تحت الرقم ۳۰۴۳)

اور یہاں ان سے روایت کرنے والے عبید اللہ بن محمد التیمی کے بارے میں یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے حماد کے اختلاط سے پہلے سنا ہے۔ احناف کے پسندیدہ محقق زاہد الکوثری نے حماد بن سلمہ کو مختلط مانا ہے، دیکھیے تانیب الخطیب ص ۱۸۲، ۲۵۴

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

تین دن قربانی کے قائلین کے پیشوا زبیر علی زائی صاحب نے بعض مقامات پر جہاں حماد بن سلمہ کی روایات کو تصحیح کی ہے وہاں یہ واضح کیا ہے کہ ان سے روایت کرنے والے راوی نے ان سے اختلاط سے قبل سنا ہے اور ان کے نفس اختلاط کی تردید نہیں کی ہے۔ (جزء رفع الیدین ترجمہ حافظ زبیر علی زائی، صفحہ ۴۷ حاشیہ)۔۔۔

(ایام قربانی اور آثار صحابہ کفایت اللہ سنابلی صفحہ ۳۶)

قارئین کرام غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی اس مسلکی حمایت کو ملاحظہ کریں، جس سے ان کی تحقیق کا انداز ہ بخوبی ہو جائے گا۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب اس تحریر کے بعد خود ہی تصریح کریں کہ ان کے پیش کردہ روایات میں حماد بن سلمہ کے کس شاگرد کا سماع ان کے اختلاط سے قبل کا ہے اور کس کا سماع بعد از اختلاط ہے؟

۵۔ عاصم الجحدری کے دوسرے شاگرد یَزِیْدُ بْنُ زِیَادِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ کے کسی طرق میں علی صدرہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔ حماد بن سلمہ کے حافظہ پر جرح کے مقابلہ میں عاصم الجحدری سے روایت میں یَزِیْدُ بْنُ زِیَادِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ کی روایت راجح ہوگی۔

اس مذکورہ بالا تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ التمہید میں تحت السرۃ کے الفاظ قرائن کی روشنی میں محفوظ ہیں اور اس پر اعتراضات غلط ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تحقیقی جائزہ

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۳۹۰)

ترجمہ:۔ وائل بن حجر اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز میں دائیاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر زیر ناف باندھتے۔

سند کی تحقیق

سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

حضرت وائل بن حجرؓ	صحابی	الکاشف ۶۰۳۳
علقمہ بن وائلؒ	ثقہ	الکاشف ۲/۲۴۲
موسیٰ بن عمیر تیمی کوفیؒ	ثقہ	الکاشف ۲/۱۶۵
وکیع بن جرح	کان ثقہ مامون حافظاً متقنا	تہذیب التہذیب ۴/۱۲۳

اس حدیث کی سند پر غیر مقلدین حضرات کا کوئی اعتراض آج تک منظر عام پر نہیں آسکا مگر اس حدیث کی تحقیق میں دو علماء کرام کے اعتراضات سامنے آئے۔ جن میں ایک زبیر علیزئی غیر مقلد کا محدث قاسم بن قطلو بغا پر کذاب کی جرح اور دوسرا جناب ارشاد الحق اثری صاحب کا مصنف

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ابن ابی شیبہ کے قلمی نسخوں پر اعتراض اور محدث مدینہ المنورہ شیخ محمد عوامہ پر برہمی کا اظہار ہے۔ تحقیقی ذوق کے پیش نظر ان دونوں اعتراضات کا ترتیب وار جائزہ لیا جاتا ہے۔

محدث قاسم بن قطلو بغاؒ پر جرح کا تحقیقی جائزہ

تحقیق اور تخریج کا اسلوب محققانہ ہونا ایک لازمی امر ہے۔ مگر تحقیق مسلکی تفاوت کی بنا پر اپنا اثر کم کر دیتی ہے۔ زبیر علیزئی غیر مقلد کی تحقیق کس قدر کمزور ہوتی ہے یہ علماء کرام سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کسی بھی موضوع پر ان کی تحقیق کامل نہیں ہے اور تدلیس کے موضوع پر تو زبیر علیزئی غیر مقلد کا رجوع در رجوع اور اضطراب بھی ثابت ہے۔

محدث قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کی احادیث اور رجال پر کافی گہری نظر تھی جو ان کی تحقیقات سے عیاں اور نمایاں ہے۔ محدث قاسم نے تخریج الاحادیث الاختیار میں مصنف ابن ابی شیبہ کے اس نسخے کا ذکر کیا ہے۔ جس میں تحت السرۃ کے الفاظ موجود تھے مگر زبیر علیزئی صاحب نے اپنی "کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۲۷" پر محدث المورخ الحافظ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کو بقول علامہ بقاعیؒ کذاب لکھا۔

امام بقاعی کی جرح کا تحقیقی جائزہ

امام برہان الدین بقاعیؒ (۸۸۵ھ) محدث کبیر حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَكَانَ مفننا في عُلُوم كَثِيرَة الْفِقْه والحديث وَالْأُصُول وَغَيرهَا وَلم يخلف بعده حنفيا مثله إِلَّا أَنه كَانَ كذابا لَا يتَوَقَّف فِي شَيْء يقوله فَلَا يعْتَمد على قَوْله۔ (الضوء اللامع ۶/ ۱۸۷ للسخاوی)

امام برہان الدین البقاعیؒ کی جرح مختلف وجوہ پر قابل قبول نہیں ہے۔ پہلے تو امام بقاعیؒ کا مقام متعین کرنا چاہئے تاکہ جرح کے اسباب اور اسکی قبولیت کا معلوم ہو سکے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام بقاعی کی جرح انکی اپنی کتاب میں موجود نہیں

اس بارے میں عرض یہ ہے کہ امام بقاعی کی اپنی کتاب میں قاسم بن قطلو بغا کے ترجمہ میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ اپنے الفاظ سے رجوع کرلیا ہو۔

٤٢٦

قاسم بن عبد الرحمن بن عمر بن رسلان، زين الدين أبو العدل بن قاضي القضاة جلال الدين البلقيني

ولد في جمادى الأولى سنة خمس وتسعين وسبعمائة[1]

وجد بخط في غيبة الرفاعة بالخط الذي أثبت بعض الصغار، والناس يودون له قدمه بأنه سلاه، بسهرة أبيه وحمه بالعلم، وكان يتكلم في سن خمس سنة إحدى وخمسين، فأخذ عنه أناسا كثيرا، ومن حملته بعض وجيز بكثرة، فلما رجع الحجاج أخبروا أنه كان يسير في كل مرحلة ومعه مملوك وحمار فيقفي من الخبز والبقل وغيره، وتولى قضاء البلد بعده، وبرعا ناشر الكلاء في نسج، وبعده بعض الخاصة في الحسومة، فجاء شرح له يسمع بعضه، وتوفي يوم الأحد خامس عشر صفر سنة إحدى وتسعين وسبعمائة[2]

- ٤٢٧ -

قاسم بن قطلوبغا بن عبد الله الجمالي المصري، ثم الأشرفي، الشيخ الإمام العالم العلامة المحقق زين الدين الحنفي.

ولد سنة اثنتين وثمانمائة[3] تقريبا بالقاهرة، ونشأ بها وحفظ القرآن العظيم، ثم أخذ في العلم[4].

من مصنفه الشيخ قاسم شرح في الجامع وتخريج أحاديث الاختيار، ثم في جزءين شرح معاني الآثار للطحاوي، بعض في مجلد، وتخريج أحاديث مبسوط في الأصول، ثم تعقب أحاديث الزيلعي كذلك، وتخريج أحاديث شرح المنار له في مجلد لطيف، ثم تراجم الرجال، كمل في أربع مجلدات

---

[1] الضوء اللامع ٦/١٨٠.

[2] الضوء اللامع ٦/١٨٠.

[3] الضوء اللامع ٦/١٨٢.

[4] الضوء اللامع ٦/١٨٢.

امام بقاعی پر انکے شاگرد محدث نعیمیؒ کی تنقید

امام بقاعی نے فن جرح میں بڑی تشدد سے کام لیا ہے۔امام بقاعی نے محدث ابن ناصر الدین دمشقیؒ وغیرہ پر بڑی سخت جرح کی جسکی محدثین کرام نے سختی سے مذمت کی۔

محدث النعیمی الدمشقیؒ اپنی کتاب "الدراس فی تاریخ المدارس ص ۳۳" پر لکھتے ہیں۔

و قد ظلمه شیخنا البرهان الدین البقاعی فی عنوان العنوان۔

یعنی ہمارے شیخ بقاعی نے اپنی کتاب عنوان العنوان میں (جرح اور تنقید کرنے میں) بڑا ظلم کیا ہے۔

محدث النعیمی کی یہ گواہی بڑی اہم ہے کیونکہ وہ امام بقاعی کے شاگرد بھی ہیں۔علامہ بقاعی کا کسی کو ضعیف اور کذاب کہنا سراسر غلط ہے۔لہذا قاسم بن قطلوبغاؒ پر امام بقاعی کی جرح کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟

کذب بمعنی خطاء۔[الزامی جواب]

زبیر علیزئی غیر مقلد کے ممدوح ارشاد الحق اثری صاحب کذب کی جرح کے بارے لکھتے ہیں۔

"شیخ ابوغدہؒ نے علامہ الیمانی کی الروض الباسم سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ان الفظة کذاب قد یطلقها کثیر من المتعنتین فی الجرح علی من یهم و یخطی فی حدیثه۔(الرفع والتکمیل ص ۱۶۸)

کہ لفظ کذاب بہت سے متشددین جرح راوی کے حدیث میں وہم وخطاء پر اطلاق کرتے ہیں۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ فاما قول الشعبی الحارث کذاباً فمحمول علی انه عنی بالکذاب الخطاء۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام شعبیؒ کا فرمان کہ حارث کذاب ہے تو یہ محمول ہے کہ انہوں نے کذب سے خطا مراد لی ہے۔ (بحوالہ تصحیح الکلام ص ۲۴۶)

ارشاد الحق اثری صاحب کذاب کی جرح کو خطا پر محمول کرتے ہیں تو زبیر علیزئی اس جرح (کذاب) کو قاسم بن قطلو بغاؒ کے بارے میں کیسے پیش کر سکتے ہیں؟ اور کیسے استدلال کر سکتے ہیں جبکہ قاسم بن قطلو بغاؒ کے جھوٹ بولنے کا کوئی ثبوت بھی نہیں ملتا۔ [یہ جواب الزامی ہے، کیونکہ جب کذاب کی جرح غیر مقلدین کی کسی مستدل روایت میں آ جائے تو پھر اس پر محدثین کی کذاب والی جرح کی تاویل کرتے ہیں اور جب احناف کی مستدل روایت میں کوئی ایسا راوی آ جائے تو ان کی خوشی کی انتہا ہو جاتی ہے۔]

معاصرانہ جرح کی حیثیت۔

ہم عصر علماء کرام کی جرح اکثر قبول نہیں کی جاتی، اس کے بارے میں علامہ سبکیؒ کی تصریح ملاحظہ کریں۔

معاصر کی جرح مبہم قابل قبول نہیں۔ (اظہار الجرح وتعدیل للسبکیؒ ص ۲۴) اور کیونکہ امام قاسم بن قطلو بغاؒ اور امام بقاعی آپس میں معاصر ہیں لہذا امام بقاعی کی جرح بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی جبکہ اس کے شواہد اور قرائن بھی موجود ہیں۔

جبکہ علامہ بقاعیؒ پر خود علامہ سخاویؒ، امام محدث نعیمی اور دیگر جلیل القدر محدثین کی جرح بھی موجود ہے۔ (الضوء اللامع ۱/ ۱۰۱۔ ۱۱۱ للسخاویؒ)

غیر مقلدین کے ممدوح قاضی شوکانی صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ علامہ بقاعیؒ نے ان کی کتاب "نظم الدرر فی تناسب الآی والسور" کی وجہ سے علماء کرام پر ان پر جرح کی جس کی وجہ سے ان کی اور دیگر محدثین کی آپس میں معاصرانہ چشمک لگی رہتی تھی۔

(البدر الطالع ۱/ ۲۰)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

علامہ بقاعیؒ پر محدثین کرام نے جرح خصوصاً ابن عربیؒ اور ابن الفارضؒ کی تکفیر کرنے پر کی ہے۔ محدث قاسم بن قطلو بغاؒ نے ابن عربیؒ اور ابن الفارض کا خوب دفاع کیا۔ علامہ بقاعی کی یہ عادت تھی کہ جو ان پر جرح کرتا، امام بقاعی اس پر جرح کر دیتے تھے۔

(الاضوء اللامع ج ۱ ص ۱۱۰، البدر الطالع ج ۱ ص ۲۰)

ان حوالہ جات سے بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ علامہ بقاعیؒ کی جرح علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ پر کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ان کی جرح معاصرانہ لڑائی کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ جس کے شواہد پیش کر دیے گئے ہیں اور صرف ایک امام بقاعی کے جرح دیگر محدثین کے توثیق کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہے یہ خود زبیر علی زئی کے شاگردوں کو بھی معلوم ہے۔ لہذا ہمیں اس بارے میں کچھ زیادہ کہنے اور لکھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

اس مقام پر یہ بات بھی اہم ہے کہ امام بقاعیؒ کی اپنی شخصیت کا محدثین کرام کے اقوال کی روشنی میں تفصیلاً جائزہ لیا جائے۔ کیونکہ جب خود امام بقاعی پر بھی جرح موجود ہے تو اس کے بعد تو ان کی جرح کو قبول کرنا مذہبی ہٹ دھرمی اور ریں نہ مانوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

علامہ بقاعیؒ پر محدثین کرام کی جرح

علامہ بقاعیؒ پر محدثین کرام نے صرف اجمالی جرح ہی نقل نہیں کی بلکہ انکے رد میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

۱۔ محدث النعیمی الدمشقیؒ لکھتے ہیں۔

وقد ظلمه شيخنا البرهان الدين البقاعي في عنوان العنوان۔

یعنی ہمارے شیخ البرہان نے اپنی کتاب عنوان العنوان میں (جرح اور تنقید میں) ظلم کیا ہے۔ (الدراس فی تاریخ المدارس ص ۳۳)

۲۔ امام سخاویؒ نے امام بقاعی کے رد میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ اور اپنی تحقیق کو ضبط قلم کیا تاکہ علامہ بقاعیؒ کے افکار کا مکمل احاطہ ہو سکے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(ا) احسن المساعی فی ایضاح حوادث البقاعی۔ (جواہر الدرر ۱/ ۶۷۳)

(ب) الاصل الاصیل فی تحریم النقل من التوراۃ والانجیل۔

(الضوء اللامع ۱/ ۱۰۵)

(ت) القول المالوف فی رد علی منکر المعروف۔ (بدائع الزھور ۳/ ۴۸)

۳۔ امام احمد بن موسیٰ المتبولیؒ نے علامہ بقاعی کے رد میں مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف کیں۔

(ا) صنفه الرَّد علی البقاعي في انکار قول یادَائِم المعزوف۔

(الضوء اللامع ۲/ ۲۲۸)

(ب) المدد الفائض في الذب عَن ابن الفارض۔

(الضوء اللامع ۲/ ۲۲۸، رقم ۶۴۲)

۴۔ امام شمس الدین البلاطنسی شافعیؒ نے علامہ بقاعیؒ کے رد میں مستقل کتاب لکھی۔

تقبیت قواعد الارکان بان لیس فی لامکان ابدع۔

(قلمی نسخہ دار مکتب المصریہ)

۵۔ امام جلال الدین سیوطیؒ جو کئی کتابوں کے مصنف اور ایک بلند پایہ محدث ہیں۔ انہوں نے مندرجہ ذیل کتابیں علامہ بقاعی کے رد میں لکھی۔

(ا) تشبید الارکان میں لیس فی الامکان ابدع مما کان۔

(کشف التظنون ۳۰۸)

(ب) تنبیه الغبی بتبرئته ابن عربی (کشف الظنون ۴۸۸)

راقم کے پاس قلمی نسخہ موجود ہے۔

(ت) قمع المعارض فی نصرۃ ابن الفارض (بدائع الزھور ۳/ ۴۸)

۶۔ امام محمد بن جمعۃ الشیبانی نے امام بقاعی کا رد لکھا۔ اور کمال تحقیق پیش کی۔

تریاق الافاعی فی الرد علی خارجی البقاعی۔ (نسخہ مکتبہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۷۔امام محمد بن حامد شافعیؒ نے علامہ بقاعی کا رد کیا اور مستقل ایک کتاب لکھی۔

الدلیل و البرھان علی انہ لیس فی الامکان ابدع۔(اس کا قلمی نسخہ امریکہ میں موجود ہے)

۸۔محدث عبدالرحمن بن محمد السنطاوی نے بھی امام بقاعی کے رد میں کتاب لکھی۔

السیف الحسام فی الذب عن کلام حجتہ الاسلام (قلمی نسخہ امریکہ)

۹۔محدث بدرالدین ابن الغرس نے بھی ابن الفارضؒ کا دفاع کیا اور علامہ بقاعی کے افکار کا مکمل رد ضبط قلم کیا۔

کتاب فی دفاع بن الفارض (بدائع الزھور ۳/۴۸)

اس تحقیق سے کم از کم یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ محدثین کرام نے علامہ بقاعی کے شدت کے ساتھ رد لکھا اور جس کی وجہ سے علامہ بقاعی کی اپنے ہمعصر سے بحث مباحثہ چلتا رہا اور اسی بحث میں انھوں نے حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ پر بھی اپنے قلم کا وار کیا۔ مگر محدثین کرام نے جو اصول جرح و تعدیل میں معین کیے ہیں ان کی روشنی میں حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ کی ذات کو داغ دار نہیں بنایا جا سکتا۔ جناب زبیر علیزئی غیر مقلد علامہ بقاعی کے حوالہ سے بھولے بھالے لوگوں کو تو تحقیق کے نام پر دھوکا دے سکتا ہے مگر اصول حدیث اور اسماء رجال کے ایک طالبعلم کو دھوکا دینا اتنا آسان نہیں۔ اس پر متضاد یہ کہ زبیر علی زئی صاحب اس اصول کے داعی تھے کہ جمہور کے اقوال اسماء الرجال میں حجت ہوتے ہیں۔ جبکہ قاسم بن قطلو بغاؒ اور احناف کے بغض میں وہ اپنے اس اصول کو بھی بھول بیٹھے جبکہ آج کل زبیر علی زئی کے نام نہاد شاگرد اس اصول کا ورد کرتے نہیں تھکتے۔ کیا یہ ہی اصول پسندی ہے؟ اور کیا اس کا نام تحقیق ہے؟ اللہ ہمیں بغض احناف کے مرض سے دور رکھے اور ائمہ اہل سنت کی تعظیم اور محبت نصیب عطا فرمائے۔ اب ہم قارئین کرام کے خدمت میں محدث مورخ امام فقیہ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کی توثیق محدثین کے اقوال سے پیش کرتے ہیں جس کو پڑھنے کا بعد کوئی منصف مزاج شخص محدث قاسم بن قطلو بغا کو ثقہ ماننے سے انکار نہیں کرے گا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کی توثیق

محدث قاسم بن قطلو بغاؒ کی مندرجہ ذیل محدثین نے توثیق یا تعریف کی ہے۔

1 امام حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

وَقَالَ: قِرَاءَةً عَلَيَّ وتحريرا فَأَفَادَ وَنَبَّهَ على مَوَاضِعَ أَلحقت فِي هَذَا الأَصل فزادته نورا۔

(الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، ج ۶ ص ۱۸۵)

ترجمہ: علامہ قاسم نے میرے سامنے اس کی قراءت کی اور اس نے اس کو تحریر کیا۔ پس اس نے استفادہ کیا اور کئی مواضع میں اس نے مجھے آگاہ بھی کیا۔ میں نے اس اصل میں اس کو شامل بھی کیا ہے۔ پس اس نے اس کے نور کو اور زیادہ کیا ہے۔

الشيخ الفاضل للمحدث الكامل الاوحد۔ (مقدمہ الایثار بمعرفۃ الآثار)

ترجمہ: علامہ قاسمؒ شیخ، عالم و فاضل، محدث، کامل اور یکتا ہیں۔

الامام العلامة المحدث الفقيه الحافظ۔ (الضوء اللامع ۶/۱۸۵)

ترجمہ: علامہ قاسمؒ امام، علامہ، محدث، فقیہ اور حافظ تھے۔

2 ابن الدریریؒ لکھتے ہیں۔

من حذاق الحنفية، كتب الفوائد، واستفاد وأفاد

(الضوء اللامع ۶/۱۸۵)

ترجمہ: علامہ قاسمؒ احناف میں سے بڑے ماہر فن تھے، بڑی مفید کتابیں لکھی ہیں، انھوں نے استفادہ کیا بھی ہے اور لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچایا بھی ہے۔

3 ابن ایاسؒ لکھتے ہیں۔

كان عالما فاضلاً فقيهاً، محدثاً كثير النوادر، مفتياً من أعيان الحنفية وكان نادرة عصره۔ (بدائع الزهور)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: علامہ قاسمؒ بڑے عالم، فاضل، اور فقیہ تھے۔ بہت بڑے محدث، بڑے نادر علوم جمع کرنے والے تھے۔ احناف کے چوٹی کے مفتیان کرام میں سے تھے۔ اپنے زمانے کے نابغہ روزگار تھے۔

4 ابن العماد الحنبلیؒ لکھتے ہیں:

العلامة المفنن وبالجملة فهو من حسنات الدهر۔

(شذرات الذهب ۷/ ۳۲۶)

ترجمہ: شیخ قاسمؒ علامہ، ماہر فن تھے۔ خلاصہ یہ کہ وہ زمانہ کے حسنات میں سے تھے۔

5 ابن تغری بردیؒ لکھتے ہیں

وهو أحد علماء الحنفية في زماننا بذا

(الدلیل الشافی علی المنہل الصافی ۲/ ۵۶۷)

ترجمہ: علامہ قاسمؒ ہمارے اس زمانہ کے احناف کے علماء سے ہیں یکتا تھے۔

6 امام سخاویؒ (۹۰۲ھ) لکھتے ہیں

۱ وَبَوَإمَام، عَلامَة، قوى المشَارَكَة فِي فنون، ذَاكر لكثير من الْأَدَب ومتعلقاته، وَاسع الباع فِي استحضار مذْهبه، وَكثير من زوايا وخباياه، متقدم فِي بذَا الْفَن، طلق اللِّسَان، قَادر على للمناظرة، وإفحام الخصم۔

(الضوء اللامع ۶/ ۱۸۷، ۱۸۸)

ترجمہ: علامہ قاسمؒ امام، علامہ، بہت سے علوم وفنون میں دوسروں سے سبقت کرنے والے، علم ادب اور اس کے متعلقات کے بڑے ماہر اور مستحضر تھے۔ اپنے مذہب کے استحضار میں وسیع قدرت رکھنے والے تھے۔ اس کی باریکیوں تک سے واقف تھے۔ اس فن میں سب سے متقدم، قادر الکلام، مناظرہ میں بڑے قدرت کے مالک اور مخالفین کو دلائل سے خاموش کر دینے والے تھے۔

۲ وَقد انْفَرد عَن علمَاء مذْهبه الَّذين أدركناهم بالتقدم فِي بذَا الْفَن وَصَار بينهم من أجلة شأنه مَعَ توقف الْكثير مِنْهُم فِي شأنه وعدم

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

- إنزاله منزلته۔ (الضوء اللامع ۶/ ۱۸۸)

ترجمہ: علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ اس فن کے علمائے کرام (جن کو ہم نے پایا ہے) سے سبقت لے جانے میں منفرد ہیں۔ اور اپنی جلیل القدر شان کے ساتھ سب سے ممتاز ہیں۔ جب کہ بہت سے علمائے کرام ان کی شان کے بیان کرنے میں توقف سے کام لیتے تھے اور ان کی قدر و منزلت کو کم نہیں کرتے تھے۔

۳ وَعرف بِقُوَّة الحافظة والذكاء وأشير إِلَيْهِ بِالْعلمِ، وَأذن لَهُ غير وَاحِد بالإفتاء والتدريس۔ (الضوء اللامع ۶/ ۱۸۵)

ترجمہ: علامہ قاسمؒ قوت حافظہ اور ذکاوت میں مشہور و معروف تھے۔ ان کی طرف علم کا اشارہ کیا جاتا تھا۔ بہت سے علماء نے ان کو فتویٰ اور تدریس کی اجازت دی تھی۔

۴ العلاَّمة، الأوحد، الحافظ، أحد الأعيان، ممن تصدى للعلم إقراء او تصنيفاً وإرشاداً، فكثرت طلبة و تصانيفة، واجتمع فيه من المحاسن ماتفرق فى غيره، و ترجح على غيره من علماء مذهبه بذا الشان والتوسع فى الادب وحسن المحاضرة، مع تقدم من لم يبلغ شاوه عليه۔ (وجيز الكلام ۲/ ۸۵۹)

ترجمہ: علامہ قاسمؒ بہت بڑے علامہ، یکتائے زمانہ، حافظ، مقتدا، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور دعوت و ارشاد کے ذریعے علم کی اشاعت کرنے والے، طلبہ کی کثیر تعداد نے ان سے استفادہ کیا ہے، ان کی تصانیف کی تعداد بھی کثیر ہے۔ ان کی ذات میں اتنے محاسن ہیں جو دوسروں میں یکجا نہیں ہیں۔ ان خوبیوں اور ادب و علم کے استحضار کی خوبی کی وجہ سے علمائے احناف ان کو دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ ان کی شان کو کوئی نہیں پہنچا ہے۔

7 قاضی شوکانی لکھتے ہیں.

أخذ عنه الفضلاء فى فنون كثيرة، و صار المشار إليه فى الحنفية، ولم يخلف بعد لا مثله۔ (البدر الطالع ۲/ ۴۶)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ سے علماء نے بہت زیادہ فنون حاصل کیے ہیں۔ احناف میں ان کی ذات مرجع خاص وعام ہے۔ ان کے بعد ان جیسا بعد میں پیدا نہیں ہوا ہے۔

8 امام ابن حجر الھیتمیؒ لکھتے ہیں

الامام الحافظ الذی انتهت إليه رياسة مذهب أبی حنيفة

(البدر الطالع ۲/۴۶)

ترجمہ: علامہ قاسمؒ امام اور حافظ تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی ریاست ان پر منتہی ہوگئی ہے۔

9 امام لکھنویؒ لکھتے ہیں۔

وقد طالعت من تصانيفة فتاواه وشرح مختصر المنار و رسائل كثيرة كلها مفيدة على تبحره فی فن الفقة والحديث وغيرهما۔

(فہرس فہارس ۲/۹۷۲)

ترجمہ: میں نے علامہ قاسمؒ کی تصانیف میں سے ان کے فتاویٰ، ان کی مختصر المنار کی شرح اور ان کے بہت سے رسائل کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ سب بڑے مفید اور ان کی حدیث، فقہ وغیرہ علوم کی تبحر علمی کی گواہی دے رہے ہیں۔

10 علامہ عبدالحی الکتانیؒ لکھتے ہیں

الامام الحافظ۔ (فہرس فہارس ۲/۹۷۲)

ترجمہ: علامہ قاسمؒ امام اور حافظ تھے۔

11 علامہ محمد بن جعفر الکتانیؒ لکھتے ہیں۔

الحافظ زين الدين ابو العدل قاسم بن قطلوبغا الحنفی من تلاميذ الحافظ ابن حجر۔ (الرسالۃ المستطرفہ رقم ۹۱۲:)

ترجمہ: حافظ زین الدین ابوعدل قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ حافظ ابن حجرؒ کے شاگرد تھے۔

12 مولانا مبارکپوری لکھتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ولم یخلف بعدہ مثلہ ولہ مولفات۔(مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۹۳)

ترجمہ: علامہ قاسمؒ نے اپنے بعد اپنا مثل نہیں چھوڑا ہے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

13 شیخ محمد زاہد الکوثریؒ لکھتے ہیں

العلامۃ صاحب الفنون الحافظ الفقیہ۔(مقدمہ منیۃ الالمعی ص ۶)

ترجمہ: علامہ قاسمؒ علامہ، ماہر فنون، حافظ اور فقیہ تھے۔

14 امام أحمد بن محمد الأدنہ وی لکھتے ہیں

قَاسم بن قطلوبغا الجمالی الحنفی وَیعرف بقاسم الحنفی۔۔۔۔وَکَانَ عَالما متفننا فِی أَنْوَاع الْعُلُوم۔ومصنفاته کَثِیرَة جدا مَذْکُورَة فِی طَبَقَات الضَّوْء اللامع وَتحصیل علومه وتفصیل مناقبه کَذَلِک مَذْکُور فِیهِ۔(طبقات المفسرین، ص ۳۴۴، رقم ۴۴۹)

ترجمہ: علامہ قاسم بن قطلو بغا جمالی حنفیؒ جو قاسم حنفیؒ کے نام سے معروف تھے۔۔۔۔۔ وہ بڑے عالم، کئی علوم کے ماہر، بہت سی کتابوں کے مصنف۔ ان کا ذکر کتاب: "الضوء اللامع" کے طبقات میں موجود ہے۔ اسی طرح اُس کتاب ان کے تحصیل علوم، ان کے مناقب کی تفصیل بھی موجود ہے۔

تحقیقی بات: اس مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ محدث، مورخ حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ کو محدثین قابل اعتبار اور ثقہ مانتے ہیں۔ اس مقام پہ یہ یاد رہے کہ کچھ جاہل قسم کے لوگ یہ شبہات عوام الناس میں اپنی علمی دھونس جمانے کے لیے کہتے ہیں کہ ان اقوال میں ثقہ یا صدوق کے الفاظ نہیں ہیں۔

اول: محدث قاسم بن قطلو بغاؒ کسی حدیث کے راوی نہیں، جو اس قسم کے توثیقی اقوال درکار ہوں۔

دوم: اعتراض کرنے والے جاہل کو یہ معلوم نہیں کہ کسی بھی راوی کی توثیق کے لیے میرے علم کے مطابق سو (۱۰۰) سے زائد الفاظ اور صیغے موجود ہیں۔ اور ان سو (۱۰۰) میں سے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ان جاہلوں کو صرف چار (۴) یا پانچ (۵) توثیق کے کلمات ہی نظر آتے ہیں۔ محدث قاسم بن قطلو بغا اگر کسی حدیث کے راوی بھی ہوتے، تو ان کے بارے میں جو توثیقی کلمات نقل کیے ہیں، وہ الفاظ ان کو ثقہ ثابت کرنے کے لیے کافی تھے۔ لہٰذا ایسے تمام اعتراضات کی کوئی حیثیت نہیں۔ ان کی توثیق اگر کسی نے نہ بھی کی ہوتی تو صرف ایک ابن الحماد الحنبلی کے الفاظ "العلامة المفنن وبالجملة فهو من حسنات الدهر" ہی ان کی زبردست توثیق کے لیے کافی ہیں۔ اور کسی میں ہمت ہے تو یہ ثابت کر کے دکھائے کہ یہ الفاظ توثیق کے نہیں ہیں۔ لہٰذا ایسے بے تکے اعتراض عالم کے شایان شان نہیں۔

ایک اہم بات پر توجہ ضرور مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے ہر اس محدث پر جرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جن کی تحقیق سے اُن کو اختلاف ہوتا ہے۔

خلاصہ تحقیق: اس مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہوگیا کہ محدث قاسم بن قطلو بغا پر علامہ بقاعی کی جرح صرف معاصرانہ چپقلش پر مبنی تھی اور علامہ بقاعی خود بھی مختلف فیہ ہیں۔ لہٰذا زبیر علی زئی غیر مقلد کے اپنے اصول کے مطابق علامہ بقاعی کی جرح باطل اور مردود ہے۔ اور محدثین کرام کے فیصلے کی روشنی میں امام قاسم بن قطلو بغا کی ثقاہت بالکل واضح ہے۔

نوٹ: زبیر علی زئی غیر مقلد نے امام قاسم بن قطلو بغا پر جرح علامہ بقاعی سے صرف اس لیے نقل کی کہ امام قاسم بن قطلو بغا حنفی نے اپنی کتاب: التعریف والاخبار بتخریج احادیث الاختیار (جلد ۱ ص ۳۱۴ تحت رقم الحدیث ۱۶۸۔ مصنف: علامہ قاسم بن قطلوطا (المتوفی ۸۷۹ھ)۔ مطبوعہ: جامع ام القری، مکة المکرمة) میں مصنف ابن ابی شیبہ سے تحت السرة یعنی نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث نقل کی ہے۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ کے قلمی نسخہ سے احتجاج کیا۔ کیونکہ یہ حدیث غیر مقلدین حضرات کے مسلک کے خلاف ہے۔ لہٰذا زبیر علی زئی نے محدث قاسم بن قطلو بغا پر ہی جرح کر دی۔ مگر اپنے ارادوں میں زبیر علی زئی ناکام ہی نظر آئے۔

نکتہ۔ محدث قاسم بن قطلو بغا کی توثیق میں نے سوئے حجاز (ماہانہ رسالہ) لاہور، دسمبر ۲۰۰۸ میں بھی کی تھی۔ مگر زبیر علی زئی غیر مقلد کی طرف سے اس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوگا کہ زبیر علیزئی غیر مقلد قاسم بن قطلو بغا کی ثقاہت سے متفق ہیں۔ اور مسلکی حمایت کی پیش نظر اپنے موقف سے رجوع کرنے میں توقف کر رہے ہیں۔ حالانکہ انھوں نے اس کتاب کے جواب میں چند صفحات لکھنے کی لاسعی کوشش کی مگر قاسم بن قطلو بغا کی توثیق پر انھوں نے میرے حوالہ جات کی کوئی تردید نہیں کی۔ میں اب بھی یہ بات کہوں گا کہ اگر کسی غیر مقلد میں اگر انصاف اور حق بات ماننے کی صلاحیت ہے تو پھر قاسم بن قطلو بغا کو ثقہ ماننے میں کون سی شرم ہے؟ کیا اسی کا نام غیر مقلدیت ہے کہ زبیر علی زئی کی غلط بات کو صحیح کہا جائے اور اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھنے والے کسی بھی شخص کی صحیح بات کو غلط کہا جائے۔ مجھے امید ہے کہ غیر مقلدین میں بھی اہل علم اور حق پسند چند لوگ ایسے ضرور ہونگے جو ان حوالہ جات کی روشنی میں غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سچ بات کہنے کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

زبیر علیزئی کی اسماء الرجال میں من مانیاں

زبیر علیزئی غیر مقلد نے محدث، مؤرخ، حافظ، امام قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ (جو کہ حافظ ابن حجرؒ کے شاگرد ہیں) کو امام سخاویؒ کی کتاب الضوء اللامع سے امام بقاعیؒ کے حوالے سے کذاب لکھا۔ جس کا جواب تو ہو چکا ہے۔ مگر عوام الناس کو یہ بتانا ضروری ہے کہ مسلکی تعصب تو اتنا زیادہ ہے کہ جب مطلب کی بات ہوئی تو سخاویؒ کی کتاب سے استدلال کر لیا۔ مگر جب اپنے مسلک پر اثر پڑا تو امام سخاویؒ پر ہی اعتراض اور جرح کر ڈالی۔ جناب والا پہلے فیصلہ تو کر لیں کہ امام سخاوی کو آپ ثقہ کہتے ہیں یا ضعیف۔ جناب زبیر علی زئی اتنی ہوشیاری دکھاتے ہیں کہ کسی بھی محدث پر جرح اس انداز سے کرتے ہیں کہ اگر کل کسی روایت میں وہی محدث آ جائے تو اس کا دفاع بھی کیا جا سکے۔ اور یہ ہی وطیرہ انکے نام نہاد شاگردوں کا ہے۔ جنھیں خود اسماء الرجال کی کچھ پتا نہیں اور تقلید کا رد کرنے زبیر علی زئی کی اندھا دھند تقلید کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں مذہبی تعصب سے محفوظ فرمائے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اعتراض:

زبیر علیزئی اپنی کتاب فضائل درود وسلام ص ۱۹ پر لکھتے ہیں "سخاوی نامی ایک صوفی نے بھی اس روایت (عراقی) کی جرح نقل کی ہے۔ یہ سخاوی وہی ہے جس کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ یعنی زندہ جاوید ہیں ۔۔۔۔ اسی کے رد میں سیوطی (متسامل اور حاطب اللیل) نے الکاوی (داغ لگانے والی، جلانے والی) کتاب لکھی ہے۔ دیکھئے کشف الظنون ۲/ ۱۳۸۲"

جواب:

غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنی کتاب فضائل درود وسلام ص ۱۹ پر سخاویؒ کو بحوالہ امام سیوطی مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کوئی منصف مزاج ہو تو اسے یہ سمجھتے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا کہ اس مقام پر زبیر علی زئی نے علمی بد دیانتی اور خیانت کی ہے۔ جب خود علامہ سیوطیؒ کو متسامل اور حاطب الیل لکھا ہے تو پھر علامہ سیوطیؒ کے قول سے علامہ سخاوی کیسے ضعیف ہو گئے اور اگر علامہ سخاویؒ زبیر علی زئی کے نزدیک ضعیف ہیں تو پھر کس طرح وہ علامہ سخاویؒ کے کتاب الضوء الامع سے استدلال کر سکتے ہیں۔ عجب کھیل تماشہ بنایا ہوا ہے جب دل چاہا کسے کا قول قبول کر لیا اور جب دل نہ چاہا تو اسے رد کر دیا۔ مزید یہ کہ ان دونوں مقامات پر اگر علامہ سیوطیؒ اور حافظ سخاویؒ کو زبیر علی زئی غیر مقلد کے شاگرد ثقہ مان بھی لیتے ہیں تو تب بھی انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ خود انکے استاد کے اصول کے مطابق جمہور کو ہی حجت ہوگی اور ان ہی کا قول مانا جائے گا۔ اور اگر جمہور کا قول زبیر علی زئی غیر مقلد کے نزدیک حجت ہے تو پھر اس مقام پر منفرد جرح کو قبول کرنا اور جمہور کی توثیق کو نہ ماننا بہت بڑا دجل اور فریب ہے۔

نکتہ: یہاں ایک اہم نکتہ کی نشاندہی کرتا چلوں کہ جب غیر مقلدین حضرات کے زبیر علی زئی کے کسی غلطی کی نشاندہی کی جائے تو فوراً یہ جواب دیتے ہیں کہ زبیر علی زئی میں ضد اور عناد نہیں ہے لہٰذا وہ اپنے غلطی کو تسلیم کر کے رجوع کر لیتے ہیں اور پھر ان کا رجوع بھی دکھایا جاتا ہے۔ مگر یہاں یہ ہے کہ یہ رجوع والا سلسلہ صرف اپنی روایات میں موجود راویوں کے لیئے ہوتا ہے یا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مخالف کی روایت میں آنے والے راوی کے لیئے بھی یہ اصول ہے؟ کیونکہ محدث قاسم بن قطلوبغا ؒ کی توثیق کے بارے میں زبیر علی زئی نہ رجوع کیا اور نہ ہی اپنے قول کا دفاع کیا۔ امید ہے کہ ایک منصف مزاج سوچ ہی اس تضاد کو محسوس کر پائے گی۔

حافظ سخاویؒ اور امام سیوطیؒ کی معاصرانہ چپقلش

اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ علامہ سیوطیؒ نے علامہ سخاوی کی ذات پر رد نہیں بلکہ ان کی کتاب الضوء اللامع پر رد لکھا ہے۔ لہٰذا کسی کی ذات کے رد میں اس کی کتاب پر رد لکھنے میں بڑا فرق ہے۔ غیر مقلد کا علامہ سخاویؒ کو مجروح لکھنا بھی ایک مردود بات ہے۔ میرے علم کے مطابق کسی بھی معتبر یا ثقہ عالم نے سخاویؒ کو ضعیف نہیں لکھا۔ خالی زبانی دعویٰ سے بات نہیں چلے گی۔ علامہ سخاویؒ کے رد میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ایک کتاب " الکاوی فی تاریخ السخاوی " لکھی علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے یہ کتاب اس لئے لکھی کہ اس سے پہلے علامہ سخاویؒ نے اپنی تاریخ کی کتاب الضوء اللامع میں علامہ سیوطیؒ پر بڑی شدت سے اعتراض لکھے۔ مزید یہ کہ علامہ سیوطیؒ نے اپنے دور میں مجتہد ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس لئے اس موقف پر علامہ سخاویؒ نے " انتقاد مدعی الاجتہاد " کا ایک کتاب لکھی، لہٰذا یہ ایک معاصرانہ ہی چپقلش تھی۔ اس چپقلش سے نہ تو علامہ سیوطیؒ مجروح ہوتے ہیں اور نہ ہی علامہ سخاویؒ، کیونکہ معاصرین کی چپقلش اور جرح قابل سماعت نہیں ہوتی۔ اور اس اصول کو جمہور علماء کرام نے بیان کیا ہے اور اہم بات یہ کہ مجروح ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں بتائی لہٰذا صرف کتابیں لکھنے سے راوی یا محدث مجروح نہیں ہو جاتا اگر کتاب لکھنے سے محدث مجروح ہو جاتا تو امام شافعی کے رد میں متعدد کتابیں لکھی گئی۔ اسی طرح امام مالک کے رد میں متعدد کتابیں لکھی گئیں ہیں مگر ان سے راوی مجروح نہیں ہو سکتا ہے۔ اور مزید یہ کہ علامہ سخاویؒ کے ایک شاگرد احمد بن حسین بن محمد الشہاب المکی ۹۲۶ھ نے اپنے استاد کے دفاع اور علامہ سیوطی کے رد میں ۲ کتابیں لکھی ہیں۔ ایک کا نام الشہاب الھاوی علی قلال الکاوی اور دوسری کتاب کا نام " المتقد اللوذعی علی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

المجتہد المدعی" ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ علامہ سیوطیؒ اور علامہ سخاویؒ کے درمیان معاصرانہ چپقلش تھی اور معاصرانہ چپقلش کی وجہ سے جرح مردود ہوتی ہے۔ ابن العماد الحنبلی نے اس لئے لکھا کہ "وکان بینہ وبین البرھان البقاعی والجلال سیوطی مابین القرآن"

(شذرات الذھب ۸/۱۵)

لہٰذا اس تمام مسئلہ میں علامہ سخاویؒ کو مجروح قرار دینا دھوکا اور فریب ہے۔ حیرانگی ہے کہ اپنا مؤقف ثابت کرنے کے لئے ائمہ اہل سنت اور علماء کرام کو کس طرح مجروح ثابت کیا جاتا ہے۔ اور کس طرح اپنا نامہ اعمال داغدار کیا جاتا ہے۔ ایسے رویے پر نظر ثانی کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ متعدد علماء کرام نے علامہ سخاویؒ کی توثیق کی ہے۔

علامہ سخاویؒ کی توثیق

۱۔ علامہ النجم الغزیؒ لکھتے ہیں۔

"الشیخ الامام العلامۃ المسند الحافظ المتقن"۔ (الکوکب السائرۃ ۱/۲۸)

۲۔ امام ابن الغزی لکھتے ہیں۔

"الامام الحبر الناقد الحجۃ الحافظ"۔ (دیوان الاسلام ۱/۵۲)

۳۔ ابن العماد الحنبلی لکھتے ہیں۔

"انتھی الیہ علم الجرح والتعدیل حتی قیل لم یکن بعد الذھبی"۔

(شذرات الذھب ۸/۵)

۴۔ ابن طولون لکھتے ہیں۔

"المحدث العلامۃ" (مفاکہۃ الخلان ۱/۷۵)

۵۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔

"برع فی الشان وفاق الاقران وحفظ من الحدیث ماصار بہ متفردا عن اھل عصرہ۔" (البدر الطالع ۲/۱۷۶)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۶۔ابن فہد مکی لکھتے ہیں۔

"ولا أعلم الآن من يعرف علوم الحديث مثله ولا أكثر تصنيفاً ولا احسن و كذلك أخذها عنه علماء الآفاق لمن المشائخ والرفاق وله يد الطولى فى المعرفة باسماء الرجال و[redacted]ال الرواة والجرح و تعديل"۔(البدر الطالع ۲/۱۷۷)

ترجمہ: میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو علوم، کثرت تصانیف اور حُسن تالیفات میں ان کی نظیر ہو، اسی وجہ سے گوشے گوشے کے علماء، مشائخ، طلبہ اور رفقاء نے ان سے سند لی، انھیں معرفت علل، اسماء رجال، راویوں کے حالات اور جرح وتعدیل کے فن میں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔

۷۔امام ابن العیدروس لکھتے ہیں۔

"وهو والله بقية من رأيته من المشائخ وأنا وجميع طلبة الحديث بالبلاد المصرية و سائر بلاد اسلام عيال عليه والله ما أعلم فى الوجود له نظيرا وقال غير هو الآن من الافراد فى علم الحديث الذى أشهر فيه فضله وليس بعد شيخ الأسلام ابن حجر فيه مثله"

(النور السافر عن أخبار القرن العاشر ۱/۱۸)

۸۔مؤرخ عمر رضا کحالہ لکھتے ہیں۔

"فقيه المقرى، محدث، مؤرخ"۔ (معجم المولفین ۱۰/۱۵۰)

۹۔علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

"المحدث المؤرخ الجارح"۔(نظم العقیان ۱/۱۵۲)

۱۰۔مؤرخ خیر الدین زرکلی لکھتے ہیں۔

"مؤرخ حجة وعالم بالحديث والتفسير والادب"۔(اعلام زرکلی ۶/۱۹۴)

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ علامہ سیوطی کی امام سخاویؒ پر جرح ان کی عدالت اور

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ضبط وحفظ پر نہیں بلکہ ایک مسئلہ پر اختلاف کی وجہ سے تھی۔ اور قاضی شوکانی نے البدر الطالع ۲/۱۸۷ پر اور ابن العماد الحنبلی نے شذرات الذھب ۸/۱۵ پر اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ علامہ سیوطیؒ اور علامہ سخاویؒ کے درمیان معاصرانہ چپقلش تھی اور اس طرح کے اعتراضات قابل سماع نہیں ہوتے۔ اور مزید یہ کہ ۱۰ محدثین اور مؤرخین نے علامہ سخاویؒ کی توثیق بھی کی ہے لہٰذا جمہور کے نزدیک امام سخاویؒ ثقہ اور ثبت ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ زبیر علیزئی غیر مقلد کس طرح اصول الحدیث اور اسماء الرجال سے کھیلتے ہیں۔ لگتا ہے کہ یہ اصول اسماء الرجال کو بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔ قارئین نے خود ملاحظہ کر لیا ہوگا کہ امام سیوطیؒ جس کو زبیر علیزئی خود حاطب اللیل اور متساہل لکھتے ہیں اور اُن کے قول سے سخاویؒ کی ذات کو مجروح کرنے کی کوشش کی اور سخاویؒ کی کتاب سے قاسم بن قطلوبغاؒ کو مجروح کرنے کی ناکام سعی کی۔ اس طرح کا رویہ انتہائی خطرناک اور عام لوگوں کیلئے گمراہی ہے۔ لہٰذا اسماء الرجال کے معاملے میں زبیر علیزئی پر اعتماد صحیح نہیں بلکہ گمراہی ہے۔ بلکہ عوام الناس کو ان کی تحریر پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ زبیر علیزئی نے میدان اسماء الرجال میں مسلکی تعصب کی وجہ سے گمراہی پھیلانا شروع کر دی ہے۔ اور عام لوگوں کیلئے زبیر علیزئی کی تحریریں یا کتابیں پڑھنا گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔ میری اس بات کا مقصد لوگوں کو علمی یا تحقیقی مطالعہ سے دور رکھنا نہیں بلکہ اس فتنہ سے بچانا مقصود ہے جس سے ہمارے سلف وصالحین نے توبہ مانگی ہے۔ میری کتاب کے پہلے ایڈیشن کے چھپنے کے بعد زبیر علی زئی کے ایک شاگرد نے مجھ سے پوچھا کہ آپ شیخ زبیر علی زئی کو اسماء الرجال کا عالم مانتے ہیں کہ نہیں؟ میں نے جواباً عرض کہ جناب اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ زبیر علی زئی نے اسماء الرجال پر بہت کچھ لکھا تو یہ بات صحیح ہے مگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ زبیر علی زئی اس فن کے امام اور قابل حجت ہیں تو پھر میرا جواب ہوگا کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ زبیر علی زئی کی تمام کتابوں کے مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی کہ ان کی تحقیق کا مقصد صرف اور صرف مسلکی حمایت کے علاوہ کچھ نہیں اور اس اصول کے پیش نظر انھوں نے جو غلطیاں اور چالاکیاں کیں اللہ اس سے محفوظ رکھے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مصنف ابن ابی شیبہ میں تحریف کی حقیقت

عرصہ دراز سے حضرت وائل بن حجرؓ والی حدیث زیر بحث رہی ہے۔ طرفین کی جانب سے اس حدیث میں تحت السرۃ کے الفاظ پر اپنے تحفظات اور ثبوت کا اظہار کیا جاتا رہا ہے۔ اس حدیث میں تحت السرۃ کے الفاظ کا ذکر محدث قاسم بن قطلوبغا نے اپنی کتاب تخریج الاحادیث الاختیار قلمی ص ۲۷/ب نسخہ مکتبہ فیض اللہ استنبول، ترکی برقم ۲۹۲ میں کیا اور ایسے نسخہ پر انتباہ کیا ہے جس میں تحت السرۃ کے الفاظ موجود تھے۔ مگر کچھ عرصہ سے غیر مقلدین حضرات کا مطالبہ تھا کہ ایسا نسخہ بتائیں جس میں تحت السرۃ کے الفاظ موجود ہوں۔ کچھ عرصہ قبل ۲۰۰۶ میں مصنف ابن ابی شیبۃ کا محقق نسخہ دار القبلۃ الاسلامیہ علوم القرآن سے شیخ محمد عوامہ کی تحقیق سے شائع ہوا۔ جس میں شیخ محمد عوامہ نے ۳/ ۳۲۰ مصنف ابن ابی شیبۃ بتحقیق پر ایسے نسخہ پر مطلع کیا۔ جس میں تحت السرۃ کے الفاظ صریح ثابت تھے۔ مگر حقیقت ماننے کی بجائے غیر مقلدین حضرات نے اس حدیث اور مصنف ابن ابی شیبۃ کے قلمی نسخوں پر اعتراضات کرنے شروع کر دیے۔

اور انہی اعتراضات میں جناب ارشاد الحق اثری صاحب کا مضمون "المصنف لابن شیبۃ میں تحریف شیخ محمد عوامہ کی جسارت" جو رسالہ الاعتصام، لاہور، جلد ۵۹، شمارہ ۱، جنوری ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا۔

ارشاد الحق اثری صاحب نے اپنے مضمون میں حقیقت پسندی کی بجائے شیخ محمد عوامہ پر کافی برہمی کا اظہار کیا۔ میں نے ارشاد الحق اثری صاحب کا مضمون کافی غور سے پڑھا اور شیخ محمد عوامہ کی تحریر کا بھی نہایت گہرائی سے مطالعہ کیا مگر تقابلی جائزہ کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا یہ تحریر اس کا واضح ثبوت ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جناب ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے مضمون کا انحصار زیادہ تر علامہ حیات سندھی کی کتاب "فتح الغفور فی تحقیق وضع الیدین علی الصدور" اور علامہ حیات سندھی کا رسالہ "درۃ فی اظہار غش نقد العرۃ" پر ہی ہے۔ ان کتابوں میں کیے گئے سوالوں کا جواب علامہ ہاشم سندھیؒ اور علامہ حیات سندھی کے شاگرد علامہ قائم سندھیؒ اپنی کتاب "فوز الکرام" میں دے چکے ہیں۔ اس مضمون میں شیخ محمد عوامہ پر جو اعتراض وارد کیے گئے ہیں میری کوشش ہوگی کہ ان کا تفصیلی جائزہ تحقیق کی روشنی میں لیا جائے۔

شیخ محمد عوامہ نے مصنف ابن ابی شیبۃ ۳/۳۲۰ رقم ۳۹۵۹ پر حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث میں "تحت السرۃ" کے الفاظ علامہ عابد سندھیؒ اور علامہ مرتضی زبیدیؒ کے نسخوں سے نقل کیئے ہیں۔ شیخ محمد عوامہ لکھتے ہیں۔ "تحت السرۃ زیادۃ ثابتۃ فی ت ،ع کما یری القاری الکریم صورتھما فی مقدمۃ ھذا المجلد" ۳/۳۲۰، رقم ۳۹۵۹۔

شیخ محمد عوامہ "تحت السرۃ" کے ثابت ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "فھاتان نسختان ثبت فیھما "تحت السرۃ"۔

شیخ محمد عوامہ نے "تحت السرۃ" کے الفاظ ثابت ہونے پر ۳ مزید نسخوں کا بھی ذکر کیا ہے ان نسخوں میں شامل ہیں۔

۱۔ نسخہ علامہ قاسم بن قطلو بغا۔

۲۔ نسخہ علامہ عبد القادرؒ۔

۳۔ نسخہ علامہ محمد اکرم سندھیؒ شامل ہیں۔ (مصنف ۳/۳۲۱) بتحقیق شیخ محمد عوامہ

مگر اس پر ارشاد الحق اثری صاحب نے متعدد اعتراضات کیے ہیں، ان کا تفصیلی جائزہ پیش خدمت ہے۔

اعتراض نمبر ۱۔ ارشاد الحق اثری صاحب اپنے مضمون ص ۱۳ پر لکھتے ہیں۔

"شیخ محمد عوامہ کے اشارہ کے مطابق ہم نے ان دونوں کا عکس بھی دیکھا اور ان دونوں نسخوں کا جو تعارف انھوں نے المصنف کے نسخوں کی تفصیل کے ضمن میں پیش کیا اسے بھی دیکھا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

لیکن انھی کی تفصیلات کے "تحت السرۃ" کا یہاں اضافہ صحیح نہیں کیونکہ شیخ محمد عابد سندھیؒ مرحوم کے نسخہ کے متعلق خود شیخ محمد عوامہ نے وضاحت کر دی ہے کہ (ھی نسخة للاستئناس لا للاعتماد علیھا) یعنی کہ یہ نسخہ مانوس ہونے کے لیے ہے۔ اس پر اعتماد کے طور پر نہیں۔ لہٰذا جب اس نسخہ کی یہ غیر یقینی پوزیشن خود انہوں نے بیان کر دی تو اس پر اعتماد محض مسلکی حمایت کا شاخسانہ نہیں تو اور کیا ہے۔"

جواب۔ جناب ارشاد الحق اثری صاحب کا علامہ عابد سندھی محدث مدینہ المنورہ کے نسخہ پر شیخ محمد عوامہ کے حوالے سے اعتراض غلط ہے۔ کیونکہ کسی بھی محقق کی تحقیق کا صحیح جائزہ اس کے منہج اور طریقہ کار سے ہی ہوتا ہے۔ ارشاد الحق صاحب کو شیخ محمد عوامہ کے طریقہ کار اور منہج کا ادراک نہیں ہے لہٰذا ان کا شیخ محمد عوامہ پر اعتراض مناسب نہیں ہے۔

شیخ محمد عوامہ کا موقف:

شیخ محمد عوامہ نے مصنف ابن ابی شیبۃ کی تحقیق ۱۴ قلمی نسخوں سے کی ہے اور ان تمام قلمی نسخوں کے بارے میں شیخ محمد عوامہ کیا رائے رکھتے ہیں؟ اس رائے کو ارشاد الحق اثری صاحب اس کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

شیخ محمد عوامہ ان تمام ۱۴ قلمی نسخوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"بحیث ان مجموعھا یورث طمانینة تامة لصحة نص الکتاب وتمامه إن شاء الله تعالیٰ، أما کل نسخة منھا علی انفرادفلا"

(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱/۲۷ بتحقیق شیخ محمد عوامہ)

مفہوم۔ مصنف ابن ابی شیبۃ کے مجموعہ سے اس کی صحت کے بارے میں اطمینان ہوتا ہے اور کوئی ایسا نسخہ نہیں جس پر انفرادی طور پر اعتماد کیا جا سکے۔

شیخ محمد عوامہ کی اس تحریر سے واضح ہو گیا کہ ان کا مذکورہ اعتراض صرف علامہ عابد سندھیؒ کے ہی نسخہ پر نہیں بلکہ باقی تمام قلمی نسخوں پر بھی ہے لہٰذا ارشاد الحق اثری صاحب کا صرف علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر شیخ محمد عوامہ کے حوالے سے اعتراض اور اس پر اعتماد کرنا دلائل کی روشنی میں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

غلط ہے۔ اگر انکار کرنا ہے تو تمام مجموعہ کو ناقابل اعتبار ٹھہرائیں۔

شیخ محمد عوامہ کا منہج وطریقہ کار

شیخ محمد عوامہ کا ۱۴ قلمی نسخوں میں کسی ایک انفرادی طور پر اعتماد کیوں نہیں ہے؟ اس کی وجہ بھی شیخ محمد عوامہ خود لکھتے ہیں۔

فقد تقدم وصفی للنسخ الخطیة التی یسر الله تعالیٰ لی الوقوف علیها، وتقدم أنی لم أقف علی نسخ أو نسخة۔ یمکنینی أن أجعلها أصلاً أصیلاً۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۵۱)

مفہوم۔ میں نے قلمی نسخوں کے وصف بتائے جس پر مطلع ہو سکا۔ مگر میں کسی ایک نسخہ (مصنف ابن ابی شیبۃ) پر مطلع نہ ہو سکا جس پر نسخہ اصل کا اطمینان ہو سکے۔

شیخ محمد عوامہ کی اس وضاحت سے یہ بالکل عیاں ہو گیا کہ ان کا علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ سمیت کسی نسخہ پر انفرادی طور پر اعتماد نہیں، کیونکہ ان نسخوں میں کوئی نسخہ اُم یا نسخہ اصل نہیں ہے۔ (نسخہ اصل یا نسخہ اُم اس نسخے کو کہتے ہیں جو صاحب مصنف یا صاحب کتاب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا یا اس کے سامنے قرأت کی گئی ہو۔) ہر محقق کا اپنا تحقیقی انداز اور منہج ہوتا ہے۔ شیخ محمد عوامہ کی مصنف ابن ابی شیبۃ کی تحقیق کے علاوہ دوسری کتب پر تحقیق مثلاً سنن ابی داؤد الکاشف امام ذہبی، تقریب التہذیب اور نصب الرایہ امام زیلعیؒ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی کوشش ہمیشہ نسخہ اصل پر تحقیق کی ہوتی ہے اس طرح کا تحقیقی ذوق کے محقق کو مصنف ابن ابی شیبۃ کا ایسا کوئی قلمی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا جو صاحب کتاب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہو۔ (یا کتاب اس کے سامنے قرات کی گئی ہو۔) لہٰذا ان کا ان نسخوں پر اعتماد نہ ہونا، ان کے تحقیقی مزاج کا آئینہ دار ہے۔ ارشاد الحق اثری صاحب کو صرف علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ کو ناقابل اعتماد کہنا صحیح نہیں ہے۔ اگر اعتراض کرنا ہے تو مصنف ابن ابی شیبۃ کے مکمل مجموعے پر کیجئے۔ کیونکہ ان تمام نسخوں میں وہی علت موجود ہے جس کو شیخ محمد عوامہ نے بیان کیا ہے اور وہ شرائط موجود نہیں جو ارشاد الحق اثری صاحب بیان کر رہے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نکتہ۔ تحقیق کے میدان میں کسی ایک شخص کی تحقیق کو کامل کہنا اور اس پر کلیتاً اعتبار بھی غلط ہے تحقیق میں ہمیشہ جانبین کے دلائل اور ثبوت کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

شیخ محمد عوّامہ مدظلہ العالی کی تحقیق

شیخ محمد عوّامہ مدظلہ العالی اس حدیث کی تحقیق میں فرماتے ہیں:

١ وہذا اسناد صحیح۔ والصواب سماع علقمة من أبیه، کما تراه فی التعلیق علی ترجمة علقمة فی "التقریب" (٤٦٨٤)، و"الکاشف" (٣٨٧٦)۔

٢ ومما یذکر فی أدلة المسألة :ماتقدم نقله قبل قلیل آخر تخریج (٣٩٥٨) عن ابن حزم من حدیث أنس أنه زاد: "تحتَ السُّرَّةِ"۔

٣ "تحت السرة" ثابتة فی ت،ع، کما یری القارئ الکریم صورتها فی مقدمة بذا المجلد۔ ونسخة ت کان انتهاء نسخ بذا المجلد منها سنة ٧٤١هـ۔ وعلیها خط الامام العینی فی مواضع، کما ذکرته فی المقدمة صفحة ٣٠۔ فلا یبعد أن الامام القاسم بن قطلوبغا قد وقف علیها ونقل منها بذا الحدیث فی کتابه "التعریف والأخبار بتخریج أحادیث الاختیار"۔ وکانت وفاته سنة ٨٧٩هـ۔ وکلامه فی الورقة ٢٧/ب من النسخة التی بخطه۔ وہی محفوظة فی مکتبة فیض الله باصطنبول برقم ٢٩٢۔ وقال بعد ما نقله سنداً ومتناً: "وہذا اسناد جید" بل ان سیاق کلامه واضح فی تقدیمه بذه الروایة علی روایة (٤٧٩) التی فیها زیادة "علی صدره"، واعلاله لها بروایة ابن أبی شیبة۔

٤ وبذه الزیادة فی نسخة العلامة محمد عابد السندی من "التعریف والاخبار" ٢٣/ب، وہی فی طوب قبو سرای، وفی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نسخة من "المصنف"، وہی التی أرمزلہا بحرف (ع)، ولذلک قال فی حاشیة العظیمة "طوالع الانوار علی الدر المختار" ۱ : ۲۲۰/آ من النسخة الأزہریة: "ومما لا یماری فی الاحتجاج بہ: ما أخرجہ ابن أبی شیبة فی "مصنفہ": حدثنا وکیع، عن موسیٰ بن عمیر، عن علقمہ بن وائل بن حجر، عن أبیہ قال: رایت النبی ﷺ وضع یمینہ علی شمالہ تحت السرة۔ ورجالہ کلہم ثقات أثبات۔

۵ فلا حاجة الی ہذا الصخب والازراء والاتہام ممن لا یعرف قدر العلماء، ولا یرضیٰ عمن لیس من أہل مذہبہ وخصلتہ!! حتی فی بعض الصحف الیومیة! کما تجدہ فی "زوابع فی وجہ السنة قدیما وحدیثا" ص ۲۵۱، جریدة المدینة المنورة ۱۰/۵/۱۴۱۰ھ العدد ۲۸۴۵، وغیرہا۔

۶ ومن نقل الحدیث عن احدی النسخ الأربع خ، ظ، ن، ش التی لیس فیہا ہذہ الجملة: معذور فی عدم اثبات ہذہ الزیادة، لکنہ لیس معذوراً فی نفی ورودہا۔ ومن نقلہ عن احدی النسختین اللتین فیہما ہذہ الزیادة: ہو معذور فی اثباتہا، بل واجب علیہ ذلک۔ ولا یجوز لہ حذفہا۔ فعلی م التنابز والتنابذ؟!۔

۷ فان قیل: یحتمل أن تکون جملة "تحت السرة" ہذہ لیست من تمام حدیث وائل۔ انما ہی من تمام أثر ابراہیم النخعی التالی: "حدثنا وکیع، عن ربیع، عن أبی معشر، عن ابراہیم قال: یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلاة تحت السرة"۔ ویؤید قیلہ ہذا بأن أثر ابراہیم النخعی ساقط من نسخة ت، فربما کانت ہذہ الجملة بقیت من أثر النخعی واتصلت بحدیث وائل؟!۔

والجواب: أن ہذا تظنن وتشکک۔ یفرح بہ أعداء اللہ والاسلام

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

لو فتح لما بقى لنا ثقة بشئ من مصادر ديننا! ومع ذلك فماذا نفعل بثبوت ذلك كله فى نسخة الشيخ محمد عابد السندى، التى فيها الحديث والأثر- وفى آخر كل منهما :تحت السرة؟! ومع من زاد علم واثبات وحجة- فماذا مع النافى؟!-

٨ فهاتان نسختان ثبت فيهما "تحت السرة"، يضاف اليها ثلاث أخر :نسخة العلامة قاسم، وقد تكون بي بي نسختين، ونسخة العلامة عبد القادر بن أبى بكر الصديقى مفتى مكة المكرمة- ونسخة العلامة محمد أكرم السندى، نقل ذلك عنها العلامة محمد هاشم التتوى السندى فى رسالته "ترصيع الدرة على درهم الصرة" ص ٨٣-

٩ وابراء للذمة أقول :ان الطبعة الهندية ذات الخمس عشر مجلداً لمصنف ابن أبى شيبة لم يكن فيها أول ما طبعت زيادة "تحت السرة"- ولما قامت ادارة القرآن والعلوم الاسلامية فى كراتشى سنة ١٤٠٦هـ بتصويره- أراد مؤسسها فضيلة الشيخ نور أحمد رحمه الله سدّ ثغرة النقص التى فيها، وتنقيح الكتاب من أخطائه المطبعية الكثيرة والكبيرة- فسدّ الثغرة بطباعة القسم الأول من المجلد الرابع

١٠ وأما أخطاؤه :فأخبرنى من لسانه الى أذنى، وأنا أماشيه فى الحرم النبوى الشريف- أنه قد عهد الى بعض أبل العلم عنده فى كراتشى بتصحيحها، ففعلوا- وبلغت الأخطاء معهم نحو ثمانية آلاف غلطة مطبعية!! فعقدت الدار الثقة بهذه الطبعة تماماً-

١١ وقد أخبر الشيخ فى حينها- ثم أطلع- على المساجلة

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

العلمية التى دارت بين الشيخ محمد حياة السندى، والشيخ محمد هاشم السندى رحمهما الله، فى مسئلة موضع وضع اليدين فى الصلاة۔ ونتج عنها كتابة خمس رسائل بينهما۔ طبعتها الدار بعد۔ ومنها رسالة الشيخ هاشم "ترصيع الدرة"۔ وفيها نقل الشيخ هاشم زيادة "تحت السرة" عن ثلاث نسخ خطية وقف عليها بنفسه، وهى النسخ التى قدمت ذكرها۔

۱۲ فحصلت القناعة التامة عند صاحب الدار الشيخ نور أحمد بصحة اضافة "تحت السرة" على النص المطبوع بالهند، بناء على فقد الصحة بتلك الطبعة، وبناء على حصول الثقة بما فى النسخ الخطية الثلاثة۔ لا أنه تجرأ على الكذب على رسول الله ﷺ، ولا من باب التلاعب بالنصوص نصرة للمذهب۔ ولا، ولا، مما قيل ويقال۔ والله سبحانه هو الحسيب، وهو الرقيب العليم بالنيات۔

(حاشیہ حدیث ہذا مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲ رقم ۳۹۵۹)

ترجمہ (۱) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ حضرت علقمہ بن وائل کا سماع اپنے باپ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ آپ "تقریب" (۴۶۸۴) میں حضرت علقمہ کے ترجمہ کی تعلیق اور "الکاشف" (۳۸۷۶) میں دیکھ سکتے ہیں۔

۲ اس مسئلہ کے دلائل میں سے یہ بھی ہے: اس حدیث سے پہلے ایک حدیث کو چھوڑ کر حدیث نمبر ۳۹۵۷ کی تخریج میں علامہ ابن حزم ظاہری کی بیان کردہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ ہے جس میں یہ الفاظ: "تحت السرة" بھی ہیں۔

نوٹ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عن انس قال ثلاث من اخلاق النبوة تعجيل الافطار وتاخير السحور ووضع اليد اليمنى على اليسرى فى الصلوة تحت السرة۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(المحلی بالآثار ج ۲ ص ۳۲۔ المؤلف: أبو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی القرطبی الظاهری)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: ''روزہ جلدی افطار کرنا، سحری تاخیر سے کرنا اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے۔

۳ ''تحت السرة'' کے الفاظ کی زیادت نسخہ ''ت'' (نسخة الشيخ محمد مرتضى الزبيدى رحمہ اللہ) اور ''ع'' (نسخة الشيخ محمد عابد السندي) میں موجود ہے، جیسا کہ قارئین کرام ان دونوں نسخوں کی فوٹو اسٹیٹ اسی جلد نمبر ۳ کے مقدمہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ نسخہ ''ت'' (نسخة الشيخ محمد مرتضى الزبيدى رحمہ اللہ) کی کتابت ۱۲۴۱ھ میں اختتام کو پہنچی۔ اور اس نسخہ پر علامہ بدرالدین عینیؒ کی تحریر بھی کئی مواضع میں موجود ہے، جیسا کہ میں نے مقدمہ میں صفحہ ۳۰ پر اس کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا یہ بعید نہیں ہے کہ امام قاسم بن قطلوبغا بھی اس سے واقف تھے اور اسی نسخہ سے انھوں نے اس حدیث کو اپنی کتاب: ''التعريف والأخبار بتخريج أحاديث الاختيار'' میں نقل کیا ہے۔ ان کی وفات ۸۷۹ھ میں ہوئی ہے۔ علامہ ابن قطلوبغاؒ کا کلام ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخہ کے ورق ۲۷ ب میں موجود ہے۔ یہ نسخہ مکتبہ فیض اللہ استنبول رقم ۲۹۲ میں موجود ہے۔ علامہ قاسم بن قطلوبغاؒ اس حدیث کو سند اور متن کے لحاظ سے تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''یہ سند جید ہے''۔ بلکہ ان کے کلام کا سیاق اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ انھوں نے اس سے پہلے ابن خزیمہ (رقم ۴۷۹) کی روایت کو ذکر کیا ہے جس میں ''علیٰ صدرہ'' کے الفاظ ہیں۔ علامہؒ نے اس روایت کو اسی مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت سے معلول بتلایا ہے۔

۴ یہ زیادت علامہ محمد عابد سندھیؒ کے نسخہ ''التعريف والأخبار'' ۲۳ ب میں بھی موجود ہے۔ یہ نسخہ ''طوب قپوسرای'' میں موجود ہے۔ علامہ محمد عابد سندھیؒ کا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مصنف ابن ابی شیبہ کا بھی نسخہ ہے، جس کی رمز "ع" میں نے مقرر کی ہے۔ اسی لیے انھوں نے اپنی کتاب "طوالع الانوار علی الدر المختار" کے "ج ا ص ۶۲۰ آ" جو "النسخة الأزہریة" میں فرمایا ہے:

اس حدیث سے احتجاج اور دلیل پکڑنے میں کسی کو بھی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے، جس کو ابن ابی شیبہ نے "مصنف" میں تخریج کیا ہے:

حدثنا وکیع، عن موسی بن عمیر، عن علقمه بن وائل بن حجرٍ، عن أبیه قال: رأیت النبی ﷺ وضع یمینه علی شماله تحت السرة۔

ترجمہ حضرت علقمہ بن وائلؒ اپنے والد یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ نماز میں آپ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوتے ہیں۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔

۵ لہٰذا ان لوگوں کے شور وشغب اور تہمت بازی کی طرف ہرگز کان نہیں دھرنے چاہیے جو علماء کرام کی قدر وقیمت کو نہیں پہچانتے، اور نہ اس پر راضی ہوتے ہیں جو ان کا مسلک اور ان کی خصلت وعادات میں سے نہیں ہے!! یہاں تک بعض لوگ اخباروں میں بھی اس کو شائع کر رہے ہیں، جیسا کہ تو اس بات کو "زوابع فی وجه السنة قدیما وحدیثا" ص ۲۵۱، اور جریدة المدینة المنورة ۱۰/۵/۱۴۱۰ھ العدد ۲۸۴۵، وغیرہ میں دیکھ سکتا ہے۔

۶ جس شخص نے اس حدیث کو ان چار نسخوں "خ، ظ، ن، ش" سے نقل کیا ہے، جن میں یہ حدیث نہیں ہے، وہ اس زیادت کے ان نسخوں میں عدم اثبات کی وجہ سے معذور کہے جاسکتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ اس حدیث کے وجود کی نفی کرنے میں معذور نہیں ہیں۔ اور جن لوگوں نے اس حدیث کو ان دونوں نسخوں سے نقل کیا ہے جن میں یہ حدیث موجود ہے، تو وہ اس ثبوت کے ماننے میں معذور ہیں بلکہ ان کے لیے یہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

بات واجب ہے۔ اور اس کا حذف کرنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ان کو کسی کے لعن طعن اور دشنام طرازی کی کیا پرواہ؟!!

۷ پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے: یہ بھی ممکن ہے کہ جملہ "تحت السرۃ" حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حصہ ہی نہ ہو بلکہ یہ جملہ حضرت ابراہیم نخعیؒ جو اس حدیث کے بعد ہے، اس کا حصہ ہو:

حدثنا وکیع، عن ربیع، عن أبی معشر، عن ابراہیم قال: یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلاۃ تحت السرۃ۔

ترجمہ: مشہور فقیہ ومحدث حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: "نمازی اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے"۔

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ یہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کا اثر نسخہ "ت" (نسخۃ الشیخ محمد مرتضی الزبیدی رحمہ اللہ) سے ساقط بھی ہے۔ پس کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اثر کا یہ جملہ باقی رہ گیا ہو اور حضرت وائلؓ کی حدیث سے متصل ہو گیا ہو؟!

جواب: یہ سب خود ساختہ ظن ووہم اور شک وشبہات ہی ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ اور اسلام کے دشمنوں کو خوش کرنے والی بات ہے۔ اگر ایسے شکوک وشبہات کے دروازے کھول دیئے جائیں تو ہمارے دین اسلام کے مصادر میں سے کچھ بھی بچ نہ پائے گا! اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ پھر ہم اس کے ثبوت کے بارے میں کیا کریں کیونکہ یہ دونوں احادیث (حدیث حضرت وائلؓ اور اثر حضرت ابراہیم نخعیؒ) شیخ محمد عابد سندھیؒ کے نسخہ میں موجود ہیں اور ان دونوں احادیث کے آخر میں جملہ: "تحت السرۃ" موجود ہے؟!!!! اس کے ساتھ علم، اثبات اور حجت بھی ہے۔ تو پھر نانی کے ساتھ کیا ہے؟!

۸ لہٰذا ان دونوں میں تو "تحت السرۃ" کا جملہ ثابت ہے ہی۔ ان کے ساتھ تین اور نسخوں کو بھی شامل کرنا چاہیے:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۱ پہلا نسخہ شیخ قاسم بن قطلو بغاؒ کا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ نسخہ وہی ہو جو نسخہ "ت" (نسخة الشیخ محمد مرتضی الزبیدی ﷺ) ہے۔

۲ شیخ عبدالقادر بن ابی بکر صدیقی ؒ مفتی مکہ معظمہ کا نسخہ۔

۳ علامہ محمد اکرم سندھیؒ (نصر پوری) کا نسخہ۔

ان تینوں نسخوں سے حضرت مخدوم شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھویؒ نے اپنے رسالہ: ترصیع الدرة علی درہم الصرة (ص ۸۴) میں نقل کیا ہے۔

۹ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے میں کہتا ہوں: مصنف ابن ابی شیبہ کی طبع ہند جو پہلی بار چھپا تھا، میں "تحت السرة" کا جملہ نہیں تھا۔ پھر جب ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراچی نے ۱۴۰۶ھ میں اس کی نقل لے کر چھاپنے کا ارادہ کیا، تو اس ادارہ کے بانی فضیلت الشیخ نور احمدؒ نے اس بات کا ارادہ کیا کہ اس کتاب کے طبع اول میں جو اغلاط ونقائص رہ گئے تھے۔ ان کی تلافی کردی جائے۔ اور اس کتاب میں جو طباعت کی بڑی بڑی غلطیاں اور نقائص رہ گئے تھے، ان کی تنقیح کردی جائے۔ لہٰذا اس کی پہلی طباعت کی نقائص کا سدباب چوتھی جلد سے شروع کردیا گیا۔

۱۰ باقی رہیں اس کی اغلاط: تو حضرت شیخ نور احمدؒ کی زبان سے یہ جملے میں نے سنے ہیں جب کہ میں مسجد نبوی میں چل رہا تھا کہ اس (حضرت شیخ نور احمدؒ) نے کراچی کے بعض اہل علم کو اس کتاب کی تصحیح کی ذمہ داری سونپی تھی۔ تو ان اہل علم نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ تو ان کی طباعت کی تصحیح کردہ اغلاط کی تعداد تقریباً آٹھ ہزار تک جا پہنچی۔

۱۱ اسی دوران حضرت شیخ نور احمدؒ نے مجھے حضرت شیخ محمد ہاشم سندھیؒ اور حضرت شیخ محمد حیات سندھیؒ کے درمیان ہونے والے علمی بحث ومباحثہ کا بھی ذکر کیا جو ان کے درمیان نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کے بارے میں ہوا تھا۔ جس کے نتیجہ میں پانچ رسالے لکھے گئے جو بعد میں اسی ادارہ نے طبع بھی کیے ہیں۔ ان میں سے حضرت شیخ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

محمد ہاشم سندھیؒ کا رسالہ: ترصیع الدرۃ علی درہم الصرۃ بھی ہے۔ اس رسالہ میں حضرت شیخ محمد ہاشم سندھیؒ نے "تحت السرۃ" کے الفاظ بھی تین مخطوطوں سے نقل کیے ہیں جو انھوں نے بذات خود دیکھے تھے۔ اور ان تینوں نسخوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

۱۲ لہٰذا ادارۃ القرآن کے مالک شیخ نور احمدؒ کو "تحت السرۃ" کے الفاظ کی صحت کا اطمینان حاصل ہو گیا تھا جو اس کتاب کے طبع ہند میں رہ گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ طبع ان الفاظ کی ثقاہت سے خالی تھی۔ اس طبع میں تین مصدقہ اور ثقہ مخطوطوں کے حصول کی وجہ سے یہ الفاظ شامل کیے گئے ہیں۔ اس کی وجہ ہرگز یہ نہیں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے اوپر جھوٹ منسوب کرنے کی جرأت کی جائے یا اپنے مذہب کی نصرت و تائید کرنے کے لیے نصوص میں چھیڑ چھاڑ کی جائے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ نہ اس بارے میں مخالفین کی باتوں میں کوئی صداقت ہے۔ واللہ سبحانہ ہو الحسیب، وہو الرقیب العلیم بالنیات۔

محدث عابد سندھیؒ کے نسخے کی اہمیت

شیخ عابد سندھیؒ کے نسخے کی اہمیت کیا ہے؟ اس کا اندازہ دیگر محققین کی تحقیق سے بخوبی ہوتا ہے۔ شیخ عابد سندھیؒ کے نزدیک بھی اس نسخہ کی حیثیت مسلمہ ہے۔

شیخ محمد عابد سندھیؒ نے اس نسخہ سے اپنی دیگر کتابوں میں بھی استدلال کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ عابد سندھی کے نزدیک بھی اس نسخہ کی اہمیت تھی۔ علامہ عابد سندھی اپنی معرکتہ آراء کتاب طوالع الانوار علی الدر المختار میں اس حدیث کے بارے لکھتے ہیں۔

"حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلاۃ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

تحت السرة ورجاله كلهم ثقات أثبات۔"

(طوالع الانوار ۱/ ۶۲۰ قلمی نسخہ الازہریہ)

جب صاحب نسخہ کو اس پر اعتماد ہے تو اس پر کسی کا اعتراض قابل سماعت نہیں ہو سکتا چاہے وہ کتنا ہی بڑا محقق کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نسخہ کے بارے میں جتنا علم صاحب نسخہ کو ہوتا ہے، دوسروں کو اتنا علم نہیں ہوتا۔ اصول ہے کہ جاننے والے کو نہ جاننے والے پر فوقیت ہوتی ہے۔

نوٹ۔ علامہ عابد سندھیؒ نے مصنف ابن ابی شیبۃ کی کتابت ۱۲۲۹ھ میں کروائی جبکہ انہوں نے اپنی دوسری کتاب طوالع الانوار کی تالیف ۱۲۴۳ھ میں شروع کی اور ۱۲۵۱ھ میں مکمل ہوئی لہٰذا معلوم ہوا کہ طوالع الانوار محدث علامہ عابد سندھی کی متاخر کتابوں سے ہے اور اس کی کتابت اور تالیف مصنف ابن ابی شیبۃ کی کتابت کے بعد ہوئی ہے۔ شیخ محمد عابد سندھیؒ کا اپنی متاخر کتاب طوالع الانوار میں اس حدیث کو مصنف ابن ابی شیبۃ کے حوالے سے نقل کرنا مصنف ابن ابی شیبۃ کے اس نسخہ کی اہمیت مزید مسلم کر دیتی ہے۔ طوالع الانوار قلمی مخطوطہ کا عکس ملاحظہ کریں۔

نکتہ۔ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر اعتماد مفید ہے کیونکہ علامہ عابد سندھی احادیث کے نسخوں کی کتابت انتہائی محدثانہ طریق پر کرواتے تھے۔ جس کا اندازہ ان کی صحاح ستہ کی کتابوں کا ایک جلد میں نقل کرنا اور ان نسخوں کا تقابل کرنا شامل ہے۔ علامہ عابد سندھی نے اپنے لیے صحاح ستہ (جس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور موطاء امام مالک) کو ایک جلد میں نقل کیا اور اس جلد کے کل ۵۷۵ لوحات ہیں۔ اس جلد میں انہوں نے جو تقابل کیا وہ حسب ذیل ہے۔ اس نسخہ کی کتابت ۱۱ رمضان ۱۲۲۱ھ کو مکمل ہوئی۔

۱۔ شیخ عابد سندھی نے موطاء امام مالک کا تقابل ۲۲ رمضان ۱۲۲۱ھ کو مکمل کیا۔
۲۔ صحیح مسلم کا آخری نصف ۲۴ شوال ۱۲۲۱ میں تقابل مکمل کیا۔
۳۔ صحیح نسائی کا تقابل ۱۰ ذی القعدہ ۱۲۲۱ھ کو مکمل کیا۔
۴۔ جامع ترمذی کا تقابل ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۲۱ھ کو مکمل کیا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۵۔ سنن ابوداؤد کا تقابل صفر ۱۲۲۲ھ کو مکمل کیا۔

۶۔ صحیح مسلم کا پہلا نصف ۱۲ ربیع الاول ۱۲۲۲ھ کو مکمل کیا۔

۷۔ صحیح بخاری کا تقابل ۴ ربیع الثانی ۱۲۲۲ھ کو مکمل کیا۔

اس طرح اس مجموعہ کا تقابل ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۲۱ھ کو شروع ہوا اور ۴ ربیع الثانی ۱۲۲۱ھ کو مکمل ہوا۔ علامہ عابد سندھیؒ کے اس محدثانہ طریق اور نسخوں کے تقابل کا احتیاط یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کے مصنف ابن ابی شیبۃ کے نسخہ پر بھی مکمل طور پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اس پر کسی قسم کا اعتراض فضول اور باطل ہے۔

طوالع الانوار کے قلمی نسخہ کا عکس

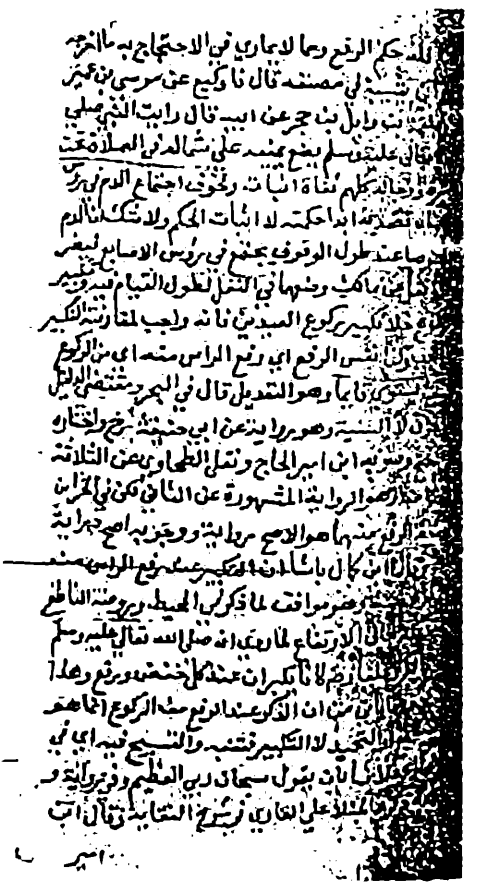

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

رشد اللہ راشدی صاحب کا نسخہ علامہ عابد سندھیؒ پر اعتماد

غیر مقلدین کے مسلمہ اکابر سید رشد اللہ شاہ راشدی صاحب بھی علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ (مصنف ابن ابی شیبۃ) کے قابل اعتماد ہونے کے قائل ہیں۔ لہٰذا پیر محب اللہ شاہ راشدی کے لائبریری میں مصنف ابن ابی شیبۃ کا جو نسخہ اب بھی موجود ہے اور غیر مقلدین حضرات اپنی تحریروں اور مناظروں میں اس مخطوطے کو بڑی شان سے پیش کرتے ہیں۔ علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب اس مصنف ابن ابی شیبۃ کے نسخہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

'وعلیہ نسختی للمصنف المنقولۃ من نسخۃ المصنف للشیخ محمد عابد سندھی للوجود فی مکتبۃ المحمودیہ الواقعۃ فی المدینۃ المنورہ'۔ (درج الدرر فی الایدی علی الصدر ص ۶۲ قلمی)

ترجمہ: یہ نسخہ شیخ محمد عابد سندھی کے نسخہ سے نقل کیا گیا۔ ان کا نسخہ اس وقت بھی مکتبہ محمودیہ مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

جب مکتبہ راشدیہ میں موجود قلمی نسخہ کو صاحب نسخہ رشد اللہ شاہ راشدیؒ صاحب نے علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ سے نقل کیا اور اس پر کلیتاً اعتماد کیا تو پھر موجود و غیر مقلدین حضرات خصوصاً ارشاد الحق اثری صاحب کا علامہ عابد سندھیؒ کے نسخے پر اعتماد کیوں نہیں؟ غیر مقلدین حضرات کے مسلمہ اکابر علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب محدث علامہ عابد سندھیؒ کے دور کے نزدیکی شخصیت ہیں اور ان کو علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ کی اہمیت کے بارے میں آجکل کے محققین سے زیادہ علم ہوگا۔ معلوم ہوا کہ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر اعتماد ان کے اکابر کو بھی ہے۔ لہٰذا اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اگر انکار کرنا ہے تو پھر مکتبہ راشدیہ سندھ کے مخطوطہ کا انکار کیجئے (کیونکہ یہ نسخہ علامہ عابد سندھی کے نسخے سے نقل کیا ہے۔ جب اصل صحیح نہیں تو نقل کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔) حالانکہ اب تک ارشاد الحق اثری صاحب اور دیگر غیر مقلدین حضرات اس نسخہ کا دفاع کرتے ہیں لہٰذا اثری صاحب کا اعتراض غلط ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

عرب محققین کے اعتراض کا تحقیق جائزہ

علامہ عابد سندھی کے نسخہ پر عرب محققین حمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم اللحیدان نے اس نسخہ کے بارے میں لکھا ہے کہ۔ "وھی نسخة کاملة و لا بأس بها" یعنی یہ نسخہ کامل اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ تحقیق محمد بن عبداللہ الجمعۃ ۱/۳۶۸ مکتبہ الرشد طبع ۲۰۰۶ء) مگر اس کے بعد لکھتے ہیں۔ لو لا ما فیها من التصحیفات و السقط الکثیر الذی یعادل عدة أسانید فی مکان الواحد أحیناً یعنی اگر اس میں جو تصحیفات ہیں وہ نہ ہوتیں اور بعض اوقات سقط کثیر نہ ہوتا جو کئی سندوں کو ایک مکان پر ملا دیتا ہے۔

رہی بات عرب محققین احمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم کے اعتراض کی تو اس اعتراض کی بنیاد صرف اور صرف مسلکی تعصب پر مبنی ہے۔ کیونکہ عرب محققین احمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم نے ۱/۳۶۸ کے حاشیہ میں علامہ عابد سندھی کو نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کے حوالے سے متعصب حنفی لکھا ہے۔ جو کہ ان عرب محققین کی نیت کو واضح کر دیتے ہیں اور اس تعصب کی وجہ سے ان کے اعتراض کو مشکوک کر دیتا ہے اور جسکے بعد انکے اعتراض کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ جب مکتبہ محمودیہ کے عابد سندھی کا نسخہ غیر مقلدین کے اکابر جناب رشد اللہ شاہ راشدی صاحب کو تسلیم ہے تو ارشاد الحق اثری صاحب اس کو ماننے سے انکار کیوں کرتے ہیں؟ اُمید ہے کہ اثری صاحب ان اکابرین کی تحقیق سے انکار نہیں کریں گے اور اپنے قول سے رجوع کریں گے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

علامہ عابد سندھی کے مصنف ابن ابی شیبۃ کے نسخہ کا عکس

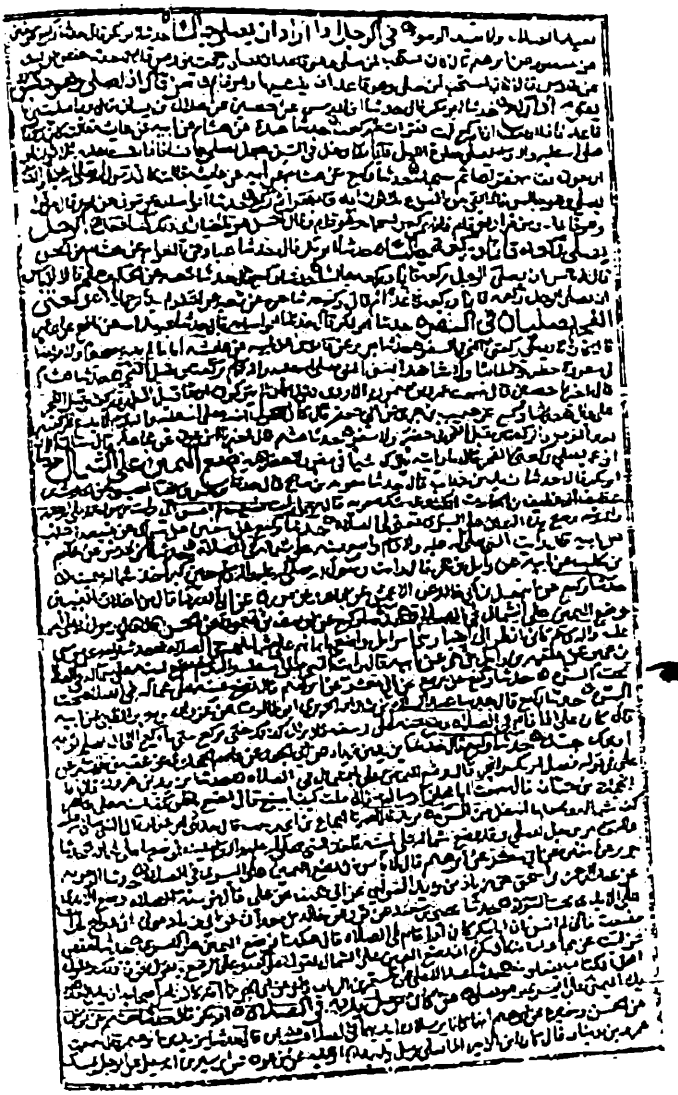

اعتراض نمبر ۲۔ اثری صاحب اپنے تنقیدی مضمون ص ۱۳ پر اعتراض کرتے ہیں: "یہ نسخہ قابل اعتماد کیوں نہیں؟ اس کا اشارہ بھی شیخ محمد عوامہ نے خود کر دیا کہ "لیست بخطہ" یہ شیخ محمد عابد سندھی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں بلکہ انھوں نے اسے محسن بن محسن الزراقی سے ۱۲۲۹ھ میں لکھوایا تھا شیخ سندھی نے اس کی ابتداء میں صرف اس کے ابواب کی فہرست لکھی ہے۔ اس نسخہ کا تقابل اصل نسخہ سے ہوا؟ اور جس اصل سے شیخ سندھی کے لیے نقل کیا اس کی استنادی پوزیشن کیا ہے؟ یہ تفصیل بھی شیخ محمد عوامہ نے نہیں لکھی"۔

جواب نمبر ۱۔ ارشاد الحق اثری صاحب جو اعتراض اس نسخہ پر کر رہے ہیں شاید انہیں بھی یہ معلوم نہیں کہ وہ اعتراض کر کیا رہے ہیں؟ صرف مسلکی تفاوت میں اعتراض پر اعتراض کرنا کوئی تحقیقی کام نہیں ہے۔ ارشاد الحق اثری صاحب نے علامہ عابد سندھیؒ کے قلمی نسخہ کا بغور مطالعہ نہیں فرمایا۔ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ میں ہر حدیث اور اثر کے بعد ایک گول دائرہ ہے اور ہر گول دائرہ میں نقطہ لگا ہوا ہے۔ اس طریقہ کار سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ کے تقابل دوسرے اصل نسخہ سے تقابل ہوا ہے۔ جس سے اس نسخہ کی محدثانہ اہمیت کا اندازہ باآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ تقابلی نسخے کی اہمیت کے بارے میں حافظ ابن کثیر کی کتاب اختصار علوم الحدیث ص ۱۳۰ اور خطیب بغدادی کی کتاب الجامع فی الاخلاق و آداب السامع ۲/۳۷ ۳۱ کا مطالعہ مفید ہے۔

☆ کسی نسخے کا صاحب نسخہ کے ہاتھ سے نہ لکھا جانا کوئی قابل التفات اعتراض نہیں ہے۔

☆ رہا ارشاد الحق اثری صاحب کا یہ اعتراض کہ جس اصل سے شیخ سندھی کے لیے نقل کیا اس کی استنادی پوزیشن کیا ہے؟ یہ اعتراض بھی مکمل ناآگاہی پر مشتمل ہے۔ ارشاد الحق اثری صاحب کو شاید یہ معلوم نہیں کہ مصنف ابن ابی شیبۃ کے کسی بھی ایک نسخہ میں یہ شرائط موجود نہیں ہیں اور میسر نسخوں میں کسی نسخے کی استنادی پوزیشن معلوم نہیں ہے۔ اثری صاحب کو صرف علامہ عابد سندھیؒ کے نسخے پر اعتراض کیوں؟ کیا یہ مسلکی حمایت کا شاخسانہ نہیں؟ کیا یہ علمی بددیانتی نہیں کہ محقق مسلمہ اصولوں سے صرف نظر کیا جائے اور صرف اپنے مطلب کا اصول سامنے لایا جائے۔ شیخ محمد

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

عوامہ سے کئی سو سال پہلے علماء احناف (محدث قاسم بن قطلو بغا، علامہ ہاشم سندھی، علامہ قائم سندھی اور علامہ عابد سندھی) نے ان نسخوں کے جانب توجہ مبذول کروائی ہے۔ لہٰذا احناف کا دعویٰ صرف شیخ محمد عوامہ کی تحقیق پر ہی مبنی نہیں بلکہ بہت سارے دیگر دلائل اور نسخوں کی بنیاد پر ہے۔

اعتراض ۳۔ ارشاد الحق اثری صاحب اپنے تنقیدی مضمون ص ۱۳ پر لکھتے ہیں۔

"رہا دوسرا نسخہ جو شیخ محمد مرتضیٰ الزبیدی حنفی کا ہے۔ اس نسخہ کے بارے میں بھی فرمایا گیا ہے کہ "ولا عتماد علیھا مفید" اس پر اعتماد مفید ہے۔ گویا اس پر بھی اعتماد یقینی نہیں۔ اعتماد کی گنجائش نہیں ہے"۔

جواب۔ ارشاد الحق اثری صاحب کا یہ اعتراض بھی دلائل کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔ ہم یہ پہلے کافی تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ شیخ محمد عوامہ نے ۲ مقامات پر اس بات کی وضاحت کی ہے کہ انہیں انفرادی طور پر کسی نسخے پر اعتماد نہیں ہے۔ کیونکہ ان نسخوں میں کوئی نسخہ اصل نہیں ہے۔ جب ایک محقق نے کتاب کی تحقیق کی ابتداء میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ اسے کسی بھی نسخہ پر اعتماد نہیں ہے پھر اس کی بے عمل تحریر پر پورے مضمون کا دارومدار رکھنا علمی میدان میں کوئی وزن نہیں رکھتا ہے۔ ارشاد الحق اثری صاحب نے اپنے مضمون کا دارومدار شیخ محمد عوامہ کی تحریر کی جزء یات پر رکھا ہے۔ یہاں پر یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ علامہ مرتضیٰ زبیدی کا نسخہ میسر قلمی نسخوں میں قدیم نسخہ شمار ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل انشاء اللہ اپنے مقام پر بیان ہوگی۔ علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کا نسخہ اصل نسخہ سے تقابل شدہ نسخہ ہے اور اگر کسی مقام پر کوئی غلطی تھی تو اس کی اصلاح حاشیہ میں بھی کر دی گئی تھی۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۳۶۲ بتحقیق حمد بن عبد اللہ۔

علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے قلمی نسخہ میں بھی تحت السرۃ کے الفاظ موجود ہیں۔ جس سے دعویٰ کو مزید تقویت اور مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔ دیکھئے علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے قلمی نسخہ کا عکس۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

علامہ زبیدیؒ کے قلمی نسخہ کا عکس

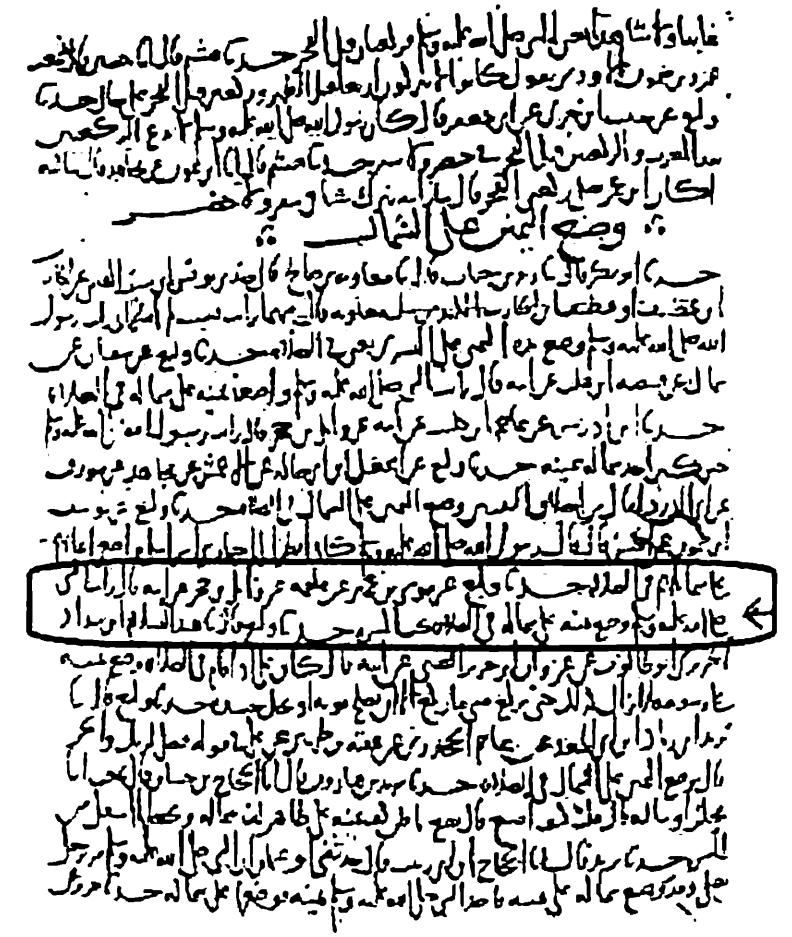

اعتراض نمبر ۴۔ ارشاد الحق اثری صاحب اپنے مضمون ص ۱۶ پر لکھتے ہیں

"مگر اس نسخہ (شیخ مرتضیٰ زبیدی) میں بھی دینی نقص ہے جس کی طرف علامہ محمد حیات سندھی نے فتح الغفور میں اشارہ کیا ہے کاتب کی صرف نظر اثر نخعی میں "تحت السرۃ" کے الفاظ مرفوع روایت کے ساتھ لکھ دیے گئے ہیں اور درمیان میں اثر کے الفاظ مع سند ساقط ہو گئے ہیں"

جواب۔ ارشاد الحق اثری صاحب کا یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اعتراض صرف احتمال پر مبنی ہے۔

علامہ حیات سندھیؒ کے شاگرد عزیز اور تلمیذ علامہ قائم سندھیؒ اپنی کتاب فوز الکرام میں لکھتے ہیں۔ "او سهو من الكاتب" فوز الکرام قلمی ص ۶۴۔

علامہ قائم سندھی اثر نخعیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ مگر وہ اس کے قائل نہیں کہ تحت السرۃ کے لفظ مرفوع روایت کے ساتھ لکھ دیئے گئے ہیں۔ علامہ قائم سندھیؒ نے فوز الکرام قلمی ص ۴۶ پر یہ وضاحت کی ہے کہ مرفوع روایت کے ساتھ تحت السرۃ کے الفاظ ثابت ہیں۔ مگر اثر نخعیؒ مع تحت السرۃ کے الفاظ شاید کاتب کی غلطی سے رہ گئے۔ لہٰذا انہوں نے علامہ حیات سندھی کے اس احتمال (کہ تحت السرۃ کے الفاظ اثر نخعی سے ہٹ کر مرفوع حدیث کے ساتھ لکھ دیے گئے) کی نفی اور رد کیا ہے۔

جب علامہ حیات سندھیؒ کے شاگرد علامہ قائم سندھیؒ نے اس اعتراض کا جواب کئی سو سال پہلے دے دیا تھا تو ارشاد الحق اثری صاحب کا اس اعتراض کو دوبارہ نقل کرنا صحیح نہیں ہے۔ علامہ قائم سندھیؒ کے اس جواب کا دارومدار دلائل پر مبنی ہے۔ کیونکہ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ میں مرفوع اور اثر نخعیؒ دونوں کے ساتھ تحت السرۃ کے الفاظ موجود ہیں۔ جس سے علامہ قائم سندھیؒ کے جواب کو تقویت حاصل ہوتی ہے (کہ اثر نخعی بمع تحت السرۃ کے لفظ کے ساتھ شاید کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے) لہٰذا صرف اثر نخعیؒ کے ساقط ہونے سے پورے کا پورا نسخہ ناقابل اعتبار کیسے ہو سکتا ہے۔

اعتراض نمبر ۵۔ اثری صاحب اپنے مضمون ص ۱۷ پر لکھتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

"ہم حیران ہیں کہ جس نسخہ کو شیخ محمد عوامہ نے خود ناقابل اعتماد قرار دیا اس پر اعتماد کیسا؟ اور اس کے مقابلے میں جن چار نسخوں میں زیادت نہیں ان پر عدم اعتماد کیوں کر۔؟ حالانکہ ان نسخوں میں ایک نسخہ وہ ہے جس کے بارے میں خود شیخ محمد عوامہ نے فرمایا ہے۔ ھی اقدم نسخۃ وقفت علیھا۔ کہ یہ نسخہ بھی اصل سے بھی مقابلہ شدہ ہے جس کی علامت انہوں نے خ دی ہے۔ اس سب سے صحیح اور قدیم نسخہ پر اعتماد کیوں نہیں؟ تین مزید نسخوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ان چار نسخوں پر اعتماد نہ ہو جسے خود لا للاعتماد علیھا کہہ کر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہیں اس پر اعتماد کو پھر مذہبی طبیعت کا شاخسانہ نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟"

جواب۔ اثری صاحب ایک بات کو بنیاد بنا کر پورا مضمون تشکیل دے رہے ہیں جو میرے مطالبق صحیح نہیں ہے۔ متعدد بار اثری صاحب نے اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ شیخ محمد عوامہ کو ان نسخوں علامہ عابد سندھی اور شیخ مرتضی زبیدیؒ پر اعتماد نہیں جبکہ یہ واضح ہے کہ شیخ محمد عوامہ نے مصنف ابن ابی شیبۃ ۳/ ۳۲۰ پر ان دنوں نسخوں پر اعتماد کر کے ہی تحت السرۃ کے الفاظ کو ثابت لکھا ہے۔ مگر ارشاد الحق اثری صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ مقدمہ میں شیخ محمد عوامہ نے اس بات کی وضاحت اور تشریح کر دی ہے کہ انکو کسی بھی ایک انفرادی نسخہ پر اعتماد نہیں ہے (تفصیل کے لیے دیکھئے مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/ ۲۷ و ۱/ ۵۱)

ارشاد الحق اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ "جس کی علامت انھوں نے "خ" دی ہے اس سب سے صحیح اور قدیم نسخہ پر اعتماد کیوں نہیں؟" دلائل کی روشنی میں غلط ہے۔ اول تو شیخ محمد عوامہ نے اس نسخہ "خ" کو صحیح نہیں لکھا کیونکہ شیخ محمد عوامہ کو کسی ایک انفرادی نسخہ پر اعتماد نہیں ہے۔ دوسرا یہ نسخہ "خ" قدیم نسخہ بھی نہیں ہے۔ ارشاد الحق اثری اس امر سے بھی غافل رہے ہیں اس مقام پر مناسب ہے کہ مصنف ابن ابی شیبۃ کے مخطوطوں کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تا کہ معلوم ہو سکے کہ قدیم ترین نسخہ کونسا ہے۔

نسخہ الشیخ محمد عابد سندھیؒ (ع) لائبریری مکتبہ محمودیہ مدینہ المنورہ، تاریخ نسخ ۱۲۲۹ھ ہ اشعبان

نسخہ الشیخ محمد مرتضیٰ زبیدی (ت) اس نسخہ کا مقابلہ اصل نسخہ سے ہوا اور حاشیہ پر غلطی کی تصحیح بھی ہیں۔ وھی نسخہ متقنة مقابلة علی أصلها ومصححة الاخطاء فی هوامشها۔ لائبریری مکتبہ دارالکتب الوطنیہ تیونس۔ تاریخ نسخ ۷۴۱ھ

نسخہ پیر جھنڈا (ش) اغلاط و السقط و التحریفان نسخہ میں کافی غلطیاں اور تحریفات ہیں۔ لائبریری پیر جھنڈا، سندھ۔ تاریخ نسخ ۱۳۱۷ھ۔ ۱۳۲۸ھ

نسخہ مکتبہ مرادملا (م) لائبریری مکتبہ مرادملا، ترکی۔ تاریخ نسخ ۱۰۹۴ھ

نسخہ نورعثمانیہ (ن) لائبریری مکتبہ نورعثمانیہ، ترکی تاریخ نسخ ۱۰۸۸ھ

نسخہ الظاھریہ (ظ) یہ نسخہ اول و آخر سے ناقص ہے۔ لائبریری مکتبہ ظاھریہ، دمشق۔ تاریخ نسخ ۷۲۰ھ

نسخہ کوبریلی، خزانیہ (خ) ولو اکتملت هذا اللحظوط، لائبریری مکتبہ کوبریلی۔ ترکی تاریخ نسخ ۹۴۸ھ

نسخہ المکتبہ ظاہریہ (المختصر) لائبریری مکتبہ ظاھیریہ، دمشق تاریخ نسخ ۷۳۵ھ

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہوگیا کہ نسخہ "خ" قدیم نسخوں میں نہیں اس نسخہ کی تاریخ نسخ ۹۴۸ھ ہے۔ اس نسخہ کی تاریخ نسخ ۶۴۸ھ لکھنا غلطی ہے۔ (دیکھئے مکتبہ الرشد کا مطبوعہ نسخہ) جبکہ نسخہ "ت" علامہ مرتضیٰ زبیدی والا نسخہ ۷۴۱ھ کا نسخہ ہے جو قدیم نسخوں میں سے ایک نسخہ ہے اور اس نسخہ کا تقابل بھی اصل نسخہ سے ہوا۔ جس سے اس نسخہ کی اہمیت زیادہ ہے۔ کیا ارشاد الحق اثری صاحب اس قدیم نسخہ "ت" (علامہ مرتضیٰ زبیدی والا نسخہ) کو ماننے کے لیے تیار ہیں۔ ان کے نزدیک کیا چیز ہے جو اس قدیم نسخہ کا اعتبار نہیں کرتے؟

نسخہ "خ" (نسخہ کوبریلی) ۹۴۸ھ میں لکھا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ نسخہ علامہ مرتضیٰ زبیدی کے نسخے کے بعد لکھا گیا اور اس کو قدیم نسخہ کہنا تحقیق کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔ جبکہ مزید ۳ نسخے جو اس نسخہ کی تائید کرتے ہیں (جن کا تذکرہ ارشاد الحق اثری صاحب نے کیا ہے۔) ان میں نسخہ "ن" نورعثمانیہ ۱۰۸۸ھ میں لکھا گیا جو علامہ مرتضیٰ زبیدی کے بعد کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نسخہ "ظ" ظاہریہ ۷۲۰ھ میں لکھا گیا۔ مگر یہ نسخہ اول اور آخر سے ناقص ہے اور تقریباً علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے دور کا نسخہ ہے نسخہ "مش" پیر جھنڈا ۱۳۱۷ھ میں لکھا گیا۔ اس نسخے میں کافی غلطیاں اور تحریفات ہیں اور یہ نسخہ بقول صاحب نسخہ علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب علامہ عابد سندھیؒ کے نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔

یہ تمام ۳ نسخے (جن کو اثری صاحب مانتے ہیں) یا تو ناقص ہیں یا علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے بعد کے لکھے ہوئے ہیں۔ جب کہ ہم ان نسخوں کے انکار کے بھی قائل نہیں ہیں۔ میری تحقیق میں یہ سب اختلاف نسخ پر مبنی ہے۔ میرے خیال میں کسی نسخہ کا انکار صحیح نہیں کیونکہ ان سب نسخوں میں اختلاف صرف صاحب کتاب کے شاگرد اور پھر ان کے شاگردوں کے شاگرد کا اس کتاب کو روایت کرنا ہے لہٰذا احناف پر تحریف کا الزام ایک قبیح فعل ہے۔

نوٹ کسی ایک ادارے کی غفلت یا گڑبڑ کرنے کا الزام سارے احناف کو دینا صحیح نہیں ہے۔

ان تمام نسخوں کی تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ مرتضیٰ زبیدی کا نسخہ ان تمام نسخوں سے تقریباً قدیم نسخہ ہے اور اصل نسخہ سے تقابل شدہ ہے لہٰذا اس پر عدم اطمینان غلط ہے۔ علامہ مرتضیٰ زبیدی کے نسخے کا عکس ملاحظہ کریں۔

اعتراض نمبر ۶۔ اثری صاحب اپنے مضمون ص ۱۷ پر لکھتے ہیں۔

"یہی نہیں بلکہ مزید تعجب ناک بات یہ ہے کہ ان دو نسخوں (علامہ عابد سندھی اور علامہ زبیدی کے نسخوں) کے علاوہ تین اور نسخے بھی اس زیادت کے موید ہیں۔ حیرت ہے کہ علامہ قاسم کے نسخے کو علامہ زبیدیؒ والا نسخہ قرار دینے کے باوجود اسے ایک اور نسخہ کیوں کر باور کرلیا جاتا ہے۔"

جواب۔ شیخ محمد عوامہ نے مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۳۲۱ حاشیہ پر علامہ عابد سندھیؒ اور علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے نسخوں کی تائید تین اور نسخوں سے کی ہے۔ ان نسخوں میں شامل ہیں۔

۱۔ نسخہ عبد القادر بن ابی بکر الصدیقی مفتی مکۃ المکرمہ

۲۔ نسخہ علامہ محمد اکرم السندھیؒ۔ ۳۔ نسخہ علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ

ارشاد واقع اثری صاحب کا علامہ قاسم بن قطلو بغا کے نسخے کو علامہ زبیدیؒ والا نسخہ قرار دینا غلط

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہے۔ کیونکہ علامہ قائم سندھیؒ نے اپنی کتاب فوز الکرم ص ۴۶ قلمی پر اس بات کی تصریح کی ہے کہ علامہ قاسم بن قطلو بغا کے پاس ۲ نسخے تھے ایک نسخے میں اثر نخعی ساقط تھا جبکہ دوسرے نسخے میں مرفوع روایت اور اثر نخعیؒ دونوں موجود تھے بلکہ ان ۳ نسخوں کے علاوہ ایک اور نسخہ تھا جس کا ذکر علامہ قائم سندھی شاگرد علامہ حیات سندھیؒ نے اپنی کتاب فوز الکرام میں کچھ یوں کیا ہے۔

رأیتها انا بعینی فی بلده تته من بلاد السند ذکر فیها حدیث وائل بن حجر باربعة زیادة تحت السرة کما نقله قاسم و ذکر اثر النخعی فیه بعده باربعة احادیث و ثبت هذا الزیادة فی نسخه ثانیه فی الحدیث والاثر... الخ۔ (فوز الکرام ص ۴۶ قلمی)

مفہوم ۔علامہ قائم سندھیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے علاقہ ٹھٹھہ سندھ میں خود ایک ایسا نسخہ دیکھا جس میں حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کے بعد تحت السرۃ کی زیادہ موجود تھی جس طرح شیخ قاسم نے کہا اور اس نسخہ میں ابراہیم نخعیؒ کے اثر کے بعد چار احادیث اور اثر ہیں اور یہ زیادت تحت السرۃ اس نسخے میں ثابت ہے۔

علامہ قائم سندھیؒ کی تحقیق سے معلوم ہوا ان تمام نسخوں کے علاوہ ایک اور نسخہ ٹھٹھہ سندھ میں موجود ہے جس کو علامہ قائم سندھی نے خود دیکھا۔ اس نسخہ میں مرفوع حدیث کے بعد تحت السرۃ کے الفاظ ہونے میں کوئی شک وشبہ رہ نہیں جاتا۔ مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہو گیا کہ علامہ عابد سندھیؒ اور علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے علاوہ ۴ اور قلمی نسخے ہیں جس میں تحت السرۃ کے الفاظ مرفوع حدیث کے بعد موجود ہیں۔

۱۔ نسخہ علامہ عبد القادر بن ابی بکر الصدیقیؒ (کما ذکرہ علامہ ہاشم سندھیؒ)
۲۔ نسخہ علامہ محمد اکرم سندھیؒ
۳۔ نسخہ ٹھٹھہ سندھ (کما ذکرہ علامہ قائم سندھی فی فوز الکرام ص ۴۶ قلمی)
۴۔ نسخہ علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ

معلوم ہوا کہ کل ۵ قلمی نسخے ہیں جس میں تحت السرۃ کی زیادت موجود ہے۔ فتبصر ارشاد الحق

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اثری صاحب کا تحت السرۃ کے الفاظ مرفوع روایت میں موجود ہونے پر اعتراض باطل ہے۔ تحت السرۃ کے الفاظ کی زیادتی تو غیر مقلدین حضرات کے اکابر کو بھی قبول ہے۔

رشد اللہ شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں۔

فاعلم انه مسلم عند الطرفين ان فی بعض نسخ المصنف حديث وائل المبعوث فيه موجود مع تحت السرة ولا بعضها هذا الزيادة غير موجودة۔ (درج الدرر، ص ۶۲ قلمی)

ترجمہ۔ طرفین کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ مصنف ابن ابی شیبۃ کے کسی نسخے میں زیر بحث حدیث کے آخر میں تحت السرۃ کے الفاظ ہیں اور کسی نسخہ میں مذکورہ حدیث کے آخر میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب کے نزدیک تحت السرۃ کے زیادت بعض نسخوں میں ثابت ہے تو ارشاد الحق صاحب کا انکار کیوں؟ جبکہ کسی نسخے میں اثر نخعیؒ کا نہ ہونا صرف اور صرف کاتب کی غلطی ہے جبکہ اثر نخعیؒ کے ساقط ہونے سے پورے نسخے پر عدم اعتماد باطل اور اصولوں سے انحراف ہے۔

اعتراض نمبر ۷۔ ارشاد الحق اثری صاحب اپنے تنقیدی مضمون ص ۲۰ پر لکھتے ہیں۔

"مکتبہ راشدیہ کا یہ نسخہ راقم نے ایک سے زائد مرتبہ دیکھا اور اس سے استفادہ کیا اور اسی متعلقہ روایت کے حوالے سے دیکھنے کا اتفاق ہوا جس میں مرفوع اور روایت کے ساتھ تحت السرۃ کے الفاظ قطعاً نہیں۔ یہی بات اس نسخہ کے حوالے سے مولانا حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب نے اپنے رسالہ "نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں" کے ص ۴۷ پر حلفاً کہی کہ اس نسخے میں مرفوع روایت کے ساتھ تحت السرۃ کے الفاظ بالکل نہیں ہیں بلکہ انھوں نے حضرت سید محب اللہ شاہ راشدی صاحب کا وضاحتی بیان بھی ذکر کیا ہے کہ اس نسخہ میں یہ الفاظ نہیں ہیں جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بصارت عطا فرمائی ہے وہ آج بھی مکتبہ راشدیہ میں اس نسخہ کو دیکھ کر تسلی کر سکتا ہے۔ شیخ محمد عوامہ بتائیں کہ کیا یہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

تحریف کی بدترین جسارت نہیں ہے؟ اور کیا یہ سارے کرتب مذہبی حمایت میں روا نہیں رکھے جا رہے؟"

جواب۔ قابل غور بلکہ حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ عرصہ دراز سے یہ بات موضوع بحث بنی ہوئی ہے اور غیر مقلدین حضرات کا کہنا تھا کہ مصنف ابن ابی شیبۃ میں لفظ تحت السرۃ موجود نہیں اور ان الفاظ کا اضافہ تحریف کے ذریعے کیا ہے۔ ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تحت السرۃ کا اضافہ احناف نے تحریف کے ذریعے نہیں بلکہ متعدد نسخوں کی بنا پر کیا ہے۔ کسی بھی اشاعتی ادارے کی غلط کاروائی سے علماء کرام دستبردار ہیں۔ اس مضمون کے لکھنے سے پہلے کئی کتابیں (جن میں زبیر علیزئی غیر مقلد بھی شامل ہیں) زیر مطالعہ رہی ہیں۔ غیر مقلدین حضرات تحت السرۃ کے الفاظ کی زیادتی میں تحریف ثابت کرنے کے لیے مکتبہ راشدیہ سندھ میں موجود مصنف ابن ابی شیبۃ کے قلمی نسخے کا حوالہ دیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ اس نسخے میں مرفوع حدیث کے بعد تحت السرۃ کے الفاظ موجود نہیں ہیں لہٰذا غیر مقلدین حضرات کو اس نسخے پر کافی اعتماد ہے۔ اس نسخے میں کتنی غلطیاں اور تحریفات ہیں اسکا جائزہ لینے کے لیے ایک علیحدہ مضمون مرتب کرنا پڑے گا مگر فی الحال زیر بحث موضوع پر رہنا ہی مناسب ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ کا نسخہ جو مکتبہ راشدیہ سندھ میں ہے خود صاحب نسخہ پیر علامہ راشد شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں۔

"نسختی للمصنف المنقولة من نسخة المصنف للشیخ محمد عابد سندھی الموجود فی المکتبة المحمودیة الواقعة فی المدینة المنورہ"

ترجمہ۔ یہ نسخہ شیخ محمد عابد سندھی کے نسخہ سے نقل کیا گیا۔ ان کا نسخہ اس وقت بھی مکتبہ محمودیہ مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

اس نسخے کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا آغاز شیخ فتح محمد نظامانی نے ۱۳۱۷ھ میں اپنے قلم سے السید ابو تراب رشد اللہ شاہ راشدی صاحب کے لیے کیا اور ۱۳۲۱ھ کو مکمل کیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مکتبہ راشدیہ میں موجود مصنف ابن ابی شیبۃ کا نسخہ علامہ سندھی کے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نسخے سے نقل کیا گیا ہے (مکتبہ راشدیہ کے مصنف ابن ابی شیبۃ کے قلمی نسخے میں حضرت وائل بن حجرؓ کی مرفوع حدیث کے بعد تحت السرۃ کے الفاظ کی زیادتی نہیں ہے۔ جبکہ علامہ عابد سندھیؒ کے اصل نسخے میں حضرت وائل بن حجرؓ کی مرفوع حدیث کے بعد تحت السرۃ کے الفاظ واضح موجود ہیں) حیرانگی ہے کہ علامہ عابد سندھیؒ کے قلمی نسخے میں تحت السرۃ کے الفاظ موجود ہیں۔ مگر جب غیر مقلدین حضرات اور صاحب نسخہ پیر راشد اللہ شاہ راشدی نے اس نسخے کو نقل کروایا تو تحت السرۃ کے لفظ نقل نہیں کیے۔

میں نے ان دونوں نسخوں کی حقیقت واضح کر دی ہے باقی تحریف کس نے کی ہے؟ نتیجہ اخذ کرنا میں پڑھنے والوں پر چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ میں السید رشد اللہ شاہ راشدی صاحب سے حسن ظن رکھتے ہوئے اس غلطی کو کاتب کے سہو پر محمول کرتا ہوں۔ کیونکہ حسن ظن رکھنا ہی ہمارے سلف صالحین کا طریقہ اور معمول رہا ہے۔ اس گتھی کو سلجھانا تو غیر مقلدین حضرات کا کام ہے کہ نسخہ مکتبہ راشدیہ، سندھ کے نسخہ میں تحت السرۃ کے الفاظ کیوں نہیں ہیں؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ حق کی طرف رجوع کون کون سے غیر مقلدین علماء کرتے ہیں۔ یا تو علامہ عابد سندھیؒ کے نسخے کی اہمیت مان کر تحت السرۃ کے الفاظ کے قائل ہوں اور یا پھر نسخہ مکتبہ راشدیہ، سندھ کا انکار کر دیں۔ اُمید ہے کہ حق کی طرف رجوع ضرور ہوگا۔ صرف مسلکی حمایت میں ایک واضح دلیل کا انکار کرنا خود علماء غیر مقلدین حضرات کے اپنے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔

اس گتھی کو بھی شیخ محمد عوامہ مدظلہ العالی نے ہی سلجھایا ہے کہ اس نسخہ کا اول حصہ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ سے نقل ہی نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ تو مشہور غیر مقلد علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ کے نسخہ سے نقل کیا گیا ہے۔

شیخ محمد عوامہ مدظلہ نے نسخہ پیر جھنڈا کے بارے میں فرمایا ہے:

کتبه العبد الضعیف فتح محمد النظامانی من نسخة أرسلها المولی أبو الطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی صاحب "غایة المقصود شرح أبی داؤد" وغیرها، فی تاریخ ۷ من شهر شعبان المعظم سنة ۱۳۱۷ھ، وقلمه ثخین۔ وینتهی خطه بانتهاء المجلد الثالث عند :

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

باب فی الرجل یغتسل امرأته۔

وفیه ظاهرة غریبة :فی المجلد الثالثة ص۶۴۸ یبدأ کتاب الزکاة، وتبدأ معه بیاضات کثیرة فی الأسانید۔ وتنتهی بانتهاء المجلد ص۷۳۸۔ وکان قبل بذا یظهر فی النسخة بیاض للکلمة بعد الکلمة۔بذه ملاحظة۔

وملاحظة ثانیة :أنه من حدیث رقم(۹۷۸۱) الی حدیث رقم (۱۱۰۹۳)۔وبذا المقدار-وبو یعدل مئة صفحة من المخطوط-قد تکرر عقبه مباشرة بخط رجل آخر سمی نفسه :عنایة الله، وبقلم رفیع۔واستمر الی آخر الکتاب۔وجاء فیه مانصه:

"کان الفراغ من مصنف أبی بکر عبد الله بن محمد بن أبی شیبة العبسی الکوفی۔۔۔۔، ووافق الفراغ من نسخه قُبیل وقت الظهر یوم الأحد فی تاسع شهر ربیع الأول سنة ۱۳۲۸ه من الهجرة النبویة علی صاحبها أکمل الصلوات وأکمل التحیات، وعلی آله وصحبه وسلم تسلیما کثیرا کثیرا"۔

ومما یذکر :أن القسم الأول الذی بو بخط فتح محمد النظامانی لیس ماخوذاً من نسخة الشیخ محمد عابد السندی۔ انما أخِذَ-کما تقدم-من نسخة أرسل بها الشیخ العظیم آبادی، لینسخ عنها۔ ولهذا وقعت مغایرات بین بذه النسخة التی أرمز لها بحرف "ش"، والنسخة التی قبلها وأرمز لها بحرف "ع"۔ ولیست المغایرات قاصرة علی مایمکن الحاقه باختلاف القراءة وتحریف النظر، بل تکون بین زیادة ونقص، کما نبهت الیه فی أماکنه، منها تحت رقم(۸۸۰) سقط أثران معا۔

أما القسم الذی أتمه عنایة الله-وبو القسم الأعظم من "المصنف"-

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

فهو مأخوذ من نسخة الشيخ محمد عابد، كما جاء في تمام كلامه الذي تقدم أوله۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۱، ۳۱ تحقیق شیخ محمد عوامہ)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث جس میں تحت السرۃ کا لفظ ہے، وہ اس نسخہ میں ناقل نے علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ سے نقل ہی نہیں کیا ہے بلکہ وہ تو مشہور غیر مقلد علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ کے نسخہ سے نقل کیا ہے۔ لہٰذا غیر مقلدین کا اس نسخہ کی بنیاد پر تمام نسخوں کو کالعدم قرار دینا کتنا حیران کن اور مضحکہ خیز ہے!!

اعتراض نمبر ۸۔ ارشاد الحق اثری صاحب اپنے مضمون ص ۲۵ پر لکھتے ہیں۔

"محشی (شیخ محمد عوامہ) کے تعصب کا اندازہ کیجئے کہ وہ شیخ محمد ہاشم کا ذکر خیر تو "الشیخ محمد ہاشم السندی" کے الفاظ سے کرتا ہے مگر شیخ محمد حیات کے بارے میں صرف "محمد حیات" لکھتا ہے۔

اثری صاحب مزید لکھتے ہیں۔

"اس کے تعصب کی آگ اس پر سرد نہیں ہوئی بلکہ محمد حیات کے تعارف میں مزید لکھتا ہے "وہ محمد معین ٹھٹھوی شیعہ کا شاگرد تھا..... اس وضاحت سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ "تحت السرۃ" کا اضافہ کرنے والے کس قدر حق و انصاف کے پاسدار ہیں۔ جن کے تعصب کا یہ عالم ہو تو وہ اگر اسے صحیح قرار دیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

جواب۔ اثری صاحب کا پورا مضمون تقریباً شیخ محمد عوامہ کے ارد گرد ہی گھومتا ہے۔ مگر اثری صاحب کا شیخ محمد عوامہ سے بدظنی اچھی بات نہیں ہے کیونکہ شیخ محمد عوامہ نے شیخ محمد حیات اور شیخ محمد ہاشم سندھیؒ دونوں کو "شیخ" کے لقب کے ساتھ "رحمہما اللہ" بھی لکھا ہے۔ (دیکھئے مصنف ۳/ ۳۲۲ بتحقیق شیخ عوامہ حاشیہ)

شیخ عوامہ کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ وہ علامہ معین ٹھٹھوی شیعہ کے شاگرد ہیں۔ یہ بات بھی ثابت ہے کہ علامہ معین السندھی ٹھٹھوی آخری عمر میں مائل بہ تشیع تھے۔ تفصیل کے لیے علامہ عبداللطیف سندھی کی کتاب ذب ذبات الدراسات کا مطالعہ مفید رہے گا۔ جب کہ دوسری طرف علماء

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

غیر مقلدین نے شیخ حیات سندھی کو غیر مقلد لکھا ہے۔

۱۔ شیخ حیات سندھیؒ کو قاضی محمد اسلم غیر مقلد نے تحریک اہلحدیث ص ۱۵۷ پر پکا اہلحدیث لکھتے ہیں بلکہ شیخ محمد حیات سندھی کے استاد شیخ ابوالحسن سندھی المدنی کو بھی قاضی محمد اسلم غیر مقلد تحریک اہلحدیث ص ۱۵۵ پر حنفی نہیں مانتے بلکہ اہلحدیث شمار کرتے ہیں۔

۲۔ زبیر علیزئی غیر مقلد کے رسالہ الحدیث شمارہ نمبر ۳۷ جون ۲۰۰۷ء ص ۶۴ پر ابو خالد ثناکر کے مضمون کے حوالہ سے مولانا محمد حیات سندھی کو اہل حدیث لکھا ہے۔

لہٰذا ارشاد الحق اثری صاحب کا شیخ محمد عوامہ کو متعصب لکھنا غلط ہے۔ حیرانگی کا مقام ہے کہ وہ علماء کرام جنہوں نے حنفیت کے لیے تحقیقی کام کیا انہیں متعصب کیوں کہا جاتا ہے حالانکہ شیخ محمد عوامہ کی تحریر حقیقت پسندی پر مبنی ہے۔ اور اثری صاحب کا ان پر اعتراض صرف مسلکی حمایت کا شاخسانہ ہی لگتا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں تحت السرۃ اور غیر مقلدین کی تصریحات

مصنف ابن ابی شیبہ میں تحت السرۃ کے الفاظ کی زیادتی کا قرار مختلف غیر مقلدین حضرات نے بھی کیا ہے۔

(۱) وحید الزمان نے لکھا۔ اور ابن ابی شیبہ نے وائل بن حجر سے مرفوعاً تحت السرۃ نقل کیا ہے۔ (موطا امام مالک مترجم ص ۱۳۷)

(۲) غیر مقلد عبد الرؤف بن عبد المنان سندھو نے لکھا "مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ میں حدیث وائل بن حجر کے ایک طریق میں تحت السرۃ کے الفاظ ہیں۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔ احناف میں سے بعض نے زیر ناف ہاتھ رکھنے پر اس سے بھی دلیل لی ہے۔

(صلوٰۃ الرسول مع تخریج ص ۲۳۰)

معلوم ہوا کہ بعض غیر مقلدین حضرات کے نزدیک بھی یہ زیادت (تحت السرۃ) ثابت

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہے۔

مولانا محمد ظہیر احسن شوق نیموی (المتوفی ۱۳۲۲ھ) کی تحقیق

حضرت مولانا محمد ظہیر احسن شوق نیموی (المتوفی ۱۳۲۲ھ) فرماتے ہیں:

اس (حدیث) کے کل راوی ثقہ ہیں اور سند بھی متصل ہے۔ اگر سماع علقمة عن أبیه میں کسی کو تامل ہو تو میرا رسالہ "حبل المتین" معائنہ کرے۔ میں نے اس میں علاوہ اور دلائل کے بسند صحیح یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت علقمہؒ نے حَدَّثَنِي أَبِي کہا ہے۔

اس حدیث کی نسبت حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ نے، جو سخاویؒ و قسطلانیؒ کے استاد ہیں، تخریج احادیث اختیار شرح مختار میں لکھا ہے: بِذَا سَنَدٌ جَيِّدٌ۔ اور علامہ عابد سندیؒ نے طوالع الانوار میں لکھا ہے: رِجَالُهُ ثِقَاتٌ۔ اور علامہ محمد ابو الطیب مدنیؒ نے شرح ترمذی میں لکھا ہے: بِذَا حَدِيثٌ يُتَقَوَّى بِمَنْ حَيْثُ السَّنَدِ۔

مگر علامہ حیات سندیؒ نے رسالہ فتح الغفور میں لکھا ہے کہ "میری نظر سے جو نسخہ مصنف کا گزرا اس میں یہ لفظ: "تحت السرة" تھا ہی نہیں۔ عجب نہیں کہ جس نسخہ میں زیادت ہے، سہو کاتب سے اثر نخعیؒ کا ٹکڑا جو اس کے بعد ہے، مندرج ہو گیا ہو"۔

اس کا جواب یہ ہے کہ متعدد نسخوں میں یہ زیادت پائی جاتی ہے۔ مختلف علماءؒ نے اس کو نقل کیا ہے۔ ملا حیات سندیؒ کے شاگرد ملا قائم سندیؒ نے فوز الکرام میں لکھا ہے:

"فهذه الزيادة في أكثر النسخ صحيحة"۔

اور یہ بھی لکھا:

"ورأيته بعيني في نسخة صحيحة عليها الأمارات للصحة"

مؤلف کہتا ہے کہ مدینہ طیبہ کے قبہ محمودیہ میں جو مشہور کتب خانہ ہے، اس میں بھی مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ ہے، اس میں بھی یہ لفظ موجود ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ زیادت اکثر نسخوں میں موجود ہے۔ رہا بعض نسخوں میں نہ ہونا، اس کا باعث یہ ہے کہ مصنف کے نسخے مختلف الترتیب پائے جاتے ہیں۔ کسی نسخہ میں تلامذہ نے اس لفظ کو روایت ہی نہیں کیا یا سہو کاتب سے یہ لفظ رہ گیا۔ ایک لفظ کا چھوٹ جانا کچھ مستبعد نہیں۔ بہر کیف یہ لفظ مصنف ابن ابی شیبہ کے اکثر نسخوں میں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ضرور ہے۔(اثار السنن ص ۲۴، وتحفۃ الاثر ج ۱ ص ۲۵)

☆ حضرت مولانا محمد ظہیر احسن شوق نیموی (المتوفی ۱۳۲۲ھ) نے بعینہٖ یہی عبارت اپنی کتاب آثار السنن کے حاشیہ "التعلیق الحسن" میں بھی ذکر فرمائی ہے۔ اس تعلیق میں پہلے علامہ نیموی نے "تحت السرۃ" کے جملہ کی زیادت کو غیر محفوظ کہا تھا لیکن بعد کو تعلیق التعلیق میں اس سے رجوع کر لیا تھا اور یہ فرمایا:

قلت: بذا علی ما حققناہ قریباً۔ وأما علی ما ذہب الیہ الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ فی شرح النخبۃ، فتقبل ہذہ الزیادۃ ویقع الترجیح بینہا وبین معارضہا؛ لأن ہذہ الروایۃ أرفع سنداً من روایۃ "علی الصدر" ونحوہ التی أخرجہا ابن خزیمۃ والبزار۔ (آثار السنن ص ۱۱۱، طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی ۱۴۳۲ھ)

ترجمہ میں کہتا ہوں: پہلے میری تحقیق یہی تھی۔ اور جو حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب: "شرح نخبۃ الفکر" میں فرمایا ہے، اس کے لحاظ سے اس زیادت کو قبول کیا جائے گا۔ اور ان دونوں نسخوں اور اس کے معارض حدیثوں میں ترجیح کو اختیار کیا جائے گا؛ کیونکہ یہ روایت سند کے لحاظ سے ارفع اور اعلیٰ ہے، اس روایت سے جس میں "علی الصدر" یا اس جیسے الفاظ ہیں جن کو ابن خزیمہ اور بزار نے روایت کیا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مصنف ابن ابی شیبہ کی تحریف شدہ روایت یا۔۔۔۔؟

غیر مقلد کفایت اللہ صاحب نے اپنی کتاب انوار البدر ص ۶۴۶ تا ۶۴۷ مصنف ابن ابی شیبہ میں تحت السرۃ کے الفاظ کو تحریف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس عنوان کے تحت غیر مقلد کفایت اللہ صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس سے غیر مقلد کفایت اللہ صاحب ملی ہوئی چار خداداد صلاحیتوں کا پتا چلتا ہے:

1۔ کہانی نگاری

2۔ گزرے ہوئے علماء کے بارے میں برے الفاظ کا استعمال اور سوءظن

3۔ مخطوطات کی تحقیق کے اصول سے مکمل ناواقفیت

4۔ ناواقفیت کے باوجود کئی صفحات تحریر کرنے کا ہنر

اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان چار صفات کو "خداداد" کہنا جائز بھی ہے یا نہیں، بہر حال اللہ پاک ہمیں اور شیخ کو ان صفات سے بچائیں۔ شیخ محترم نے جو کہانی تخلیق کی ہے اور جو الفاظ استعمال کیے ہیں اس کے لحاظ سے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی باتوں کا اقتباس لیے بغیر اپنی بات مکمل وضاحت اور تفصیل سے رکھ دی جائے اور شیخ محترم کے اعتراضات کے جوابات بھی ساتھ ساتھ دے دیے جائیں۔

ابتداء مسئلہ:

اس مسئلے کی ابتداء بارہویں صدی ہجری میں ہوئی جب ایک حنفی عالم علامہ حیات سندھی نے سینے پر ہاتھ باندھنا شروع کیے اور اپنے استاد سے متاثر ہو کر ان کا یہ خیال ہوا کہ اس مسئلے میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ انہی کے زمانے کے ایک اور جید حنفی عالم مولانا ہاشم سندھی ٹھٹھوی نے ان کا اس پر رد کیا اور اس مسئلے میں ایک رسالہ تحریر کیا۔ علامہ حیات سندھی نے اس کے جواب میں دو رسالے تحریر فرمائے۔ ایک انہوں نے غالباً جلدی میں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

لکھا اور دوسرا اپنے استاد سے مشورہ کرنے کے بعد تحریر فرمایا۔ یہ رسالے جب سندھ پہنچے تو ہاشم ٹھٹھوی نے ان کے رد میں دو رسالے مزید تصنیف فرمائے۔ ان رسائل کا کوئی جواب علامہ حیات سندھی کی جانب سے نہیں آیا۔

علامہ ہاشم نے جو پہلا رسالہ تحریر کیا اس کا نام "درہم الصرۃ" رکھا۔ اس میں انہوں نے دیگر دلائل کے ساتھ ایک روایت نقل فرمائی جو مصنف ابن ابی شیبہ میں تھی۔ یہ وہی روایت ہے جس کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں۔ اس روایت کے الفاظ ہاشم کی نقل کے مطابق یہ تھے:

عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه رضى الله عنه قال :رأيت النبى ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة۔

یہاں علامہ ہاشم کا انداز دیکھیں تو انہوں نے اس رسالے میں اس روایت کی سند پر تو بحث کی ہے لیکن نسخوں کے اختلاف پر بات نہیں کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں سندھ میں یہ روایت انہی نسخوں سے موجود تھی جن میں یہ "تحت السرۃ" کی زیادتی موجود تھی اور یہ یہاں معروف روایت تھی۔ پھر جب علامہ حیات سندھی نے اس روایت پر بعض نسخوں میں موجود نہ ہونے کا اعتراض کیا تو ہاشم سندھی نے اس کے جواب میں تین نسخوں کا ذکر کیا جن میں یہ زیادتی موجود تھی:

1۔ وہ نسخہ جس سے علامہ قاسم بن قطلو بغا نے یہ روایت نقل فرمائی ہے۔

2۔ شیخ محمد اکرم نصر پوری کا نسخہ جس میں ہاشم نے یہ روایت خود دیکھی۔ یہ نسخہ سندھ میں تھا۔

3۔ مکہ کے مفتی شیخ عبد القادر کا نسخہ۔ یہ بھی ہاشم نے خود دیکھا تھا۔

علامہ قاسم بن قطلو بغا نویں صدی ہجری کے سوڈان کے حنفی عالم تھے۔ وہ کئی فنون میں ماہر تھے اور کئی بڑے علماء سے انہوں نے علم حاصل کیا۔ ان کی تصانیف پچاس سے زائد ہیں جن کے نام "ہدیۃ العارفین" میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ علامہ سخاوی ان کی تعریف میں فرماتے ہیں:

وهو إمام علامة قوي المشاركة في فنون ذاكر لكثير من الأدب ومتعلقاته واسع الباع في استحضار مذهبه وكثير من زواياه وخباياه متقدم في هذا الفن طلق اللسان قادر على المناظرة وإفحام

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الخصم لكن حافظته أسن من تحقيقه۔

(الضوء اللامع 6۔188، ط: دار مکتبۃ الحیاۃ)

ترجمہ: "وہ امام، علامہ، فنون کی مشارکت میں مضبوط، ادب اور اس کے متعلقات کو یاد رکھنے والے، اپنے مسلک کے اور اس سے متعلق چیزوں کے استحضار میں کشادہ سینے والے، اس فن میں مقدم، خوش بیان، مناظرے اور مخالف کو خاموش کروانے میں مہارت رکھنے والے تھے لیکن ان کا حافظہ ان کی تحقیق سے زیادہ اچھا تھا۔"

بعض لوگ ان پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ علامہ سخاویؒ نے ان کے بارے میں بقاعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "یہ جھوٹے تھے اس لیے ان کی کسی بات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔" عرض یہ ہے کہ اس قول کو نقل کرنے سے پہلے سخاویؒ نے فرمایا ہے: "بقاعی نے ان کو اذیت دینے میں مبالغہ کیا ہے" یعنی سخاویؒ کے نزدیک بقاعی کا یہ قول اذیت دینے کے لیے ہے۔ ان کی شان سخاویؒ کے نزدیک جو ہے وہ اوپر بیان ہو چکی ہے۔

ان رسائل میں موجود اس تفصیل کے بعد علامہ حیاتؒ کی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا۔ علامہ حیات سندھیؒ حدیث مبارکہ پر عمل کا جتنا شوق رکھتے تھے اس کی وجہ سے غالب گمان یہ ہے کہ یہ حدیث ملنے کے بعد انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کرلیا ہوگا۔ البتہ اس پر کوئی تاریخی شہادت ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔

علامہ حیات سندھیؒ اور علامہ ہاشم ٹھٹھویؒ کا یہ واقعہ گیارہویں صدی کا ہے۔ بارہویں صدی ہجری میں مولانا عابد سندھیؒ نے مصنف ابن ابی شیبہ کا اپنا نسخہ نقل کروایا تو اس میں بھی یہ روایت اسی طرح "تحت السرۃ" کے اضافے کے ساتھ نقل ہوئی۔ یہاں یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ مولانا عابد سندھیؒ کہلاتے تو سندھی ہیں لیکن ان کی پرورش اور رہائش یمن اور عرب ممالک کی ہے۔ ان کے دادا یمن ہجرت کر گئے تھے۔

ہندوستان میں مصنف ابن ابی شیبہ کا پہلا نسخہ اس واقعے کے کم از کم دو سو سال بعد ابو الکلام آزاد اکیڈمی سے چھپا۔ اس نسخے کے لیے کس قلمی نسخے کو دیکھا گیا؟ یہ نامعلوم ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اس نسخے کے بعد اگلا نسخہ دار السلفیہ سے چھپا۔ یہ نسخہ بھی پچھلے نسخے سے نقل کیا گیا تھا۔ پھر اس کے بعد مختلف محققین مختلف نسخوں سے نقل کرتے رہے۔

اسی دوران ادارۃ القرآن والوں نے دار السلفیہ کا نسخہ لے کر مصنف کا نسخہ چھاپنے کا ارادہ کیا۔ جب وہ یہ نسخہ چھاپنے لگے تو انہیں ایک عالم غلام رسول بدخشانی صاحب (جو بعد میں اہل حدیث حضرات کے مدرسے "جامعہ دار الحدیث رحمانیہ" میں پڑھاتے بھی رہے) نے اس روایت اور اس کے بارے میں ان رسائل کا بتایا۔ چنانچہ ادارۃ القرآن والوں نے ان رسائل، ان میں مذکور نسخوں اور علامہ قاسم بن قطلو بغا کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے اس روایت میں اس لفظ کا اضافہ کر دیا تاکہ یہ روایت اپنی اصلی حالت پر برقرار رہے۔ ادارۃ القرآن کے اس عمل کی یہ ساری تفصیل درہم العصر کے مقدمہ ناشر میں موجود ہے جو خود ادارۃ القرآن والوں کی چھپی ہوئی ہے۔ چونکہ شیخ الدرہم العصرۃ سے جو حوالے دیتے ہیں وہ اسی کتاب کے مطابق ہوتے ہیں اس لیے یہ تفصیل یقیناً شیخ کی نظروں سے گزری ہوگی۔ اگر ایسا ہے تو ماشاء اللہ محترم شیخ کا ہاضمہ بہت مضبوط ہے۔

عبد السلام محمد ہارون "تحقیق النصوص و نشرہا" میں کہتے ہیں:

سبق فی الفصل الماضی أن المحقق قد یجد فی تخالف روایات النسخ ما یعینه علی استخراج الصواب من نصوصها، فیختار من بینها ما یراه مقیما للنص، مؤدیا إلی حسن فهمه. والأمانة تقتضیه أن یشیر فی الحواشی إلی النصوص التی عالجها لینتزع من بینها الصواب، والا یغفل الإشارة إلی جمیع الروایات الأخری التی قد یجد القاری ء فیها وجها اصوب من الوجه الذی ارتآہ (تحقیق النصوص و نشرہا، 1_73، ط: مکتبۃ الخانجی)

ترجمہ: پچھلی فصل میں یہ بات گزر چکی ہے کہ محقق کبھی نسخوں کی روایات کے اختلاف میں وہ دلائل پاتا ہے جو نصوص سے درست بات اخذ کرنے میں اس کی مدد کرتے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہیں، لہذا وہ اس نسخے کو چنتا ہے جسے وہ نص کی درستگی کرنے والا اور اس نص کو سمجھنے میں بہتر بنانے والا سمجھتا ہے۔ اور امانت اس کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ حاشیے میں ان نصوص کی طرف اشارہ کر دے جنہیں اس نے درست بات اخذ کرنے کے لیے دیکھا ہے اور ان تمام روایات کی طرف اشارہ نہ چھوڑے جن سے قاری بھی کوئی صورت اس کی صورت سے زیادہ درست سمجھتا ہے۔"

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ادارۃ القرآن والوں کی غلطی صرف اتنی تھی کہ انہوں نے حاشیے میں مرجوح نسخے کی جانب اشارہ نہیں کیا تھا ورنہ ان کا باقی عمل اصول تحقیق کے مطابق تھا اور قطعاً کوئی تحریف نہیں تھی۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اتنی سی غلطی پر تحریف تحریف کا اتنا شور مچانا آخر کس بات کی نشان دہی کرتا ہے؟ کہیں اس کی تو نہیں کہ اصل مقصد تحریف کا نام لے کر سرے سے اس روایت کا انکار کرنا ہے کہ جو بھی اس روایت کی تحقیق کرے گا اور اسے کسی نسخے سے ثابت کرے گا اس پر فوراً تحریف کا الزام لگا دیا جائے گا؟ اور اس کے نسخے سے لوگوں کو اسی طرح ڈرایا جائے گا جس طرح اہل مکہ باہر سے آنے والوں کو نبی کریم ﷺ کی بات سننے سے ڈراتے تھے؟

غیر مقلد شیخ عنایت اللہ صاحب نے تحریف کے ثبوت کے لیے کئی مطبوعہ نسخوں کے اسکین دیے ہیں جن میں اس روایت میں "تحت السرۃ" کی زیادتی موجود نہیں ہے۔ کوئی بھی نسخہ جب چھپتا ہے تو وہ یا تو کسی قلمی نسخے سے چھپتا ہے اور یا کسی مطبوعہ نسخے سے۔ اگر یہ نسخہ کسی مطبوعہ نسخے سے چھپا ہوتا ہے تو وہ مطبوعہ نسخہ بھی یا کسی قلمی نسخے سے چھپا ہوتا ہے یا مطبوعہ نسخے سے۔ آخر میں کہیں نہ کہیں جا کر بات قلمی نسخوں پر ہی آتی ہے۔ جب کسی کتاب کے بڑی تعداد میں قلمی نسخے موجود ہوں اور مطبوعہ نسخے انہیں سے چھپے ہوں تو پھر ان مطبوعہ نسخوں کو الگ الگ ظاہر کرنے کی کوئی تک نہیں بنتی کیوں کہ وہ مطبوعہ نسخے تو دراصل قلمی نسخوں کی جانب اشارہ کر رہے ہوتے ہیں۔ الا یہ کہ ان کو الگ الگ ظاہر کر کے تعداد بڑھانے کی کوشش کی جائے۔

چنانچہ اب ہم مصنف ابن ابی شیبہ کے قلمی نسخوں کا جائزہ ان کے محققین کے بیانات کی روشنی میں لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم تین طبعات (علوم القرآن۔ الفاروق۔ الرشد) کے محققین (شیخ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اسامہ، شیخ عوامہ، شیخ جمعہ اور شیخ لحید ان) کی تحقیقات کو مدنظر رکھیں گے۔ شیخ اسامہ کے لیے "ا"، شیخ عوامہ کے لیے "ع" اور شیخ جمعہ اور لحید ان کے لیے "ل" کے حروف استعمال کریں گے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کے چھ قلمی نسخے ایسے ہیں جن میں یہ روایت زیادتی کے ساتھ یا بغیر زیادتی کے مروی ہے:

1۔ شیخ محمد عابد سندھیؒ کا نسخہ:

اس نسخے کا تعلق مدینہ منورہ کے مکتبہ محمودیہ سے ہے۔ (ع ال)

اس کے لکھنے والے کا نام محسن بن محسن الزراقی ہے۔ (ال ع)

یہ دو جلدوں میں ہے۔ (ال)

مصنف کا سب سے مشہور نسخہ ہے۔ (ا)

کئی اہل علم نے اسے پڑھا ہے۔ (ا)

اس کا خط انتہائی واضح ہے۔ (ال)

مصنف کا کامل نسخہ ہے۔ (ال)

شیخ عابدؒ کی اس پر بعض تعلیقات بھی ہیں۔ (ا)

اس میں عیب یہ ہے کہ جدید نسخہ ہے۔ (ا)

دوسرا عیب یہ ہے کہ اس میں کئی سقط اور تصحیفات ہیں۔ (ل)

اس کا خط بہت باریک ہے۔ (ل)

اس کی تاریخ 1229ھ ہے۔ (ل)

2۔ مرتضیٰ زبیدیؒ کا نسخہ:

اس کا تعلق تونس سے ہے۔ (ال ع)

اس کی سات جلدیں ہیں جن میں سے دوسری جلد مفقود ہے۔ (ع ال)

مرتضیٰ زبیدیؒ نے اس سے اپنی احیاء العلوم کی احادیث کی تخریج میں مدد لی ہے اور اس کا ناسخ کے نام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (ع)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اس کی پہلی جلد 741ھ میں لکھی گئی۔(ع ال)

اس کے ناسخ یوسف بن عبداللطیف الحرانی ہیں۔(ع ال)

خط کے اعتبار سے متوسط ہے۔(ع)

علامہ بدرالدین عینیؒ کے پاس رہا ہے اور ان کے اس پر بعض حواشی بھی ہیں۔(ع)

واضح اور اچھا نسخہ ہے۔(ا)

اس کا خط بہت واضح ہے۔(ل)

مضبوط نسخہ ہے۔(ل)

تقابل شدہ نسخہ ہے۔(ل)

غلطیاں حاشیے میں صحیح کی ہوئی ہیں۔(ل)

اس پر کوئی علماء کرام کی سماعات موجود نہیں ہیں۔(ل)

3۔جامعۃ الامام محمد بن سعود کا نسخہ:

یہ نسخہ دو افراد کا لکھا ہوا ہے۔ایک کا نام فتح اللہ نظامی اور دوسرے کا عنایت اللہ ہے۔(ل غ)

واضح خط میں ہے۔(ل)

اغلاط اور سقط سے بھرا ہوا ہے۔(ل)

عابد سندھیؒ کے نسخے سے لکھا گیا ہے(ل)

اس میں تحریفات اور زیادتیاں بھی ہیں۔(ل)

فتح محمد نظامی والا حصہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے نسخے سے لکھا گیا ہے۔(ع) یہ نسخہ بھی عابد سندھی والا نسخہ ہی ہے۔(ل) فتح محمد نظامی والے حصے اور عابد سندھیؒ والے نسخے میں فرق ہے۔(غ)

کئی جگہیں خالی ہیں۔(ع)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

4۔ابن الخراز یمنی کا نسخہ:

اس کی پہلی دو جلدوں کے اختتام پر ناسخ کا نام محمد بن عمر بن عبد اللہ الیمنی ابن الخراز درج ہے۔(ال ع)

اس کی تاریخ نسخ چھ سو اڑتالیس ہجری ہے۔(ا ع) تاریخ نسخ نو سو اڑتالیس ہجری ہے۔ (ل)

اس کا خط بڑا اور واضح ہے۔(ل ا ع)

نقطے اور اعراب بھی موجود ہیں۔(ل ا ع)

انتہائی مضبوط ہے اور غلطیاں بہت کم ہیں۔(ل)

اصل (جس سے نسخہ لکھا گیا ہے) سے اس کا تقابل اور تصحیح ہوئی ہے اور ہر روایت کے بعد اس کا نشان ہے۔(ل ع)

اگر یہ کامل ہوتا تو سب سے افضل نسخہ ہوتا۔(ل)

اس کا ناسخ مضبوط ہے۔(ع)

اس نسخے میں بھی تحریفات موجود ہیں لیکن دوسرے نسخوں سے کم ہیں۔(ع)

از ناقل: یہ ایک عمدہ نسخہ ہے۔اس کی تاریخ نسخ کے بارے میں اختلاف ہے کہ چھ سو اڑتالیس ہے یا نو سو اڑتالیس۔ہماری رائے میں اس کی تاریخ چھ سو اڑتالیس ہے اور اس لحاظ سے یہ سب سے قدیم نسخہ ہے۔چونکہ ہماری بحث کا تعلق اس کی پہلی دو جلدوں سے ہے اس لیے صرف ان کا ذکر کیا ہے۔یہ دو جلدیں مکتبہ مراد ملا میں موجود ہیں اور غالباً یہی وہ نسخہ ہے جس سے مولانا حبیب الرحمان اعظمی نے ابراہیم نخعی کا اثر نقل کیا ہے۔

5۔مکتبہ ظاہریہ کا نسخہ:

یہ دو نسخے ہیں۔(خ ا)

پہلے نسخے کی پہلی دو جلدوں کا خط الگ اور باقی چار کا الگ ہے۔(ع)

چار جلدوں کے آخر میں ناسخ کا نام عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم المھندس الحنفی تحریر ہے۔(ا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ل)

نسخے کی تاریخ نسخ معلوم نہیں ہے۔(ل)

خط واضح ہے۔بغیر نقطوں کے ہے۔(ل)

دوسرے نسخے کی تاریخ نسخ 735ھ تحریر ہے۔(ع ا)

اس پر امام نوویؒ کے حاشی موجود ہیں۔(ع ا)

اصل سے اس کے تقابل کا ذکر موجود ہے۔(ع)

اس کے ابواب کی ترتیب دوسرے نسخوں سے مختلف ہے۔(ا)

6۔نور عثمانیہ کا نسخہ:

یہ نسخہ دو ٹکڑوں میں ہے۔(ع)

پہلی پانچ جلدیں متصل ہیں۔(ع)

چھٹی جلد ابن الخراز یمنی کی تحریر کردہ ہے۔(ع)

یہ بھی خطوط میں لکھا گیا ہے۔(ع)

ان چھ نسخوں میں سے پہلے دو نسخوں یعنی مرتضیٰ زبیدی کے نسخے اور عابد سندھیؒ کے نسخے میں تحت السرۃ کی زیادتی موجود ہے اور باقی چار نسخوں میں یہ زیادتی موجود نہیں۔

غیر مقلد کفایت اللہ صاحب نے یہاں یہ ظاہر کرنے کی کوشش فرمائی ہے کہ اکثر نسخوں میں زیادتی نہیں ہونے کی وجہ سے اس کو ثابت نہیں ماننا جانا چاہیے۔لیکن بات یہ ہے کہ نسخے ایک دوسرے سے نقل ہوتے ہیں یا کئی نسخے کسی ایک ہی نسخے سے نقل ہو جاتے ہیں۔اس لیے اگر ایک نسخے میں ایک غلطی ہو اور اس سے دس نسخے نقل ہو جائیں تو وہ غلطی اب گیارہ نسخوں میں آجائے گی۔اس سے وہ غلطی صحیح نہیں ہو سکتی۔اس لیے نسخوں کی ترجیح کے لیے باقاعدہ اصول مقرر ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

قلمی نسخوں کی ترجیح اور اصول تحقیق

ہم کچھ متعلقہ اصول تحریر کرتے ہیں:

1۔ ان النسخ الكاملة افضل من النسخ الناقصة

2۔ والواضحة احسن من غير الواضحة

3۔ والقديمة افضل من الحديثة

4۔ والنسخ التى قوبلت بغيرها احسن من التى لم تقابل

والقاعدتان الاخيرتان اهم من غيرهما

(اصول نقد النصوص ونشر الكتب للبير جستراثر، 1۔15)

ترجمہ:

"1۔ کامل نسخے ناقص نسخوں سے افضل ہوتے ہیں۔

2۔ واضح نسخے غیر واضح نسخوں سے افضل ہوتے ہیں۔

3۔ قدیم نسخے جدید نسخوں سے افضل ہوتے ہیں۔

4۔ وہ نسخے جن کا دوسروں سے تقابل کیا جائے ان نسخوں سے اچھے ہوتے ہیں جن کا تقابل نہ ہوا ہو۔

آخری دو قاعدے دوسروں سے زیادہ اہم ہیں۔"

مراتب النسخ تكون كما يلي:

1۔ أحسن نسخة تعتمد للنشر نسخة كتبها المؤلف نفسه، فهذه هي الأم.

2۔ عند العثور على نسخة المؤلف يجب أن نبحث إذا كان المؤلف ألف كتابه على مراحل أو دفعة واحدة، لنتأكد أن النسخة التى بين أيدينا هي آخر صورة كتب المؤلف بها كتابه.

3۔ بعد نسخة المصنف تأتى نسخة قرأها المصنف أو قرئت عليه،

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وأثبت بخطه أنه قرئت عليه.

4۔ ثم نسخة نقلت عن نسخة المصنف أو عورضت بها وقوبلت عليها.

5۔ثم نسخة كتبت في عصر المصنف عليها سماعات على علماء.

6۔ثم نسخة كتبت بعصر الصنف، ليس عليها سماعات.

7۔ نسخ أخرى كتبت بعد عصر المؤلف. وفي هذه النسخ يفضل الأقدم

على المتأخر، والتي كتبها عالم أو قرئت على عالم.

(قواعد تحقیق المخطوطات لصلاح الدین المنجد، ا۔ 13)

ترجمہ: "نسخوں کے مراتب کچھ یوں ہیں:

1۔سب سے اچھا نسخہ جس پر اشاعت کے لیے اعتماد کیا جاتا ہے وہ نسخہ ہوتا ہے جسے مصنف نے خود لکھا ہو۔اسے ام کہتے ہیں۔

2۔مصنف کا نسخہ ملنے کے بعد یہ تحقیق کرنا لازم ہے کہ مصنف نے اپنی کتاب مختلف مراحل میں لکھی ہے یا ایک ساتھ؟ تاکہ ہمیں یقین ہو سکے کہ جو نسخہ ہمارے سامنے ہے یہی آخری شکل ہے جس میں مصنف نے کتاب لکھی ہے۔

3۔مصنف کے نسخے کے بعد وہ نسخہ آتا ہے جسے مصنف نے پڑھا ہو یا اس پر پڑھا گیا ہو اور اس نے اپنی تحریر میں لکھا ہو کہ اس پر پڑھا گیا ہے۔

4۔پھر وہ نسخہ جو مصنف کے نسخے سے نقل کیا گیا ہو یا اس پر پیش کیا گیا ہو اور اس سے تقابل کیا گیا ہو۔

5۔پھر وہ نسخہ جو مصنف کے زمانے میں لکھا گیا ہو اور اس پر علماء کی سماعات ہوں۔

6۔پھر وہ نسخہ جو مصنف کے زمانے میں لکھا گیا ہو اور اس پر سماعات نہ ہوں۔

7۔دیگر نسخے جو مصنف کے زمانے کے بعد لکھے گئے ہوں۔ان نسخوں میں قدیم کو جدید پر

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

فضیلت حاصل ہوتی ہے اور اسے جسے کسی عالم نے لکھا ہو یا جو کسی عالم پر پڑھا گیا ہو۔"

ثم ان لکل عالم مشهور طالباً نقل عنه سماعاً او استملاءاً او استنساخاً، و هذه الطرق کلها جیدة کافیة بشرط ان یبذل الاستاذ جهده فی التصحیح، و ان یبذل الطلبة جهدهم فی الکتابة، و ان لا یجیز الاستاذ الکتاب الا بعد قراءته کله، اذ ان بعض المؤلفین القدماء کانوا یجیزون المؤلفات لاناس لم یحضروا الیهم فی دروسهم، فامثال هذه الاجازات لا فائدة فیها، فان لم نجد مثل هذا المخطوط فالمخطوط الذی نسخه عالم ثقة او کان فی حوزة عالم او اکثر من الثقاة، فقد کان یعتبر به انه یشتمل علی نص موثوق به۔ (اصول نقد النصوص ونشر الکتب، 1۔17)

ترجمہ: "پھر ہر مشہور عالم کا ایسا طالب علم ہوتا ہے جو اس سے سماعاً یا املاء کے طور پر یا لکھوا کر نقل کرتا ہے۔ اور یہ تمام طرق کافی ہیں بشرطیکہ استاد تصحیح کی پوری کوشش کرے اور طلبہ لکھنے کی پوری کوشش کریں اور استاد کتاب کی اجازت پوری پڑھنے کے بعد ہی دے۔ اس لیے کہ بعض پرانے مصنفین ایسے لوگوں کو بھی تصنیفات کی اجازت دے دیتے تھے جو ان کے دروس میں نہیں آتے تھے۔ اس طرح کی اجازتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پھر اگر ہمیں یہ مخطوطہ نہ ملے تو وہ مخطوطہ ہوگا جسے کسی ثقہ عالم نے لکھا ہو یا وہ ایک یا زیادہ ثقات علماء کے پاس رہا ہو۔ اس کا بھی یہ سمجھ کر اعتبار کیا جائے گا کہ یہ درست نص پر مشتمل ہے۔"

ان اصولوں سے ایک بات معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ نصوص کی تصحیح کے لیے ہم اس امکان کو ملحوظ رکھا جائے گا جو صحت پر دلالت کرتا ہو۔ جو نسخہ قدیم ہوگا اسے ترجیح ہوگی، جس کا تقابل ہوا ہوگا اسے ترجیح ہوگی، جو کسی عالم نے لکھا ہوگا اسے ترجیح ہوگی، جو کسی عالم کے پاس رہا ہوگا اسے ترجیح ہوگی وغیرہ۔ یہ سب قواعد زیادہ سے زیادہ تصحیح کو ممکن بنانے کے لیے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہمارے پاس ایسا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے جو ابن ابی شیبہؒ نے خود لکھا ہو، ان پر پڑھا گیا ہو، مصنف کے نسخے سے اس کا تقابل ہوا ہو یا اسی سے نقل ہوا ہو یا مصنف کے زمانے میں لکھا گیا ہو۔ ہمارے پاس موجود سارے نسخے بعد میں تحریر شدہ ہیں۔ ان بعد میں تحریر شدہ نسخوں کے بارے میں کسی نسخے کو مقدم کرنے کے کچھ اہم اعتبارات ہیں:

1۔ قدیم نسخہ مقدم ہوگا۔

2۔ جسے کسی عالم نے لکھا ہو یا اس پر پڑھا گیا ہو وہ مقدم ہوگا۔

3۔ جس کا تقابل ہوا ہو وہ مقدم ہوگا۔

4۔ جو کسی عالم کے پاس رہا ہو وہ مقدم ہوگا۔

ہمارے پاس موجود نسخوں میں سے قدیم ترین نسخے تین ہیں:

1۔ ابن الخراز یمنی کا نسخہ

2۔ مرتضی زبیدی کا نسخہ

3۔ مکتبہ ظاہریہ کا دوسرا نسخہ

ان قدیم نسخوں میں مکتبہ ظاہریہ کے دوسرے نسخے کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ امام نوویؒ کے پاس رہا ہے۔ لیکن یہ ممکن ہی نہیں ہے کیوں کہ یہ نسخہ 735ھ میں لکھا گیا ہے جیسا کہ اس پر تحریر ہے اور امام نوویؒ کی وفات 676ھ میں ہو چکی تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ امام نوویؒ نے شروع کیا ہوگا اور پھر مکمل کسی اور نے کیا ہوگا اور مکمل کرنے والے نے تاریخ لکھ دی ہوگی تو یہ فقط امکانیات ہیں اور ہم ثابت شدہ اور موجود چیزوں کی بات کر رہے ہیں۔

ان تین نسخوں میں سے کسی عالم کے لکھے نسخوں کے حوالے سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں ہم یہ کہہ سکیں کہ یہ فلاں ثقہ عالم نے لکھا ہے۔ البتہ مکتبہ ظاہریہ کے نسخے کا ناسخ بھی غیر معلوم ہے۔ اس لحاظ سے کم از کم سہ یعنی ناسخ معلوم ہوتا کہ اس پر بعد میں تحقیق کی جا سکے، کو دو نسخے پورے کرتے ہیں:

1۔ ابن الخراز کا نسخہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

2۔مرتضی زبیدی کا نسخہ

اصل سے تقابل کے حوالے سے تینوں نسخے برابر ہیں کہ ان میں اصل سے تقابل کی علامات موجود ہیں یا تقابل کا بیان ہے۔ یہاں بھی ابن الخراز اور مرتضی زبیدی کے نسخوں میں تقابل کی باقاعدہ علامات موجود ہیں جب کہ ظاہریہ کے نسخے کے فقط آخر میں تحریر ہے کہ اس کا تقابل ہوا ہے۔

چنانچہ ہمارے پاس ایک جیسی قوت کے دو نسخے رہ جاتے ہیں:

1۔ابن الخراز کا نسخہ

2۔مرتضی زبیدی کا نسخہ

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کون سا نسخہ کسی عالم کے پاس رہا ہے۔ ایسا نسخہ ہمارے پاس فقط ایک ہے اور وہ ہے مرتضی زبیدی کا نسخہ۔ یہ دو عالموں کے پاس رہا ہے:

1۔علامہ عینیؒ کے پاس۔

2۔مرتضی زبیدیؒ کے پاس۔

اور اگر علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ کے پاس موجود نسخہ یہی والا مان لیں تو یہ ان کے پاس بھی رہا ہے۔

اب آئیے ان دو اعتبارات کی جانب جو نسبتاً کم اہم ہیں:

1۔واضح نسخہ غیر واضح سے مقدم ہوتا ہے۔

2۔کامل نسخہ ناقص سے مقدم ہوتا ہے۔

وضاحت میں ابن الخراز کے نسخے کا کوئی مقابل نہیں۔ یہ انتہائی خوبصورت لکھائی والا اور واضح ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرتضی زبیدی والا نسخہ واضح نہیں۔ وہ اگرچہ واضح ہونے میں ابن الخراز کے نسخے جیسا نہیں ہے لیکن بہرحال واضح ہے اور ہم صرف واضح ہونے کی بات کر رہے ہیں۔

کامل نسخہ ان دونوں میں صرف مرتضی زبیدی کا ہے۔ ابن الخراز کا نسخہ کامل نہیں ہے۔

اب ہمارے پاس دونوں نسخے ان چیزوں میں مشترک ہیں:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

1۔قدامت میں

2۔ناسخ کے معلوم ہونے میں

3۔تقابل میں

4۔وضاحت میں

دو چیزوں میں مرتضی زبیدیؒ کا نسخہ افضلیت رکھتا ہے:

1۔کسی عالم کے پاس ہونے میں

2۔کامل ہونے میں

ان اصولوں کی روشنی میں ہم مرتضی زبیدیؒ کے نسخے کو اصل مانتے ہیں۔اس میں ہماری مطلوبہ روایت "تحت السرۃ" کے اضافے کے ساتھ موجود ہے:

عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه رضى الله عنه قال :رأيت النبى ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة۔

اس کے فوراً بعد ایک اثر یہاں موجود نہیں ہے جسے ہم "ابراہیم نخعیؒ کا اثر کہتے ہیں"۔اس اثر کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا وكيع، عن ربيع، عن أبي معشر، عن إبراهيم قال :يضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة۔

یہ اثر دوسرے نسخوں میں موجود ہے۔

ہم نے مرتضی زبیدیؒ کے نسخے کو اصل مانا ہے اور یہ اثر اس میں نہیں ہے لیکن اس کا اضافہ کرنے سے اس نسخے میں موجود کسی نص میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اس لیے ہم اس اثر کا اضافہ کر دیتے ہیں۔

لیکن شیخ عابد سندھیؒ کے نسخے کے علاوہ کسی اور نسخے میں اس روایت میں "تحت السرۃ" کا اضافہ نہیں ہے۔اگر یہ لفظ ہم کم کرتے ہیں تو ہمارے اصل مرتضی زبیدیؒ والے نسخے کی نص میں تبدیلی ہوتی ہے۔لیکن ہم اسے پھر بھی فوراً رد نہیں کرتے بلکہ دیگر قرائن کی روشنی میں اس کا جائزہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

لیتے ہیں:

1۔ ابن ابی شیبہ کے علاوہ اس روایت کو امام احمدؒ اور ایک یا دو اور راویوں نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں یہ زیادتی موجود نہیں ہے لیکن اس سے کوئی حرج نہیں ہوتا۔ اگر ہم اس زیادتی کو موجود مانیں تو ابن ابی شیبہ ثقہ اور ماہر محدث ہیں اور ثقات کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔

2۔ یہ زیادتی ایک اور جدید لیکن کامل اور واضح نسخے میں موجود ہے یعنی عابد سندھیؒ کے نسخے میں۔ اور یہ نسخہ بھی ایک عالم (عابد سندھیؒ) کی ملکیت میں تھا اور انہوں نے اسے پڑھ کر اس کے عنوانوں کی فہرست خود مرتب کی ہے۔ اس کے علاوہ اس نسخے کے بارے میں اور علماء کے پاس ہونے کا بھی کہا گیا ہے۔

3۔ اس زیادتی کی تائید میں چند مزید نسخوں کے بارے میں ہاشم سندھیؒ نے اطلاع دی ہے:

الف۔ شیخ محمد اکرم نصر پوری کا سندھ میں موجود نسخہ

ب۔ مفتی مکہ شیخ عبدالقادر کا مکہ میں موجود نسخہ

ج۔ قاسم بن قطلو بغاؒ کا نسخہ (اس صورت میں جب ہم قاسم بن قطلو بغاؒ کے نسخے کو مرتضیٰ زبیدیؒ والے نسخے سے الگ سمجھیں)

اس اطلاع کا رد بحث کے جاری ہونے کے باوجود شیخ حیات سندھیؒ نے نہیں کیا جبکہ وہ عرب میں تھے اور کم از کم مکہ والے نسخے کی تو فوری تصدیق کروا سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے سندھ میں روابط سندھیؒ ہونے کی وجہ سے باقی تھے۔

4۔ اس زیادتی کو اپنے وقت کے ایک بڑے عالم قاسم بن قطلو بغاؒ نے نہ صرف قبول کیا ہے بلکہ باقاعدہ اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے۔

ان قرائن کے مقابلے میں صرف ایک احتمال اور ایک قرینہ اس زیادتی کے خلاف ہے:

احتمال: ممکن ہے کہ کاتب سے ابراہیم نخعیؒ والا اثر رہ گیا ہو اور اس کے آخر میں موجود "تحت السرۃ" پچھلی روایت سے مل گیا ہو۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جواب: عرض یہ ہے کہ اسی طرح یہ بھی احتمال ہے کہ جن کاتبوں نے اس زیادتی کو ذکر نہیں کیا انہیں امام احمدؒ کی روایت معلوم ہو اور اس کی بنا پر انہوں نے اس روایت کو غلط سمجھتے ہوئے غلطی درست کرنے کے لیے اس زیادتی کو غائب کر دیا ہو۔ ایک نے ایسا کیا ہو اور باقی اسی سے نقل کرتے گئے ہوں۔

جس طرح یہ ایک احتمال ہے اسی طرح پچھلی والی بات بھی ایک احتمال ہی ہے اور اس طرح کے احتمالات سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔

احتمال: علامہ عینیؒ اور مرتضی زبیدیؒ نے اس روایت کو کہیں دلائل میں ذکر نہیں کیا۔

جواب: عرض یہ ہے کہ عدم ذکر عدم وجود کو لازم نہیں ہوتا یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جس چیز کا ذکر نہ ہو وہ موجود بھی نہ ہو۔ ان کے ذکر نہ کرنے کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے اور بغیر واضح وجہ کے صرف گمان کی بنیاد پر اس زیادتی کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو رد کرنے کے لیے واضح دلیل ہونی چاہیے۔

ان قرائن کی روشنی میں ہم مرتضی زبیدیؒ کے نسخے میں مذکور اس زیادتی کو باقی رکھیں گے (جب کہ وہ نسخہ بذات خود بھی افضلیت رکھتا ہے اور ہم نے اسے اصل سمجھا ہے) اور یہ روایت اس زیادتی کے ساتھ سمجھی جائے گی۔

نہ یہ اصول ہمارے بنائے ہوتے ہیں اور نہ یہ نسخے ہمارے لکھے ہوئے ہیں۔ سب کچھ پڑھنے والے کے لیے واضح ہے۔

اب ذرا غیر مقلد کفایت اللہ صاحب انصاف کا دامن تھامیں اور بتائیں کہ یہ تحریف ہے یا تحقیق؟؟؟

اشکال: ایک اشکال اور معترضین کے خیال میں غالباً انتہائی مضبوط اشکال یہ ہے کہ علامہ قاسم بن قطلوبغا سے پہلے بے شمار حنفی محدثین گزرے ہیں لیکن کسی نے بھی اس روایت کو ذکر نہیں کیا حتی کہ مرتضی زبیدی جن کے پاس یہ نسخہ تھا اور اسی طرح علامہ عینیؒ جو احناف کے دلائل ذکر کرنے میں بہت کوشش کرتے ہیں اور ان کے پاس بھی یہ نسخہ رہا ہے، انہوں نے بھی دلیل

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کے طور پر اس روایت کو ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح اس زیادتی کو فیض الباری کے حاشیہ میں بھی قبول نہیں کیا گیا اور علامہ نیموی نے آثار السنن میں بھی قبول نہیں کیا ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ علم ہوتا ہے کہ یہ روایت درست نہیں ہے۔

جواب :اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ قاسم بن قطلو بغا، عابد سندھی، ہاشم سندھی رحمہم اللہ وغیرہ کی نظر میں یہ درست بھی تو ہے۔ پھر ان کا تذکرہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ بات یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے دونوں قسم کے نسخے موجود ہیں اس لیے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کے پاس کس زمانے میں کونسا نسخہ تھا۔

البتہ یہ اشکال کہ عینی اور مرتضی زبیدی نے کیوں ذکر نہیں کیا، یہ قوی ہے لیکن اس اشکال سے کیا ثابت کیا گیا ہے یہ سمجھ نہیں آتا۔ اگر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس نسخے میں یہ الفاظ موجود نہیں تھے تو یہ تو نظر آرہے ہیں اور بعد میں اگر اضافہ کیا جاتا تو اتنی جگہ پہلے کیوں چھوڑ دی گئی؟ اور اگر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ روایت درست نہیں تھی تو اس بارے میں کیا خیال ہے کہ جو دیگر روایات دلائل میں ذکر کی گئی ہیں وہ درست ہیں؟ اگر وہ بھی صحیح نہیں ہیں تو پھر اسے درج کرنے میں کیا حرج لازم آتا تھا۔ خلاصۃً ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بات محتاج وضاحت مع دلیل ہے اور یہ اشکال بھی لائق توجہ نہیں۔ ایک بات اور کہی جاسکتی ہے کہ ان کو علم تھا کہ یہ اس اثر کا حصہ نہیں ہے اور شامل ہوگیا ہے تو اس صورت میں عینی وغیرہ نے اتنے حواشی اس نسخے پر لکھے تو ایک حاشیہ اور لگانے میں کیا جاتا تھا۔ اس سب کے بجائے یہ کہنا آسان ہے کہ انہیں اس کا استحضار نہیں رہا تھا اور یہ ایک عام بات ہے۔ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ شیخ عوامہ نے بہت پیاری بات لکھی ہے کہ جنہوں نے اس نسخے سے نقل کیا جس میں یہ اضافہ نہیں ہے تو انہوں نے اضافہ نہیں کیا اور جنہوں نے اس سے نقل کیا جس میں اضافہ ہے تو انہوں نے اضافہ کر دیا۔ اضافہ نہ کرنے والے اس میں تو معذور ہیں کہ انہوں نے اضافہ نہیں کیا لیکن اس میں تو معذور نہیں کہ وہ اضافہ کی نفی بھی کر دیں۔

مزید عرض یہ ہے کہ اگر کسی متقدمین علماء احناف نے یہ حدیث ابن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل نہیں کی تو پھر جناب ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے ان علماء کرام نے اثر ابراہیم نخعی بھی نقل نہیں کیا تو

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کیا مخالفین اثر ابراھیم نخعی کا بھی انکار کر دیں گے۔؟ اور احناف پر تحریف کا الزام لگائیں گے۔ یہ تو بہت ہی عجیب اعتراض ہے۔ الھدایہ کی بے شمار ایسی روایت ہیں جس کی اسانید متقدمین پر واضح نہیں ہوئیں مگر علامہ قاسم بن قطلو بغا نے ان احادیث کی تخریج کی اور ان کے مصادر بیان کیے۔ تو کیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر یہ روایات موجود ہوتیں تو متقدمین احناف اس کو اپنی کتاب میں نقل کرتے۔

ابن ابی شیبہ کا ایک قدیم نسخہ

عرض یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کا ایک قدیم نسخہ مکتبہ ظاہریہ، رقم ۲۶۷ میں موجود ہے۔ اور یہ نسخہ ۷۳۵ھ میں لکھا گیا۔ اس طرح یہ مصنف ابن ابی شیبہ کا سب سے قدیم نسخہ ہے۔ اور یہ نسخہ مصنف ابن ابی شیبہ کے نسخہ الاصل سے تقابل شدہ ہے اور اصل نسخہ سے یہ نقل کیا گیا ہے۔

اس نسخہ میں بھی مرفوع حدیث کے ساتھ تحت السرۃ موجود ہے۔ مگر اثر ابراھیم نخعی موجود نہیں ہے۔

اس بات کا تذکرہ مصنف ابن ابی شیبہ کے عرب محقق سعد بن ناصر الشثری نے اپنی تحقیق میں بھی کیا ہے۔ اگر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب جو اپنی کتاب انوار البدر ص ۶۶۵ کا حاشیہ نمبر ۹ ملاحظہ کر لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتی۔

مصنف ابن ابی شیبہ کا یہ نسخہ دار کنوز اشبیلیا، سعودی عرب سے شائع ہوا ہے۔ عرب محقق سعد بن ناصر الشثری نے جلد ۳ ص ۶۶۵ کے حاشیہ نمبر ۹ کے تحت اثر ابراھیم نخعی کے متن

[حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ رَبِيعٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: يَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ]9 تَحْتَ السُّرَّةِ. پر ۹ نمبر کا حاشیہ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سقط من: [ج، د]

یعنی معلوم ہوا کہ ۲ نسخوں میں اثر ابراھیم نخعی موجود نہیں ہے یعنی ساقط ہے۔

اگر کفایت اللہ سنابلی صاحب عرب محقق سعد بن ناصر الشثری کی تحقیق سے شائع ہوا نسخہ کا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مقدمہ دیکھ لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا تو کہ نسخہ ج اور نسخہ د کون سے نسخے ہیں؟

عرب محقق سعد بن ناصر الشثری نے مصنف ابی شیبہ ج ا ص ۷۶ پر نسخہ مکتبہ ظاہریہ الثانیہ کو "د" کا نشان لگایا ہے اور ج ا ص ۷۱ پر نسخہ تیونس کو "ج" کا نشان لگایا ہے۔ یہ نسخہ تیونس "ج" وہی نسخہ ہے جو علامہ بدر الدین العینی اور علامہ زبیدی کے پاس موجود تھا۔ مگر نسخہ مکتبہ الظاہریہ الثانیہ "د" کا نسخہ عرب محقق سعد بن ناصر الشثری نے پہلی مرتبہ تذکرہ کیا۔ اور یہ ہی نسخہ مصنف ابن ابی شیبہ کا قدیم ترین نسخہ میں شمار ہوتا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ قدیم ترین نسخوں میں بھی مرفوع روایت کے ساتھ تحت السرۃ کے الفاظ موجود ہیں اور اثر ابراہیم نخعی موجود نہیں ہے۔ اس پر یہ بات ہی کہی جا سکتی ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے نسخوں میں فرق ہے اور نسخوں میں فرق تو اکثر حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جب قدیم نسخہ میں مرفوع روایت کے ساتھ تحت السرۃ کے الفاظ موجود ہیں اور وہ اصل نسخہ سے تقابل شدہ ہے تو پھر اس نسخہ پر اعتراض کرنا مناسب نہیں۔

علامہ عابد سندھی کے نسخے میں یہ خاصیت ہے کہ ان دونوں نسخوں کی عبارت کو نقل کیا۔ اور مرفوع حدیث کے ساتھ بھی تحت السرۃ نقل کیا اور اثر ابراہیم نخعی کے ساتھ بھی تحت السرۃ کے الفاظ نقل کیے۔ اس لیے تحریف کا الزام لگانا لغو اور باطل ہے۔

اللہ ہمیں مسلکی تعصب سے بچائے اور حق بات کہنے کی توفیق عطا کرے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت علیؓ کی روایت کا تحقیقی جائزہ

حضرت علیؓ سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارے متعدد روایات وارد ہوئی ہیں۔

سند نمبر: 1۔

حدثنا محمد بن محبوب، حدثنا حفص بن غياث، عن عبد الرحمن بن اسحاق، عن زيادِ بنِ زيدٍ، عن أبي جحيفة، أنَّ عَلِيًّا رضي الله عنه قال: أَلسنَّةُ وَضعُ الأَكُفِّ عَلَى الأَكُفِّ فِي الصلاةِ تحتَ السُّرَّةِ۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۷ رقم ۷۵۶ طبع دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "نماز میں (دائیں ہاتھ کی) ہتھیلی کو (بائیں ہاتھ کی) ہتھیلی (کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے"۔

سند نمبر: 2۔

حدثنا عبد الله، حدثنا محمد بن سليمانَ الأسديُّ لُوَيْنٌ، حدثنا يحيى بنُ أبي زائدةَ حدثنا عبد الرحمن بن اسحاقَ، عن زيادِ بنِ زيدٍ السوائيِّ، عن أبي جحيفة، عن علي، قال: إنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلاةِ وَضعُ الأَكُفِّ عَلَى الأَكُفِّ تحتَ السُّرَّةِ۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۹ رقم ۸۷۵ طبع بیت الافکار الدولیہ، بیروت ۲۰۱۰ء)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "نماز میں (دائیں ہاتھ کی) ہتھیلی کو (بائیں ہاتھ کی) ہتھیلی (کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے"۔

سند نمبر: 3۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حدثنی أبی، قال: حدثنا یحیی بن زکریا بن زائدۃ أبو سعید، عن عبد الرحمن بن اسحاق، عن زیاد بن زید السوائی، عن أبی جحیفۃ، عن علی، قال: إنَّ مِنَ السنَّۃِ فِی الصَّلاۃِ وَضعُ الأکُفِّ عَلَی الأکُفِّ تحتَ السُّرَّۃِ۔ (مسائل أحمد بن حنبل روایۃ ابنہ عبد اللہ ص ۷۲، ۷۳۔ رقم ۲۶۰)

ترجمہ حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں: ''نماز میں (دائیں ہاتھ کی) ہتھیلی کو (بائیں ہاتھ کی) ہتھیلی (کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے''۔

سند نمبر: 4۔

حدثنا أبو معاویۃ، عن عبد الرحمن بن اسحاق، عن زیاد بن زید السوائی، عن أبی جحیفۃ، عن علیٍ رضی اللہ عنہ قال: مِنْ سنَّۃِ الصَّلاۃِ وَضعُ الأیدی علی الأیدی تحتَ السُّرَّۃِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۴ رقم ۳۹۶۶ طبع ثانی، الأوسط فی السنن والإجماع والاختلاف، ج ۳ ص ۹۴ رقم ۱۲۹۰۔)

ترجمہ حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں: ''نماز میں دائیں ہاتھ (کی ہتھیلی) کو بائیں ہاتھ (کی ہتھیلی کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے''۔

سند نمبر: 5

حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا نُعَیْمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ زِیَادِ بْنِ زَیْدٍ، عَنْ أَبِی جُحَیْفَۃَ، عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ، قَالَ: ''وَضْعُ الْیَمِینِ عَلَی الشِّمَالِ فِی الصَّلَاۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ مِنَ السُّنَّۃِ''۔ (أحکام القرآن الکریم، ج ۱ ص ۱۸۵، رقم ۳۲۷)

ترجمہ حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں: ''نماز میں دائیں ہاتھ (کی ہتھیلی) کو بائیں ہاتھ (کی ہتھیلی کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے''۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سند نمبر :6۔

أَخبرنا أبو بكر بن الحارث، أنبأ علي بن عمر الحافظ، ثنا محمد بن القاسم، ثنا أبو كريب، ثنا حفص بن غياث، عن عبد الرحمن بن إسحاق، عن النعمان بن سعد، عن علي رضي الله عنه أنه كان يقول: "إن من سنة الصلاة وضع اليمين على الشمال تحت السرة"۔
(السنن الکبری، ج ۲ ص ۴۸ رقم ۲۳۴۲)

ترجمہ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں: "نماز میں دائیں ہاتھ (کی ہتھیلی) کو بائیں ہاتھ (کی ہتھیلی کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے"۔

سند نمبر :7۔

حدثنا محمد بن القاسم، ثنا أبو كريب، ثنا حفص بن غياث، عن عبد الرحمن بن إسحاق، عن النعمان بن سعد، عن علي، أنه كان يقول: إن من سنة الصلاة وضع اليمين على الشمال تحت السرة۔ (سنن الدارقطنی، ج ۲ ص ۳۵ رقم ۱۱۰۳)

ترجمہ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں: "نماز میں سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھے"۔

نوٹ حضرت علی ؓ کی یہ حدیث اس بارے میں صریح ہے کہ نماز میں دائیں ہاتھ (کی ہتھیلی) کو بائیں ہاتھ (کی ہتھیلی کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا ہی سنت ہے۔ اس حدیث کی توثیق اور غیر مقلدین کے اس حدیث پر اعتراضات کے جوابات باب نمبر 5 میں 5.3 کے تحت بیان کر دیئے گئے ہیں۔

اس حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے زبیر علیزئی نے ۲ روایوں پر کلام کرنے کی کوشش

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کی ہے۔

۱۔نعمان بن سعد [مجہول راوی ہے]

۲۔عبدالرحمن بن اسحاق [ضعیف راوی ہے]

ہم جمہور محدثین کرام اور اصول علم الرجال کی روشنی میں ان دونوں راویوں کا تحقیقی جائزہ لیں گے اور نتیجہ اخذ کرنے کو قارئین کرام کی انصاف پسندی پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ فیصلہ کریں کہ حق کس جانب ہے؟ اور محدثین کے مقرر کردہ اصول کے مطابق کس کی بات درست اور راجح ہے؟

نعمان بن سعد الانصاری کا تحقیقی جائزہ

نعمان بن سعد الانصاری کے بارے میں زبیر علیزئی نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں۔"نعمان بن سعد کی توثیق سوائے ابن حبان کے کسی نے نہیں کی اور اس سے عبدالرحمن روایت میں تنہا ہے۔لہٰذا ابن حجر نے مجہول کہا۔(تہذیب التہذیب ۱۰/۴۰۵)

جواب۔

۱۔امام احمد بن حنبلؒ نے نعمان بن سعد کی توثیق مفسر کی ہے۔

امام ابوداؤد لکھتے ہیں۔

سمعت احمد قالنعمان بن سعد الذی یحدث عن علی مقارب الحدیث لا باس به۔(سوالات ابی داؤد ص ۲۸۷ رقم ۳۳۲)

یعنی نعمان بن سعد مقارب الحدیث ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"مقارب الحدیث" محدثین کی اصطلاح میں الفاظ تعدیل میں سے ہے۔جس راوی کے لیے یہ لفظ بولا گیا ہے،وہ عادل ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

"قولهم مقارب الحدیث قال العراقی ضبط فی الاصول الصحیحة بکسر الراء وقیل ان ابن السید حکی فیه الفتح والکسر وان الکسر من الفاظ التعدیل والفتح من الفاظ التجریح قال ولیس ذلک بصحیح

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

بل الفتح و الکسر معروفان حکاہما ابن العربی فی شرح الترمذی وبہما علی کل حال من الفاظ التعدیل و ممن ذکر ذلک الذہبی"

ترجمہ محدثین کسی راوی کو مُقارِبُ الحدیث کہتے ہیں۔ عراقی نے کہا کہ اصول صحیحہ میں "مقارب" راء کے کسرہ کے ساتھ ہے اور کہا گیا ہے کہ ابن السید نے اس میں فتحہ اور کسرہ دونوں نقل کیا ہے۔ انہوں نے مقارِب راء کے کسرہ والے کو الفاظِ تعدیل میں اور "مقارَب" راء مفتوحہ والے کو الفاظ جرح میں ذکر کیا ہے۔ علامہ عراقی نے کہا کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ مقارب راء کے فتحہ و کسرہ دونوں کے ساتھ معروف ہے۔ ابن العربی نے شرح ترمذی میں اس کو نقل کیا ہے۔ بہر حال دونوں الفاظ تعدیل میں سے ہیں۔ اس کے قائلین میں ذہبی بھی ہیں۔

(تدریب الراوی ۱: / ۴۱۱)

امام احمد بن حنبلؒ کی توثیق کے بعد نعمان بن سعد پر مجہول کی جرح فضول ہے۔

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کے بعد زبیر علیزئی نے بھی اپنے ماہانہ رسالہ الحدیث شمارہ نمبر ۹۰ نومبر ۲۰۱۱ میں ص ۴۶ پر نعمان بن سعد کی توثیق کا اقرار کر لیا ہے۔ (الحمد اللہ یہ ہماری فتح ہے کیونکہ ایک عرصہ تک نعمان بن سعد کو محدثین کرام نے مجہول ہی سمجھا) امام احمد بن حنبلؒ کی واضح توثیق کے بعد اس پر مزید کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس روایت کی ایک سند پر اعتراض سے مخالفین نے رجوع کر لیا۔ اب ہم دوسرے اعتراض کے جانب قارئین کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔

۲۔ دوم یہ کہ نعمان بن سعد سے صرف عبد الرحمن ہی تنہا راوی ہے یہ اعتراض بھی درست نہیں کیونکہ نعمان بن سعد سے ثقہ راوی امام اسماعیل بن ابی خالد بھی روایت کرتے ہیں۔ اخبار اصبہان ۸ / ۳۳۹، رقم ۱۵۹۹ پر "اسماعیل بن ابی خالد عن نعمان بن سعد" کی سند موجود ہے۔ لہذا اس اعتراض کا حصہ دوئم بھی حقیقت کے برعکس ہے اور صحیح نہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

عبدالرحمن بن اسحاق الواسطی کے بارے میں محدثین کرام کی تحقیق

زبیر علیزئی غیر مقلد نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام صفحہ ۱۰۔ ۱۱ پر مختلف محدثین کرام سے عبد الرحمن بن اسحاق کی تضعیف نقل کی ہے۔ مگر تحقیق کے معیار پر قرار نہ رکھ سکے۔ زبیر علیزئی غیر مقلد نے وہی اعتراضات نقل کیئے ہیں۔ جو عبدالرحمن بن اسحاق پر محدثین کرام نے نقل در نقل اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہاں موضوع کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انتہائی ضروری ہے کہ محدثین کرام کی تحقیق کا منصفانہ جائزہ لیا جائے۔

عبدالرحمن بن اسحاق پر جرح اور اسکی وجوہات

۱ زبیر علیزئی نے اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام میں ص ۱۰ تا ۱۱ تک عبد الرحمن بن اسحاق پر تقریباً ۲۰ محدثین کرام سے جرح نقل کی ہے۔ مگر یہ تمام جرحیں غیر مفسر ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اگر دریں ازاں ان جرح کی حیثیت کو مان بھی لیا جائے تو دیگر محدثین کرام کی تصحیح اور احتجاج روایت کی بنا پر یہ راوی ساقط الاعتبار ہو نہیں سکتا۔ اور جب کہ اس حدیث کے دیگر شواھد بھی موجود ہیں۔

۲ زبیر علیزئی غیر مقلد نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام ص ۱۱ اور ۱۰ پر جن محدثین کرام سے جرح نقل کیں ہیں۔ انمیں ان جرح کا سبب بیان نہیں کیا گیا۔ جسکی وجہ سے یہ جرح مبہم رہے گی۔ اب قابل توجہ امر یہ ہے کہ محدثین کرام نے عبدالرحمن بن اسحاق الکوفی پر یہ جرح کیوں کیں؟ اور اسکے اسباب کیا تھے؟ اس سبب کو محدث ابن جوزی اور ابن خزیمہ" نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

محدث ابن جوزیؒ کے قول کی تحقیق

محدث ابن جوزیؒ اپنی کتاب الضعفاء والمتروکین ۲/۸۹ رقم ۱۸۵۰ پر لکھتے ہیں۔

"ویحدث عن النعمان عن المغیرہ احادیث مناکیر۔ یعنی (عبدالرحمن بن اسحاق) نعمان عن المغیرۃ کی سند سے احادیث مناکیر روایت کرتا ہے"

یہاں پر واضح ہوگیا کہ عبدالرحمن بن اسحاق پر جرح کی وجہ عبدالرحمن عن نعمان عن المغیرہ کی سند پر ہے۔ اور ابن جوزیؒ کی اس خاص جرح کی وجہ سے عبدالرحمن عن نعمان عن علیؓ کی عام سند پر اعتراض کرنا غلط ہے۔ یہ نکتہ یاد رہے کہ ابن جوزی نے جس سند پر اعتراض کیا اس میں حضرت المغیرۃؓ کا تذکرہ ہے جبکہ ہماری پیش کردہ سند میں حضرت علی المرتضیٰؓ ہیں۔ لہٰذا اس فرق کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور کوئی غیر مقلد اس میں بددیانتی نہ کرے۔

مزید یہ نکتہ بھی بہت اہم اور قابل دید ہے ابن جوزی نے عبدالرحمن پر ضعیف نہیں بلکہ احادیث مناکیر کی جرح کی ہے، اور اس اعتراض کا یہ مطلب نہیں بنتا کہ راوی ضعیف ہے بلکہ ایک طالبعلم کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ اس سے مراد روایت میں تفرد ہے نہ کہ ضعف۔

دوسرا یہ بھی اصول مدنظر رکھنا چاہیے کہ اگر تفرد والی حدیث یا روایت کے متابعت یا شواہد مل جائیں تو وہ حدیث صحیح ہوتی ہے۔ اور ہماری پیش کردہ روایات کے متعدد شواہد اور متابعات موجود ہیں۔ جس سے اس روایت کے کم از کم حسن ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اگر عبدالرحمن بن اسحاق عن نعمان عن علی والی سند پر بھی احادیث مناکیر کی جرح ہو تب بھی متابعت اور شواہد سے جرح ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا عبدالرحمن بن اسحاق پر جرح مطلق علی الاطلاق لاگو نہیں ہوتی ہے جبکہ اس کے شواہد موجود ہیں۔

ابن خزیمہؒ کے قول کی تحقیق

امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید ۱/۳۲۵ پر عبدالرحمن بن اسحاق عن نعمان بن سعد عن علی والی سند کے بارے میں لکھا ہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق عن نعمان عن علی کی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سند سے اخبار منکرۃ روایت کرتا ہے۔

جواب۔ امام ابن خزیمہ کی یہ جرح مختلف وجوہات کی وجہ سے قابل التفات نہیں ہے۔

۱۔اول یہ کہ اخبار منکرۃ سے مراد روایت یا راوی کا ضعف نہیں بلکہ تفرد مراد ہے۔اور تفرد والی جرح کو ضعیف ہونے پر لاگو کرنا ایک علمی بد دیانتی ہے۔اور اس طرح کے بد دیانتی تو غیر مقلد زبیر علی زئی کی تحریروں میں عام ہے۔

۲۔امام ابن خزیمہ نے اپنی دوسری کتاب صحیح ابن خزیمہ میں عبدالرحمن عن نعمان عن علی والی سند روایت کی ہے اور عبدالرحمن پر صراحتاً کوئی جرح نقل نہیں کی۔

امام ابن خزیمہ نے عبدالرحمن کے بارے میں لکھا ہے کہ" فان فی القلب من عبدالرحمن بن اسحاق"۔(صحیح ابن خزیمہ ۳/۳۰۶)

یعنی کہ میرے دل میں عبدالرحمن بن اسحاق کے بارے میں شک ہے مگر یاد رہے کہ اس قسم کے اقوال سے بھی راوی ضعیف ثابت نہیں ہوتا ہے۔

۳۔اگر امام ابن خزیمہ کی جرح عبدالرحمن عن نعمان عن علی پر بالفرض منطبق کر لی جائے تو پھر بھی اس سند کے دوسرے متابعات اور شواہد موجود ہیں۔لہٰذا اس سند پر اعتراض درست نہیں ہے۔مزید یہ کہ ابن خزیمہ نے اخبار منکرۃ کا اطلاق کیا ہے۔جس یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عبدالرحمن بن اسحاق مطلقاً ضعیف ہے اور نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی تمام روایات منکر ہیں۔جناب والا ایک تحقیقی شخص کے سامنے یہ سارے اعتراض انکل پچو سے زیادہ نہیں۔ان اعتراضات سے آپ غیر مقلد کہلانے والے مقلد اور اپنے شاگردوں کو تو بہلا سکتے ہیں مگر علم کے میدان میں آپ کے اعتراض کی حیثیت ایک پرکاہ سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔آپ کی اس تحقیق سے آپ کے نام نہاد شاگرد تو بغلیں بجا سکتے ہیں مگر علماء حقہ پر یہ مخفی نہیں کہ آپ نے اسماء الرجال کے میدان میں جو علمی بد دیانتی کیں ہیں اس پر پوری ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

اگر ہم محدث ابن خزیمہ اور ابن جوزی کی جرح کا تفصیلی جائزہ لیں تو ان کے اقوال کی حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ محدثین کرام کو اعتراض عبدالرحمن بن اسحاق عن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نعمان علی المغیرۃ کی سند پر تھا۔ اس طرح کے راویوں کی مثالیں اسماء الرجال کی کتابوں میں متعدد مقامات پر موجود ہیں۔ جمہور محدثین کرام نے عبد الرحمن بن اسحاق عن نعمان عن علی رضی اللہ عنہ کی سند والی روایات نقل کیں ہیں اور اس پر اعتماد ظاہر کیا ہے۔ جن سے عبد الرحمن عن نعمان عن علی کی سند کی ثقاہت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

اعتراض: غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں کہ امام ابن خزیمہ نے پہلے اس راوی کے ضعیف الحدیث ہونے کا فیصلہ کر دیا اور اس کے بعد کہا کہ یہ منکر روایات بیان کرتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے کلام میں منکر سے مراد تفرد نہیں بلکہ ضعیف روایات ہیں۔

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کو خیر سے کلام سمجھنے کی توفیق بھی نہیں ہے۔ ان کو یہ تک معلوم نہیں کہ ابن خزیمہ نے عبد الرحمن ابن اسحاق کو ضعیف کہنے کی وجہ منکر روایت مروی کرنا کہا ہے۔ ضعیف کہہ کر اس کی علت بتا دی ہے۔ اس طرح کے اعتراضات کچھ وقعت نہیں رکھتے۔

مزید یہ کہ اس روایت کے دیگر شواہد اور عبد الرحمن بن اسحاق کی متابعت ہونے کی وجہ سے یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

عبدالرحمن بن اسحاق کی تعدیل

درجہ ذیل محدثین کرام سے، عبدالرحمن بن اسحاق کی تعدیل یا روایت لینا ثابت ہے۔

۱	امام حاکم	صحیح له فی المستدرک	رقم ۸۶۸۸.۳۴۲۲
۲	امام ذہبیؒ	سکوت	
		علی شرط مسلم	رقم ۳۴۲۲
	امام ذہبیؒ نے	اس راوی کو ضعیف بھی کہا ہے۔	تلخیص رقم ۳۴۷۷
۳	ابن ملقنؒ	سکوت فی اختصار الملقن	رقم ۳۴۲۲،۱۹۷۳
۴	امام ترمذیؒ	قال ہذا حدیث حسن غریب	سنن ترمذی ۷۴۱
		إنّه تکلّم فیه من قبل حفظه بھی کہا	
۵	امام ابن خزیمہؒ	"احتج فی صحیحة"	ابن خزیمہ ۲۱۳۶
۶	حافظ ابن حجرؒ	"مائل به تحسین"	القول المسدد صفحہ ۳۵
۷	علامہ ابن قیم	والصحیح حدیث علی رضی اللہ عنہ	بدائع الفوائد ۳/ ۹۱
۸	امام عجلیؒ	ضعیف جائز الحدیث یکتب حدیثه	معرفۃ الثقات ۱۰۱۸
۹	امام المقدسیؒ	"احتج فی المختاره"	المختارہ ۷۷۱ ـ ۷۷۲
	زبیر علی زئی کے نزدیک ضیاء مقدسی کا کسی حدیث کی تخریج کرنا اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔ (تعداد رکعت قیام رمضان ص 23)		
۱۰	امام رازی تمامؒ	"احتج"	فوائد تمام ۲۰۲،۳۶۰
۱۱	امام سیوطیؒ	"مائل به تحسین"	اللآلی المصنوعۃ ۲/ ۳۷۸
۱۲	امام بزارؒ	صالح الحدیث	مسند البزار ۶۹۶
۱۳	البانی	حکم علی حدیث حسن	حاشیہ سنن ترمذی ۲۵۲
		صحیح لغیرہ	حاشیہ سنن ترمذی ۲۹۰۹

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اس تفصیل سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق کم از کم حسن الحدیث راوی ہے۔ اور دیگر شواہد اور متابعات کی روشنی میں سے اس کی روایت پر اعتراض فضول ہے۔

اعتراض: غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۵۶۷ پر بہت عجیب منطق پیش کی ہے کہ ابن قیم نے تصحیح تفسیر علی رضی اللہ عنہ کی ہے نہ کہ حدیث کی۔ وہ تفسیری روایت ہے اور اس تفسیری روایت کو ابن قیم نے دوسری جگہ ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

وَقَالَ عَلِيٌّ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - فِي قَوْلِهِ تَعَالَى :{فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} إِنَّهُ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ صَدْرِهِ۔

(اعلام الموقعین ۲/ ۲۹۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے قول {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} کی تفسیر میں کہا: اس سے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے کے نیچے رکھنا مراد ہے۔

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اس بات میں بھی بد دیانتی کا مرتکب ہو رہے ہیں۔ البدائع الفوائد کی عبارت کا تعین اعلام الموقعین کی عبارت سے کیا۔ ابن قیم نے بدائع الفوائد میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کی روایت نقل کیں، اور ایک کو ضعیف جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کی تصحیح کی۔ ابن قیم کی عبارت ملاحظہ کریں۔

علی رضی اللہ عنہ:"من السنة فی الصلاة وضع الأكف على الأكف تحت السرة"۔ عمرو بن مالک عن أبی الجوزاء عن ابن عباس مثل تفسیر علی إلا أنه غیر صحیح، والصحیح حدیث علی۔ (بدائع الفوائد ۳/ ۹۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :"من السنة فی الصلاة وضع الأكف على الأكف تحت السرة"۔ "نماز میں سنت ہتھیلی کا ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے"۔ اور عمرو بن مالک نے ابی الجوزاء سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مثل روایت کیا ہے، مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے اور صحیح تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب جب بدائع الفوائد ۳/۹۱ میں ابن قیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ والی روایت نقل کر کے تصحیح کر دی ہے تو پھر اعلام الموقعین کا ذکر کرنا یہاں کی تحقیق ہے"

امام ترمذیؒ اور امام حاکمؒ کی تحسین و تصحیح پر اعتراض۔

زبیر علیزئی غیر مقلد نے اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام ص ۱۱۱ پر لکھتے ہیں:
حالانکہ ترمذی اور حاکم دونوں ان لوگوں (حنفی) کے نزدیک تساہل کے ساتھ مشہور ہیں۔ اسی لیئے بقول حافظ ذہبی علماء ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے"۔

الزامی جواب۔

زبیر علیزئی غیر مقلد کے اکابر "مولانا مبارکپوری" ترمذی کی تحسین کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "میں کہتا ہوں کہ ترمذی کی تصحیح اور تحسین پر اعتماد اس وقت نہیں جب وہ صحیح یا حسن کہنے میں منفرد ہو مگر جب ائمہ حدیث میں دوسرے بھی ان کی موافقت کریں تو پھر وہ غیر معتمد نہیں بلکہ ان کی تصحیح و تحسین پر اعتماد کیا جائے گا"۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۷۲)

یہ ایک عجب تضاد ہے کہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر تو امام ترمذی اور امام حاکم کی تحسین کو قبول کرنا اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر ان کی تحسین اور تصحیح کو رد کرنا۔ کیا یہ مسلکی حمایت کا شاخسانہ نہیں؟ امید ہے کہ اسکا جواب زبیر علیزئی غیر مقلد ضرور دینگے۔

بقول علامہ مبارکپوری غیر مقلد امام ترمذی اور امام حاکم کی تصحیح تو اس وقت قابل قبول نہیں جب یہ کسی راوی کی توثیق میں تنہا ہوں۔ جبکہ عبدالرحمن بن اسحاق کی توثیق متعدد محدثین نے کی ہے جیسے کہ گذشتہ اوراق میں ان حوالہ جات کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ لہذا اس حدیث پر غیر مقلدین حضرات کا اعتراض کرنا فضول اور اسماء الرجال کی روشنی میں غلط ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

عبدالرحمان بن اسحاق پر مزید بحث

اور کفایت اللہ سنابلی صاحب کی موشگافیاں

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے انوار البدر ص ۵۶۸ تا ص ۵۸۹ تک عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی پر جرح نقل کی ہے۔

عرض یہ ہے کہ یہی رائے بہتر ہے کہ حدیث علیؓ حسن ہے۔ کیونکہ تحت السرۃ پر سلف وخلف کا شرقاً غرباً عمل ہے۔ اور اس کی تائید میں کئی روایات ہیں۔

۱۔ مختلف روایتوں سے، حدیث ابی ہریرۃؓ، حضرت علیؓ سے مروی دو اور روایتیں حدیث انسؓ وغیرہ

۲۔ تعامل امت میں صرف دو ہی طریقے رائج رہے۔ فوق السرۃ اور تحت السرۃ یا دونوں میں اختیار۔

۳۔ ائمہ اجتہاد اور ان کے متبعین کا اس پر عملخصوصاً امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ، امام سفیان ثوریؒ ایک اور مجتہد اور محدث امام اسحاقؒ کا اس کو حدیث کے لحاظ سے قوی کہنا۔

۴۔ اس بارے میں کبار تابعین سے صحیح سند سے روایات اور ان کا عمل موجود ہیں۔

۵۔ اس کی روایات صحت میں اور عمل میں اور تعداد میں دوسری روایات سے زیادہ۔

اس بارے میں صرف جارحین اور معدلین کے عدد سے ہی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔۔۔ خصوصاً "فی الباب"

سلف کے اصول حدیث آج کل سے بہت مختلف نظر آتے ہیں آج کل تو اصول حدیث کا دد حال کر دیا گیا ہے کہ کیا کہیں۔

مختصراً یہ کہ عبدالرحمان بن اسحاق ابوشیبہ واسطی حسن الحدیث ہے اور اس کی یہ حدیث حسن ہے اور اکثر کے نزدیک تصریحاً نہیں عملاً فی الباب سب سے صحیح ہے۔

عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی جس پر کلام کرنا ہے اس پر تعدیلی اقوال سے زیادہ اس پہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جروح کو دیکھنا پڑے گا۔

جروح زیادہ تر تو نقل در نقل ہوتی ہیں اس میں بنیادی طور پہ دیکھنا ہے کہ ان پر جرح سب سے پہلے اور کسی نے مفسر جرح بھی کی ہے۔

تمام جروح کو آپ غور سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مرکزی جرح امام احمد بن حنبل کی ہے اور بظاہر مفسر بھی ہے اس لئے اس پر گفتگو کرتے ہیں۔۔

ا۔امام احمد بن حنبلؒ کے قول کی تحقیق:

اس بارے میں کچھ حوالے جامع العلوم امام احمدؒ ج ۱۷ سے پیش کرتا ہوں آپ اس پر خود ہی حوالے سے غور کریں۔

امام احمدؒ کے سامنے دو راوی ہیں ایک عبد الرحمٰن بن اسحاق مدنی اور ایک عبد الرحمٰن بن اسحاق واسطیہ واسطی تحت السرۃ کا راوی ہے۔ان پر امام احمدؒ کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

(ا)۔عبد الرحمٰن بن اسحاق مدنی [القرشی]

ا۔لیس بہ باس

۲۔یہ مدنی ہے۔۔واسطی سے اور ہے۔۔اور ابی الزناد سے مدنی روایت کرتا ہے۔۔

۳۔صالح الحدیث

۴۔لیس بہ باس

۵۔یہ ابی الزناد سے احادیث منکرۃ روایت کرتا ہے۔۔۔صالح الحدیث ہے۔

۶۔رجل صالح۔مقبول

خلاصہ۔۔عبد الرحمٰن بن اسحاق مدنی ثقہ راوی ہے اور عبد الرحمان بن اسحاق سے زیادہ قوی ہے۔۔لیکن ابی الزناد سے احادیث منکرۃ روایت کرتا ہے۔

نوٹ۔یہ صحیح مسلم کا بھی راوی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(۲) عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی ۔۔راوی حدیث ۔۔۔تحت السرۃ

۱۔منکر الحدیث

۲۔ضعیف

۳۔نعمان بن سعد الذی یحدث عن علی۔مقارب الحدیث لا باس به ۔ولکن الشأن في عبدالرحمن بن اسحاق.له احادیث مناکیر

۴۔قال ابو داود۔۔احمد یضعف عبدالرحمن

۵۔عبداللہ بن احمد بن حنبل نے امام احمدؒ سے جو رائے نقل کی ہے وہ یہ ہے۔

ایک روایت میں متروک کہا۔۔لیکن اس کی مراد واضح نہیں اور یہ مطلق متروک نہیں ۔دوسری روایت میں تفصیل ہے۔

سألت أبي عن عبد الرحمن بن إسحاق الكوفي فقال هذا يقال له أبو شيبة وهو واسطي كان يروي عنه بن إدريس وأبو معاوية وابن فضيل وهو الذي يحدث عن النعمان بن سعد عن المغيرة بن شعبة عن النبي صلى الله عليه وسلم أحاديث مناكير ليس هو بذاك في الحديث وللديني عبد الرحمن وهو عباد أعجب إلي من هذا الواسطي۔(العلل ومعرفۃ الرجال،رقم ۲۵۶۰)

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے والد سے اس راوی کے بارے میں پوچھا۔تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ابوشیبہ واسطی ہے اور اس سے ابن ادریس،ابومعاویہ اور ابن فضیل روایت کرتے ہیں۔اور مدنی (جو دوسرا راوی ہے) وہ مجھے اس واسطی سے زیادہ پسند (اعجب إلی) ہے۔

خلاصہ۔اس میں ضعیف، لیس بذاک، متروک میں وجہ بیان کوئی نہیں ہوئی یعنی مفسر نہیں۔

دوسری روایتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔۔۔خاص طور پہ جو یہ نعمان بن سعد سے بیان کرے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اس پہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ تحت السرۃ والی روایت بھی نعمان سے ہے۔

اول: تو اس کی دوسری سند بھی ہے جس میں نعمان بن سعد نہیں۔۔۔جو کہ مسند احمد میں ہے اگرچہ وہ زوائد عبداللہ بن احمد۔۔۔میں سے ہے لیکن مسائل امام احمد بروایت عبداللہ میں وہ امام احمدؒ سے ہی روایت ہے۔

اور یہ دونوں سندیں ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔

دوم: امام احمدؒ نے جو یہ فرمایا کہ احادیث مناکیر تو وہ مطلق نعمان کی روایت نہیں بلکہ واسطی عن نعمان عن المغیرہؓ کی سند میں ہے۔۔۔نعمان عن علیؓ کی سند میں نہیں۔

ورنہ ان کے بیٹے عبداللہ بن امام احمدؒ نے زوائد مسند احمد میں ۷ یا ۸ روایات عبدالرحمن بن اسحاق عن نعمان بن سعد کی سند سے بیان کی ہیں۔

دوسرے محدثین کی اصطلاح سے قطع نظر امام احمدؒ کی منکر کی اصطلاح مختلف ہے۔

ثقہ کے تفرد پر بھی منکر کا اطلاق کرتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر عبدالرحمن بن اسحاق مدنی۔۔۔ثقہ راوی پر بھی فلاں سند سے منکر روایات کی جرح کی۔اس معاملے میں کامل ابن عدی کو بھی دیکھیں۔۔مختلف تراجم میں عبدالرحمن واسطی کا ذکر ہے۔

۱۔ اِسحاق بن الحارث الکوفی۔ کے ترجمہ میں:

قال البخاري :إسحاق بن الحارث الكوفي روى عنه ابنه عبد الرحمن، وعبدالرحمن ضعفه أحمد.

قال الشيخ :وهذا الذي قاله البخاري من ذكر عبدالرحمن هو عبد الرحمن بن إسحاق الكوفي، يكنّى أبا شيبة، يحدث عن النعمان بن سعد عن علي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عليه وسلم بأحاديث لا يتابع عليها، وعبدالرحمن أشهر من أبيه إسحاق وأكثر رواية۔

اس میں بھی ضعفہ احمد تو ہے۔۔۔لیکن آگے اس کی وضاحت ابن عدی نے کی کہ نعمان بن سعد عن علیؓ والی سند سے احادیث میں اس کے متابع نہیں ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ابھی اس کی روایات کا تتبع نہیں کیا شاید یہ بھی دعوی صحیح نہ ہو۔

لیکن تحت السرۃ والی سند میں تو متابع ہے جو کہ دونوں سند میں ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔

اور کامل ابن عدی میں عبد الرحمن بن اسحاق مدنی کے ترجمہ میں یہ فرماتے ہیں۔

وفي حديثه بعض ماينكر، ولا يتابع عليه والأكثر منه صحاح، وهو صالح الحديث كما قال ابن حنبل.

اور دارقطنی کے ترجمہ میں:

وفي بعض مايرويه لا يتابعه الثقات عليه وتكلم السلف فيه وفيمن كان خيرا منه، ومَنْ تقدم من الرجال أضعف من عبد الرحمن بن إسحاق المديني الذي يعرف بعباد وعباد عندهم أصلح منه.

جس کا حاصل جو سمجھ میں آتا ہے دارقطنی کی کئی احادیث میں متابعت نہیں تو مدنی کی بھی نہیں مدنی صالح ہے جیسا کہ احمدؒ نے کہا اور دارقطنی پہ سلف نے کلام کیا ہے (اس سے بھی مراد خصوصا احمدؒ ہیں۔ اور ان کی جرح مطلق نہیں۔۔۔ اور باقی اگر کسی کی جرح ہے تو مفسر نہیں)

مدنی کے مقابلے میں یہ کم درجے کا ہے اور مدنی اس سے زیادہ صالح ہے۔

۲۔ امام یحیی بن معین کے قول کی تحقیق:

ان کی جروح کے جو الفاظ ہیں ان میں جرح مفسر کوئی نہیں۔ یعنی وجہ بیان نہیں ہوئی۔

۳۔ امام بخاریؒ کے قول کی تحقیق:

امام بخاریؒ سے جرح فیہ نظر نقل کی جاتی ہے۔

متاخرین مختلف تشریحات سے کرتے ہیں کہ یہ بہت سخت جرح ہے اس سے مراد یہ ہے لیکن تاریخ، اور ضعفا۔۔ کی مراجعت کے بعد معلوم ہوگیا کہ وہ بھی اس معاملے میں امام احمدؒ کا ہی قول منکر الحدیث اور فیہ نظر نقل کرتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۴۔ابوداؤدؒ کے قول کی تحقیق:

انہوں نے بھی جرح امام احمد سے نقل کی ہے اپنی سنن میں

قال أبو داود :سمعت أحمد بن حنبل يضعف عبد الرحمن بن إسحاق الكوفي.

اب سنن ابو داؤد میں دیکھیں تو وضع الیدین کی ۴ روایتیں لولوی کے نسخے میں تو ہے ہی نہیں۔

دوسری روایات میں سے اور تحفۃ الاشراف سے آج کے محققین استدراک کر دیتے ہیں بہر حال ان میں کچھ اس ترتیب سے ہیں۔

۱۔تحت السرۃ والی حدیث ۔۔۔عبد الرحمن ابن إسحاق ،عن زیاد بن زید کی سند سے روایت بیان کی۔۔اور سکوت کیا

۲۔پھر فوق السرۃ کی موقوف روایت بیان کی اور سکوت کیا۔

۳۔پھر فرمایا۔قال أبو داود :وروي عن سعيد بن جبير :فوق السرة. وقال أبو مجلز :تحت السرة.وروي عن أبي هريرة وليس بالقوي

758-عبد الرحمن ابن إسحاق الكوفي، عن سيار أبي الحكم، عن أبي وائل، قال:قال أبو هريرة :أخذ الأكف على الأكف في الصلاة تحت السرة.

قال أبو داود :سمعت أحمد بن حنبل يضعف عبد الرحمن بن إسحاق الكوفي.

اب ادھر جو جرح کی اس کو ۲ روایتیں پہلے کی روایت سے جوڑنے کی ضرورت نہیں اور پہلی روایت پہ ہی فرما دیتے کہ روی عن علی ﷺ و لیس بالقوی۔۔لیکن انہوں نے ابو ہریرہؓ والی روایت کے طریق پر عبد الرحمن پر اعتراض کیا۔

جیسا کہ آپ پوری بحث میں دیکھ رہے ہیں کہ عبد الرحمن ضعیف مطلق نہیں بعض اماموں نے

طریق میں ہے چنانچہ ابو داود کی بھی یہی مراد ہوگی۔

اور امام احمد سے جو یضعف نقل کیا وہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ امام احمد پر ہم بحث کر آئے ہیں۔ واللہ اعلم

اور چلتے چلتے ایک اور چیز جو نظر پڑی کہ یہ میں شیخ شعیب ارنؤوط جو آج کل بڑے محقق ہیں۔ ان کی تحقیق ابو داؤد سے نقل کر رہا ہوں۔ تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے تحت السرۃ والی کی تخریج میں نعمان بن سعد کو مجہول کہہ دیا ہے جو کہ غلط ہے امام احمد نے ان کی توثیق کی ہے۔ جیسا کہ اوپر نقل کیا۔

نعمان بن سعد الذی یحدث عن علی۔۔۔ مقارب الحدیث لا باس به۔

الغرض امام احمد واحد ہیں جن کی جرح مفسر نظر آتی تھی یعنی منکر الحدیث تو اوپر کی تحقیق سے یہ بظاہر سامنے آتا ہے کہ ان کے نزدیک عبد الرحمن بن اسحاق واسطی۔ اتنا قوی راوی نہیں لیکن مطلقاً ضعیف بھی نہیں ہے۔ اسی لئے وہ مدنی ثقہ (صحیح مسلم کا بھی راوی) انہیں واسطی کے مقابلے میں زیادہ پسند ہے۔ اب یہ پسند اور ناپسند میں تقابل نہیں بلکہ زیادہ پسند اور پسند میں تقابل ہے۔

اور اس حدیث کو ان کے بیٹے مسائل احمد بروایات عبد اللہ میں بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ امام احمد کے نزدیک اس مسئلہ میں وسعت ہے۔ لیکن ان کی تحت السرۃ والی روایت ہی بعد میں حنابلہ نے ترجیح دی۔

ان کے سب سے مشہور متن الخرقی میں یہی بیان ہوئی اور ان کی مذہب کی سب سے قوی کتاب الخرقی کی شرح المغنی ابن قدامہ میں یہی روایت دلیل کے طور پر بیان ہوئی۔

ابن تیمیہ شرح عمدۃ الفقہ ۲۔ ۶۶۲ میں فرمایا ہے۔

ویجعلهما تحت سرته، أو تحت صدره، من غير كراهة لواحد منهما، والأول أفضل في إحدى الروايات عنه، اختارها الخرقي والقاضي وغيرهما. رواه أحمد وأبو داود والدارقطني عن أبي

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جحيفة قال :قال علي رضي الله عنه» :إنّ مِنَ السُّنّةِ وَضْعُ الأكُفِّ تحتَ السُّرّةِ« ،ويذكر ذلك من حديث ابن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم ،وقد احتج به الإمام أحمد. وروى ابن بطة عن أبي هريرة رضي الله عنه قال» :مِنَ السُّنّةِ أنْ يَضَعَ يَدَهُ اليُمنى في الصَّلاةِ تحتَ السُّرّةِ« ،والصحابي إذا قال» :السنة« انصرف إلى سنة النبي صلى الله عليه وسلم،

حافظ ابن تیمیہ نے نہ صرف بغیر جرح کئے خود استدلال کیا ہے بلکہ احتج بہ الامام احمد بھی فرمایا ہے۔ اسی روایت کو حافظ ابن قیم نے صحیح حدیث علی رضی اللہ عنہ فرمایا۔

تحت السرۃ کے دلائل دیتے ہوئے حدیث علیؓ کے متعلق جو یہ فرمایا کہ ہم نے عبدالرحمن بن اسحاق والی ضعیف سند پیش نہیں کی بلکہ ابن قیمؒ کا حوالہ پیش کیا ہے اور ابن قیم کے پیش نظر کوئی اور سند ہے اسی لئے انہوں نے اس کی تصحیح کی"

یہ میرے ذاتی خیال میں تکلف ہی ہے۔ ایسا نہیں بلکہ ابن قیم کی مراد یہی سند ہے اور یہ فی الباب سب سے صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔۔

۵۔امام اسحاق بن راہویہؒ کے قول کی تحقیق:

انہوں نے عبدالرحمن بن اسحاق کی روایت اس سند سے اپنی مسند میں بیان کی ہے۔۔

2305- أخبرنا أبو معاوية، نا عبد الرحمن بن إسحاق، عن شهر بن حوشب، عن أسماء بنت يزيد العنبسمية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ـــــــــ

اگرچہ اسانید کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان میں صحت کا اہتمام نہیں ہوتا لیکن امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ کی مسند کے بارے میں ائمہ نے یہ کہا ہے کہ یہ دونوں۔۔۔ایسی نہیں ہیں۔۔۔بلکہ انہوں نے مقبول احادیث ہی روایت کی ہیں۔۔

اگرچہ ان میں ضعیف راوی ہوتے تو ہیں خصوصاً مسند احمد میں لیکن خاص اس مسئلہ میں اس

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کی زبردست تائید اس سے ہوتی ہے کہ مسائل احمد و اسحاق بن راھویہ ۲۔ ۳۳۲ میں امام اسحاق سے روایت ہے۔

قال إسحاق ـــ تحت السرة أقوى في الحديث وأقرب إلى التواضع۔

۶۔ ابن خزیمہؒ کے قول کی تحقیق:

انہوں نے اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں اس کی روایت بھی لی ہے اور اس پر کلام بھی کیا ہے بلکہ اس کی روایت پر باب بھی قائم کیا ہے۔

(187) باب ذِكْرِ مَا أَعَدَّ اللهُ - جَلَّ وَعَلَا - فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْغُرَفِ لِمُدَاوِمِ صِيَامِ التَّطَوُّعِ إِنْ صَحَّ الْخَبَرُ، فَإِنَّ فِي الْقَلْبِ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ أَبِي شَيْبَةَ الْكُوفِي، وَلَيْسَ هُوَ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْمُلَقَّبِ بِعَبَّادٍ الَّذِي رَوَى عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ وَالزُّهْرِيِّ وَغَيْرِهِمَا هُوَ صَالِحُ الْحَدِيثِ، مَدَنِيٌّ سَكَنَ وَاسِطَ، ثُمَّ انْتَقَلَ إِلَى الْبَصْرَةِ، وَلَسْتُ أَعْرِفُ ابْنَ مَعَانِقٍ وَلَا أَبَا مَعَانِقٍ الَّذِي رَوَى عَنْهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ۔

2136- قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمَّا خَبَرُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ أَبِي شَيْبَةَ، فَإِنَّ ابْنَ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَغُرَفًا يُرَى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا، وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا". (صحیح ابن خزیمہ، رقم ۲۱۳۶:)

اس میں انہوں نے اس راوی کی طرف سے کھٹکے کا اظہار تو کیا ہے لیکن وجہ بیان نہیں کی انہی کتاب التوحید ابن خزیمہ میں یہ کلام کیا ہے۔

وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ، هٰذَا هُوَ أَبُو شَيْبَةَ الْكُوفِيُّ، ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، الَّذِي رَوَى عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَارًا مُنْكَرَةً،

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

یعنی ان کا بھی اعتراض منکر اخبار روایت کرنے والا ہے اس پر بحث ہو چکی۔ اس کے باوجود جو اپنی صحیح میں اس کی روایت نقل کی ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اتنا ضعیف نہیں۔۔

۶۔ البزار ۲۹۲ھ کے قول کی تحقیق:

ان کی رائے وَمَا رَوَى النُّعْمَانُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ۔ (البحر الزخار ۲۔ ۲۷۷)

اس باب میں کئی احادیث امام بزارؒ نے عبد الرحمن بن اسحاق عن نعمان بن سعد عن علیؓ کی سند سے روایت کیں ہیں۔

اور پہلی حدیث میں ہی عبد الرحمن کی توثیق کی ہے۔

حدیث 696۔۔۔۔۔۔۔۔۔عَبْدُ الرَّحْمنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عَبْدُ الرَّحْمنِ بْنُ إِسْحَاقَ أَبُو شَيْبَةَ، وَهُوَ وَاسِطِيٌّ حَدَّثَ عَنْهُ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، وَالْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ، وَمَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، صَالِحُ الْحَدِيثِ۔

اور پھر کئی روایات اسی سند سے بیان کی ہیں۔۔ اور اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ تقریباً تمام احادیث کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ

لَا نَعْلَمُ يُرْوَى هَذَا۔۔۔۔إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

اس سے بھی ہمارے نظریے کو تقویت ملتی ہے کہ عبد الرحمن بن اسحاق سے کچھ منفرد احادیث مروی ہیں۔ بعض محدثین نے اس پر ہی ان پر جرح کر دی ہے۔ آگے امام بزارؒ نے وضاحت کی ہے کہ یہ کس درجے کا ثقہ ہے۔

2324-۔۔۔۔۔عَبْدِ الرَّحْمنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْحَكَمِ، وَهُوَ ابْنُ أَخِي عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» : لَقَدِ اسْتَجَنَّ بِجُنَّةٍ كَثِيفَةٍ مِنَ النَّارِ مَنْ سَلَفَ بَيْنَ يَدَيْهِ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فِي الْإِسْلَامِ «.

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وَهٰذَا الحدِيث لَا نَحفظُ لَهُ طَرِيقًا عَنْ عُثمانَ إِلَّا هٰذا، وَلا يحفظُ هٰذا اللَّفظُ عَنْ رَسولِ اللهِ صلىٰ اللهُ عَلَيهِ وَسلَّمَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الوَجهِ بِهٰذَا الإِسنَادِ، وَإِنْ كَانَ قَدْ رُوِيَ نَحوُ مَعنَاهُ عَنْ رَسولِ اللهِ صلىٰ اللهُ عَلَيهِ وَسلَّمَ مِنْ وُجُوهٍ،

وَعَبدُ الرَّحمٰنِ بنُ إِسحَاقَ كُوفِيٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو شَيبَةَ، حَدَّثَ عَنهُ مَروَانُ بنُ مُعَاوِيَةَ، وَمحمَّدُ بنُ فُضَيلٍ، وَالْقَاسِمُ بنُ مَالِكٍ، وَعَبدُ الوَاحِدِ بنُ زِيَادٍ، وَحَفصُ بنُ غِيَاثٍ وَغَيرُهُم، وَلَيسَ حَدِيثُهُ حَدِيثَ حَافِظٍ، وَقَدِ احتَمَلَ حَدِيثُهُ۔

الغرض معمولی جرح کے ساتھ وہ صالح الحدیث ہے۔

۷۔ امام الطحاوی ۳۲۱ھ کے قول کی تحقیق:

امام طحاوی اپنی کتاب شرح معانی الآثار حدیث ۸۹۶ میں عبدالرحمن بن اسحاق الکوفی کے توثیق یا تعریف کرتے ہیں۔

ـــــــــ مُحَمَّدُ بنُ فُضَيلٍ، عَنْ عَبدِ الرَّحمٰنِ بنِ إِسحَاقَ، عَنْ حَفصَةَ بِنتِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أُمِّهَا، قَالَتْ: عَلَّمَتْنِي أُمُّ سَلَمَةَ، وَقَالَتْ: عَلَّمَنِي رَسولُ اللهِ صلىٰ اللهُ عَلَيهِ وَسلَّمَ قَالَ» : يَا أُمَّ سَلَمَةَ إِذَا كَانَ عِندَ أَذَانِ المَغرِبِ فَقُولِي اللهُمَّ هٰذَا عِندَ استِقبَالِ لَيلِكَ وَاستِدبَارِ نَهَارِكَ وَأَصوَاتِ دُعَاتِكَ وَحُضُورِ صَلَاتِكَ اغفِر لِي« فَهٰذِهِ الآثَارُ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ أَرَادَ بِمَا يُقَالُ عِندَ الأَذَانِ ، الذِّكرَ فَكُلُّ الأَذَانِ ذِكرٌ غَيرَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ، حَيَّ عَلَى الفَلَاحِ فَإِنَّهُمَا

بَابُ مَا يَنبَغِي أَنْ يُقَالَ : فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

عَبدِ الرَّحمٰنِ بنِ إِسحَاقَ، عَنِ النُّعمَانِ بنِ سَعدٍ، عَنْ عَلِيٍّ، رَضِيَ اللهُ عَنهُ قَالَ : قَالَ رَسولُ اللهِ صلىٰ اللهُ عَلَيهِ وَسلَّمَ» : نُهِيتُ أَنْ أَقرَأَ وَأَنَا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ. فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ ، وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ«

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ : فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلَى هَذِهِ الْآثَارِ إِلَى أَنَّهُ لَا بَأْسَ أَنْ يَدْعُوَ الرَّجُلُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ بِمَا أَحَبَّ ، وَلَيْسَ فِي ذَلِكَ عِنْدَهُمْ شَيْءٌ مُوَقَّتٌ ، وَاحْتَجُّوا فِي ذَلِكَ بِهَذِهِ الْآثَارِ.

(شرح معانی الآثار۔۔۔حدیث ۸۹۶)

اس میں ان کی احادیث سے احتجاج کیا گیا ہے۔اور اس کے علاوہ احکام القرآن میں انہوں نے نہ صرف تحت السرۃ کی حدیث سے استدلال کیا بلکہ اس کو علی الصدر کی روایت پر ترجیح دی۔

۸-الترمذیؒ ۲۷۹ھ کے قول کی تحقیق:

ان کا بھی کلام معتدل ہے۔۔۔

741- ـــــ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ ـــــ »هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ«

1984- ـــــــ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ ـــــ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ فِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ هَذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ، وَهُوَ كُوفِيٌّ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ الْقُرَشِيُّ مَدَنِيٌّ وَهُوَ أَثْبَتُ مِنْ هَذَا، وَكِلَاهُمَا كَانَا فِي عَصْرٍ وَاحِدٍ

2052- ـــــــ مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ـــــ : وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

2432- ـــــ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ ـــــ »هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ «

2527- ـــــ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ ـــــ »هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ هٰذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ وَهُوَ كُوفِيٌّ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ الْقُرَشِيُّ مَدِينِيٌّ وَهُوَ أَثْبَتُ مِنْ هٰذَا «

2550- ـــــ أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ ـــــ »هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ «

3563- ـــــ أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سِنَانٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَلِيٍّ ـــــ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

اس کے علاوہ بھی روایتیں ہیں۔

سب کا حاصل یہی ہے کہ ان کے نزدیک بھی واسطی کی احادیث میں کچھ غرابت ہے (اور غرابت صحت کے منافی نہیں) البتہ اس پر کچھ حفظ کی وجہ سے کلام ہے لیکن پھر بھی اس کی منفرد حدیث بھی حسن ہے۔

اور امام ترمذیؒ نے اگرچہ وضع الیدین کی کوئی حدیث تو بیان نہیں کی لیکن تعامل کے اعتبار سے مذاہب صرف دو ہی بیان کئے۔

فوق السرۃ اور تحت السرۃ اور دونوں پر عمل کرنے کی گنجائش بھی۔

اتنے تجزیے کے بعد اب روایتی جملہ کہ ترمذی متساہل ہیں کہ کوئی معنی نہیں جو ہم ہر جگہ ہی بول دیتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۹-العجلی ؒ ۲۶۱ھ کے قول کی تحقیق:

انہوں نے اپنی کتاب الثقات ص ۲۸۷ میں اس کا ذکر کیا۔

عبد الرحمن بن إسحاق بن سعد، أبو شيبة الواسطي :

ضعيف، جائز الحديث، يكتب حديثه۔

یعنی مختلف فیہ ہوا مختلف فیہ حسن ہوتا ہے۔

۱۰-ضیاء الدین المقدسی 643ھ کے قول کی تحقیق:

انہوں نے احادیث احکام پہ ایک کتاب لکھی ہے۔۔جس میں بغیر سند کے احادیث روایت کی ہیں۔۔اور پچھلی کتب کے حوالے دیتے ہیں۔۔اس میں وہ جرح بھی پچھلے ائمہ سے ہی نقل کرتے ہیں السنن والأحكام عن المصطفى ﷺ ج ۲ ص ۳۶

اس کتاب میں وضع الیدین کے باب کا عنوان رکھا ہے۔

"باب في وضع اليدين فوق السرة او تحتها"

اس کے تحت صرف دو حدیثیں ہی پیش کی ہیں۔۔صحیح ابن خزیمہ کی علی الصدر والی اور اس پہ جرح نقل نہیں کی۔پھر عبد الرحمن بن اسحاق والی تحت السرۃ والی نقل کی اور اس پہ امام احمد، یحیی ؒ کی جرح نقل کی۔

اس میں غور کرنے کی بات ہے کہ علی الصدر والی سے استدلال فوق السرۃ پہ کرتے ہیں اور تحت السرۃ والی بھی قابل احتجاج سمجھتے ہیں جیسا کہ باب کے عنوان سے ظاہر ہے۔

اور پھر دوسری اور زیادہ مشہور کتاب الأحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة مما لم يخرجه البخاري ومسلم في صحيحيهما جس میں انہوں نے اپنی شرط پہ صحیح احادیث جمع کی ہیں جو بخاری و مسلم میں نہیں ہیں۔

اس میں وہ علی الصدر والی روایت نقل نہیں کرتے جبکہ عبد الرحمن بن اسحاق والی تحت السرۃ کی روایت دو سندوں سے نقل کرتے ہیں یعنی ان کے نزدیک صحیح اور قابل احتجاج

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہیں۔

771- أخبرنا المبارك بن أبي المعالي ببغداد أن هبة الله أخبرهم قراءة عليه أنا الحسن بن علي أنا أحمد بن جعفر ثنا عبد الله بن أحمد ثنا محمد بن سليمان الأسدي لوين ثنا يحيى بن أبي زائدة ثنا عبد الرحمن بن إسحاق عن زياد بن زيد الشوائي عن أبي جحيفة عن علي قال إن من السنة في الصلاة وضع الأكف على الأكف تحت السرة۔

ورواه أبو معاوية عن عبد الرحمن إلا أنه قال زياد بن زياد

772- أخبرنا المؤيد بن عبد الرحيم بن الأخوة وعائشة بنت معمر بن عبد الواحد بن الفاخر أن سعيد بن أبي الرجاء الصيرفي أخبرهم قراءة عليه أنا أحمد بن محمد بن أحمد بن النعمان أنا محمد بن إبراهيم بن علي بن المقرئ أنا إسحاق بن أحمد بن نافع الخزاعي أنا ابن أبي عمر هو محمد بن يحيى العدني ثنا أبو معاوية ثنا عبد الرحمن بن إسحاق عن زياد بن زياد الشوائي عن أبي جحيفة عن علي رضي الله عنه قال إن من السنة في الصلاة المكتوبة وضع الأيدي على الأيدي تحت السرة۔ (احادیث المختارۃ۔ ج ۲ ص ۳۸۶)

اور عبدالرحمان بن اسحاق کی کچھ اور جگہہ بھی روایت بیان کی۔

۱۱-۱۲ امام حاکمؒ اور حافظ ذہبیؒ کے قول کی تحقیق:

ذہبیؒ کی تمام کتب میں اس راوی پہ جرح ہلکی اور غیر مفسر ہے ایک تو وہ خود کوئی جرح نہیں کرتے بس لفظ استعمال کرتے ہیں ضعفوہ دوسروں سے ناقل ہیں۔

حافظ حاکمؒ نے مستدرک میں عبدالرحمن بن اسحاق کی بھی احادیث کی تصحیح تو کی ہے لیکن یہاں ایک اور مسئلہ درپیش ہوگیا محسوس ہو رہا ہے کہ حاکمؒ کو ان دونوں راویوں میں اشتباہ ہوگیا ہے کیونکہ وہ تو واسطی کی نقل کرتے ہیں لیکن اس میں نسبت قرشی کی ہوتی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

1973- أخبرنا إبراهيم بن عصمة بن إبراهيم ثنا أبي ثنا يحيى بن يحيى أنبأ أبو معاوية ثنا عبد الرحمن بن إسحاق القرشي عن سيار أبي الحكم عن أبي وائل ـــــــــ هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه۔ (مستدرک، رقم ۱۹۷۳)

3422 ـــــــــ ثنا محمد بن فضيل، عن عبد الرحمن بن إسحاق القرشي، عن النعمان بن سعد، عن المغيرة ـــــــــ هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه۔ (مستدرک، رقم ۳۴۲۲)

قال ذہبی فی التلخیص ـــ علی شرط مسلم۔
(التعلیق۔ من تلخیص الذہبی، رقم ۳۴۲۲)

3425- حدثنا ـــــــــ، ثنا يعلى بن عبيد، قالا: ثنا عبد الرحمن بن إسحاق القرشي، عن النعمان بن سعد، عن علي رضي الله عنه «الحديث هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه۔ (مستدرک، رقم ۳۴۲۵)

3425- بل عبد الرحمن لم يرو له مسلم ولا لخاله النعمان وضعفوه۔ (التعلیق۔ من تلخیص الذہبی، رقم ۳۴۲۵)

3447- ـــــــــ حدثنا محمد بن فضيل، ثنا عبد الرحمن بن إسحاق، عن عبد الله بن عبيد القرشي، عن عبد الله بن عكيم، قال: خطبنا أبو بكر الصديق رضي الله عنه «هذا حديث صحيح الإسناد۔ (مستدرک، رقم ۳۴۴۷)

3447- عبد الرحمن بن إسحاق كوفي ضعيف
(التعلیق۔ من تلخیص الذہبی، رقم ۳۴۴۷)

یہاں پہ حاکم کو وہم نہیں ہوا کیونکہ نسبت ساقط نہیں لگائی اور انہوں نے عبد الرحمن بن اسحاق

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کی حدیث کی تصحیح کی۔ اگرچہ ذہبی نے نہیں کی لیکن ہلکی جرح کی۔

اسی طرح

8688۔۔۔

غَيْرَ هٰذَا وَأَخْرَجَ لَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي الصِّيَامِ مِنْ صَحِيحِهِ آخَرَ لٰكِنْ قَالَ فِي الْقَلْبِ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ شَيْءٌ انْتَهٰى

وَلَهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ أَخْرَجَهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ فَبِهٰذَا أَيِنَّهُ فِي كِتَابِ التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ لِلْمُنْذِرِيِّ ــــــــ

اس تحقیق کے سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد کفائی اللہ سنابلی صاحب کے پیش کردہ جروحات مبہم یا ہلکی جرح ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت علیؓ کی دوسری حدیث کا تحقیقی جائزہ

(۱) حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدٍ السَّوَائِيِّ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعُ الْأَيْدِي عَلَى الْأَيْدِي تَحْتَ السُّرَّةِ۔

(التمہید ۲۰/۷۷، مصنف ابن ابی شیبۃ ۳/۳۲۴ رقم ۳۹۶۶)

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ أَنَّ عَلِيًّا - رضی اللہ عنہ - قَالَ السُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔

(سنن ابی داؤد رقم ۷۵۶)

ترجمہ:۔ سیدنا علیؓ سے روایت ہے کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

تخریج۔ سنن دار قطنی ۱/۳۸۸، الاوسط ابن منذر ۴/۱۸۶، رقم الحدیث ۱۲۴۲، مسند احمد ۱/۱۱۰، تہذیب الکمال رقم ۲۰۴۶، زوائد عبداللہ بن احمد رقم الحدیث ۸۲۵، مسائل احمد ۲/۲۶ قلمی، المسند جامع ۳/۱۰۰۷، تنقیح ابن الحادی ۲/۱۴۷، تحفۃ الاشراف رقم الحدیث ۱۰۳۱۴، تخریج احادیث الاختیار قلمی رقم الحدیث ۱۶۸، اطراف الغراب والافراد رقم الحدیث ۴۳۹، اطراف المسند رقم الحدیث ۶۴۳۷، جامع الاصول رقم الحدیث ۳۴۱۰، اتحاف المہرۃ رقم الحدیث ۱۴۸۱۸

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سند کی تحقیق

اس روایت کی راویوں کی توثیق ملاحظہ کریں۔

۱۔	حضرت علیؓ	جلیل القدر صحابی	الکاشف ۳۹۳۰
۲۔	ابی جحیفہؒ	ثقہ	الکاشف رقم ۶۲۱۳
۳۔	زیاد بن زید	روی فی ضیاء المختارہ (صدوق)	المختارہ رقم ۷۷۱

نوٹ۔ حافظ ضیاء الدین نے اپنی کتاب ضیاء المختارہ میں زیاد بن زید سے روایت لی ہے حافظ ابن حجرؒ نے اس راوی کو التقریب ۲۱۴۷ پر مجہول لکھا ہے مگر یہ راوی مجہول نہیں ہے کیونکہ جناب زبیر علیزئی اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ ضیاء المختارہ میں ثقہ راویوں سے روایت لی جاتی ہے۔ لہذا زیاد بن زید السوائی بتحقیق زبیر علی زئی ثقہ راوی ہے۔

اس کے علاوہ امام ابوداود نے سنن ابی داؤد بروایت ابن داسہ رقم ۷۵۶ پر اسکی روایت پر سکوت کیا ہے۔ لہذا زیاد بن زید کم از کم صدوق راوی ہے۔ زیاد بن زید کی متابعت خود عبدالرحمن بن اسحاق نے التمہید ابن عبدالبر ۲/۷۸ پر بھی کی ہے۔ جس سے ان دونوں روایت پر اعتراض اصول حدیث کی روشنی میں فضول ہے۔

۴۔	عبدالرحمن بن اسحاق	حسن الحدیث راوی ہے۔	ضیاء المختارہ۔ رقم ۴۹۰
۵۔	ابومعاویۃ	ثقہ	تقریب التہذیب ۱/۴۲۱

اس حدیث کے حسن ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں اور مزید یہ کہ حضرت انسؓ کا شاہد بھی موجود ہے جس سے اس حدیث کو مزید تقویت ملتی ہے۔ اور یہ روایت صحت کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی موشگافیاں

اس روایت پر کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اعتراضات کے جوابات عبدالرحمن بن اسحاق کے بارے میں بحث میں دیے گئے ہیں۔ مگر چند نکتہ علی والے اعتراضات بھی کیے ہیں۔

اعتراض: کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۶۰۲ پر لکھتے ہیں۔

عبدالرحمن بن اسحاق اس روایت کی سند بیان کرنے میں شدید اضطراب کا شکار ہوا ہے، چنانچہ کبھی تو اس نے اس حدیث کو زیاد بن زید عن ابی جحیفہ کے واسطے سے علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔۔۔ کبھی اس نے نعمان بن سعد کے واسطے سے علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۶۰۳ پر لکھتے ہیں۔

۔۔۔ کی ایک کتاب سے پتا چلتا ہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق الواسطی الکوفی اس روایت کے متن کو بیان کرنے میں بھی اضطراب کا شکار ہوا ہے۔

جواب: عرض یہ ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب کو اپنے مسلک کی خلاف جو روایت ملی اس کے سند اور متن پر اضطراب بیان کر دیا، مگر یہی باتیں انھیں اپنے دلائل میں پیش کردہ اثر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی روایت میں معلوم نہ ہو سکیں۔ اس پر مختصر اعرض یہ ہے کہ آپ کے پیش کردہ دلائل میں یہ تمام باتیں موجود ہیں۔ مگر آپ نے یہ لغو اعتراضات اپنے مسلک کے خلاف روایت پر کیے۔ مختلف محدثین کرام کو جس طرق اور جس متن کے ساتھ روایت ملی انھوں نے نقل کر دی۔ عبدالرحمن بن اسحاق دونوں راویوں کا شاگرد ہے۔

اعتراض: کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۶۰۵ پر لکھتے ہیں۔

کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا ہی ثابت ہے۔ [سنن ابو داود میں حضرت ابن جریر الضبی والی روایت نقل کی ہے] اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں ناف کے اوپر ہاتھ باندھتے تھے اور ناف کے اوپر سے مراد سینہ ہی ہے، جیسا کہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت علی کی تفسیری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ ہی سے {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} کی تفسیر میں یہ قول صحیح سند سے مروی ہے کہ: اس سے (نماز میں) اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر پھر انہیں اپنے ناف پر رکھنا مراد ہے۔

جواب: عرض یہ ہے کہ مسلکی حمایت میں غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب نے ناف کے اوپر کو سینے پر ہی قرار دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیری روایت جو کہ ضعیف اور متن میں علی صدرہ کی اضافت میں ضعیف ہے، اس کو صحیح قرار دیا۔

جناب آپ کو اگر یہ تاویل کرنے کا اختیار حاصل ہے تو ائمہ احناف تو آپ سے زیادہ تاویل اور اجتہاد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور جناب کیا سینے کے نیچے پیٹ یا ناف نہیں ہوتا؟ جبکہ سینے کے نیچے الفاظ موجود ہیں تو ہمیں آپ سے زیادہ اختیار حاصل ہے کہ اس پر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر استدلال کریں۔ مگر احناف نے مسلکی تعصب سے ہٹ کر دلائل کا احاطہ کیا اور تعظیم کو ملحوظ بنا کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایات کو راجح قرار دیا۔ اس کے برعکس سینے پر ہاتھ باندھنے کی کوئی ایک روایت صحیح نہیں ہے اور جنھوں [شافعیوں] نے اپنے علم کے مطابق صحیح کہا بھی ہے تو انھوں نے علی صدرہ کے الفاظ کی تاویل تحت الصدرہ سے کی ہے یعنی سینے پر نہیں بلکہ سینے سے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب کی تحقیق مسلکی حمایت کے پیش نظر ہے۔ ان کے تمام اعتراضات لغو اور باطل ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت ابوھریرۃؓ کی روایت کا تحقیقی جائزہ

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْكُوفِيِّ عَنْ سَيَّارٍ أَبِي الْحَكَمِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَخْذُ الْأَكُفِّ عَلَى الْأَكُفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۷۵۸، الاوسط بن منذر، رقم ۱۲۴۳، تحفۃ الاشراف، رقم الحدیث ۱۳۴۹۴)

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کو ناف کے نیچے رکھا جائے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی توثیق ملاحظہ کریں۔

۱۔	حضرت ابوھریرۃؓ	جلیل القدر صحابی	
۲۔	تمیم بن سلمۃ (ابی وائل)	ثقہ	تقریب التہذیب ۱/۴۲۱
۳۔	سیار بن الحکم	صدوق ثقہ	تقریب ۲۷۹۴
۴۔	عبدالرحمن بن اسحاق	حسن الحدیث	ضیاء المختارہ ۲/۱۱۷، رقم ۴۸۹
۵۔	عبدالواحد بن زیاد	ثقہ	تہذیب التہذیب ۶/۳۰۵
۶۔	مسدد بن مسرھد	ثقہ حافظ	تقریب رقم ۶۸۷۰)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ یا صدوق یا حسن الحدیث ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نوٹ۔ اس حدیث کی سند بھی حسن ہے۔ یاد رہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق پر جرح صرف عن نعمان عن المغیرۃ والی سند کی وجہ سے ہے۔ جبکہ حضرت ابوھریرۃؓ کی سند عبدالرحمن بن اسحاق عن سیار بن الحکم عن ابی وائل قال ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عبدالرحمن بن اسحاق عن سیار بن الحکم عن ابی وائل کی سند کو امام حاکم نے مستدرک حاکم رقم نمبر ۱۹۷۳ رقم نمبر ۳۶۰۵ کے تحت "ھذا حدیث صحیح" کہا ہے جس سے اس کی سند کی ثقاہت ثابت ہوتی ہے۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اپنی کتاب انوار البدر ص ۶۰۳ پر عبدالرحمن بن اسحاق پر اعتراض کیا ہے۔ مگر عبدالرحمن بن اسحاق پر تفصیل سے کلام کیا گیا ہے، اس لیے یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت انس رضؓ کی حدیث کا تحقیقی کا جائزہ

[شاهد]۔اخبرنا ابوالحسین الفضل ببغداد انبأ ابوعمرو ابن السماک ثنا محمد بن عبیداللہ بن المناوی نا ابو حذیفہ ثناء سعید بن ذربی عن ابیہ عن انس قال من اخلاق النبوۃ تجحیل الافطار و تاخیر السحود و فعک یمینک علی شمالک فی الصلاۃ تحت السرۃ۔

(عقیدات بیہقی ص ۳۷ مخطوطہ مجلی ابن حزم ۲/ ۳۰، الخلافیات للبیہقی مطبوعہ ۲/ ۲۵۳۔ ۲۵۴)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ افطاری میں جلدی اور سحری میں تاخیر اور نماز میں دائیں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے باندھنا اخلاق نبوت سے ہے۔

اس حدیث کے بارے میں تقریباً تمام غیر مقلدین حضرات کا شور وغوغا تھا کہ اس کی سند موجود نہیں۔ ہے اور اس سے استدلال کرنا درست نہیں۔ الحمد اللہ خلافیات بیہقی قلمی ص ۳۷ پر امام بیہقی نے اپنی سند سے اس حدیث کا اخراج کیا ہے۔

حضرت انسؓ کی یہ حدیث حضرت علیؓ کی تحت السرۃ والی حدیث کے شواہد میں پیش کی گئی ہے۔ جس سے حضرت علیؓ کی حدیث کو مزید تقویت ملتی ہے۔ اور اس طرح حضرت انس والی روایت بھی حسن درجہ کی بن جاتی ہے۔

عنایت اللہ سنابلی صاحب نے انوار البدر ص ۶۰۶ تا ۶۱۱ نے اس حدیث کے ایک راوی سعید بن ذربی کو ضعیف ثابت کرنے کی اپنی کوشش کی ہے، مگر جب اس راوی کو ضعیف کہا گیا ہے تو پھر اس پر بحث مناسب نہیں، اور اس کو موضوع کہنا بھی غلط ہے۔ مگر یہ روایت دوسری روایت کا شاہد ضرور ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حدیث مرسل حضرت ابراہیم نخعیؒ

محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة، عن حماد، عن ابراہیم، أن رسول الله ﷺ كان يعتمد باحدى يديه على الأخرى في الصلاة، يتواضع لله تعالى۔ قال محمد: ويضع بطن كفه الأيمن على زنغه الأيسر تحت السرة، فيكون الرسغ في وسط الكف۔

(کتاب الآثار امام محمد ج ۱ ص ۱۴۰ رقم الحدیث ۱۲۰ طبع مکتبہ حقانیہ، پشاور)

ترجمہ: مشہور فقیہ و محدث حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے ایک (یعنی دائیں) ہاتھ کو دوسرے (یعنی بائیں) ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع (اور عاجزی) اختیار کرتے ہوئے رکھ لیا کرتے تھے۔ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں: "اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندرونی حصے کو بائیں ہاتھ کے گٹ پر ناف کے نیچے رکھ لے۔ جس سے اس کے بائیں ہاتھ کا گٹ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے درمیان آجائے گا"۔

فائدہ: نماز کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور بندے کی طرف سے تواضع پر ہے۔ لہٰذا ہاتھ باندھنے کی جو حالت تواضع کے زیادہ قریب ہوگی اور اس میں غیروں کے ساتھ مشابہت بھی نہ ہوگی۔ اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوگئی۔ چونکہ ناف کے نیچے مذکورہ طریقہ پر ہاتھ رکھنے میں بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ تواضع، عاجزی اور تعظیم پائی جاتی ہے۔ اس لیے ہمارے فقہاء نے اس طریقے کو ترجیح دی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حدیث مرسل حضرت ابراہیم نخعیؒ

قَالَ ثنا یوسف بن أبی یوسف عَنْ أَبِیهِ عَنْ أَبِی حَنِیفَةَ، عَنْ حماد، عَنْ إِبْرَاهِیمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَعْتَمِدُ بِیَدِهِ الْیُمْنَى عَلَى یَدِهِ الْیُسْرَى فِی الصَّلَاةِ، یَتَوَاضَعُ بِذَلِكَ لِلهِ تَعَالَى۔ (آثار ص ۶۷ رقم الحدیث ۳۳۲)

ترجمہ: مشہور فقیہ ومحدث ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع (اور عاجزی) اختیار کرتے ہوئے رکھ لیا کرتے تھے۔

اس روایت کے تمام راوی معتبر ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا تواضع وعاجزی کے زیادہ قریب اور غیروں نیز متکبرین کے طریقے ومشابہت سے پاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس روایت کے راوی حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مروی ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مرسل احادیث مرفوع کے حکم میں ہیں

۱ اس روایت کو امام ابراہیم نخعیؒ نے مرسلاً روایت کیا ہے۔ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ کی مرسل حدیث کو محدثین کرامؒ نے قبول کیا ہے۔

۱ وَأَمَّا الْإِرْسَالُ، فَكُلُّ مَنْ عُرِفَ بِالْأَخْذِ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَالْمُسَامَحَةِ فِی ذَلِكَ لَمْ یُحْتَجَّ بِمُرْسَلِهِ تَابِعِیًّا كَانَ أَوْ مَنْ دُونَهُ۔ وَكُلُّ مَنْ عُرِفَ أَنَّهُ لَا یَأْخُذُ إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ فَتَذْلِیسُهُ وَمُرْسَلُهُ مَقْبُولٌ۔ فَمَرَاسِیلُ سَعِیدِ بْنِ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

المسیب، ومحمد بن سیرین، وإبراہیم النخعی عندہم صحاح۔

۲ حدثنا عبد الوارث بن سفیان قال: حدثنا قاسم بن أصبغ قال حدثنا أحمد بن زہیر قال: حدثنا أحمد بن حنبل قال: حدثنا محمد بن جعفر قال: حدثنا شعبۃ عن سلیمان الأعمش قال: قلت لإبراہیم: إذا حدثتنی حدیثا فأسندہ۔ فقال: إذا قلت عن عبد اللہ یعنی ابن مسعود فاعلم أنہ عن غیر واحد۔ وإذا سمیت لک أحدا، فہو الذی سمیت۔ قال أبو عمر: إلی ہذا نزع من أصحابنا من زعم أن مراسیل الإمام أولی من مسندہ لأن فی ہذا الخبر ما یدل علی أن مراسیل إبراہیم النخعی أقوی من مسانیدہ۔ وہو لعمری کذلک۔

(التمہید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید، مقدمہ: ج ۱ ص ۳۰، ۳۸، ۳۷)

ترجمہ: (۱) رہی مرسل احادیث، تو ہر وہ شخص جس کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ضعفاء سے احادیث اخذ کرتا ہے اور اس بارے میں مسامحت کو اختیار کرتا ہے۔ تو اس کی مرسل احادیث سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا، چاہے وہ تابعی ہو یا اس کے بعد کا راوی ہو۔ اور جس کے بارے میں یہ مشہور و معروف ہو کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے ہی احادیث کو حاصل کرتا ہے، تو اس کی تدلیس اور مرسل احادیث مقبول ہوتی ہیں۔ لہٰذا محدثین کرامؒ کے ہاں حضرت سعید بن مسیبؒ، حضرت محمد بن سیرینؒ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل صحیح احادیث ہی ہیں۔

۲ حضرت سلیمان اعمشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے عرض کیا کہ جب آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کریں تو سند سے بیان کریں۔ تو آپؒ نے فرمایا: جب میں بغیر سند کے ان سے روایت کروں تو ایک جماعت نے مجھے وہ حدیث بتائی ہوتی ہے۔ اور جب میں سند سے بیان کرتا ہوں، تو مجھے ایک ہی راوی معلوم ہوتا ہے، جس کو میں بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت امام ابوعمرؒ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب میں سے بعض نے یہ استنباط کیا ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ کی مرسل احادیث ان کی مسانید سے زیادہ بہتر ہیں۔ اس

لیے کہ یہ اثر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل ان کی مسانید سے زیادہ قوی ہیں۔ اور وہ خدا کی قسم ایسی ہی ہیں۔

۳ وَأَمَّا مَرَاسِيلُ النَّخَعِيِّ، فَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ :مَرَاسِيلُ إِبْرَاهِيمَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَرَاسِيلِ الشَّعْبِيِّ- وَعَنْهُ أَيْضًا :أَعْجَبُ إِلَيَّ مِنْ مَرَاسِيلِ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، وَالْقَاسِمِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ-

وَقَالَ أَحْمَدُ :لَا بَأْسَ بِهَا.

وَقَالَ الْأَعْمَشُ :قُلْتُ لِإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ :أَسْنِدْ لِي، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ:إِذَا حَدَّثْتُكُمْ، عَنْ رَجُلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ فَهُوَ الَّذِي سَمِعْتُ، وَإِذَا قُلْتُ :قَالَ عَبْدُ اللهِ :فَهُوَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ عَبْدِ اللهِ- (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج ۱ ص ۲۳۱)

ترجمہ: رہی حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل۔ تو اس بارے میں امام ابن معینؒ فرماتے ہیں: مجھے حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل، حضرت امام شعبیؒ کی مراسیل سے بھی زیادہ پسندیدہ ہیں۔ اور وہ یہ بھی فرماتے ہیں :مجھے ان کی مراسیل حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، حضرت قاسم بن محمدؒ اور حضرت سعید بن مسیبؒ کی مراسیل سے بھی زیادہ پسند ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں :حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت امام اعمشؒ فرماتے ہیں :میں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے عرض کیا :مجھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کردہ احادیث کی سند بیان فرمادیں۔ تو انھوں نے فرمایا :جب میں تم سے کسی شخص کا نام بیان کروں جس نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حدیث سنی ہے، تو میں نے صرف اسی ایک شخص سے ہی سنی ہوتی ہے۔ اور جب میں کہوں :حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے۔ تو پھر ان سے ایک جماعت نے بیان کیا ہوتا ہے۔

۴ حضرت امام طحاویؒ نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کے اتصال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مطالبہ کیا گیا کہ جب آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سے روایت کریں تو سند سے بیان کریں۔ تو آپؒ نے فرمایا: جب میں سند سے بیان کرتا ہوں، تو مجھے ایک راوی معلوم ہوتا ہے۔ جب میں بغیر سند کے ان سے روایت کروں تو ایک جماعت نے مجھے وہ حدیث بتائی ہوتی ہے"

(ملخصاً طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۳، رقم ۱۳۲۷)

۵ امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

کان ابراہیم لا یرسل عن عبداللہؓ الا ما صح عندہ وتواترت بہ الروایۃ عندہ۔ (طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۳، رقم ۱۳۲۷)

ترجمہ: حضرت امام ابراہیم نخعیؒ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اسی وقت مرسل روایت بیان کرتے تھے، جب وہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہوتی تھی اور وہ ان کے نزدیک متواتر ہوتی تھی۔

2 حضرت امام ابراہیم نخعیؒ سید التابعین ہیں۔ آپؒ دارالعلم کوفہ کے مفتی تھے۔ یہ شہر دارالعلم تھا۔ ہزاروں محدثین اور فقہاء کا مسکن تھا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ عہد صحابہؓ میں ہی پیدا ہوئے اور عہد صحابہؓ میں ہی آپؒ کا انتقال ہوا۔ آپؒ کی جلالت علم کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپؒ صحابہؓ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے۔ عہد صحابہؓ ہی میں حضرت ابراہیم نخعیؒ کا اپنا عمل اور فتویٰ نماز میں ناف کے نیچے ہی باندھنے کا تھا۔ لیکن کسی ایک صحابی نے اس پر انکار نہ فرمایا کہ یہ فتویٰ خلاف سنت ہے حالانکہ صحابہ کرامؓ کی تاریخ کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ وہ سنت کے کس قدر شیدائی تھے۔ وہ اپنی جان، مال، عزت، آبرو، سب کچھ اتباع سنت کے واسطے نچھاور کرنے کے لئے ہر آن تیار رہتے تھے۔ لیکن حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اس عمل اور فتوے کے خلاف نہ کسی صحابیؓ کی آواز اٹھتی ہے، نہ تابعیؒ کی نہ تبع تابعیؒ کی۔ نہ کوئی تقریر نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے خلاف ہوتی ہے۔ نہ کوئی رسالہ لکھا جاتا ہے۔ نہ تو کسی مسجد میں لڑائی جھگڑا کھڑا کر کے مناظروں کے چیلنج دیئے جاتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ، جن کی روایت کو سینے پر ہاتھ رکھنے کی دستاویز سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی اس وقت کوفہ میں موجود ہیں لیکن اس فتویٰ کے خلاف کوئی حدیث نہیں پڑھتے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت ابو مجلز تابعیؒ کی روایت کی تحقیق

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ،قَالَ :أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا مِجْلَزٍ أَوْ سَأَلْتُهُ، قَالَ :قُلْتُ :كَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ :يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ۳/ ۳۲۳ رقم ۳۹۶۳)

ترجمہ۔ حجاج بن حسان فرماتے ہیں کہ میں نے ابو مجلز سے سنا یا ان سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کیوں کر باندھے جائیں؟ انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندر کے حصے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر کے حصے پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

ابو بکر بن ابی شیبۃ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۳۵۷۵
یزید بن ھارون	ثقہ متقن عابد	تقریب ۲/ ۳۳۳
حجاج بن حسان	لا باس بہ	تقریب التہذیب رقم ۱۱۲۷
لاحق بن حمید ابو مجلز	ثقہ	تقریب ۲/ ۲۹۴

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض (۱)۔ زبیر علیزئی غیر مقلد نے اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ زبیر علیزئی غیر مقلد نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۵۳ پر لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ تابعین کے اقوال و افعال کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔

جواب۔ زبیر علیزئی غیر مقلد کا یہ اعتراض صرف لغو کے علاوہ کچھ نہیں۔ امام اعظمؒ کا قول

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

قطع و برید کر کے پیش کرنا تو زبیر علیزئی غیر مقلد کا ہی علمی کام ہے۔ لہٰذا اسطرح کی فضولیات کا جواب دینا بھی مناسب نہ ہوگا۔ احناف نے اپنی کتابوں میں اس بات کی تفصیل سے جواب دے دیا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے تحت السرۃ والی روایت کے بارے میں "وبہ نأخذ" کے لفظ استعمال کیے اور اسی پر عمل ہے۔

اعتراض (۲)۔ زبیر علیزئی غیر مقلد لکھتے ہیں ابو مجلز تابعی کا یہ قول نبی کریم ﷺ کی اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں آتا ہے کہ آپ ﷺ سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۵۳)

جواب۔ عرض یہ کہ تفصیل آگے کتاب میں آرہی ہے۔ لہٰذا حضرت ابو مجلزؒ کی روایت کو اس کا مخالف کہنا درست نہیں۔ پہلے وہ حدیث صحیح ثابت تو کریں پھر اعتراض کرنے کا حق ہوگا۔ اپنی روایات ضعیف ہیں اور اعتراض احناف کی مستدل روایات پر کر رہے ہیں۔ کچھ تو علم کا خیال رکھیں۔

اعتراض (۳)۔ "ابو مجلز تابعی کا قول دوسرے تابعی کے خلاف ہے جو فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے تھے"۔ (سنن ابی داؤد ۷۵۹، ص ۵۳)

جواب۔ زبیر علیزئی غیر مقلد سے عرض یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور آپ کے نزدیک مرسل حجت نہیں ہوتی دوسرا اس حدیث میں سلیمان بن موسیٰ ضعیف راوی ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال ہی غلط ہے۔

اعتراض (۴)۔ سعید بن جبیر (تابعیؒ) فرماتے ہیں کہ نماز میں "فوق السرۃ" یعنی ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔

(امالی عبد الرزاق ۲/ ۲۳۴۔ الفوائد ابن منده رقم ۸۹۹)

جواب (۱)۔ سعید بن جبیرؒ والی روایت کو ابو مجلزؒ کی روایت کے مقابلے میں پیش کرنا جہالت ہے۔ کیونکہ زبیر علیزئی کا دعویٰ سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہے اور وہ پیش کر رہے ہیں ایک ایسا اثر جس میں ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ ناف کے اوپر پیٹ ہوتا ہے سینہ نہیں ہوتا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(ب) امالی عبدالرزاق میں اس کے بعد ابراہیم نخعیؒ کا اثر ہے جس میں تحت السرۃ کے الفاظ صراحتاً واضح ہیں اور وہ ہمارے دعویٰ کے مطابق ہے۔

(د) امام نووی تصریح کرتے ہیں۔

"ان مذهبان المستحب جعلها تحت صدره فوق سرة وبهذا قال سعيد بن جبير"۔

یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر رکھنے مستحب ہیں اور یہی کہا سعید بن جبیرؒ نے..... (آگے تحت السرۃ کے قائلین کے ذکر کیا ہے)

مگر یہاں امام نووی کے قول سے سعید بن جبیرؒ کی روایت کی وضاحت ہوگئی کہ فوق السرۃ سے مراد "سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر" جیسا کہ سعید بن جبیرؒ کا قول ہے لہٰذا جب غیر مقلدین کا اس پر عمل نہیں ہے تو اس سے استدلال بھی صحیح نہیں ہے۔

نوٹ۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ہماری پیش کردہ روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔ اور زبیر علیزئی صاحب کے اعتراضات اصول اور دلائل کی روشنی میں بالکل غلط ہیں۔ تو صحیح روایت پر عمل کرنا تو بقولِ غیر مقلدین حضرات ان کے مسلکی اصولوں کے عین مطابق ہے۔ تو پھر اس روایت پر عمل کرنے سے گریز کیوں؟ کیا مسلکی تعصب اور مسلکی حمیت آڑے آجاتی ہے؟ اللہ ہمیں مسلکی تعصب سے بچائے۔

اعتراض: غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۱۲۱ پر لکھتے ہیں۔

یہ ایک تابعی کا قول ہے جو بالاتفاق حجت نہیں، نیز دیگر تابعین سے اس کے برعکس ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کی صراحت منقول ہے۔۔۔ بلکہ خود ابومجلز سے بھی ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کی بات منقول ہے، چنانچہ امام بیہقی معروف تابعی سعید بن جبیر سے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کا قول نقل کرنے کے بعد اسی سند سے امام عطا کا قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ قَالَهُ أَبُو مِجْلَزٍ لَاحِقُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَأَصَحُّ أَثَرٍ رُوِيَ فِي هٰذَا الْبَابِ

أثر سعید بن جبیر و أبی مجلز.

امام عطا نے فرمایا اور اسی طرح ابو مجلز لاحق بن حمید نے کہا ہے اور اس بارے میں سب سے صحیح سعید بن جبیر اور ابو مجلز کا قول ہے۔

یہ مقولہ امام عطا ہی کا ہے جو ما قبل کی سند سے جڑا ہے لہذا ابن ترکمانی کا اسے بے سند کہنا درست نہیں۔

جواب: عرض یہ ہے کہ آپ کے نزدیک جب تابعین کا قول حجت نہیں تو پھر ان کو اپنے دلائل میں شمار کرنا کون سی تحقیق ہے؟ مزید یہ کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں یا ناف کے اوپر [سینے کے نیچے] یہ تو احناف اور محققین کا موقف ہے۔ جبکہ آپ کا موقف تو سینے پہ ہاتھ باندھنے کا ہے۔ اس لیے اگر ناف کے اوپر کے الفاظ [سینے کے نیچے] یا ناف کے اوپر کے الفاظ اس سے ہمارا موقف ثابت ہوتا ہے جبکہ آپ کا رد ہوتا ہے۔ سعید بن جبیر کا اثر بھی ناف کے اوپر [سینے کے نیچے تک] ہاتھ باندھنے پر دلیل ہے، اس لیے آپ کے لیے مفید نہیں جبکہ ہمارے مخالف نہیں۔ امام عطا کا قول ثابت ہو بھی جائے تو وہ ہمارے موقف کی تائید میں ہے نہ کہ آپ کے حق میں۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اثر کا تحقیقی جائزہ

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ رَبِيعٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ يَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳/۳۲۳)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ نماز میں دائیں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے باندھے جائیں۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

ابراہیم نخعی	کبیر ثقہ تابعی	التقریب ۲۷۰
ابی معشر	له احادیث صالحة مستقيمة	الکامل ابن عدی ۱/۳۴۳
ربیع بن صبیح	عجلی نے کہا لا باس به	تہذیب ۳۷۴
	امام احمد نے کہا: لا باس به رجل صالح	(العلل ۱/۱۳۵)
	ابوزرعہ نے کہا: شیخ صالح صدوق	تہذیب الکمال ۱۸۳۵
	یحیی بن معین نے کہا: لیس به بأس	تاریخ الدارمی رقم ۳۳۴
وکیع بن جراح	ابن حبان نے کہا: حافظاً متقناً	تہذیب التہذیب ۱/۱۲۳

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند حسن ہے۔

نوٹ۔ زبیر علیزئی غیر مقلد نے ربیع بن صبیح پر سوء الحفظ کی جرح ہے۔ یہ راوی مختلف فیہ ہے۔ مگر یہ اثر حسن درجے کی بن جاتی ہے۔ کیونکہ امام عبدالرزاق کی کتاب امالی عبدالرزاق میں اس اثر کا متابع موجود ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی موشگافیاں

اعتراض: غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۲۲۷ پر کم علمی کی بنیاد پر لکھتے ہیں۔

اول تو امام عجلی کا یہ قول بے سند اور جمہور محدثین کرام کے خلاف ہے اور دوسرے یہ کہ امام عجلی محض دیانتداری بتانے کے لیے بھی اس طرح کی توثیق کر دیتے ہیں۔

جواب: عرض یہ کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اگر مسلکی حمایت کی روش سے ہٹ کر اگر تحقیق کرتے تو ان کو امام عجلی کی اس توثیق کی سند بھی مل جاتی۔ مگر ان کی علمی استعداد ہی ہے۔ اس قول کو حافظ ابن حجر اور علامہ مغلطائی نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

اعتراض: غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۲۲۳ پر کم علمی کی بنیاد پر لکھتے ہیں۔

امام احمد نے بھی محض دیانتداری کے لحاظ سے ان کی توثیق کی ہے۔

جواب: عرض یہ ہے کہ امام احمد کی توثیق کے الفاظ لا باس اور رجل صالح میں کفایت اللہ سنابلی صاحب کو معلوم نہیں اور نہ ہی ان کے اطلاق کی کوئی خبر ہے یا جان بوجھ کر اعتراض برائے اعتراض کر رہے ہیں۔ امام احمد بن حنبل کے الفاظ لا باس تو اس کی روایت کے بارے میں واضح کہہ رہے ہیں اور اس کی دیانتداری کے لیے رجل صالح کے اضافی الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اگر امام احمد سے اگر ضعیف کو کوئی قول ملتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہی ہوتا کہ وہ ثقاہت کے اعلیٰ معیار پر نہیں بلکہ اس پر کچھ ہلکی جرح بھی ہے۔ جس راوی پر بالکل ضعیف نہیں ہوتا۔

اعتراض: غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۲۲۳ پر کم علمی کی بنیاد پر امام ابوزرعہ کی توثیق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

دیگر محدثین کی جرح کو سامنے رکھتے ہوئے ان الفاظ کو بھی دیانتداری بتلانے پر محمول کیا جائے گا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جواب : عرض یہ ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب کا کہنا فضول ہے کیونکہ امام ابوزرعہ نے تو واضح توثیق کر دی ہے۔ شیخ صالح الفاظ عدالت پر اور صدوق کے الفاظ حفظ پر واضح موجود ہیں۔ اس لیے واضح توثیق کے مقابلہ میں قرائن پیش کرنا غلط ہے۔

اعتراض: امام یحیی بن معین کی اس توثیق پر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۲۲۳۔ ۲۲۴ پر لکھتے ہیں کہ ابن معین نے بھی دیگر محدثین کی طرح اس صیغے [لیس بہ باس] سے صرف دیانتداری ہی کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کی زبردست دلیل یہ ہے کہ دیگر مواقع پر خود ابن معین نے اس راوی پر جرح کرتے ہوئے کہا:

الربیع بن صبیح ضعیف الحدیث، ربیع بن صبیح ضعیف الحدیث ہے۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کو ابن معین کے دیگر مواقع تو مل گئے ان کو تاریخ الدوری بھی ملاحظہ کرنی چاہیے تھی۔

ابن معین کے شاگرد محدث الدوری فرماتے ہیں۔

سمعت یحیی یقول الربیع بن صبیح ثقة۔

(تاریخ ابن معین - روایۃ الدوری، رقم ۳۲۵۲)

امام ابن معین سے فرماتے ہوئے سنا کہ ربیع بن صبیح ثقہ ہیں۔

ربیع بن صبیح اور محدثین کرام:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۲۲۵۔ ۲۲۶ پر الربیع بن صبیح پر محدثین کرام کی جروحات نقل کیں ہیں۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب حسب روایت مسلکی حمایت میں اصول سے ہٹ کر کلام کرنے کے عادی ہیں۔ کیونکہ کسی نے بھی ربیع بن صبیح کے مطلقاً ثقہ ہونے کا دعوی نہیں کیا۔ اس پر جہاں جرح موجود ہے اس کے برعکس محدثین کرام نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

الربیع بن صبیح بفتح المهملة. صدوق سیئ الحفظ خت ت ق

(تقریب، رقم ۱۸۹۵)

حافظ ابن حجر کے اس قول میں خت ہے جس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری نے اس سے صحیح بخاری میں تعلیقات میں روایت بھی کی ہے۔ شاید غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اس مقام پر مومل بن اسماعیل کے بارے میں انھوں نے بحث کی تھی وہ مسلکی حمایت میں ترک کر دی۔

امام بخاری فرماتے ہیں۔

قَالَ محمَّدٌ: الرَّبِيعُ بنُ صَبِيحٍ صَدُوقٌ۔

(علل الترمذی الکبیر ۱/ ۳۹۳، رقم ۱۲۴)

امام ذہبی نے بھی ربیع بن صبیح کی ایک روایت کو صحیح کہا ہے۔

(تلخیص المستدرک علی الصحیحین، رقم ۷۴۸۲)

محدث ابن عدی لکھتے ہیں۔

لِلرَّبِيعِ أَحَادِيثُ صَالِحَةٌ مُسْتَقِيمَةٌ ولم أَرَ لَهُ حَدِيثًا مُنْكَرًا جِدًّا وَأَرْجُو أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ وبِرِوَايَاتِهِ۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ۴/ ۴۱)

اس مذکورہ بالا تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ ربیع بن صبیح کی روایات متابعت اور شواہد کے ساتھ کم از کم حسن ہوتی ہیں۔

متابع روایت:

قَالَ (عبد الرزاق): قَالَ الثَّوْرِيُّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ فَرْقَدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: مَأْذُونُ النَّزْعَةِ، يَعْنِي تَحْتَهَا۔

(الأمالی فی آثار الصحابۃ للحافظ الصنعانی ص ۵۲، رقم ۵۴)

ترجمہ۔ حضرت امام عبد الرزاقؒ نے فرمایا کہ حضرت امام سفیان ثوریؒ نے سعیدؒ سے، انھوں نے فرقدؒ سے، انھوں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا ہے کہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا: نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔

لہٰذا اس تحقیق سطور بالا سے معلوم ہوا کہ ثقہ اور کبر تابعی امام ابراہیم نخعیؒ بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اس موقف پر امام اعظم محدث کبیر امام ابو حنیفہؒ کا بھی قول اور فتویٰ ہے لہٰذا اس اثر کی حیثیت مزید ممتاز ہو جاتی ہے۔ اور اگر کوئی اس روایت میں امام سفیان ثوریؒ پر تدلیس کا الزام لگانے کو کوشش کرے تو راقم کی کتاب ترک رفع الیدین پر ایک تاریخی دستاویز ملاحظہ کریں۔ اس کتاب کا جواب نہ آج تک زبیر علی زئی سے بن سکا اور نہ کسی غیر مقلد کا کوئی اعتراض سامنے آ سکا۔ اس کتاب میں دیگر ابحاث کے علاوہ تدلیس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اللہ ہمیں حق بات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مزید یہ کہ خود غیر مقلدین حضرات بشمول ارشاد الحق اثری اور کفایت اللہ سنابلی اور داود ارشد بھی طبقات المدلسین کو مانتے ہیں۔

اعتراض: غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب ص ۲۷۷ پر اس سند کے راوی فرقد بن یعقوب السبخی پر محدثین کرام کی جروحات نقل کر کے اس کی مطلقاً تضعیف نقل کی ہے۔

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے صرف جرح نقل کی مگر محدثین کرام کی توثیق اور فرقد بن یعقوب کا مختلف فیہ ہونا نقل نہیں کیا۔

فرقد بن یعقوب کے بارے میں محدثین کرام کے اقوال ملاحظہ کیجے۔

امام ابن معین نے فرمایا: ثقة۔ (تاریخ ابن معین- روایۃ الدارمی، رقم ۶۹۳)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

صدوق عابد لکنه لین الحدیث کثیر الخطأ۔

(تقریب التہذیب، رقم ۵۳۸۴)

امام عجلی فرماتے ہیں۔ لا باس به۔ (تاریخ الثقات، رقم ۱۳۴۸)

امام ابن شاہین نے فرمایا: لیس به بأس. (تاریخ أسماء الثقات، رقم ۱۱۴۴)

اس مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ فرقد بن یعقوب کی روایت متابعت میں قبول کیں جاتی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہیں۔اور پیش کردہ روایت متابعت میں ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ اثر ابراہیم نخعی حسن درجہ کی ہے۔

نکتہ: مزید گذارش یہ ہے کہ وہ روایات یا آثار جس میں فوق السرہ یعنی ناف کے اوپر [سینے سے نیچے تک] کے الفاظ ہیں وہ ہمارے دعوی کے مطابق ہیں۔مگر ان روایات میں ائمہ احناف نے ترجیح تواضع اور تعظیم کی وجہ سے ناف کی نیچے ہاتھ باندھنے کو دی ہے۔مگر ایسی روایات تو غیر مقلدین حضرات کے موقف کے خلاف ہیں،ان کا دعوی سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہے نہ کہ سینے کے نیچے ہاتھ باندھنے کا۔اس لیے سنن ابی داود،رقم ۷۵۷ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی روایت یَمْسِكُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ اور امالی فی آثار صحابہ ص ۵۲ پر حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ والی روایت سُئِلَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ :أَيْنَ مَوْضِعُ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ :فَوْقَ السُّرَّةِ اہل سنت کی دلیل ہے اور یہ روایات غیر مقلد کفایت اللہ کے نزدیک صحیح ہیں۔غیر مقلدین حضرات کا ان دلائل کو اپنے حق میں لانا علمی خیانت ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

محدث امام اسحاق بن راھویہؒ کا مسلک

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث کے بارے میں مشہور محدث امام اسحاق لکھتے ہیں۔

"قال اسحاق کما قال "تحت السرۃ اقوی فی الحدیث و أقرب الی التواضع"۔ (المنذر الاوسط ۴/۱۸۷ رقم ۱۲۴۳، مسائل امام احمد ۱/۱۳۹)

ترجمہ۔ اسحاق بن راھویہؒ نے (امام احمدؒ کی طرح) ناف کے نیچے رکھنے کو اقوی فی الحدیث اور تواضع کے قریب تر فرمایا۔

معلوم ہوا کہ محدث اسحاق بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایات کو مضبوط سمجھتے تھے۔ یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی روشنی میں زیادہ مضبوط ہے۔ احناف کی نماز کو خلاف سنت سمجھنے والوں کو کچھ سوچنا اور سمجھنا چاہیے اور تعصب بھرے فتویٰ پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

امام ترمذیؒ کا مسلک

نماز میں ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر امام ترمذیؒ اپنی تحقیق کچھ یوں پیش کرتے ہیں۔

"ورأی بعضھم یضعھما فوق السرۃ ورأی بعضھم أن یضعھما تحت السرۃ وکل ذلک واسع عندھم"۔ (سنن ترمذی ۲۵۲)

ترجمہ۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ بعض کو (صحابی تابعی اور تبع تابعین) ناف کے اوپر (یعنی پیٹ پر) اور بعض (صحابہ۔ تابعی۔ اور تبع تابعین کو) کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا گیا۔"

امام ترمذی کے قول سے صاف ثابت ہے کہ بعض صحابی، تابعی اور تبع تابعین تو نماز میں ناف کے اوپر (یعنی پیٹ پر) اور بعض ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے۔ مگر امام ترمذیؒ نے کسی بھی اہل علم صحابہ، تابعی اور تبع تابعین سے سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر تک نہ کیا البتہ پیٹ پر اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا متقدمین اور جمہور کا مذہب ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مخالفین کے پیش کردہ دلائل کا تحقیقی جائزہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنے ثابت نہ ہونے والے موقف پر اپنے مسلک کی حمایت کرتے ہوئے چند دلائل ذکر کیے ہیں۔ جن میں سے ایک تو اپنے دعوٰی پر منطبق نہیں ہوتی، دوسری روایت میں نماز کا ذکر ہی نہیں ہے اور جبکہ تیسری روایت کو خود غیر مقلد زبیر علی زئی نے سفیان ثوری کی وجہ سے ضعیف اور چوتھی روایت کو خود مرسل مانا ہے۔ لہذا ان کے پیش کردہ دلائل کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

دلیل نمبر ۱۔ وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، ثم وضع یدہ الیمنی علی ظھر کفہ الیسری والرسغ والساعد پھر آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی، کلائی اور (ساعد) بازو پر رکھا۔

(صحیح ابن حبان ۳/۱۶۷ مسند احمد ۴/۳۱۸ سنن النسائی ۲/۱۲۶، سنن ابی داؤد مع بذل المجہود ۴/۳۲۷)

جواب نمبر ۱۔ زبیر علیزئی غیر مقلد عنوان تو "سینے پر ہاتھ باندھنا" کا لکھ رہے ہیں۔ مگر حدیث وائل بن حجرؓ کی حدیث میں تحت السرۃ یا سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس دلیل سے استدلال زبیر علیزئی غیر مقلد کی کم علمی کا اظہار ہے۔

جواب نمبر ۲۔ سنن نسائی کی حدیث میں تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ جس پر زبیر علیزئی غیر مقلد و دیگر غیر مقلدین حضرات کا عمل نہیں بلکہ غیر مقلدین حضرات کندھوں تک کے قائل ہیں۔

جواب نمبر ۳۔ زبیر علیزئی صاحب نے حدیث وائل بن حجرؓ کے ترجمہ میں اپنے مسلک سے وفائی اور حدیث کے ترجمہ میں بد دیانتی ہے۔ "وضع یدہ الیمنی علی ظھر کفہ الیسری والرسغ والساعد" کا ترجمہ پھر آپ ﷺ نے پنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہتھیلی، کلائی اور (ساعد) بازو پر رکھا" کیا۔

جواب نمبر ۴۔ "ظهر كفه اليسرى" کا مطلب بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت ہے۔ ان الفاظ کے معنی سے صاف ظاہر ہے کہ جب بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر جب ہاتھ رکھیں گے تو انگلیاں کلائی پر ہوں گی۔ لہذا اس طرح عمل کرنے سے کسی صورت میں بازو پر ہاتھ نہیں باندھے جا سکتے۔ آپ کی عیاری تو حدیث کے الفاظ وضع يده اليمنى یعنی دایاں ہاتھ کا علی ظهر كفه اليسرى یعنی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، سے ہی کھل جاتی ہے مگر معلوم نہیں کہ بھولے بھالے غیر مقلدین کو اپنے نام نہاد محدث اور ماہر اسماء الرجال کی عیاری کیوں نظر آتی۔

جواب نمبر ۵۔ زبیر علیزئی صاحب نے "الرسخ کے معنی" کلائی کیے ہیں جو بالکل ہی غلط ہے۔

1۔ عربی اردو لغت کی مشہور کتاب المنجد میں ہے۔ الرسخ و السرسخ گٹا۔ پہنچا۔ (المنجد صفحہ ۳۸۳)

2۔ عربی کی مشہور زمانہ لغت لسان العرب ۸/۴۲۸ میں "الرسخ" کے بارے میں لکھا ہے۔ الرسخ مفصل مابين الكف والذراع

ترجمہ:۔ یعنی ہتھیلی اور کلائی کا درمیانی جوڑ یعنی گٹ۔

3۔ امام ابن الاثیرؒ اپنی کتاب میں الرسخ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الرسغ بالسين موصل الساعد بالكف۔ (جامع الاصول ۳۵۷۹)

الرسخ سین سے ہے کلائی اور ہاتھ کا جوڑ۔

اور ابن الاثیر الجزری "النهاية في غريب الحديث والاثر" میں لکھتے ہیں

[ان كمه كان الى رصغه] هي لغة في الرسغ وهو مفصل مابين الكف [رصغ] والساعد۔ (النہایہ ۲/۵۵۲)

4۔ ابو عبد الرحمن الفراھیدی "کتاب العین ۳/۷۷/۴" میں لکھتے ہیں۔

الرسغ مفصل مابين الساعد والكف والساق والقدم۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

پس معلوم ہوا کہ "رسغ" کا صحیح معنی ہاتھ اور بازو کے درمیان والا جوڑ ہے نہ کہ کلائی۔

5۔ غیر مقلدین حضرات کے ممدوح جناب قاضی شوکانی صاحب لکھتے ہیں۔

(والرسغ) ۔۔۔ ھو المفصل بین الساعد والکف. (نیل الاوطار ۶۷۳)

یعنی الرسغ ۔۔۔ یہ کلائی اور ہاتھ کا جوڑ ہے۔

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ الرسغ کا مطلب جوڑ یا گٹ ہے جبکہ اسکا ترجمہ کلائی کرنا غلط ہے۔ زبیر علی زئی صاحب تو علماء لغت کے بھی مخالفت کرنے لگ گئے ہیں۔

زبیر علیزئی غیر مقلد اپنے گھر کی بھی خبر لیجئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زبیر علیزئی غیر مقلد کو انہی کے مکتب فکر کے علماء کرام کا ترجمہ پیش کر دیا جائے۔ اور اس کتاب کی اہمیت ان کے نزدیک اس لیئے بھی ہے کہ خود زبیر علیزئی غیر مقلد نے اس کتاب کی تحقیق و تخریج کے فرائض سر انجام بھی دیے ہیں۔ اس کتاب کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

کتاب "نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں"

ترتیب ڈاکٹر شفیق الرحمن

تحقیق و تخریج زبیر علیزئی

تصحیح و تقدیم حافظ صلاح الدین یوسف و عبدالصمد رفیقی

اس کتاب "نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں" میں حضرت وائل ؓ کی حدیث کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔

"حضرت وائل بن حجر ؓ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی (کی پشت)، اس کے جوڑ اور کلائی پر رکھا۔"

(نماز نبوی صفحہ ۱۴۵)

جواب نمبر ۶۔ زبیر علیزئی غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ "تجربہ شاہد ہے کہ اس طرح ہاتھ رکھے جائیں تو خود بخود سینے پر ہی ہاتھ رکھے جا سکتے ہیں صفحہ ۱۴" مگر زبیر علیزئی غیر مقلد کا یہ لکھنا غلط ہے۔ کیونکہ صحیح ترجمہ کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جب بائیں ہاتھ کی پشت پر ہاتھ کا کچھ حصہ رکھیں گے تو

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کچھ حصہ ہتھیلی اور کلائی کے درمیان جوڑ پر بھی آجائے گا اور کچھ حصہ کلائی پر بھی آئے گا یعنی انگلیاں کلائی پر آجائیں گی۔ پس ثابت ہوا کہ صحیح طریقہ جب ہاتھ کو اسطرح رکھیں گے کہ ہتھیلی کی پشت پر بھی آئے اور جوڑ پر بھی اور کلائی پر بھی تو اسطرح ہاتھ رکھنے کے بعد ہاتھ آسانی سے زیر ناف ہی آتے ہیں نہ کہ سینہ پر۔

جواب نمبر ۷۔ تفصیل سے معلوم ہوا کہ "الرسغ" کا صحیح معنی ہے "ہاتھ اور بازو کے درمیان والا جوڑ" نہ کہ کلائی۔ مزید یہ کہ زبیر علیزئی نے ساعد کے معنی "کہنی اور ہتھیلی کے درمیان (اوپر کی طرف) کیا ہے۔ [نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام صفحہ ۱۳]

اگر "الرسغ" اور "الساعد" کا ایک ہی معنی تھا جیسا کہ زبیر علیزئی غیر مقلد نے کہا کہ "کلائی اور کہنی اور ہتھیلی کا حصہ تو دو لفظ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

صحیح ابن خزیمہ میں عنوان قائم کیا گیا ہے "باب وضع بطن الکف الیمنی علی کف الیسری والرسغ والساعد جمیعا" داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کا باطن بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے ظاہر اور گٹے اور کلائی (اَلسَّاعِدْ) پر رکھنا۔

عنوان مذکور کو لکھنے کے بعد ابن خزیمہ نے وہی حدیث وائل بن حجر ذکر کی ہے جس کو حافظ زبیر صاحب نے اپنی دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ حدیث نقل کرتے وقت اگر حافظ صاحب ابن خزیمہ کا ذکر کردہ عنوان دیکھ لیتے تو یہ کہنے کی غلطی نہ کرتے کہ: "اَلسَّاعِدْ" سے "پوری "السَّاعِدْ" مراد ہے لہٰذا ساری "اَلسَّاعِدْ" (کلائی) پر (کہنیوں تک) ہاتھ پہ ہاتھ رکھنا لازم ہوگا۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ۱۴)

ابن خزیمہ کے عنوان مذکور سے معلوم ہوا کہ لفظ "اَلسَّاعِدْ" سے بعض "اَلسَّاعِدْ" مراد ہے اور "یدہ الیمنی" سے پورا داہنا ہاتھ نہیں بلکہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کا باطن اور "الیسری" سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا ظاہری حصہ مراد ہے۔

جواب نمبر ۸۔ یہ حدیث مبارکہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی تائید نہیں کرتی اور نہ ہی اس حدیث سے کلائی پر کلائی رکھنا ثابت ہوتا ہے (جیسا کہ غیر مقلدین حضرات کا عمل ہے) جب

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی کی پشت پر بھی رکھیں تو کہنی تک نہیں پہنچ سکتا۔ بالفرض آپکا کیا ہوا ترجمہ ہی مان لیا جائے تو تب بھی دایاں ہاتھ کہنی پر نہیں آئے گا کیونکہ جب دائیں ہاتھ ہاتھ بائیں ہتھیلی کی پشت پر بھی رکھنا ہے تو کبھی بھی کہنی تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو پورے بھی کہنی تک پہنچا کر رکھیں جائیں تو بائیں کی ہتھیلی کی پشت پر نہیں ہو سکتا پھر دایاں ہاتھ نہیں بلکہ ذراع پر ذراع ہوگی جبکہ حدیث مبارکہ میں ہاتھ "یدہ" کا ذکر ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا جاہل کا کام ہے۔

پھر آپکی جماعت کے نامور عالم ابوالحسن مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں۔

"فما یفعله بعض العوام من وضع الذراع علی الذراع بحیث انه یضعون الکف الیمنی علی مرفق الید الیسری او قریبا ثم یاخذونه باصابع الید الیمنی هو مما لا اصل له"۔ (مرعاۃ المفاتیح ۲/۶۰)

ترجمہ :اور بعض (جاہل) عوام جو یہ کرتے ہیں کہ بازو پر بازو اسطرح جا رکھتے ہیں کہ دائیں ہتھیلی بائیں کہنی تک یا اسکے قریب پہنچ جائے پھر دائیں انگلیوں سے اسکو پکڑتے ہیں یہ وہ عمل ہے جسکی کوئی اصل نہیں ہے۔

جناب والا ذرا اپنے ممدوح قاضی شوکانی کا قول بھی ملاحظہ کر لیں۔

والحدیث یدل علی مشروعیة وضع الکف علی الکف والیه ذهب الجمهور۔ (نیل الاوطار ۳/۶۷)

اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ہتھیلی رکھی جائے ہتھیلی پر اور اس کی طرف جمہور ہے۔

لہٰذا غیر مقلدین کے اپنے علماء کرام کے قول کی روشنی میں اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ جناب والا جب آپ کے اپنے عالم اس حدیث سے سینے پر ہاتھ باندھنے پر استدلال نہیں کرتے تو ہم پر حجت کیوں قائم کرتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

چند نئے احتمالات کے جوابات

اس حدیث کے بارے میں زبیر علی زئی نے چند نئے احتمالات کا اظہار کیا جس کا جواب دینا ضروری تو نہیں مگر اس کا مختصر جائزہ قارئین کرام کے اطمینان کے لیئے پیش خدمت ہے۔

اعتراض۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ "القاموس الوحید میں "رسغ" کا معنی کلائی اور پہنچا وغیرہ لکھا ہوا ہے۔(ص ۶۲۲)

اور علمی اردو لغت میں کلائی کا معنی "ساعد" "پہنچا" وغیرہ لکھا ہوا ہے (۱۱۴۴)

اس کا جو بھی معنی ہو، ظہر الکف، رسغ اور ساعد کا مجموعہ پوری ذراع یعنی ہاتھ کی بڑی انگلی سے لے کر کہنی تک کا پورا حصہ ہوتا ہے اور پورے حصے پر اپنے دائیں ہاتھ کا جو حصہ رکھنا ممکن ہو، رکھ کر دیکھیں تو خود بخود سینے پر ہاتھ آجاتے ہیں، تجربہ شرط ہے۔(الحدیث، شمارہ ۸۶ ص ۴۵)

جواب: عرض یہ ہے کہ "المنجد، لسان العرب، النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر، اور کتاب العین" اتنی کتب میں بیان کیا گیا ہے کہ رسغ کا معنی "گٹا، پہنچا" یعنی ہاتھ اور بازو کے درمیان والا جوڑ ہے، مگر غیر مقلد زبیر علی زئی نے یہاں اپنا مقصد حاصل کرنا تھا تو جمہور کے دعوے کرنے والے نے جمہور کو چھوڑ کر ایک القاموس الوحید کو ہی تھامنے میں عافیت سمجھی کیوں کہ مطلبی لوگوں کا یہی طریقہ کار ہوتا ہے کہ بس اپنے مطلب کے خلاف تو ہم کسی کی نہیں مانتے۔

۱۔ مزید یہ کہ ظہر الکف، رسغ اور ساعد کا مجموعہ اگر پوری ذراع ہے جو کہ بڑی انگلی سے لے کر کہنی تک کا پورا حصہ ہے تو ہاتھ کو رکھنے کا محل بھی احادیث مبارکہ میں موجود ہے، جیسا کہ حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی روایت میں ہے، آپ فرماتے ہیں کہ

"قال قلت لانظرن الی رسول اللہ ﷺ کیف یصلی قال فنظرت الیہ قام وکبر ورفع یدیہ حتی حاذتا باذنیہ ثم وضع یدہ الیمنی علی ظھر کفہ الیسری والرسغ من الساعد"۔

اور غیر مقلد زبیر علی زئی کے ترجمہ کے مطابق بھی اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ پھر آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی، اور (ساعد) بازو کے حصہ میں سے کلائی پر رکھا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

تخریج۔

السنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۲۸، نشر السنۃ، ملتان، والسنن الصغری ج ۱ ص ۱۲۳۔۱۲۴ (۳۵۱)، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، وفی النسخۃ ۱ ص ۱۴۶، جامعۃ الدراسات الاسلامیۃ کراچی۔

ذکرہ الحافظ فی فتح الباری ۲/۱۷۸، دار احیاء التراث العربی، وعزاہ الی ابی داود والنسائی، وقال وصححہ ابن خزیمۃ وغیرہ، والعینی فی عمدۃ القاری ۵/۱۷۸، مکتبہ رشیدیہ کراچی، الزرقانی فی شرح الموطا ۱/۴۵۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

صدیق بن حسن القنوجی فی مسک الختام، ج ۱ ص ۴۰۵، المکتبۃ الاثریۃ، جامع الحدیث بانوالی، سانگھڑ، پاکستان، عبید اللہ المبارکپوری فی مرعاۃ المفاتیح ۳/۶۱، الجامعۃ السلفیۃ، بنارس الھند وغیرہم۔

حدیث وائل بن حجر السنن الصغری للبیہقی میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

"ثم وضع کفہ یدہ الیمنی علی ظہر کفہ الیسری والرسغ من الساعد"

ترجمہ: پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر اور ساعد (کلائی) کے گٹے پر رکھا۔ (باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ، حدیث ۷۱ :۳)

السنن الکبری للبیہقی میں یہ الفاظ ہیں:

"ثم وضع یدہ الیمنی علی ظہر کفہ الیسری، والرسغ من الساعد"

(باب وضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلاۃ، حدیث ۲۳۲۵:)

پہلی روایت میں "کفہ یدہ الیمنی" (داہنے ہاتھ کی ہتھیلی) اور "من الساعد" (کلائی کا اوپر والا حصہ) صریح الفاظ ہیں جن سے صاف واضح ہوتا ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی "الساعد" (کلائی) پر نہیں رکھنا ہے، بلکہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور گٹے پر رکھنا ہے، لہذا حافظ زبیر علی زئی صاحب کا یہ دعوی کہ "الساعد" سے پوری "الساعد" مراد ہے "بعض الساعد" کی تعمیم حدیث میں نہیں، غلط ہے۔ کیوں کہ ان کا دعوی صریح حدیث کے خلاف ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اس حدیث میں تو ساعد میں سے الیسریٰ اور الرسغ کی تخصیص موجود ہے۔ اب تخصیص تو حدیث سے ثابت ہوگئی۔ لیں جناب آپ کا استدلال مردود ثابت ہوگیا۔ اب ترجمہ جو بھی کرنا ہے کرلیں۔

پس جب محل واضح ہے کہ گٹ یعنی پہنچے پر رکھنا ہے، تو زبیر علی زئی کا بے جا تاویلات کرنا باطل و مردود ہے، جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا اور آگے بھی انہی کے محدث و بزرگ سے بیان ہوگا، ان شاء اللہ۔

2 اس طرح ان احادیث پر عمل کیا جائے تو سینہ پہ نہیں بلکہ آسانی سے ہاتھ تحت السرۃ آتے ہیں، تجربہ شرط ہے، مگر یہ لوگ تجربہ کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔

اعتراض۔ غیر مقلد زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ "ید" ہاتھ (اس کا اطلاق مونڈھے سے انگلیوں کے کناروں تک ہوتا ہے۔) دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۹۱۰)

یہ ظاہر ہے کہ ذراع پر مونڈھوں تک ہاتھ رکھنا ناممکن ہے، اور کہنی تک ہاتھ کا حصہ رکھنا ہی ممکن ہے لہذا عموم سے استدلال کرتے ہوئے یہاں ذراع پر ذراع رکھنا مراد ہے۔

(الحدیث، شمارہ ۸۶ ص ۴۵)

جواب۔ کیا بھول گئے ہیں کہ جناب خود لکھ چکے ہیں کہ "صرف احتمال کی بنیاد پہ خصوصیت ثابت کر دینا صحیح نہیں ہے" (دیکھئے عبادات میں بدعات، حاشیہ ص ۱۷) اور یہاں صرف اپنی طرف سے احتمال بیان کر کے خصوصیت ثابت کرنے لگے ہوئے ہیں، کیا یہ صرف مسلک پرستی کی وجہ سے جناب نے دوغلا پن اپنا رکھا ہے؟۔

ثانیا: پہلے ہی اس عمومی استدلال کے بارے میں جناب کے محدث و بزرگ کے حوالہ سے بیان کر دیا تھا، جیسا کہ پیچھے بھی ذکر ہوا کہ یہ وہ عمل ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔

ثالثا: جب خاص موجود ہے تو عموم سے استدلال کیوں؟ اس حصہ کا تعین حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں موجود ہے، پھر زبیر علی زئی کا عموم سے استدلال بھی باطل و مردود اور صرف از صرف مسلک نوازی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

اعتراض۔ غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ "شیخ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے اپنے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اجتہاد سے جو کلام لکھا ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ۳/ ۶۰)

اس کے برعکس شیخ البانی رحمہ اللہ نے حدیث سہل رضی اللہ عنہ اور حدیث وائل رضی اللہ عنہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " وھذہ الکیفیۃ تستلزم أن یکون الوضع علی الصدر اذا أنت تأملت ذلک و عملت بھا"

جب تم غور کرو گے اور اس پر عمل کرو گے تو اس کیفیت سے یہ لازم آتا ہے کہ ہاتھ سینے پر آجاتے ہیں۔ (تعلیقات المشکوۃ ج ۱ ص ۲۴۹)۔۔۔ اس کے بعد البانی کی "اصل صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۱۸" کی ایک عبارت نقل کی۔۔۔ پھر کہا کہ" ہمارے نزدیک شیخ مبارکپوری رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان ان کی اجتہادی خطا ہے اور اس کے مقابلے میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان راجح ہے، لہذا رضا خانی کا اعتراض مردود ہے۔ (الحدیث شمارہ ۸۶ ص ۴۵۔۴۶)

جواب۔ عرض یہ ہے کہ عبید اللہ مبارکپوری نے صرف اپنے اجتہاد سے یہ کلام نہیں لکھا بلکہ اس کے سامنے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ روایت بھی تھی جس میں "والرسغ من الساعد" کے الفاظ ہیں، پس اس نے تو اس روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بارے میں درست اور صاف وشفاف بات لکھی تھی، مگر زبیر علی زئی کے نظریات کو تباہ کر رہی تھی اس لئے علیزئی نے اس کو اجتہادی خطا لکھ مارا، درحقیقت اپنا بزرگ تھا اس کی بات مکمل اپنے خلاف نظر آئی پھر بھی اجتہادی خطا کا نام دے دیا، اگر یہی کام کسی اور سے سرانجام پاتا تو یہ لا مذہب اس کو باطل و مردود سے کم نہ لکھتا۔

ثانیا : قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں ان لا مذہبوں کی چالاکیاں یہی زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ "ہم کتاب وسنت کا خود تراشیدہ مفہوم نہیں لیتے بلکہ ہر حوالے کے لئے سلف صالحین کے متفقہ فہم کو ترجیح دیتے ہیں" (مقالات، ج ۳ ص ۲۴)

صحیح بخاری کوئی ایسی کتاب نہیں، جس کی کوئی شرح سلف صالحین نے نہ کی ہو، بلکہ ایک ایسی متداول کتاب ہے کہ جس کی شروحات تقریباً حدیث کی تمام کتب کی شروحات سے زیادہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

لکھی گئی ہیں اور تقریباً ہر محدث و شارح نے صحیح بخاری کی اس روایت کی شرح کی ہے، مگر چودھویں صدی ہجری تک تو کسی کے فہم میں یہ بات نہ آئی کہ اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا جا سکتا ہے اور کسی نے نہ لکھا کہ ذراع پر ذراع رکھنا درست ہے، مگر زبیر علی زئی کے اپنے مقصد کے حصول کی بات تھی تو تمام شارحین کو چھوڑ کر البانی سلف اور صالح نظر آ گیا جس کا قول تمام کے قول کے مقابل تسلیم کر لیا۔

ثالثاً :البانی کے ہم عصر شیخ شعیب الارنؤوط وغیرہ نے اس بارے میں البانی کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"قلنا قول الألباني رحمه الله في صفة الصلاة وضعها على الصدر هو الذى ثبت في السنة ، تعنت لا وجه له ، ففى "بدائع الفوائد ٣/٩١ " لابن القيم واختلف في موضع الوضع فعنه [أي عن الامام أحمد] فوق السرة ، وعنه تحتها ، وعنه قال أبو طالب سألت أحمد بن حنبل أين يضع يده اذا كان يصلي ؟ قال على السرة أو أسفل - وكل ذلك واسع عنده ان وضع فوق السرة أو عليها أو تحتها۔

(حاشیہ مسند احمد، ج ۳۶ ص ۳۰۰ تحت ح ۲۱۹۶۷ مؤسسۃ الرسالۃ)

پس ثابت ہوا کہ چودھویں پندرھویں صدی ہجری میں البانی اور زبیر علی زئی جیسے لا مذہبوں کا اس کو راجح قرار دینا جمہور کے مقابلہ میں باطل و مردود ہے۔

غیر مقلدین کے دعویٰ کا بطلان اور شارحین حدیث

(۱) شیخ علاء الدین مغلطائی [وفات ۷۶۲ھ] نے یحییٰ بن سعید کا قول نقل کیا:

"ووصف يحيى بن سعيد اليمنى على اليسرى فوق المفصل"

(شرح ابن ماجہ، باب وضع الیمین علی الشمال ۱/ ۱۳۸۰)

ترجمہ: یحییٰ بن سعید نے بیان کیا کہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر جوڑ (گٹے) پہ رکھیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(۲) صحیح بخاری میں لفظ "علی ذراعہ الیسری" آیا ہے یعنی بائیں بازو پر ہاتھ رکھے۔ پورے بازو پر رکھے یا بعض پر؟ کہاں رکھے اس کی یہاں وضاحت نہیں۔ اس کے بارے میں شارح بخاری علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں:

"لم یبین موضعه من الذراع وفی حدیث وائل عند ابی داؤد والنسائی ثم وضع یده الیمنی علی ظهر کفه الیسری والرسغ من الساعد وصححه ابن خزیمة والرسغ بضم الراء وسکون السین المهملة وفی آخره غین معجمة بو للمفصل بین الساعد والکف"

ترجمہ: ہاتھ بازو کے کس حصے پر رکھا جائے یہاں اس کو واضح نہیں کیا گیا ہے لیکن حدیث وائل جو ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور بازو میں سے گٹے پر رکھے۔ اس کو ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ "الرسغ" رائے مضمومہ، سین ساکنہ اور غین کے ساتھ ہے۔ اس کا معنی وہ جوڑ ہے جو ہتھیلی اور بازو کے درمیان ہے۔

(عمدۃ القاری باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلاۃ ۵ : ۲۷۸/)

(۳) علامہ مناوی [وفات ۱۰۳۱ ھ] نے حدیث مذکور کی شرح میں لکھا ہے:

"أی یضع یده الیمنی علی ظهر کفه الیسری والرسغ من الساعد" (التیسیر بشرح الجامع الصغیر ۲ : ۲۷۸/)

ترجمہ: داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور بازو میں سے گٹے پر رکھے۔

(۴) شیخ سندی حاشیہ نسائی میں لکھتے ہیں:

"والمراد انه وضع بحیث صار وسط کفه الیمنی علی الرسغ ویلزم منه ان یکون بعضها علی الکف الیسری والبعض علی الساعد"

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ ہاتھ اس طرح رکھے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی گٹے پر ہو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ داہنی ہتھیلی کا بعض حصہ بائیں ہتھیلی پر ہو اور بعض حصہ بازو پر ہو۔

(سنن النسائی مع شرح السیوطی وحاشیۃ السندی ۱: / ۱۶۳، حدیث ۸۸۸:)

قاضی شوکانی کے مطابق مذہب اہل حدیث (وہابی غیر مقلد) جمہور کے خلاف ہے۔

(۵) قاضی شوکانی [موت ۱۲۵۰ :ھ] کو اہل حدیث زمانہ مجتہد سمجھتے ہیں۔ وہ حدیث بخاری کے الفاظ "والرسغ والساعد" کی مراد واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والمراد انہ وضع یدہ الیمنی علی کف یدہ الیسری ورسغہا وساعدہا ولفظ الطبرانی وضع یدہ الیمنی علی ظہر کفہ الیسری فی الصلاۃ قریبا من الرسغ قال اصحاب الشافعی یقبض بکفہ الیمنی کوع الیسری وبعض رسغہا وساعدہا والحدیث یدل علی مشروعیۃ وضع الکف علی الکف والیہ ذہب الجمہور"

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور گٹے اور بازو پر رکھے اور طبرانی کے الفاظ ہیں "وضع یدہ الخ" داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر اور گٹے کے بعض حصے پر اور "الساعد" (بازو) کے بعض حصے پر رکھے۔ یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

(نیل الاوطار، باب ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال ۲: / ۲۱۷)

قاضی شوکانی نے حدیث طبرانی کے حوالے سے صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور گٹے پر اور بازو (الساعد) کے بعض حصے پر رکھنا جمہور کا مذہب ہے، لیکن شوکانی ہی کی عقیدت کا دم بھرنے والے ایک غیر مقلد عالم (حافظ زبیر علی زئی) لکھ رہے ہیں کہ حدیث میں مذکور لفظ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الساعد "(بازو) سے ساری" الساعد " مراد ہے بعض" الساعد "کی تخصیص پر کوئی حدیث نہیں ہے۔ لہٰذا پورے بازو پر ہاتھ رکھنا لازم ہے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے مسئلے میں بھی غیر مقلدین کسی بھی امام مذہب کی تقلید نہیں کرتے اور جمہور اہل سنت و جماعت، ائمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کی راہ سے الگ راہ چلتے ہیں۔ جمہور اہل سنت و جماعت کے نزدیک داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کے بائیں حصہ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے ظاہری حصہ پر اور بازو کے بعض حصہ یعنی گٹے پر رکھنا چاہئے۔ لیکن جمہور اہل سنت کے خلاف غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ایک ہتھیلی کو دوسرے ہتھیلی پر نہیں رکھا جائے گا بلکہ پورے ہاتھ (کہنی کے نیچے سے انگلی تک) کو پورے ہاتھ پر رکھا جائے گا۔ اس مسئلے میں وہ احادیث کی من مانی تشریح کرتے ہیں اور ائمہ مجتہدین و جمہور امت کی تشریح کے خلاف اپنا الگ موقف اختیار کیے ہوئے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کفایت اللہ سنابلی کی موشگافیاں

حدیث سہل بن سعد رضی اللہ کی حدیث کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی نے اپنی کتاب انوار البدر ص ۱۶۹ تا ص ۱۷۴ حدیث سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کی اور انوار البدر ص ۱۷۵ تا ص ۱۸۳ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی سنن نسائی کی روایت نقل کر کے لفظ الذراع اور ید سے ہاتھوں کو سینے پر ہاتھ باندھنے کی دلیل بنائی ہے۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں،

[امام بخاری نے کہا:

حدثنا عبد الله بن مسلمة، عن مالك، عن أبي حازم، عن سهل بن سعد، قال» :كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل اليد اليمنى على ذراعه اليسرى في الصلاة« قال أبو حازم لا أعلمه إلا ينمي ذلك إلى النبي صلى الله عليه وسلم قال إسماعيل :ينمى ذلك ولم يقل ينمي۔

ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا انہوں نے، مالک سے روایت کیا انہوں نے ،ابو حازم سے روایت کیا انہوں نے، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ :"لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں ہر شخص دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے ذراع (کہنی سے بیچ کی انگلی تک کے حصہ) پر رکھے۔

حوالہ جات:

بخاری، کتاب الأذان: باب وضع الیمنی علی ذراعہ الیسری فی الصلوۃ، حدیث نمبر 740۔

بخاری (ترجمہ وحید الزماں): ج 1 ص 371 پارہ نمبر 3 باب نمبر 477 حدیث

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نمبر 703۔

بخاری (ترجمہ داؤد راز، مکتبہ قدوسیہ، و مرکزی جمعیت اہل حدیث): ج 1 ص

وضاحت:

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے "ذراع" پر رکھنے کا حکم دیا ہے اور "ذراع" کہتے ہیں "کہنی سے بیچ کی انگلی تک کے حصہ کو"۔

چنانچہ غریب الحدیث للحربی: (1/277) میں ہے:

"الذراع" من طرف المرفق الی طرف الاصبع الوسطی یعنی "ذراع" کہتے ہیں "کہنی کے سرے سے لیکر درمیانی انگلی کے سرے تک کے حصہ کو"

نیز کتب لغت میں بھی "ذراع" کا یہی معنی درج ہے مثلاً دیکھئے:

لسان العرب 93: /8، تاج العروس 5217: /1 کتاب العین 96: /2، المعجم الوسیط 311: /1 تہذیب اللغہ 189: /2، کتاب الکلیات 730: /1 وغیرہ۔

اور دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ ادب مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی "ذراع" کا یہ معنی لکھتے ہیں:

"کہنی سے بیچ کی انگلی تک" دیکھئے موصوف کی تالیف کردہ لغت کی کتاب "القاموس الجدید، عربی اردو" مادہ "ذرع" ص 308 کتب خانہ حسینیہ دیوبند یوپی۔

لغت کی مذکورہ کتابوں سے معلوم ہوا کہ عربی زبان میں "ذراع" کہنی سے بیچ کی انگلی تک کے حصہ کو کہتے ہیں اور بخاری کی مذکورہ حدیث میں بائیں ہاتھ کے "ذراع" یعنی کہنی سے بیچ کی انگلی تک کے پورے حصہ پر دائیں ہاتھ کو رکھنے کا حکم ہے، اب اگر اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

"ذراع" (یعنی کہنی سے بیچ کی انگلی تک کے پورے حصے) پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینے پر آجائیں گے، تجربہ کر کے دیکھ لیجئے، لہٰذا بخاری کی یہ حدیث سینے پر ہاتھ باندھنے کی دلیل ہے۔

علامہ البانی لکھتے ہیں:

ومما يصح أن يورد في هذا الباب حديث سهل بن سعد، وحديث وائل - المتقدمان -، ولفظه: وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرى والرسغ والساعد. ولفظ حديث سهل: كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل اليد اليمنى على ذراعه اليسرى في الصلاة. فإن قلت: ليس في الحديثين بيان موضع الوضع! قلت: ذلك موجود في المعنى؛ فإنك إذا أخذت تطبّق ما جاء فيهما من المعنى؛ فإنك ستجد نفسك مدفوعاً إلى أن تضعهما على صدرك، أو قريباً منه، وذلك ينشأ من وضع اليد اليمنى على الكف والرسغ والذراع اليسرى، فجرّب ما قلته لك تجده صواباً. فثبت بهذه الأحاديث أن السنة وضع اليدين على الصدر۔

سینے پر ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں سہل بن سعد اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ دونوں حدیثوں کو پیش کرنا بھی صحیح ہے، وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، کلائی اور بازو کے اوپر رکھا" اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں "لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے ذراع (یعنی کہنی سے بیچ کی انگلی تک کے پورے حصے) پر رکھیں"۔ اگر کوئی کہے کہ ان دونوں حدیثوں میں ہاتھ رکھنے کی جگہ کا بیان نہیں ہے تو عرض ہے کہ معنوی طور اس کا ذکر موجود ہے کیونکہ جب آپ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، کلائی اور بازو پر رکھیں گے تو آپ کے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

دونوں ہاتھ لازمی طور پر سینے پر یا اس کے قریب آئیں گے۔ ذرا آپ ہماری بات کا تجربہ کر کے دیکھئے آپ کو سچائی معلوم ہو جائے گی، پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں دونوں ہاتھ کا سینے پر رکھنا ہی سنت ہے"

(اصل صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم للالبانی: ج 1 ص 218).

تنبیہ:۔

بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ "ذراع" پر رکھنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ پورے "ذراع" پر رکھا جائے، اگر ذراع کے ایک حصہ یعنی "کف" ہتھیلی پر رکھ لیا جائے تب بھی تو ذراع پر رکھنے کا عمل ہو جاتا ہے۔

عرض ہے کہ بخاری کی یہ حدیث ملاحظہ ہو:

عن میمونة قالت» :وضع رسول الله صلى الله عليه وسلم وضوءا لجنابة، فأكفأ بيمينه على شماله مرتين أو ثلاثا، ثم غسل فرجه، ثم ضرب يده بالأرض أو الحائط، مرتين أو ثلاثا، ثم مضمض واستنشق، وغسل وجهه وذراعيه، ثم أفاض على رأسه الماء، ثم غسل جسده، ثم تنحى فغسل رجليه« قالت» :فأتيته بخرقة فلم يردها، فجعل ينفض بيده«

(صحیح البخاری 63 1: رقم 274)

میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے لئے پانی رکھا گیا آپ نے اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر دو مرتبہ یا تین مرتبہ پانی ڈالا اور اپنی شرمگاہ کو دھویا، پھر اپنا ہاتھ زمین میں یا دیوار میں دو مرتبہ مارا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے دونوں ہاتھ اور کہنیاں دھوئیں، پھر اپنے (باقی) بدن کو دھویا، پھر (وہاں سے) ہٹ گئے اور اپنے دونوں پیر دھوئے، میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں پھر میں آپ کے پاس

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ایک کپڑا لے لی آپ نے اسے نہیں لیا اور اپنے ہاتھ سے پانی نچوڑتے رہے۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا طریقہ بیان ہے اور بازو دھلنے کے لئے یہ الفاظ ہیں: "وغسل وجهه وذراعيه" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے اور اپنے دونوں بازوؤں کا دھلا۔

اب کیا یہاں بھی "ذراع" سے بعض حصہ مراد ہے؟ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل ذراع کو نہیں دھلا بلکہ صرف بعض کو دھلا؟ فما كان جوابكم فهو جوابنا۔] (انوار البدر ص ۱۶۹ تا ۱۷۴)

جواب:

عرض یہ ہے کہ حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے احادیث کے متن پر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے، مگر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے چند خود ساختہ اصول پر نقد ملاحظہ کریں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے جو اس سے پہلے روایت ذکر فرمائی ہے وہ کچھ یوں ہے:

كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل اليد اليمنى على ذراعه اليسرى في الصلاة« قال أبو حازم لا أعلمه إلا ينمي ذلك إلى النبي صلى الله عليه وسلم (بخاری)

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے "ذراع" پر تو سیر حاصل بحث کی لیکن "ید" پر شاید بحث کرنا بھول گئے۔ "ید" یعنی ہاتھ عربی میں دو معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے:

1۔ ہتھیلی اور انگلیوں کے لیے جو کہ اردو میں بھی معروف ہے۔

2۔ ہاتھ کی انگلی سے لے کندھے تک کے لیے۔

چنانچہ تاج العروس میں ہے:

(اليد)، بتخفيف الدال وضمه (الكف أو من أطراف الأصابع إلى الكف)؛ كذا في النسخ والصواب إلى الكتف؛ وهذا قول الزجاج؛

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وقال غیرہ :إلی المنکب۔

اعتراض:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی لکھتا ہے:

اب اگر اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے "ذراع" (کہنی سے بیچ کی انگلی تک کے پورے حصے) پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینے پر آجائیں گے۔" (انوار البدر ص ۱۷۱)

جواب:

عرض یہ ہے کہ جس طرح حدیث میں "ذراع" سے مکمل ذراع غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی نے مراد لیا ہے اسی طرح "ید" سے بھی مکمل "ید" مراد لینا چاہیے۔ "ید" کا اگر پہلا معنی لیا جائے یعنی صرف ہاتھ کا تو اتنا بڑا ہاتھ کم از کم ہم نے نہیں دیکھا جو اس پورے حصے پر آجائے۔ یہ لازماً کچھ حصے پر ہی آئے گا اور باقی حصے پر دایاں بازو یعنی ذراع آئے گا۔

اور اگر دوسرا معنی یعنی انگلی سے کندھے تک مراد لیا جائے تو اسے پورا کا پورا بائیں "ذراع" پر رکھا جائے گا یہ ہماری ناقص فہم سے باہر ہے۔ میرا خیال ہے کہ جیسے بچے ہاتھی سونڈ کھیلتے ہیں اسی طرح کی کوئی صورت بنانی ہوگی۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب سے درخواست ہے کہ اگر ان دونوں معانی کی ایک ایک تصویر ارسال فرمادیں تو وضاحت تامہ ہو جائے۔

اور اگر "ید" سے مراد "بعض ید" ہے تو پھر "ذراع" سے مراد "بعض ذراع" کیوں نہیں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا تحقیقی جائزہ

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے دوسری روایت سنن نسائی کی پیش فرمائی ہے۔

[امام نسائی نے کہا:

أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ زَائِدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: " قُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي، فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَقَامَ فَكَبَّرَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتَا بِأُذُنَيْهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ۔

ہمیں سوید بن نصر نے خبر دی انہوں نے کہا: ہم سے عبداللہ بن المبارک نے بیان کیا انہوں نے، زائدہ سے روایت کیا انہوں نے کہا: ہم سے عاصم بن کلیب نے بیان کیا انہوں نے کہا: مجھ سے میرے والد نے بیان کیا: کہ انہیں وائل بن حجر نے بتایا اور کہا کہ: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہتھیلی کی پشت، کلائی اور بازو کے اوپر رکھا۔

حوالہ: سنن نسائی: کتاب الافتتاح: باب موضع الیمین من الشمال فی الصلوٰۃ، حدیث نمبر 889۔

سنن نسائی (ترجمہ وحید الزماں): ج 1 ص 310 پارہ نمبر باب نمبر حدیث نمبر 892۔

وضاحت: اس حدیث میں بھی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، کلائی اور بازو کے اوپر رکھنے کی بات ہے لہٰذا اس حدیث کے مطابق اگر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اس پورے حصے (ہتھیلی، کلائی اور بازو) پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

پر آجائیں گے، تجربہ کر کے دیکھ لیجئے، لہذا یہ حدیث بھی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی دلیل ہے۔] (انوار البدر ص ۱۷۵)

جواب:

عرض یہ ہے کہ اگرچہ اس حدیث کے متن اور مفہوم پر تفصیل سے بات ہو چکی ہے۔ مگر چند نکات مزید ملاحظہ کریں۔

اس کے آخری جملے کا ترجمہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے یہ فرمایا ہے :

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ۔

"پھر آپ ﷺ نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہتھیلی کی پشت، کلائی اور بازو کے اوپر رکھا"

آگے استدلال فرماتے ہیں :

"اس حدیث کے مطابق اگر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اس پورے حصے پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود ہی سینے پر آئیں گے۔"

لیکن مسئلہ یہاں بھی وہی ہے کہ "ید" کے دونوں معانی کے مطابق پورا کا پورا دایاں ہاتھ اس حصے پر آ ہی نہیں سکتا۔ اب یا تو حدیث مبارکہ میں درایۃً ضعف ہے اور یا پھر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی فہم میں مقام ہے۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب، اپنے مکمل "ذراع" کے مقدمے سے ذرا تنزل فرمائیں اور "ذراع" کو بعض ذراع سمجھیں تو اس روایت کا مطلب یہ ہوگا کہ دائیں ہاتھ (اپنے پہلے معنی یعنی ہتھیلی اور انگلیوں کے معنی میں) کو بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھا کہ اس کا بعض حصہ ہتھیلی پر، بعض کلائی پر اور بعض بازو پر آگیا۔ اس معنی میں یہ روایت صحیح ہو جائے گی اور یہ معنی ان روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے جن میں ہے:

ووضع يده اليمنى على يده اليسرى۔

(مسند ابی داود الطیالسی، مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ، المعجم الکبیر للطبرانی وغیرھا)

لیکن اگر ان روایات میں آپ نے "ید" سے مراد صرف "ذراع" لیا تو اس پر آپ کو واضح

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

دلیل لائی ہوئی اور اس کے بعد بھی یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکے گا کہ "ید" یعنی اس ذراع پر مکمل کیسے آئے گا۔

دلیل کے ضمن میں غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب یہ فرما سکتے ہیں کہ جن روایات میں "ذراع" مذکور ہے وہ روایات وضاحت کر رہی ہیں کہ "ید" سے مراد (دوسرے معنی کے لحاظ سے) بعض حصہ ہے۔

لیکن اس صورت میں ہمیں بھی یہ عرض کرنے کا حق ہوگا کہ جن روایات میں "ید" آیا ہے وہ وضاحت کر رہی ہیں کہ (ید کے پہلے معنی کے لحاظ سے) "ذراع" سے مراد بعض حصہ ہے۔ اور کسی بات کو کسی پر ترجیح حاصل نہ ہو پائے گی۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت ھلب رضؓ کی روایت کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی غیر مقلد اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۱۴ و ۳۷ پر سینے پر ہاتھ باندھنے کے موقف پر حضرت ھلبؓ کی حدیث بطور دلیل لائے ہیں۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي سِمَاكٌ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ : " رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ، وَرَأَيْتُهُ، قَالَ، يَضَعُ هَذِهِ عَلَى صَدْرِهِ" وَصَفَّ يَحْيَى :الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فَوْقَ الْمَفْصِلِ۔

(مسند احمد ۳۶/۲۹۹، وتحقیق لا بن جوزی ۱/۳۳۸ رقم ۴۳۴)

ترجمہ۔ حضرت ھلب الطائیؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز سے فارغ ہو کر) دائیں اور بائیں (دونوں) طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھا ہے اور دیکھا ہے کہ آپ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ یحییٰ (القطان راوی) نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر (عملاً) بتایا۔

جواب نمبر ۱۔ غیر مقلد صاحب نے اس حدیث کے ترجمہ کیا اور لفظ "هَذِهِ" کا ترجمہ دونوں ہاتھ کیا ہے۔ لفظ "ھذہ" کا ترجمہ دونوں ہاتھ کیسے کیا؟

غیر مقلد صاحب نے لفظ "ھذہ" کا ترجمہ دونوں ہاتھ کر کے اپنے ہی اکابرین کی نفی کر دی ہے۔ غیر مقلد عبدالرحمن مبارکپوری کا ایک رسالہ "المقالہ الحسنیٰ فی سنیۃ المصافحۃ بالید الیمنیٰ" مصافحہ کرنے کے بارے میں ہے۔ اس رسالہ میں مبارکپوری صاحب نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت کیا ہے اور احادیث نقل کیں۔ یہ رسالہ مقالات محدث مبارکپوری کے ص ۱۵۷ سے شروع ہوتا ہے۔ اس رسالہ کی پہلی حدیث، آٹھویں حدیث، نویں حدیث، دسویں حدیث، اور گیارہویں حدیث میں "بیدی ھذی علی" کا ترجمہ ایک ہاتھ کیا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

زبیر علیزئی غیر مقلد کا یہ فرض تھا کہ وہ ایسی حدیث کا ذکر کرتے جس میں "نماز کا ذکر" ہوتا۔ اس حدیث میں صرف سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے مگر نماز کا ذکر موجود نہیں لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا غیر مقلدین اور خصوصاً زبیر علیزئی غیر مقلد کی سینہ زوری اور دجل ہے۔ زبیر علیزئی غیر مقلد پر فرض ہے کہ وہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ کے ساتھ "فی الصلاۃ" کے الفاظ دکھائیں۔ کیونکہ غیر مقلدین حضرات کا دعویٰ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہے نہ کہ صرف ہاتھ باندھنے کا؟ دعویٰ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا اور دلیل صرف سینے پر ہاتھ باندھنے کی۔ کیا زبردستی اور تحکم ہے؟

جواب نمبر ۲۔ زبیر علیزئی غیر مقلد خود اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے بریکیٹ میں (نماز سے فارغ ہو کر) کے الفاظ لکھتے ہیں۔ جس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نماز کے بعد کا واقعہ ہے۔ اور یہ کہ، نماز سے فارغ ہو کر، کے الفاظ زبیر علی زئی نے بریکیٹ میں کیوں لکھے؟ اسکی کیا وجہ ہے؟ جواب مسلکی تعصب کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

اگر زبیر علیزئی غیر مقلد اس حدیث سے نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے پر بضد ہیں تو پھر انکو چاہیے کہ وہ نماز کے اندر دائیں اور بائیں پھیرا کریں جسطرح حدیث میں ذکر ہے۔ مگر عام غیر مقلدین کا اس پر عمل نہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا باطل و مردود ہے۔ اس حدیث میں نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں ہے جس سے یہ حدیث غیر مقلدین حضرات کی دلیل نہیں بنتی مگر پھر بھی ہم مزید جوابات عرض کر دیتے ہیں۔

جواب نمبر ۳۔ اس حدیث کے بعد ہی امام ابن جوزیؒ نے یہ باب باندھا ہے:

مَسْأَلَةٌ تَوْضَعُ الْيَمِينُ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ الصَّدْرِ وَنَبَذَ قَوْلَ الشَّافِعِيِّ وَعَنْ أَحْمَدَ تَحْتَ السُّرَّةِ وَعَنْهُ التَّخْيِيرُ الخ۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت امام ابن جوزیؒ کے نزدیک بھی یہ حدیث سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق نہیں ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

زبیر علی زئی غیر مقلد کے چند نئے احتمالات

اس روایت پر غیر مقلد زبیر علی زئی کے چند مزید احتمالات سامنے آئے لہذا مناسب ہے کہ ان کے احتمالات کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

اعتراض۔ غیر مقلد اپنے مسلکی حمایت میں رسالہ الحدیث شمارہ ۸۶ میں لکھتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ سینے پر ہاتھ کس حالت میں باندھے تھے؟ نماز میں یا نماز سے بعد؟ تو عرض ہے کہ کئی دلائل سے ثابت ہے کہ یہ حدیث نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ہے، مثلاً

مسند احمد میں سفیان ثوری کی اسی حدیث کی دوسری سند میں درج ذیل الفاظ آتے ہیں۔ "رأیت النبي ﷺ واضعا یمینه علی شماله فی الصلوة" میں نے دیکھا نبی ﷺ (نے) نماز میں اپنے بائیں ہاتھ پر اپنا دایاں ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ (مسند احمد ۵/۲۲۶ ح ۲۱۹۶۸ زوائد عبداللہ بن احمد) سفیان ثوری کے علاوہ ابو الاحوص نے بھی یہی حدیث "کان رسول اللہ ﷺ یؤمنا فیأخذ شماله بیمینه" کے الفاظ سے بیان کی ہے۔ (دیکھئے سنن ترمذی ۲۵۲ وقال حدیث حسن) یہ ظاہر ہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے"۔ (الحدیث، شمارہ ۸۶ ص ۴۳۔۴۴)

الجواب بعنوان الوھاب۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ حالت نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے دائیں اور بائیں پھرتے تھے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس روایت میں جو سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے وہ حالت نماز میں نہیں بلکہ سلام پھیرنے کے بعد کا ہے۔

ثانیا: غیر مقلد علیزئی صاحب! جس دلیل سے نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنا ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یعنی سفیان ثوری رحمہ اللہ کی دوسری سند والی روایت۔ تو عرض یہ ہے کہ اس روایت میں ہاتھوں کا نماز میں رکھنا تو موجود ہے مگر نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر نہیں اور ہم نے بیان کر دیا تھا کہ "حضرت ہلب الطائی [رضی اللہ عنہ] سے جتنی بھی مسند احمد میں اس بارے

میں روایات ہیں ان میں سے اگر کسی میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے تو "في الصلوة" کے الفاظ نہیں اور جس میں "في الصلوة" کے لفظ ہیں اُس میں سینہ پر رکھنے کا ذکر نہیں۔ پس یہ روایت نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے میں صریح نہیں ہے جو آپ کی دلیل بن سکے۔

ثالثا: ابوالاحوص کی سند والی روایت جس کا ذکر زبیر علی زئی نے سنن ترمذی کے حوالہ سے کیا ہے اس میں بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے اس روایت سے ان کا موقف ثابت نہیں ہوتا۔

رابعا: علیزئی کا لکھنا کہ "یہ ظاہر ہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے"۔

اس نے مسئلہ بالکل واضح کر دیا کہ حدیث، حدیث کی تشریح کرتی ہے۔ اب ملاحظہ ہو ہمارا بیان کہ نبی اکرم ﷺ سے اس حدیث میں سینہ پر ہاتھ باندھنا حالت نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے نہیں بلکہ سلام پھیرنے کے بعد سینہ پر ہاتھ رکھنا مراد ہے۔

"حضرت بلب طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی روایت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم کبیر میں روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ

"قال سألت رسول اللہ ﷺ عن طعام النصاری، فقال لا یحیکن في صدرک طعاما ضارعت فیه النصرانیة، قال و رأیته یضع احدی یدیه علی الأخری"۔ (المعجم الکبیر ج۹ ص۲۳۰ ح۱۷۸۸۱)

ترجمہ۔ حضرت بلب طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نصاری کے کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے دل میں کھانے کے متعلق اس طرح کے وساوس پیدا نہ ہوں جن میں نصرانیت مبتلا رہی اور تم بھی انہی کی طرح شک کرنے لگو۔ فرمایا اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔

کیوں جناب حدیث نے کیسی تشریح کی کہ حضرت بلب طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آپ ﷺ سے سوال فرمایا تو اس وقت کیونکہ بات سینہ کی ہو رہی تھی اس لئے آپ ﷺ نے اپنا ایک

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہاتھ دوسرے پر رکھ کر سینہ پر رکھے۔ لہٰذا واضح ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں اپنے ہاتھ سینہ اقدس پر نہیں باندھے تھے بلکہ بعد از نماز یعنی کہ خارج از نماز صحابی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے سینہ کی گفتگو کی وجہ سے اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے۔

اعتراض۔ اس کے بعد علیزئی کا لکھنا کہ "کسی مستند عالم یا محدث نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نہیں نکالا کہ آپ ﷺ نماز کے باہر سینے پر ہاتھ باندھتے تھے، لہٰذا رضا غائیوں کی خود ساختہ تحریفات باطل و مردود ہے۔

الجواب بعنوان الوھاب ۔ عرض یہ ہے کہ غیر مقلد علیزئی صاحب! لفظ "تحریفات" واحد نہیں جمع ہے، اور لفظ "ہے" جمع نہیں واحد ہے۔

مزید یہ کہ زبیر علی زئی کی مرضی کے مطابق کہ حدیث، حدیث کی تشریح کرتی ہے سے واضح کر دیا کہ یہ واقعہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک سوال کے جواب، جس کا تعلق سینہ سے تھا، کی وجہ سے پیش آیا جس میں آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ کر سینہ پر رکھا تھا، لہٰذا یہ تحریف نہیں بلکہ حدیث سے حدیث کی تشریح ہے۔

اعتراض۔ غیر مقلد نے اپنے ماہنامہ الحدیث ۱۰۵ ص ۴۳ پر اس حدیث کو صحیح ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اور ابن جوزی کی کتاب التحقیق فی اختلاف الحدیث ۲۳۸/۱ سے متن نقل کیا۔

أَخْبَرَنَا ابْنُ الْحُصَيْنِ قَالَ أَنْبَأَنَا ابْنُ الْمُذْهِبِ قَالَ أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سِمَاكٌ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ هَذِهِ عَلَى هَذِهِ عَلَى صَدْرِهِ وَوَصَفَ يَحْيَى الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فَوْقَ الْمَفْصِلِ۔

یہ روایت نقل کرنے کے بعد موصوف نے "ھذہ علی ھذہ" کو ثابت کرنے کی کوشش کی اور "علی صدرہ" کو ثابت کرنا چاہا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الجواب بعنوان الوھاب ۔ عرض یہ ہے کہ غیر مقلد اس روایت کی سند کو ثابت کر بھی دیں تو بھی ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مسئلہ" نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے " کا ہے۔ اور غیر مقلد کی پیش کردہ روایت میں کسی بھی جگہ پر نماز کے اندر کے ذکر نہیں ہے۔

مزید یہ کہ ابن جوزی کی روایت مختصر ہے کیونکہ اس میں "یَنْصرِفُ عَنْ یَمِینِہٖ وَعَنْ یَسَارِہٖ" کا ذکر نہیں ہے۔

اور یہ الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ یہ واقعہ نماز سے فارغ ہونے کا ہے۔ لہذا علمی بد یانتی کرتے ہوئے غیر مقلد نے امام احمد بن حنبلؒ کی کتاب کو نظر انداز کر کے ابن جوزی کی کتاب التحقیق سے اس روایت کو پیش کیا تا کہ عوام الناس ان کی اس خیانت کو سمجھ نہ سکیں۔ کیونکہ اگر یہ روایت مسند امام احمد بن حنبل سے نقل کرتے تو نماز سے فارغ ہو کر سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر واضح ہو جاتا، اور ان کے دعویٰ کی قلعی کھل جاتی۔

قارئین کرام بھی اس نکتہ کو ذہن نشین کر لیں کہ جب تک غیر مقلدین حضرات کسی روایت میں نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا ثبوت پیش نہیں کرتے ان کا دعویٰ بغیر دلیل ہی رہے گا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کا اعتراض باطل، مردود اور فضول ہے۔

جواب نمبر ۳۔ مسند احمد میں حضرت علب الطائیؓ کی حدیث میں" عن شماله "کی بجائے "عن یساره" کے الفاظ ہیں لہذا، اس میں لفظی تحریف کی ہے۔

جواب نمبر ۴۔ اس حدیث میں "علی صدرہ:" کے الفاظ غیر محفوظ ہیں۔

جواب نمبر ۵۔ سلفی عالم اور نامور محقق شیخ شعیب الارنووط نے اپنے استاد اور شیخ ناصر الدین البانی کا تعاقب کر کے خوب خبر لی ہے۔ اور اس حدیث سے سینے پر ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر استدلال کرنے کا سختی سے رد کیا ہے۔

شیخ شعیب الارنووط لکھتے ہیں۔

صحیح لغیرہ دون قولہ یضع ھذا علی صدرہ، و ھذا اسنادہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ضعيف لجهالة قبيصة بن هلب۔

(مسند امام احمد بن حنبل ص ۲۲۹ ج ۳۶ تحت الرقم ۲۱۹۶۷ حاشیہ)

یعنی حدیث صحیح لغیرہ ہے سوائے "یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے" کے۔ اور اسکی اسناد ضعیف ہے قبیصہ بن ھلب کی جہالت کی وجہ سے۔

عرب محقق عادل مرشد اور شیخ شعیب الارنؤوط شیخ ناصر الدین البانی کی مزید خبر لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قلنا وقول الألباني رحمه الله في صفة الصلاة وضعهما على الصدر هو الذي ثبت في السنة، تعنّت لا وجه له۔

(مسند امام احمد بن حنبل ص ۲۲۹ ج ۳۶ تحت الرقم ۲۱۹۶۷ حاشیہ)

ہم [عادل مرشد شعیب الارنؤوط] کہتے ہیں کہ البانی کا قول جو انکی کتاب صفۃ الصلاۃ میں ہے کہ "یہ ہی سنت سے ثابت ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھے جائیں"۔ البانی کا یہ قول تعنت، ہٹ دھرمی ہے اور اسکی کوئی دلیل نہیں۔

جواب نمبر ۶۔ پہلی روایت کے تحت زبیر علی زئی کا لکھنا کہ "اگر دایاں ہاتھ پوری بائیں ذراع پر رکھا جائے تو خود بخود سینے پر آجاتا ہے"۔ خود انہی کی پیش کردہ دلیل سے غلط ثابت ہو گیا کیونکہ اس میں "فوق المفصل" یعنی جوڑ کے اوپر" ہے۔

پس دونوں روایتوں میں سے ایک روایت معترض کی تکذیب کرتی ہے کیونکہ وہ پہلی روایت بیان کرنے کے بعد اپنی مجتہدانہ صلاحیت سے بیان کر چکے ہیں کہ جب "اگر دایاں ہاتھ پوری ذراع پر رکھا جائے تو خود بخود سینے پر آجاتا ہے" جبکہ دوسری میں واضح موجود ہے کہ ذراع پہ ذراع نہیں بلکہ ہاتھ کو جوڑ پر رکھنا ہے۔ پس جب ہاتھ گٹ پر باندھا جائے تو بآسانی زیر ناف یا ناف پر آتا ہے، سینہ پر نہیں اور سینہ پر رکھنے والوں کو نماز میں بھی اکڑنا پڑے گا تب سینہ پر آئیں گے جبکہ اسلام میں تو عام حالات میں بھی اکڑنے سے منع کیا گیا ہے چہ جائیکہ اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت آکڑ خان بنتے پھرو۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ثقہ راوی پر تفرد کا اطلاق۔[الزامی جواب]

زبیر علیزئی غیر مقلد "علی صدرہ" کے محفوظ نہ ہونے کے اعتراض کا جواب کو "ایک بے دلیل اعتراض" کے عنوان کے تحت جواب لکھتے ہیں۔

"نیموی صاحب کا یہ فرمان قرین صواب نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے سفیان ثوری کے تفرد کو اپنے اس فیصلہ کی بنیاد بنایا ہے جب کہ حدیث کا ہر طالبعلم جانتا ہے کہ کسی راوی کا کسی الفاظ میں میں منفرد ہونا اس لفظ کے غیر محفوظ ہونے کی کافی دلیل نہیں ہوتا، بشرطیکہ وہ الفاظ اس سے زیادہ ثقہ راوی کے الفاظ کے سراسر منافی نہ ہوں۔ حافظ ابن حجر شرح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں "وزیادۃ راویھا مقبولۃ مالم تقع منافیۃ لمن ھو اوثقا"۔

صحیح اور حسن حدیث کے راوی کے وہ الفاظ مقبول ہوں گے جو وہ دوسروں کے بالمقابل زیادہ کرے بشرطیکہ وہ اوثق کے مخالف نہ ہوں۔ (تحفۃ الدرص ۱۹) ظاہر ہے کہ علی صدرہ کے الفاظ اضافہ ہیں، منافی نہیں ہیں۔ (نماز میں ہاتھ باندھنا ص ۱۶)

جواب۔ زبیر علیزئی غیر مقلد کو اگر اس اصول کا جواب ان کے ممدوح جناب ارشاد الحق اثری کا جواب پیش کیا جائے تو بہتر ہے۔ ارشاد الحق اثری صاحب توضیح الکلام (ص ۷۹۱، ۲/۲۰۴۲۶/۴۲۷) پر حضرت ابو ہریرہؓ سے فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں مروی ایک حدیث کے جواب الجواب میں لکھتے ہیں۔

ثقہ کے تفرد پر بھی منکر کا اطلاق ہوتا ہے۔ مگر افسوس منکر کی تعریف میں مؤلف موصوف کا مبلغ علم "شرح نخبۃ الفکر" پر منحصر ہے۔ دوسری کتب کی طرف مراجعت تو کنار ہی۔ صد افسوس! موصوف نے شرح نخبۃ الفکر کے حاشیہ کی طرف بھی توجہ نہیں دی۔ مولانا عبداللہ ٹونکیؒ، حافظ ابن حجرؒ کے قول "وقد غفل من سوی بینھما" کے تحت لکھتے ہیں۔

لا یخفی ان الفرق انما ھو بحسب غالب الاستعمال والافقد یطلق احدھما مکان الاخر۔ (حاشیہ شرح نخبہ ص ۴۴)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

راوی منفرد ہو اور وہ تن کسی اور طریق سے مروی نہ ہو تو اسے بھی منکر کہتے ہیں۔

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۷۶)

فقد اطلق الامام احمد و النسائی و غیر واحد من النقاد لفظ المنکر علی مجرد التفرد الخ۔ (الکفایہ ص ۶۷۴ ج ۱)

کہ امام احمدؒ، امام نسائیؒ وغیر نقاد نے منکر کا اطلاق مطلقاً تفرد پر بھی کیا ہے۔

اور مولانا عبدالحیؒ لکھنوی لکھتے ہیں

ولا تظنن من قولهم هذا حديث منكر ان راويه غير ثقة فكثيرا ما يطلقون النكارة على مجرد التفرد۔ (الرفع والتکمیل ص ۱۴۳)

یعنی محدثین کے قول "یہ حدیث منکر ہے" سے تم یہ خیال نہ کرو کہ اس کے راوی ثقہ نہیں ہیں کیوں کہ متعدد مرتبہ منکر کا اطلاق صرف تفرد پر بھی کرتے ہیں۔

هذا اسناده حسن وهو منكر۔ (سنن نسائی ص ۲۴۶ ج ۱ طبع سلفیہ)

اس حدیث کی سند حسن اور وہ منکر ہے۔

غور فرمائیے سند کے حسن ہونے کے باوجود اسے منکر قرار دے رہے ہیں۔ اسی طرح (ص ۲۰۷ ج ۱) میں بھی ایک حدیث کو منکر کہا ہے اور علامہ شیخ حسین فرماتے ہیں۔ اس میں وجہ نکارت یہ ہے کہ یہ مشہور احادیث کے مخالف ہے۔ "بانه مخالف للمشهور" اسی طرح (ص ۲۲۵ ج ۲) میں حدیث "نهى عن ثمن الكلب" الخ کو بھی منکر کہا ہے۔ حالانکہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔

حافظ ذہبیؒ ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں وهو ايضا باطل ما ادري من عشى فيه فان هؤلاء ثقات۔ (میزان ص ۶۱۰ ج ۳)

یعنی یہ حدیث بھی باطل ہے، معلوم نہیں کس نے دھوکا دیا ہے۔ کیوں کہ بیان کرنے والے ثقہ ہیں۔

علامہ ہیثمیؒ ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں موضوع ورجاله كلهم ثقات

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ (اللآلی المصنوعہ ص ۱۱۰ ج ۲)
مستدرک حاکم (ص ۲۸۱ ج ۳) میں امام حاکم نے "صحیح علی شرط الشیخین" کہا ہے۔
مگر علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ ان کان رواتہ ثقات فھو منکر لیس ببعید من الوضع۔ الخ (تلخیص المستدرک)
کہ اس کے راوی گو ثقہ ہیں مگر یہ منکر ہے بلکہ بعید نہیں کہ موضوع ہو۔
نیز دیکھیے ذیل اللآلی ص ۶۱، سنن ابن ماجہ کی کتاب اللباس کے اوائل میں عبدالرزاق انبأ معمر عن الزہری عن سالم عن ابن عمر کے طریق سے ایک روایت ہے جس کے بارے میں امام نسائی فرماتے ہیں ھذا حدیث منکر۔ یہ حدیث منکر ہے۔
امام یحییٰ قطان نے بھی اس کا انکار کیا ہے اور حافظ حمزہ بن محمد الکنانی فرماتے ہیں کہ
"میرا خیال ہے کہ یہ صحیح نہیں"۔ (تحفۃ الاشراف ص ۳۹۷ ج ۵)
حالانکہ اس کے بھی سب راوی ثقہ بلکہ صحیح بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ اس سلسلے میں اور بھی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیجئے جناب! ہم نے ثقہ راوی کی روایت پر بھی منکر بلکہ باطل کا اطلاق بھی ثابت کیا ہے۔ صرف مخالفت اور ضعیف کی روایت پر ہی منکر کا اطلاق نہیں کرتے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ محدثین بسا اوقات دوسری اولہ کی بنا پر ثقہ راویوں کی روایات پر بھی منکر کا لفظ بولتے ہیں اور اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیتے اور یہ اصول اپنی جگہ پر گزر چکا ہے کہ راویوں کے ثقہ ہونے پر حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ (توضیح الکلام ص ۷۹۱ و ص ۷۹۲)
ارشاد الحق اثری کے بیان سے یہ واضح ہوا کہ منکر کا اطلاق منفرد یا تفرد پر بھی ہوتا ہے اور کبھی ثقہ راوی بھی تفرد کا شکار ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں یحییٰ بن سعید کا تفرد نمایاں اور عیاں ہے۔ لہٰذا تفرد کی بنا پر یہ حدیث یا کم از کم "علی صدرہ" کے الفاظ منکر ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا ہی غلط ہے۔ دوسری طرف یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ واقعہ اور حدیث نماز کے اندر ہاتھ باندھنے پر نہیں ہے۔ یہ حدیث تو نماز سے فرصت کے بعد کا واقعہ کے بارے میں ہے۔ لہٰذا اس کو تو اپنے دلائل میں پیش کرنا ہی غلط اور اصول کے خلاف ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

لہٰذا یہ بات تو صاف ہوگئی کہ یہ الفاظ منکر اور شاذ ہیں۔ اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام سفیان ثوری سے ان کے ثقہ شاگرد یحییٰ بن سعید تو یہ الفاظ روایت کرتے ہیں تو اس کا مختصر اً جواب ہے کہ یحییٰ بن سعید کی حدیث میں نماز کا ذکر موجود نہیں ہے۔ دوسرا ثقہ کا تفرد بھی شذوذ ہی کی قسم ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں دو علتیں متن میں موجود ہیں۔

مزید یہ کہ مستخرج الطوسی علی جامع الترمذی ج ۲ ص ۹۶، رقم ۱۰۲/ ۲۳۴ میں اس روایت کو یحییٰ بن سعید القطان سے نقل کیا ہے۔ جس میں علی صدرہ کی الفاظ ہی نہیں ہیں۔ اس ثقہ کی زیادت والی بحث تو اس مقام پر کوئی اہم نہیں۔ اس روایت کے بعد یحییٰ بن سعید القطان کی زیادت والی بحث بھی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

(ا) نماز کا لفظ موجود نہیں ہے۔ جس کی وجہ یہ حدیث ان کی دلیل بن ہی نہیں سکتی۔

(ب) "علی صدرہ" کے الفاظ شاذ ہیں۔

جواب نمبر ۷۔ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جس حدیث میں "سینے پر" کے الفاظ کا ذکر ہے اس میں نماز کا ذکر نہیں اور جس حدیث میں نماز کا ذکر ہے اس پر "سینے پر" کے الفاظ نہیں ہے۔ اس حدیث کی تخریج سے ظاہر ہوتا ہے کہ یحییٰ بن سعید کی روایت میں "علی صدرہ" یعنی سینے پر کے الفاظ غیر محفوظ ہیں۔

جواب نمبر ۸۔ امام یحییٰ بن سعید کی روایت میں معنوی سقم بھی موجود ہے۔ یحییٰ بن سعید کی روایت میں "ھذہ علی صدرہ" کے الفاظ موجود ہیں۔ اگر ان الفاظ کو محفوظ مان لیا جائے تو لفظ "ھذہ" ایک ہاتھ کی طرف اشارہ ہے۔ اور صرف ایک ہاتھ باندھنا غیر مقلدین کا معمول نہیں ہے۔ یحییٰ بن سعید کی تفسیر بھی ان الفاظ پر منطبق نہیں ہوتی کیونکہ ھذہ کی تشریح تو الیمنیٰ ہوتی اور "علی الیسری فوق المفصل" کس لفظ کی تشریح ہے۔

جواب نمبر ۹۔ اس حدیث میں امام یحییٰ بن سعیدؒ سے "الیمنیٰ علی الیسریٰ فوق المفصل" یعنی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھ کر باندھا کہ الفاظ موجود ہیں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۔جبکہ حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث میں ان الفاظ کا انکار کیا۔ اور کیا غیر مقلدین حضرات خصوصاً زبیر علیزئی غیر مقلد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھنے کے قائل ہیں۔ جب اس حدیث پر خود ہی عمل نہیں تو اسکو پیش کرنے کا فائدہ کیا ہے؟

جواب نمبر ۱۰۔

امام سفیان ثوری کے شاگردوں میں سے کسی نے بھی اس حدیث میں "علی صدرہ" کے الفاظ نقل نہیں کیے۔

۱- محدث عبدالرزاق:

عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: »كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ مَرَّةً عَنْ يَمِينِهِ، وَمَرَّةً عَنْ شِمَالِهِ، وَكَانَ يُمْسِكُ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُسْلِمٍ الْكَشِّيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، ثنا سُفْيَانُ، ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّبَرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، ثنا قَبِيصَةُ بْنُ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَنْصَرِفُ مَرَّةً، عَنْ يَمِينِهِ، وَمَرَّةً عَنْ شِمَالِهِ۔

محدث عبدالرزاق نے اسے مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۴۰، رقم ۳۲۰۷ پر نقل کیا ہے اور امام الطبرانی نے اس کو "معجم الکبیر" (22/165) میں بھی نقل کیا ہے۔

اس روایت میں علی صدرہ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

2- امام وکیع:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ الْهُلْبِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ، وَرَأَيْتُهُ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ"

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ابن أبی شیبۃ نے "مسندہ" (860) میں اور "مصنف" (1/390) میں اور امام احمد نے مسند أحمد (5/226) میں اور امام ابن أبی عاصم نے "الآحاد" (2494) میں اور امام دارقطنی نے سنن الدارقطنی (1/285) میں اور امام بیہقی نے سنن البیہقی (2/29) میں وکیع سے روایت نقل کیا ہے۔ اس روایت میں علی صدرہ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

3- امام محمد بن کثیر العبدي.

حَدَّثَنَا أَبُو مُسْلِمٍ الْكَشِّيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، ثنا سُفْيَانُ، ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّبَرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، ثنا قَبِيصَةُ بْنُ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» يَنْصَرِفُ مَرَّةً، عَنْ يَمِينِهِ، وَمَرَّةً عَنْ شِمَالِهِ.

محدث ابن قانع نے "المعجم" (3/199) میں اور امام طبرانی نے معجم الطبرانی (22/163) میں اور امام أبونعیم نے "المعجم" (6564) میں محمد بن کثیر العبدی سے روایت نقل کی ہے۔ اس روایت میں علی صدرہ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

4- امام عبد الرحمن بن مهدي.

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ صَاعِدٍ، نا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَخْلَدٍ، نا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْحَسَّانِيُّ، ثنا وَكِيعٌ، ثنا سُفْيَانُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، [ص 34:] عَنْ أَبِيهِ، قَالَ» : رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ« لَفْظُهُمَا وَاحِدٌ.

امام دارقطنی نے سنن الدارقطنی (1/285) میں امام ابن مہدی سے نقل کیا ہے۔ اس روایت میں علی صدرہ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

5-امام عبد الصمد بن حسان المَرْوَرُّوذی:

حَدَّثَنَا محمَّدُ بنُ أحمدَ بنِ الحسنِ، ثنا بِشْرُ بنُ موسى، ثنا عَبْدُ الصَّمَدِ بنُ حَسَّانَ ح، وَحَدَّثَنَا فَارُوقٌ، ثنا أبو مسلمٍ، ثنا محمَّدُ بنُ كَثِيرٍ، قَالَا: ثنا سفيانُ، عَنْ سِمَاكِ بنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: »كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ مَرَّةً عَنْ يَمِينِهِ، وَمَرَّةً عَنْ يَسَارِهِ، وَيَضَعُ إِحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى فِي الصَّلَاةِ« رَوَاهُ شُعْبَةُ، وَإِسْرَائِيلُ، وَأَبُو الْأَحْوَصِ، وَشَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكٍ نَحْوَهُ۔

محدث ابن قانع نے "الصحابۃ" (3/199) میں اور امام ابونعیم نے "الصحابۃ" (6564) میں عبد الصمد بن حسان سے روایت نقل کی ہے۔ اس روایت میں علی صدرہ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

6۔ محدث الحسین بن حفص الھمدانی۔

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الحافِظُ، وَأَبُو سَعِيدِ بْنُ أَبِي عَمْرٍو قَالَا: ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ محمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا أُسَيْدُ بْنُ عَاصِمٍ، ثنا الحُسَيْنُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ مَرَّةً عَنْ يَمِينِهِ وَمَرَّةً عَنْ يَسَارِهِ وَيَضَعُ إِحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب السنن الکبری ج ۲ ص ۴۱۹، رقم ۳۶۱۳ پر نقل کیا۔ اس روایت میں علی صدرہ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

7-امام یحیی بن سعید القطان۔

أَرنا بُنْدَارٌ محمَّدُ بنُ بَشَّارٍ قَالَ نا يحيى وَهُوَ ابنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ قَبِيصَةَ بنِ الهُلْبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ شِقَّيْهِ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ وَيَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

محدث طوسی نے اپنی کتاب مستخرج الطوسی علی جامع الترمذی ج ۲ ص ۹۶، رقم ۱۰۲/ ۲۳۴ میں اس روایت کو یحیی بن سعید القطان سے بغیر "علی صدرہ" کے نقل کیا ہے۔

جناب سنابلی صاحب نے اپنی کتاب میں پورا زور اس بات پر لگا دیا کہ یحیی بن سعید القطان کی سفیان ثوری سے روایت کرنے میں اثبت ہیں اور انکی زیادت کو ہی قبول کیا جائے گا۔ جناب یحیی بن سعید القطان کی اس روایت کو ہی مان لیں جس میں علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور جناب نے سارا زور یحیی بن سعید القطان کی امام سفیان ثوری کی روایت کو سب سے اصح اور راجح قرار دیتے ہیں۔

سنابلی صاحب کی علمی موشگافیاں

غیر مقلد سنابلی صاحب نے اس حدیث پر انوار البدر ص ۲۲۱ تا ۳۰۵ تک بحث کو طول دینے کی کوشش کی ہے، اس حدیث کے متن پر انوار البدر ص ۲۲۱ تا ص ۲۷۶ تک اور سماک بن حرب کی توثیق ص ۲۷۷ تا ۳۰۵ تک ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

اعتراض:

سنابلی صاحب انوار البدر ص ۲۵۳ پر لکھتے ہیں۔

غور فرمائیں کہ سفیان ثوری کے علاوہ سماک بن حرب کے دیگر شاگردوں، اسی طرح یحیی بن سعید کے علاوہ سفیان کے دیگر شاگردوں میں بھی کوئی ایک بھی ایسا شاگرد نہیں ہے جس نے اس روایت کی تمام باتوں کا ذکر کیا ہو اور کسی بات کو چھوڑا نہ ہو لہذا جب یہ طے شدہ بات ہے کہ سماک وسفیان کے تمام شاگردوں میں سے کسی بھی شاگرد نے اس بات کا التزام نہیں کیا ہے کہ وہ تمام الفاظ بیان کرے، بلکہ ہر شاگرد نے روایت کی کئی باتیں چھوڑ دی ہیں تو پھر سفیان اور یحیی بن سعید کے علاوہ باقی لوگوں نے اگر سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں کیا تو یہ بالکل ایسے ہی ہے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جیسے انھوں نے دیگر باتوں کا ذکر نہیں کیا۔ لہذا اس روایت کے کسی بھی راوی کا کوئی بات بیان نہ کرنا اس بات کی دلیل ہرگز نہیں ہے کہ وہ چیز اس روایت کا حصہ نہیں ہے۔"

جواب:۔

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد سنابلی صاحب نے جو بد دیانتی کا مظاہرہ کیا ہے وہ ایک محقق اور عالم کو معلوم ہوگا کیونکہ غیر مقلد سنابلی صاحب نے اپنی کتاب انوار البدر ص ۲۴۷ سے لے کر ص ۲۵۲ تک "یحیی بن سعید کے علاوہ سفیان ثوری کے دیگر شاگردوں کی روایات" کے عنوان کے تحت پیش کردہ تمام روایات کو یا تو ضعیف کہا ہے یا پھر مرجوع قرار دے کہ صرف یحیی بن سعید القطان کی سند امام احمد والی روایت کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔ مگر موصوف اس مقام پر ان ہی روایت سے استدلال کر کے سفیان کے شاگردوں کے بعض الفاظ کے مروی کرنے اور بعض الفاظ مروی نہ کرنے کا کلیہ بہت ہی عالمانہ انداز میں بیان کر کے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جب ان روایات کی اسانید ہی صحیح نہیں یا روایات ہی مرجوع ہیں تو پھر ان سے اصول اور قاعدہ کیسے بنایا جا سکتا ہے؟

مزید یہ کہ سنابلی صاحب کا استدلال بھی چند وجوہ سے باطل ہے۔

اول: سماک بن حرب کے شاگردوں میں سے سفیان ثوری کے ذکر کرنا تو اس وقت صحیح ہوگا جب سفیان ثوری کی روایت میں "علی صدرہ" کی اضافت ثابت ہونگے۔ سنابلی صاحب نے کم از کم یہ تو مانا کہ سماک بن حرب کے تمام شاگردوں میں صرف سفیان ثوری کی روایت میں "علی صدرہ" کا اضافہ ہے۔ باقی شاگرد بغیر "علی صدرہ" کے یہ روایت بیان کرتے ہیں۔

دوم: سفیان ثوری کے تمام شاگردوں میں سے سنابلی صاحب نے یحیی بن سعید القطان سے "علی صدرہ" کے الفاظ کو مانا ہے جبکہ یہ تسلیم کیا ہے باقی شاگرد یہ روایت بغیر "علی صدرہ" کے بیان کرتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سوم: سفیان ثوری کی روایت میں "علی صدرہ" کے الفاظ کی زیادت۔ بنابلی صاحب نے امام یحیی بن سعید القطان کی روایت سے پیش کیے ہیں۔ قارئین یہ بات ذہن نشین کریں کہ سفیان ثوری کی روایت میں "علی صدرہ" کی زیادت ثابت کرنے کے لیے یحیی بن سعید القطان کی روایت پر ہی بنیاد ہے۔ اس لیے امام یحیی بن سعید القطان کی روایت پہلے "علی صدرہ" کی زیادت کے ساتھ صحیح ثابت کرنا ہوگی۔ لہذا دارومدار یحیی بن سعید القطان کی روایت پر ہے۔

بنابلی صاحب اور اس موضوع پر دیگر لکھنے والے غیر مقلدین حضرات اس بات پر مصر ہیں کہ یحیی بن سعید القطان روایت کرنے میں امام سفیان ثوری سے اوثق اور مضبوط ہیں۔ اس پر بحث یہ ہے کہ سفیان ثوری سے روایت کرنے میں اوثق کون سا شاگرد ہے؟ مگر اس مقام پر بحث یحیی بن سعید القطان کی زیادت پر ہے۔ اور یحیی بن سعید القطان کی روایت ثابت کرنے کے لئے مسند امام احمد کی سند پیش کی جاتی ہے۔ مگر یحیی بن سعید القطان سے یہ ہی روایت بغیر "علی صدرہ" کے الفاظ کے مروی ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسند امام احمد میں "علی صدرہ" کی زیادت یا تو تسامح ہے یا کسی راوی کی خطا ہے۔

یحیی بن سعید القطان کی روایت میں "علی الصدرہ" کا نہ ہونا

محدث امام ابوعلی الطوسی نے اپنی کتاب مستخرج الطوسی میں اسی حدیث کو اپنی سند سے ذکر کیا ہے اور یحیی بن سعید القطان سے روایت نقل کی ہے مگر اس میں "علی صدرہ" کے الفاظ نہیں ہیں۔

باب ما جاء في وضع اليمين على الشمال في الصلاة

أرنا بندار محمد بن بشار قال نا يحيى وهو ابن سعيد عن سفيان عن سماك عن قبيصة بن الهلب عن أبيه قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم ينصرف عن شقيه عن يمينه وعن يساره ويضع يده اليمنى

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

علی الینبزی۔

(مستخرج الطوسی علی جامع الترمذی ج ۲ ص ۹۶، رقم ۱۰۲/ ۲۳۴)

ترجمہ۔ حضرت طلب الطائی ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز سے) فارغ ہو کر دائیں اور بائیں (دونوں) طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھا ہے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔

سند کی تحقیق

اس روایت کے ۲ راویوں کی مختصراً توثیق ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ مصنف کتاب ابو علی الطوسی:

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

الإمام الحافظ المجوِّد، أبو علي، الحسن بن علي بن نصر بن منصور الطُّوسي۔ (سیر أعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۷۷، رقم ۲۷۰)

۲۔ بندار محمد بن بشار:

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

الإمام، الحافظ، زاوية الإسلام، أبو بكر العَبْدِيّ، البصريّ بُنْدَار۔ (سیر أعلام النبلاء ج ۹ ص ۵۰۸ رقم ۲۰۱۵)

ابن خزیمہ فرماتے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ خُزَيْمَةَ: سَمِعْتُ بُنْدَارًا يَقُولُ: اخْتَلَفْتُ إِلَى يَحْيَى الْقَطَّانِ - ذَكَرَ أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ سَنَةً۔ (سیر أعلام النبلاء ج ۹ ص ۵۰۸ رقم ۲۰۱۵)

سند کے باقی رواۃ بعینہٖ سند امام احمد والے ہیں جس پر خود غیر مقلدین کو اعتراض نہیں ہے۔

اس سند میں یحییٰ بن سعید القطان کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل کی بجائے ثقہ محدث محمد بن بشار البندار ہیں۔ اور ان کی روایت میں "علی صدرہ" کے الفاظ موجود ہی نہیں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

میں اس روایت سے معلوم ہوا کہ روایت میں" علی صدرہ " کا اضافہ نہ تو سفیان ثوری اور نہ ہی امام یحیی بن سعید القطان نے بیان کیا ہے۔ جبکہ غیر مقلد سنابلی صاحب نے اپنی کتاب میں بہت زور اس بات پر لگایا کہ سفیان ثوری کے شاگردوں میں یحیی بن سعید القطان ہی اثبت ہیں اور انکی زیادت قبول ہوگی۔ جبکہ یہ زیادت یحیی بن سعید القطان کی وجہ سے نہیں بلکہ مسند امام احمد کے راویوں یا کاتبین کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ محققین نے اس طرف اشارہ بھی کیا ہے کہ "علی صدرہ "کی اضافت محفوظ نہیں۔

غیر مقلد محققین جس بات پر اپنی تحقیق پیش کر رہے تھے اس روایت کے بعد ان کے تمام استدلال کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

اعتراض: سنابلی صاحب نے انوار البدر ص ۲۲۲ اور ص ۲۲۳ پر حافظ ابن حجر کے سکوت، علامہ نیموی حنفی، علامہ ہاشم ٹھٹھوی، اور شیخ عبدالحق دہلوی سے اس حدیث کی سند کی تصحیح کرنے کی کوشش کی ہے۔

جواب: عرض یہ ہے کہ فتح الباری میں ابن حجر کے سکوت کے بارے میں خود علماء غیر مقلدین نہیں قبول کرتے۔ علامہ نیموی نے اس کی سند کی تصحیح کے باوجود اس حدیث کے متن میں موجود علی صدرہ کے الفاظ پر جرح کی ہے۔

علامہ ہاشم ٹھٹھوی نے اس حدیث کی سند اور متن پر اعتراضات کیے ہیں جس کا خود سنابلی صاحب کو اقرار ہے۔ شیخ عبدالحق نے اس سند کی تصحیح امام ترمذی سے نقل کی ہے اور امام ترمذی کے تساہل کے بارے میں خود غیر مقلدین اقرار کرتے ہیں اس طرح کے اقوال غیر مقلد سنابلی صاحب محققین کے سامنے پیش کر کے بدیانتی کرتے ہیں۔

[غیر مقلد سنابلی صاحب نے انوار البدر ص ۲۲۴ تا ۲۳۴ تک اس حدیث کے راویوں کی توثیق نقل کی، جس پر بحث کتاب میں آگے ملاحظہ کیجئے۔]

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سنابلی صاحب کے پیش کردہ قرائن کا تحقیقی جائزہ

اعتراض: غیر مقلد سنابلی صاحب ص ۲۳۴ پر لکھتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس روایت کو سفیان ثوری سے کئی لوگوں نے روایت کیا ہے۔ لیکن یحیی بن سعید کے علاوہ کسی اور نے ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں کیا۔ اس طرح سفیان کے استاذ سماک بن حرب سے بھی اسے کئی لوگوں نے روایت کیا ہے لیکن سفیان ثوری کے علاوہ کسی نے سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں کیا۔

[اس کے جواب میں سنابلی صاحب لکھتے ہیں:] عرض ہے کہ یہ بات زیادت ثقہ کے قبیل سے ہے اور زیادت ثقہ مقبول ہوتی ہے اگر قرآئن اس کے حق میں ہوں اور جہاں رد کے قرائن ہوں، وہاں زیادت ثقہ رد کر دی جاتی ہے۔۔۔۔۔ زیر بحث حدیث میں قرائن اسی حق میں ہیں کہ یہاں زیادتی کو قبول کیا جائے، ذیل میں قرائن کی تفصیل اہل علم کے اقوال کے ساتھ ملاحظہ ہو:

جواب: عرض یہ ہے کہ زیادت ثقہ کے بارے میں آپ کے یہ اصول خود بہت سے غیر مقلدین کو قبول نہیں۔ مزید یہ کہ جناب کو یہ اصول ترک رفع الیدین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث کے بارے میں کیوں بھول جاتے ہیں؟

قطع نظر اس اصول پر بحث کرنے کے کہ قرائن کی حیثیت کیا ہے اور کون کون سے قرائن معتبر ہوتے ہیں اور ان قرائن کا استعمال غلط طور پر پیش کیا گیا ہے۔

سنابلی صاحب نے جتنے بھی قرائن پیش کیے ہیں ان کا تعلق اصل روایت نقل کرنے کے بعد ہے۔ اس روایت کی بحث میں خود سنابلی صاحب کسی ایک کو مکمل حدیث ماننے کو تیار نہیں ہیں۔

سفیان ثوری کے تمام شاگرد بشمول یحیی بن سعید القطان بقول سنابلی صاحب نے مکمل متن نقل نہیں کیا۔ امام وکیع کی روایت میں نماز کا ذکر ہے تو سینے پر ہاتھ باندھنے کا تذکرہ نہیں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہے۔ جبکہ سنابلی صاحب کی تحقیق کے مطابق یحیی بن سعید القطان کی روایت میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ ہیں مگر نماز کا تذکرہ نہیں ہے۔

سنابلی صاحب ان قرائن کو پیش کر کے عوام الناس کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتے ہیں کہ وہ نماز کے الفاظ امام وکیع کی روایت سے لیں اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ یحیی بن سعید القطان کی روایت سے لیں۔ اور ان دونوں روایت کے مجموعہ سے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا موقف مان لیں۔

مگر عرض یہ ہے کہ آپ کے پیش کردہ قرائن کا اطلاق اس روایت پر نہیں ہوتا۔ آپ کے پیش کردہ قرائن کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

اول قرینہ کی تحقیق:

عنایت اللہ سنابلی صاحب نے جو اس قرینہ میں بات کی وہ علی الاطلاق درست نہیں۔ سنابلی صاحب نے کہا کہ سماک بن حرب اور سفیان ثوری کے تمام شاگردوں نے تمام الفاظ یا روایت مکمل کرنے کا اہتمام نہیں کیا۔ مگر سنابلی صاحب نے اس بات پر دھیان نہیں دیا کہ اگرچہ تمام شاگردوں میں سے کسی نے ایک لفظ ذکر کیا تو کسی نے دوسرا۔ سنابلی صاحب کی پیش کردہ ۸ مختلف روایات میں ۷ میں کسی نہ کسی شاگرد نے متابعت کی ہے، مگر ایک لفظ پر کسی کا اتفاق نہیں وہ علی صدرہ کے الفاظ ہیں۔

دوسرا قرینہ کی تحقیق:

غیر مقلد نے دوسرا قرینہ میں لکھا ہے کہ سفیان ثوری سے روایات کرنے میں یحیی بن سعید القطان احفظ ہیں جبکہ وکیع سے سفیان ثوری سے روایت کرنے میں غلطیاں ہوئیں ہیں۔

عرض یہ ہے کہ سنابلی صاحب کی یہ بات بھی علی الاطلاق درست نہیں۔ کیونکہ یحیی بن سعید القطان سے بھی سفیان ثوری سے روایات نقل کرنے میں اغلاط ہوئی ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا يحيى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُحَارِبِيِّ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"إِذَا صَلَّيْتَ فَلَا تَبْصُقْ عَنْ يَمِينِكَ وَلَا بَيْنَ يَدَيْكَ، وَابْصُقْ خَلْفَكَ وَعَنْ شِمَالِكَ إِنْ كَانَ فَارِغًا، وَإِلَّا فَهَكَذَا"، وَدَلَكَ تَحْتَ قَدَمِهِ، وَلَمْ يَقُلْ وَكِيعٌ، وَلَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ :"وَابْصُقْ خَلْفَكَ"، وَقَالَا : قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(مسند امام أحمد بن حنبل، رقم ۲۷۲۲۱)

غرض یہ ہے کہ مسند احمد کی اس مذکورہ روایت میں "وَابْصُقْ خَلْفَكَ" کے الفاظ سفیان ثوری کے شاگردوں میں امام وکیع اور عبدالرزاق نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے جبکہ یحیی بن سعید القطان نے بھی بیان کیے۔

۱۔حافظ ابن رجب حنبلی اپنی کتاب فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۰ میں لکھتے ہیں۔

وقد أنكر الإمام أحمد هذه اللفظة في هذا الحديث، وهي قوله((خلفك))،وقال :لم يقل ذَلِكَ وكيع ولا عبد الرزاق.

قَالَ الدارقطني :هي وهم من يحيى بن سعيد، ولم يذكرها جماعة۔

یعنی امام احمد نے ان الفاظ "وَابْصُقْ خَلْفَكَ" کا انکار کیا ہے اور امام احمد نے کہا کہ سفیان ثوری اور عبدالرزاق نے سفیان ثوری سے یہ اضافت نقل نہیں کی۔اور امام دارقطنی نے کہا کہ یہ یحیی بن سعید القطان کا وہم ہے اور ایک جماعت نے انکے الفاظ کی زیادت نہیں بیان کی۔

۲۔حافظ ابن رجب نے ایک دوسری حدیث میں بھی سفیان ثوری سے روایت نقل کرنے میں یحیی بن سعید القطان کی خطا اور وہم بیان کیا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حدثنا أبو نعيم و محمد بن يوسف :ثنا سفيان، عن سعد بن إبراهيم، عن عبد الرحمن -هو :ابن هرمز-، عن أبي هريرة، قال : كان النبي -صلى الله عليه وسلم- يقرأ في الفجر يوم الجمعة {الم تنزيل} السجدة، {هَلْ أَتَى عَلَى الإِنسَانِ} [الانسان1:].

هذا الحديث خرّجه البخاري هاهنا، وفي ((سجود القرآن)).

في أحدهما :خرّجه عن محمد بن يوسف الفريابي، عن سفيان -هو : الثوري. وفي الآخر :عن أبي نعيم، عن سفيان.

وفي رواية محمد بن يوسف زيادة :ذكر السجدة.

ففي بعض النسخ في هذا الباب :رواية محمد بن يوسف، وفي الآخر :رواية أبي نعيم، وفي بعضها -في الموضعين :- عن محمد بن يوسف. والاول :أصح. والله أعلم.

وقد ذكر الحافظ أبو نعيم الأصبهاني في ((مستخرجه)) :أن البخاري خرّجه في هذا الباب، عن أبي نعيم

وقد رواه يحيى القطان، عن سفيان، فقال في حديثه :وفي الثانية {هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ} [الغاشية1:] .خرّجه من طريقه الإسماعيلي في ((صحيحه)). والظاهر :أن ذلك وهم منه

یعنی یہ ظاہر ہے کہ یحیی بن سعید القطان کے سفیان ثوری سے روایت وہم ہے۔

(فتح الباری، ابن رجب حنبلی ج ۸ ص ۱۳۱)

۳۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی کتاب میں یحیی بن سعید القطان

وَهٰكَذَا حكم عَلِيّ بْن الْمَدِينِيّ عَلَى يحيى الْقَطَّانِ فِيهِ بالوهم۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۹ ص ۷۵)

یعنی امام علی بن المدینی نے یحیی بن سعید القطان کی روایت پر وہم کا حکم لگایا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

پھر مزید روایت پر تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

خطأ يحيى القطّان على الثوري۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۹ ص ۷۵)

یعنی یحیی بن سعید القطان نے سفیان ثوری کے روایت میں غلطی کی ہے۔

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ محدثین کرام نے یحیی بن سعید القطان کی سفیان ثوری سے روایات میں بھی غلطیاں اور خطاء نقل کیں ہیں۔ اور سنابلی صاحب کا علی الاطلاق اصول مردود ہے۔

۴۔ امام یحیی بن معین لکھتے ہیں۔

سمعت يحيى يقول كان يحيى بن سعيد يحدث بحديث يغلط فيه عن سفيان الثوري عن أبي إسحاق عن عاصم بن ضمرة عن علي قال إذا زادت الإبل على عشرين ومائة يستأنف الفريضة قال يحيى بن معين وحدث به وكيع عن سفيان عن منصور عن إبراهيم قال إذا زادت الإبل على عشرين ومائة يستأنف الفريضة على الحساب الأول قال يحيى هذا أصح الحديثين۔

(تاریخ ابن معین - روایۃ الدوری، رقم ۱۵۴۷)

امام عباس بن محمد الدوری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد یحیی بن معین نے کہا: کہ یحیی بن سعید القطان نے یہ حدیث سفیان ثوری سے بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔

جناب آپ تو یحیی بن سعید القطان کی روایات کو سفیان ثوری سے بیان کرنے میں علی الاطلاق صحیح لکھ کر عوام الناس کو دھوکہ دینے کے ناکام کوشش کی ہے۔

اشکال: غیر مقلد سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں۔

نیز امام احمد نے سفیان ثوری سے روایت کرنے والوں میں یحیی بن سعید کو وکیع پر مقدم کیا ہے، چنانچہ امام مروزی نے کہا:

من اصحاب الثوري؟ قال: يحيى ووكيع وعبد الرحمن وابو نعيم

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

قلت :قدمت وكيعا على عبد الرحمن؟ قال :وكيع شيخ.

(العلل ومعرفۃ الرجال عن احمد بن حنبل روایۃ المروذی ص ۶۰)

میں نے امام احمد سے پوچھا: سفیان ثوری کے اصحاب کون کون ہیں؟ تو امام احمد نے کہا: یحیی بن سعید، وکیع، عبدالرحمن، اور ابونعیم۔ میں نے کہا: آپ نے وکیع کو عبدالرحمن پر مقدم کر دیا؟ تو امام احمد نے کہا: وکیع شیخ ہیں۔

غور فرمائیں، اس قول میں امام احمد نے وکیع کو عبدالرحمن پر مقدم کیا لیکن یحیی بن سعید کو وکیع پر بھی مقدم کیا۔ ان اقوال سے نتیجہ نکلا کہ اگر سفیان سے روایت کرتے ہوئے امام وکیع، امام یحیی بن سعید کی مخالفت کریں، تو امام یحیی بن سعید کی روایت راجح قرار پائے گی۔

(انوار البدر ص ۲۴۹)

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد سنابلی صاحب نے جو روایت میں سفیان ثوری سے نقل مخالفت کرنے میں ہی یحیی بن سعید القطان کی روایت کو وکیع سے راجح قرار دیا ہے، اصول کے تحت صحیح نہیں کیونکہ صرف مخالفت میں ہی نہیں بلکہ اضافت کرنے میں بھی راجح اور مرجوح کی بحث ہوگی۔

امام یحیی بن معین، حافظ ابن حجر عسقلانی اور ابن رجب حنبلی کے حوالہ جات سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ یحیی بن سعید القطان بھی سفیان ثوری سے روایت نقل کرنے میں غلطیاں کرتے ہیں۔

جناب غیر مقلد سنابلی صاحب کے لیے امام احمد بن حنبل کا ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔

وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ :أَشْهَدُ عَلَى أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ قَالَ :الثبت عندنا بالعراق :وَكِيعٌ، وَيَحْيَى الْقَطَّانُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ.

(الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۲۳۱، سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۱۵۳)

ترجمہ: امام ابوحاتم نے نقل کیا کہ امام احمد سے پوچھا گیا کہ عراق میں روایات بیان کرنے میں سب سے مضبوط کون ہے؟ تو امام احمد نے جواب دیا: وکیع یحیی بن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سعید القطان اور عبدالرحمن بن مھدی۔

اس مذکورہ بالا قول سے تو پھر یہ ثابت ہوتا ہے کہ عراق کی روایات میں ترجیح امام وکیع پر یحیی بن سعید القطان پھر عبدالرحمن بن مھدی کی کو ہوگی۔

محققین کے لئے ایک اہم حوالہ بھی پیش خدمت ہے۔

امام یحیی بن معین کی تحقیق:

امام یحیی بن معین فرماتے ہیں۔

سَمِعت يحيى يقول أصحاب سفيان الثوري ستة يحيى بن سعيد ووكيع بن الجراح وابن المبارك والأشجعي وعبد الرحمن بن مهدي وأبو نعيم قال يحيى وليس أحد من هؤلاء يحدث عن سفيان فيخالفه بعض هؤلاء الستة فيكون القول قوله حتى يجيء إنسان يفصل بينهما فإذا اتفق من هؤلاء اثنان على شيء كان القول قولهما۔

(تاریخ ابن معین- روایۃ الدوری، رقم ۲۷۴۸)

ترجمہ: امام عباس بن محمد الدوری فرماتے ہیں کہ میرے استاد یحیی بن معین فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری کے ۶ شاگرد یحیی بن سعید القطان، وکیع بن الجراح، ابن مبارک، اور الاشجعی، اور عبدالرحمن بن مہدی اور ابونعیم فضل بن دکین ہیں۔ امام یحیی بن معین فرماتے ہیں کہ ان ۶ شاگردوں میں سے کوئی ایک ایسا نہیں ہے کہ وہ اگر سفیان ثوری سے کوئی روایت بیان کرے اور باقی ۶ میں سے کوئی اس کی مخالفت کرے تو اس کا قول معتبر سمجھا جائے گا جب تک اگر کوئی دوسرا شخص ان دونوں میں تصفیہ نہ کر دے۔ ہاں مگر ان میں سے ۲ کسی بات پر متفق ہو جائیں تو ان دونوں کا قول معتبر سمجھا جائے گا۔

امام ابن معین کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ سفیان ثوری کے ۶ شاگرد مرتبہ میں سب ایک

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہیں۔ اور اگر ان میں سے ایک کسی دوسرے کی مخالفت کرے تو بغیر کسی دلیل کے ان ۶ میں سے کسی کے قول کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ جب تک کوئی تیسرا ثقہ کسی ایک کے ساتھ اتفاق کرے تو پھر اس کی بات راجح ہوگی۔

اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسند احمد کی حضرت ہلب رضی اللہ عنہ والی حدیث میں سفیان ثوری کے شاگردوں میں وکیع کی روایت کو ترجیح ہوگی کیونکہ عبدالرحمن بن مہدی اور سفیان ثوری کے دیگر شاگرد "هَذِه على صَدره" کے الفاظ کی زیادت نقل نہیں کرتے۔ جبکہ "يَدُه على صدره" کی زیادت نقل کرنے میں یحیی بن سعید القطان کی متابعت کسی نے بھی نہیں کی۔ اس لیے امام ابن معین کی تحقیق سے ان کی یہ زیادت یا اضافہ غلط ہوگا۔

یہ تحقیق عرب کے سلفی محقق خالد بن عبداللہ بن محمد الشایع جو کہ مقبل بن ہادی کے شاگرد ہیں، نے اپنی کتاب "الاعلام بتخبير المصلي بمكان وضع اليدين" نے کی ہے کہ یحیی بن سعید القطان نے سفیان ثوری کے دیگر شاگردوں کی مخالفت کی ہے۔ اس مقام پر یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ اس کتاب کا مقدمہ سلفی عالم مقبل بن ہادی کا ہے۔ اور مقبل بن ہادی کی تحقیق غیر مقلدین حضرات کے نزدیک بہت معتبر سمجھی جاتی ہے۔

مزید یہ کہ عنایت اللہ سنابلی نے (انوار البدر ص ۲۴۸) پر امام احمد بن حنبل سے جو وکیع کی روایت میں غلطی کا بیان کیا ہے، اس میں بھی وجہ یہ تھی کہ امام احمد نے روایت میں وکیع کی دوسری جماعت کے مخالف پر غلطی کا لکھا۔

وَقَالَ أَبِي فِي حَدِيث وَكِيع عَن سُفْيَان عَن مَنْصُور عَن إِبْرَاهِيم فِي الْمُسلم يقتل الذِّمِّيّ خطأ قَالَ كفارتهما سَوَاء قَالَ أَبِي لَيْسَ يرويه أحد غير وَكِيع مَا أَرَاهُ إِلَّا خطأ۔ (العلل ومعرفۃ الرجال ج ۱ ص ۳۲۵)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبل کا منہج یہ ہے کہ اگر ایک ثقہ راوی ایک جماعت کی مخالفت کرے تو وہ اسے غلطی سمجھتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

تیسرا قرینہ کی تحقیق:

غیر مقلد سنابلی صاحب انوار البدر ص ۲۵۶ تا ۲۵۸ تک جو قرینہ علی الاطلاق پیش کی ہے کہ اگر زیادتی بیان کرنے والا حافظ اور متقن ہو تو زیادتی مقبول ہوگی اور یحیی بن سعید القطان کو سفیان ثوری سے روایت کرنے میں حافظ اور متقن لکھا ہے اس کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

عرض یہ ہے کہ اس قرینہ سے استدلال کے لئے کفایت اللہ سنابلی صاحب ۴ محدثین کرام کے حوالہ دیے ہیں۔

۱۔امام ابوزرعہ الرازی	علل الحدیث ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۳۸۴
۲۔امام دارقطنی	النکت علی ابن الصلاح ج ۲ ص ۶۸۹
۳۔امام ابن عبدالبر	التمہید لابن عبدالبر ج ۳ ص ۳۰۶
۴۔علامہ زیلعی حنفی	نصب الرایہ للزیلعی ج ۱ ص ۳۳۶

غیر مقلد سنابلی صاحب یہاں ھذہ علی صدورہ کے الفاظ جو امام یحیی بن سعید القطان نے سفیان ثوری سے نقل کیے ہیں، حافظ اور متقن ہونے کی وجہ سے قبول کرتے ہیں۔اور سفیان ثوری کے دیگر شاگرد یحیی بن سعید القطان کے مقابلہ میں کم حافظ اور کم متقن ہیں۔

مگر کفایت اللہ سنابلی کا یہ اصول علی الاطلاق صحیح نہیں ہے۔کیونکہ محدثین کرام نے سفیان ثوری کے شاگردوں میں تخصیص کی ہے کہ کون سا شاگرد حافظ ہے؟ کون سے شاگرد متقن ہے؟ اور کون سا شاگرد زیادہ اثبت ہے؟ کون سا راوی متن نقل کرنے میں اثبت ہے؟ اور کون سا شاگرد سند نقل کرنے میں متقن ہے؟

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سفیان ثوری کے شاگردوں کا حفظ اور اتقان کی تحقیق:

قارئین کرام کے سامنے محدثین کرام کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

عبدالرحمن بن مھدی:

حدثنا علي بن أحمد ابن النضر قال :قال علي بن المديني :كان يحيى بن سعيد أعلم بالرجال، وكان عبد الرحمن أعلم بالحديث، قال علي :وما شبهت علم عبد الرحمن بالحديث الا كسحر.

(تاریخ بغداد و ذیولہ ج ۱۰ ص ۲۴۵)

یعنی امام علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ یحیی بن سعید القطان راویوں کے بارے میں علم میں اعلم ہیں جبکہ عبدالرحمن بن مہدی حدیث کے متن کو جاننے میں زیادہ اعلم ہیں۔

امام ساجی فرماتے ہیں۔

أخبرني البرقاني قال :حدثني محمد بن أحمد الأدمي، حدثنا محمد بن علي الإيادي قال :حدثنا زكريا الساجي قال :حدثت عن علي بن المديني قال :ما رأيت أعلم بالرجال من يحيى بن سعيد القطان، ولا رأيت أعلم بصواب الحديث والخطإ من عبد الرحمن بن مهدي، فإذا اجتمع يحيى وعبد الرحمن على ترك حديث رجل تركت حديثه وإذا حدث عنه أحدهما حدثت عنه.

(تاریخ بغداد و ذیولہ ج ۱۴ ص ۱۴۳)

یعنی امام علی بن المدینی نے فرمایا کہ میں نے یحیی بن سعید سے زیادہ راویوں کے علم اور عبدالرحمن بن مہدی سے حدیث کے بارے علم رکھنے والوں زیادہ علم والا نہیں دیکھا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام ابراہیم التیمی فرماتے ہیں۔

أخبرنا محمّد بن جعفر بن علّان الشروطي، أخبرنا أبو الفتح محمد بن الحسين الأزدي، حدّثنا الحسن بن علي قال: سمعت إبراهيم بن محمّد التيمي يقول: ما رأيت أعلم بالرجال من يحيى القطان، وما رأيت أعلم بصواب الحديث من ابن مهدي.

(تاریخ بغداد و ذیولہ ج ۱۴ ص ۱۴۳)

یعنی میں نے راویوں کے علم میں یحیی بن سعید القطان سے زیادہ اور حدیث کے متن کے علم میں عبدالرحمن بن مہدی سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

قال محمد بن أبي بكر المقدمي: ما رأيت أحدا أتقن لما سمع ولما لم يسمع ولحديث الناس من عبد الرحمن بن مهدي، إمام ثبت أثبت من يحيى بن سعيد وكان عرض حديثه على سفيان.

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۴۱)

ان مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ محدثین کرام نے حدیث کے متن میں عبدالرحمن بن مہدی کو یحیی بن سعید القطان سے بھی زیادہ اعلم اور اثبت لکھا ہے۔

امام وکیع بن الجراح:

اب محدثین کرام کی تحقیق امام وکیع بن الجراح کے بارے میں ملاحظہ کریں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ سُلَيْمَانَ الْبَلْخِيُّ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَوَكِيعٍ، وَأَبِي نُعَيْمٍ، فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحْفَظَ مِنْ وَكِيعٍ، وَكَفَاكَ بِعَبْدِ الرَّحْمَنِ مَعْرِفَةً وَإِتْقَانًا، وَمَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَوْزَنَ

بِقَوْمٍ مِنْ غَيْرِ مُحَابَاةٍ، وَلَا أَشَدَّ تَثَبُّتاً فِي أُمُوْرِ الرِّجَالِ مِنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، وَأَبُو نُعَيْمٍ أَقَلُّ الأَرْبَعَةِ خَطَأً، وَهُوَ عِنْدِي ثِقَةٌ، مَوْضِعُ الحُجَّةِ فِي الحَدِيْثِ. (سیر أعلام النبلاء ج ۷ ص ۵۶۳)

یعنی امام احمد سے یحیی بن سعید القطان، عبدالرحمن بن مہدی، وکیع بن الجراح اور امام ابو نعیم کے بارے میں پوچھا گیا تو امام احمد نے کہا: وکیع بن الجرح احفظ ہیں، عبدالرحمن بن مہدی متقن ہیں، یحیی رجال کے اعلم ہیں اور امام ابونعیم کم غلطیاں کرنے والے ہیں۔

امام نسفی فرماتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا إبراهيم بن مخلد، قَالَ: حَدَّثَنَا محمّد بن أحمد الحكيمي، قَالَ: حَدَّثَنَا أحمد بن محمّد بن محمّد البرتي، قَالَ: حَدَّثَنَا القعنبي، قال: كنا عند حماد بن زيد سنة سبعين، وكان عنده وكيع، فلما قام، قالوا: هذا رواية سفيان؟ فقال: هذا، إن شئتم، أرجح من سفيان۔

(تاریخ بغداد وذیولہ ج ۱۳ ص ۴۷۴)

یعنی امام وکیع کو سفیان ثوری پر بھی ترجیح ہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

حدثنا عبد الرحمن نا أبي نا أحمد بن أبي الحواري قال: أشهد على أحمد بن حنبل أنه قال: الثبت عندنا بالعراق وكيع بن الجراح، ويحيى ابن سعيد، وعبد الرحمن بن مهدي. (الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۲۳۱)

یعنی امام احمد سے پوچھا گیا کہ عراق میں سب سے ثبت کون ہے تو انھوں نے کہا کہ امام وکیع بن الجراح، اور امام یحیی بن سعید القطان اور عبدالرحمن بن مہدی۔

امام یحیی بن معین فرماتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

كتب إلَى عبد الرحمن بن عثمان الدمشقي - وحدثنا عبد العزيز بن أبي طاهر عنه - قال :أخبرنا أبو الميمون البجلي، حدثنا أبو زرعة، أخبرني أحمد بن أبي الحواري سمعت أحمد بن حنبل يقول :الثبت بالعراق يحيى، وعبد الرحمن، ووكيع.

قال: فذكرت ذلك ليحيى بن معين فقال الثبت بالعراق وكيع.

(تاریخ بغداد وذیولہ ج ۱۳ ص ۴۸۱)

یعنی امام احمد بن حنبل کے قول کی طرح امام یحیی بن معین سے بھی پوچھا گیا تو امام یحیی بن معین نے کہا کہ عراق میں سب سے اثبت امام وکیع ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں۔

قرأت على الحسن بن أبي بكر عن أحمد بن كامل القاضي قال بشر بن موسى :سمعت أحمد بن حنبل يقول :ما رأيت قط مثل وكيع في العلم، والحفظ، والإسناد، والأبواب، مع خشوع وورع.

(تاریخ بغداد وذیولہ ج ۱۳ ص ۴۷۹)

یعنی امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ میں نے وکیع بن الجراح کی طرح عالم، حافظ، سند اور ابواب کا عالم اور خشوع اور تقوی میں نہیں دیکھا۔

علامہ ذہبی مذکورہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

قلت :يقول هذا أحمد مع تحريه وورعه، وقد شاهد الكبار، مثل هشيم، وابن عيينة، ويحيى القطان، وأبي يوسف القاضي، وأمثالهم. (سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۱۴۷)

یعنی امام احمد بن حنبل محتاط اور متقی ہونے کے باوجود ہشیم، ابن عیینہ، یحیی بن سعید القطان، اور قاضی ابو یوسف اور ان جیسے دیگر جلیل القدر محدثین کرام کو دیکھنے کے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

باوجود امام وکیع کے حق میں یہ قول کہہ رہے ہیں۔

اس مذکورہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا ہے کہ محدثین کرام نے عبدالرحمن بن مہدی اور امام وکیع کو یحیی بن سعید سے زیادہ احفظ اور متقن کہا ہے۔ امام احمد کے حوالہ سے یہ بات ثابت کر دی گئی ہے کہ وہ اختلاف حدیث میں کسی ایک پر راجح ہونے کا قول نہیں کرتے جب تک کوئی دوسرا ہوئی اس کی متابعت نہ کرے۔

امام یحیی بن معین فرماتے ہیں۔

أخبرنا الحسن بن أبي بكر، أخبرنا أبو سهل بن زياد، حدثنا جعفر بن أبي عثمان الطيالسي قال: قلت ليحيى بن معين: إذا اختلف يحيى القطان ووكيع؟ قال: القول قول يحيى، قلت: إذا اختلف عبد الرحمن ويحيى؟ قال: يحتاج من يفضل بينهما۔

(تاریخ بغداد و ذیولہ ج ۱۰ ص ۱۶۳)

یعنی امام الطیالسی نے کہا کہ امام یحیی بن معین سے کہا گیا کہ جب یحیی بن سعید القطان اور وکیع کے درمیان میں اختلاف ہو تو کس کے قول کو ترجیح ہوگی تو امام یحیی بن معین نے کہا کہ قول تو یحیی بن سعید کا ہی ہے یعنی یحیی بن سعید القطان کے قول کو ترجیح ہوگی۔ پھر اگر عبدالرحمن بن مہدی اور یحیی بن سعید القطان کے درمیاں اختلاف ہو جائے تو کس کے قول کو ترجیح ہوگی؟ تو امام یحیی بن معین نے کہا کہ پھر ایسے شخص کی طرف التفات کی جائے گی جو اس کے درمیان کسی ایک کو ترجیح دے سکے۔

مسند احمد کی حضرت بلب رضی اللہ عنہ والی روایت جس پر بحث ہے اس میں عبدالرحمن بن مہدی کی متابعت امام وکیع اور دیگر راویوں نے متابعت کی ہے جبکہ یحیی بن سعید القطان کی متابعت کسی نے نہیں کی۔ [یہ تحقیق بھی اس وقت ہوگی جبکہ یحیی بن سعید القطان کی روایت میں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حذہ علی صدرہ کے الفاظ ثابت ہو۔ مستخرج الطوسی کی روایت میں یحیی بن سعید القطان نے حذہ علی صدرہ کے الفاظ بیان نہیں کیے۔]

چوتھا قرینہ کی تحقیق:

مناظر صاحب نے جو چوتھا قرینہ پیش کیا ہے۔

زیادتی کا دیگر روایات کے منافی نہ ہونا۔ (انوار البدر ص ۲۵۸)

عرض ہے کہ زیر بحث روایت کا بھی یہی حال ہے، کیوں کہ امام یحیی بن سعید اور امام ثوری نے سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر کیا ہے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کی روایت میں کسی بھی روایت میں اس بات کا انکار نہیں ہے۔ (انوار البدر ص ۲۵۹)

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد صاحب اپنے اس اصول کو خود بھی علی الاطلاق نہیں مانتے کسی راوی کا روایت میں اضافہ اور منافی بیان کرنا تو ثقہ کی زیادت کی بحث میں آتا ہے۔ اگر غیر مقلد مناظر صاحب اپنی دوسری کتاب کا خود بھی مطالعہ کر لیں تو انھیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ بھی اس قرینہ کو علی الاطلاق اصول کے منکر ہیں۔ کم از کم غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب کی کتاب توضیح الکلام ہی پڑھ لی ہوتی۔ اس طرح کی باتوں سے عوام الناس کو بہکانا صحیح نہیں۔

مزید یہ کہ مستخرج الطوسی کی روایت میں یحیی بن سعید القطان نے هذه علی صدره کے الفاظ بیان نہیں کیے۔

پانچواں قرینہ کی تحقیق:

مناظر صاحب نے جو پانچواں قرینہ پیش کیا ہے۔

عرض ہے کہ زیر بحث حدیث میں امام یحیی بن سعید نے قولا سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر کر کے اسے فعلا بھی بیان کیا اور باقاعدہ سے عملی شکل میں کر کے بھی بتایا یعنی دو بار تکرار کے ساتھ اسے بیان کیا ہے، اور ایک بار قولا اور ایک بار فعلا، لہذا یہ تکرار بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اس بات کے بیان میں ان سے وہم نہیں ہوا، ورنہ وہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اتنے اہتمام کے ساتھ اسے مکرر بیان نہ کرتے۔ (انوار البدر ص ۲۶۰)

جواب: عرض یہ ہے کہ اس روایت میں یحییٰ بن سعید نے نہ تو قولاً اور نہ ہی فعلاً سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر کیا ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان نے ہاتھ باندھنے کا تو ذکر کیا ہے۔

امام احمد لکھتے ہیں۔

وَصَفَ يحيى :اَلْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فَوْقَ الْمَفْصِلِ۔

(مسند احمد ۳۶/ ۲۹۹، وتحقیق لا بن جوزی ۱/ ۳۳۸ رقم ۴۳۴)

ترجمہ۔ یحییٰ (القطان) نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ یعنی گٹھ پر رکھ کر (عملاً) بتایا۔

یحییٰ بن سعید القطان نے تکرار کے ساتھ بھی سینے پر ہاتھ نہیں باندھا بلکہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھ کر بتایا۔ جناب ہاتھ باندھنے اور سینے پر ہاتھ باندھنے میں بہت فرق ہے۔ آپ نے ساتویں قرینہ میں دجل وفریب سے کام لیا ہے۔ اختلاف ہاتھ باندھنے پر نہیں بلکہ سینے پر ہاتھ باندھنے پر ہے اور وہ بھی نماز کے اندر۔ یحییٰ بن سعید القطان کے عمل میں نہ تو نماز کا تذکرہ ہے اور نہ ہی سینے پر ہاتھ باندھنے کا۔ جب کہ یحییٰ بن سعید القطان کے ثقہ شاگرد محدث محمد بن بشار البندار نے علی صدرہ کے الفاظ ہی بیان نہیں کیے۔ جس سے آپ کے تمام بیان کردہ قرائن کی کوئی حیثیت علمی میدان میں نہیں رہتی۔

چھٹا قرینہ کی تحقیق:

سنابلی صاحب نے جو چھٹا قرینہ پیش کیا ہے۔

ٹھیک اسی طرح زیر بحث حدیث میں بھی دیگر الفاظ اس زیادتی کی صحت ومقبولیت پر دلالت کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اسی حدیث میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے تذکرے کے ساتھ ساتھ، دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر بھی رکھنے کی صراحت ہے، جس پر کسی کو کلام نہیں۔ ظاہر ہے کہ جب نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں گے تو وہ ہاتھ جسم کے کسی نہ کسی حصے پر لازماً آئے گا۔ ایسی صورت میں اگر کسی روایت میں یہ ذکر ہو گیا کہ یہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

دونوں ہاتھ سینے پر رکھے گئے تو اس میں ہاتھ باندھنے ہی کی تفصیل ہے۔ یہ کوئی ایسی علاحدہ چیز نہیں ہے۔ جس کا حدیث کے دیگر الفاظ سے کوئی تعلق ہی نہ ہو لہٰذا یہ زیادتی حدیث کے دیگر الفاظ کے ساتھ مرتبط ہے۔ بنابریں اس سے مرتبط اور ہم آہنگ حدیث کے دیگر الفاظ بھی اس کی مقبولیت پر دلیل ہیں۔

(انوار البدر ص ۲۶۲)

جواب: عرض یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھنا پر تو اختلاف نہیں ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ جب دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں تو وہ جسم کے کسی نہ کسی حصہ پر تو آئے گا۔ مگر اختلاف نماز کے اندر ہاتھ کا باندھنے کا ہے؟ اور سنابلی صاحب تو امام وکیع کی روایت کو بھی مرجوح مان چکے ہیں۔ جس میں نماز کا ذکر ہے مگر سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر موجود ہی نہیں ہے۔ اور مسند امام احمد کی روایت میں ایک ہاتھ باندھنے کے الفاظ ہیں۔ جس کے قائل غیر مقلدین حضرات خود بھی نہیں ہیں۔ ابن الجوزی کی کتاب التحقیق میں بھی تحریف ہے۔

مزید عرض یہ ہے کہ سنابلی صاحب کے پیش کردہ تمام قرائن کی بنیاد یحیی بن سعید القطان سے مروی مسند امام احمد کی روایت ہی ہے۔ جس پر تفصیل سے کلام پیش کیا گیا ہے۔

اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ابن جوزی کی کتاب "التحقیق" کی روایت کی جو سند ہے اس میں ایک راوی ابن المذہب ہے۔ جس پر خود غیر مقلدین نے اعتماد نہیں کیا۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے جن کو ذہبی العصر کہتے ہیں، انھوں نے ابن المذہب کے بارے میں کیا فرمایا ملاحظہ کریں۔

۱۔ غیر مقلد علامہ عبد الرحمن معلمی الیمانی لکھتے ہیں۔

ولکنه یدل علی أن ابن المذهب لم یکن بمتقن۔ (التنکیل ج ۱ ص ۴۴۶)

یعنی یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ابن المذہب متقن نہیں ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۲۔علامہ معلمی جو غیر مقلدین کے ذہبی العصر ہیں، لکھتے ہیں۔

قول الخطیب «ولیس بمحل للحجة» فحاصله أنها لا تقوم الحجة بما یتفرد به، وهذا لا یدفع أن یعتمد علیه في الروایة عنه من مصنف معروف :(للسند) و(الزهد)۔(التنکیل ج ۱ ص ۴۴۵)

یعنی خطیب بغدادی کا قول" ولیس بمحل للحجة" اور ابن المذہب حجت پکڑنے کے لائق نہیں ہیں۔ان کے اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ اس روایت سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی جس کے روایت کرنے میں ابن المذہب منفرد ہو، اور یہ اس بات سے نہیں روکتا ہے کہ کوئی معروف کتاب جیسے مسند احمد اور کتاب الزہد، ان سے روایت کرنے میں ابن المذہب پر اعتماد کیا جائے۔

مزید یہ کہ محدث امام ابو علی الطوسی نے اپنی کتاب مستخرج الطوسی میں اسی حدیث کو اپنی سند سے ذکر کیا ہے اور یحیی بن سعید القطان سے روایت نقل کی ہے مگر اس میں "علی صدرہ" کے الفاظ نہیں ہیں۔

باب ما جاء في وضع الیمین علی الشمال في الصلاة

أرنا بندار محمد بن بشار قال نا یحیی وهو ابن سعید عن سفیان عن سماك عن قبیصة بن الهلب عن أبیه قال رأیت النبي صلی الله علیه وسلم ینصرف عن شقیه عن یمینه وعن یساره ویضع یده الیمنی علی الیسری۔

(مستخرج الطوسی علی جامع الترمذی ج ۲ ص ۹۶، رقم ۲۰۲/ ۲۳۴)

ترجمہ۔ حضرت ہلب الطائیؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز سے) فارغ ہو کر دائیں اور بائیں (دونوں) طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھا ہے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سند کی تحقیق

اس روایت کے ۲ راویوں کی مختصر اتوثیق ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ مصنف کتاب ابو علی الطوسی:

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

الإمَامُ الحافِظُ المجوِّدُ، أبو عَلِيٍّ، الحسَنُ بنُ عَلِيِّ بنِ نَصرِ بنِ منْصُورٍ الطُّوسِيُّ. (سیر أعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۷۷، رقم ۲۷۰۱)

۲۔ بندار محمد بن بشار:

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

الإمَامُ، الحافِظُ، رَاوِيَةُ الإسلاَمِ، أَبو بَكْرٍ العَبْدِيُّ، البصرِيُّ بُنْدَارٌ۔ (سیر أعلام النبلاء ج ۹ ص ۵۰۸ رقم ۲۰۱۵)

ابن خزیمہ فرماتے ہیں۔

وَقَالَ ابنُ خُزَيْمَةَ: سمِعتُ بُنْدَاراً يَقُولُ: اخْتَلَفْتُ إِلَى يحيَى القَطَّانِ - ذَكَرَ أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ سَنَةً۔ (سیر أعلام النبلاء ج ۹ ص ۵۰۸ رقم ۲۰۱۵)

یعنی ابن خزیمہ کہتے ہیں: میں نے بندار کو یہ کہتے سنے ہے: میں یحیی بن سعید القطان کے پاس ۲۰ سال تک آتا جاتا رہا۔

اس سند کے باقی رواۃ بعینہ مسند امام احمد والے ہیں، جس پر خود غیر مقلدین کو اعتراض نہیں ہے۔

اس سند میں یحیی بن سعید القطان کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل کی بجائے ثقہ محدث محمد بن بشار البندار ہیں۔ اور ان کی روایت میں "علی صدرہ" کے الفاظ موجود ہی نہیں ہیں۔ اب تو یہ معاملہ ہوا کہ محمد بن بشار البندار ۲۰ سال تک امام یحیی بن سعید القطان سے علم اخذ کرتے رہے اور ان کی طویل صحبت میں رہے۔ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ مسند امام احمد

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

میں علی صدرہ کے الفاظ کسی راوی یا کتاب کی خطا قدیم نہیں ہے تو پھر بھی محمد بن بشار المعروف بندار کی روایت کو بسبب طویل صحبت ترجیح ہوگی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ روایت میں "علی صدرہ" کا اضافہ نہ تو سفیان ثوری اور نہ ہی امام یحیی بن سعید القطان نے بیان کیا ہے۔ جبکہ غیر مقلد سنابلی صاحب نے اپنی کتاب میں بہت زور اس بات پر لگایا کہ سفیان ثوری کے شاگردوں میں یحیی بن سعید القطان ہی اثبت ہیں اور انکی زیادت قبول ہوگی۔ جبکہ یہ زیادت یحیی بن سعید القطان کی وجہ سے نہیں بلکہ مسند امام احمد کے راویوں یا کاتبین کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ محققین نے اس طرف اشارہ بھی کیا ہے کہ "علی صدرہ" کی اضافت محفوظ نہیں۔

جب یحیی بن سعید القطان سے "علی صدرہ" کے الفاظ کی زیادتی ثابت ہی نہیں تو ان کی تراجم کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

ساتواں قرینہ کی تحقیق:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے جو ساتواں قرینہ پیش کیا ہے۔

زیر بحث حدیث کے بھی متعدد شواہد ہیں، جیسا کہ اس کتاب میں انھیں بیان کیا گیا ہے۔ (انوار البدر ص ۲۶۲)

جواب: غرض یہ ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب کا یہ اصول بھی اس جگہ پر ان کی حدیث کو ثابت نہیں کر سکتا۔

اول: اس حدیث میں علی صدرہ کی زیادت تو ثابت نہیں ہے۔ جس روایت کی طرف کفایت اللہ سنابلی صاحب شاہد ہونے کا اشارہ کر رہے ہیں وہ خود ضعیف اور شاذ روایت ہے۔

دوم: یحیی بن سعید القطان کی اپنی سند سے مروی روایت میں بھی علی صدرہ کی زیادت مستخرج الطوسی میں موجود نہیں ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سوم : کفایت اللہ سنابلی صاحب وہ اصول پیش کریں جو ان کے اکابرین اور علماء کرام کو بھی قبول ہوں۔

۱۔غیر مقلدی گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

شاذ سے شاذ کو تقویت نہیں پہنچتی۔(خیر الکلام ص ۴۵-۴۶)

۲۔غیر مقلد ضیب احمد صاحب لکھتے ہیں:

شاذ ،شاذ سے مل کر حسن نہیں بنتا۔(مقالات اثریہ ص ۴۱۲)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے پیش کردہ قرائن علی الاطلاق درست نہیں اور انکے اکابرین بھی ان سے متفق بھی نہیں ہیں۔

اعتراض:

بعض لوگ حد درجہ جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر سلام پھیرنے کے بعد ہوا ہے۔(انوار البدر ص ۲۶۵)

مسند امام احمد کی زیر بحث روایت کی تشریح کے لیے اشرفی صاحب نے معجم کبیر کی روایت دیکھنے کی زحمت کر لی لیکن انھیں توفیق نہیں ملی کہ مسند احمد ہی میں دوسرے مقام پر اسی حدیث کے ان الفاظ کو بھی دیکھ لیتے جن میں یہ پوری صراحت ہے کہ ہاتھ باندھنے والی کیفیت نماز کے اندر ہی کی ہے اور اسی کیفیت کا محل مسند احمد کی زیر بحث روایت میں سینے کو بتلایا گیا ہے، جس سے صاف صاف واضح ہو جاتا ہے کہ ہاتھ باندھنے اور سینے پر ہاتھ باندھنے دونوں کا تعلق نماز کے اندر کے اعمال سے ہے۔(انوار البدر ص ۲۶۸-۲۶۹)

اشرفی صاحب کا استدلال باطل بلکہ بہت ہی مضحکہ خیز ہے، کیونکہ ان کی پیش کردہ معجم کبیر کی روایت میں اس بات کی صراحت ہرگز نہیں ہے کہ ہاتھ باندھنے کا عمل

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نماز کے بعد کا تھا۔ بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ راوی نے اپنی اس روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال و جواب کا ذکر کیا اور روایت کے اخیر میں ہاتھ باندھنے کا ذکر کیا ہے اور نماز کا ذکر نہ سوال و جواب والی بات میں ہے اور نہ ہی ہاتھ باندھنے والی بات میں۔ پھر اشرفی صاحب کو کس نے بتا دیا کہ یہ باتیں کس نماز کے بعد کی ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ دوسری حدیث میں نماز کا ذکر آیا ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ دوسری حدیث میں نماز کا ذکر آیا ہے وہم کہہ سکتے ہیں دوسری حدیث میں بھی ذکر آیا ہے کہ ہاتھ باندھنے کا یہ عمل نماز کے اندر کا تھا۔ واضح رہے کہ اشرفی صاحب کی پیش کردہ معجم کبیر کی روایت میں صرف ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے اور ہاتھ باندھنے کی جگہ کا ذکر نہیں ہے۔ (انوار البدر ص ۲۷۰)

جواب: غرض یہ ہے کہ سنابلی صاحب نے جو اعتراضات جس مصنف پر کئے وہ تو ان کے جوابات دینے کے مجاز ہیں۔ مگر فی الوقت اس پر علمی تحقیق بات یہ ہے کہ سنابلی غیر مقلد کو اپنی روایت کا خود ہی نہیں معلوم کہ ان کی پیش کردہ مسند احمد کا متن کیا ہے؟ اور اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ اس روایت میں

یَنْصَرِفُ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ یَسَارِہٖ وَرَأَیْتُہٗ یَضَعُ ھٰذِہٖ عَلٰی صَدْرِہٖ۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں ہر دو اطراف سے پھرتے تھے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر اپنے سینے پر رکھتے تھے۔

ہم تو طالب العلم ہیں، زیر بحث حدیث کے مطلب کا معنی بھی معلوم ہے۔ مگر آپ جیسے غیر مقلدین کے محقق کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ نماز میں دائیں اور بائیں طرف کب پھرا جاتا ہے۔ یہ تو ایک عام مقتدی کو معلوم ہے کہ نماز میں دائیں بائیں صرف نماز سے فارغ ہونے کے وقت کیا جاتا ہے اور سلام سے قبل قعدہ کی کیفیت ہوتی ہے۔ اور قعدہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

میں ہاتھ کہاں رکھے جاتے ہیں یہ تو ایک عام مسلمان کو بھی معلوم ہے۔غیر مقلد سنابلی صاحب نے بہت معصومیت کے ساتھ صحیح بخاری ج ا ص ۱۴۷ رقم ۷۳۲ سے ایک مثال دی ہے کہ اگر حدیث میں افعال کی ترتیب صحیح نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسی ترتیب سے ساتھ نماز پڑھی جائے۔

عرض یہ ہے کہ سنابلی صاحب کا یہ استدلال بھی غلط ہے کیونکہ اول تو ان کو تمام استدلال تو اس وقت پیش کرنے چاہیے جب یحیی بن سعید القطان سے یہ الفاظ ثابت ہوں۔مزید یہ کہ راوی اپنا مشاہدہ پیش کر رہا ہے۔مشاہدہ اور روایت میں فرق ہوتا ہے۔

اعتراض:

غیر مقلد سنابلی صاحب انوار البدر ص ۲۷۲-۲۷۳ پر لکھتے ہیں۔

"نیز ابن الجوزی کی روایت کے الفاظ پیش کیے جا چکے ہیں جس میں ہے "یَضَعُ هَذِهِ عَلٰی هَذِهِ علی صَدرہ" اس ہاتھ کو اس ہاتھ پر رکھ کر سینے پر رکھتے تھے۔ التحقیق فی احادیث الخلاف ج ا ص ۳۳۸ اسنادہ صحیح۔

لیجئے جناب اس میں هَذِهِ عَلٰی هَذِهِ یعنی دونوں ہاتھوں کا ذکر ہے اور اس کے بعد علی صدرہ کے الفاظ بھی ذکر ہیں۔اس سے واضح ہو گیا کہ مسند امام احمد کی روایت میں مذکور ھذہ میں دونوں ہاتھ مراد ہے اس لئے صدرہ کو دوسرا ہاتھ بنانے کے لئے اسے حذف بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ ابن الجوزی کی کتاب التحقیق فی احادیث الخلاف سے جو روایت نقل کی ہے جس میں "یَضَعُ هَذِهِ عَلٰی هَذِهِ علی صَدرہ" یعنی اس ہاتھ کو اس ہاتھ پر رکھ کر سینے پر رکھتے تھے، وہ دراصل سند کے ساتھ مسند احمد کی روایت ہی نقل کی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کتاب "التحقیق فی احادیث الخلاف" میں تحریف

کتاب "التحقیق فی احادیث الخلاف" میں "علی هذه" کے الفاظ زیادہ بلکہ تحریف ہے۔ اس تحریف کے شواہد پیش خدمت ہیں۔

اول: ابن جوزی نے اپنی دوسری کتاب جامع المسانید میں اپنی سند مسند احمد تک نقل کی ہے۔

فاما مسند احمد :فاخبرنا ابو القاسم هبة الله بن محمد بن الحصين الشيباني قال اخبرنا ابو علی الحسن بن علی بن المذهب قال:اخبرنا ابو بكر احمد بن جعفر بن حمدان القطيعی قال:اخبرنا ابو عبدالرحمن عبدالله بن احمد بن محمد بن حنبل قال حدثنی ابی :وفی المسند زيادات عن عبدالله۔ (جامع المسانید للجوزی ج ۱ ص ۶)

ابن الجوزی نے اسی کتاب جامع المسانید میں یہ ہی روایت مسند امام احمد سے نقل کی ہے۔ مگر اس میں هذه علی هذه علی صدره نہیں بلکہ هَذِهِ عَلَى صَدره کے الفاظ ہیں۔

الحديث الثالث :حَدَّثَنَا احمد قَالَ حَدَّثَنَا يحيى بْن سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سِمَاكٌ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ :رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عن يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ وَرَأَيْتُهُ يَضَعُ هَذِهِ عَلَى صدره :وَصف يحيى :الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فَوْقَ الْمَفْصِلِ۔ (جامع المسانید للجوزی ج ۷ ص ۳۱۹، رقم ۶۶۶۸)

دوم: امام ذہبی نے بھی یہ روایت اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔ مگر اس میں هذه علی هذه علی صدره نہیں بلکہ هَذِهِ عَلَى صَدره کے الفاظ ہیں۔

الثوري وغيره، نا سماك، عن قبيصة بن هلب، عن أبيه :" رأيت

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

رسول الله يضع هذه على صدره - ووصف يحيى القطان اليمنى على اليسرى فوق المفصل"

(تنقیح کتاب التحقیق فی أحادیث التعلیق للذہبی ج ۱ ص ۱۳۹)

سوم: ابن الہادی نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب میں امام احمد سے نقل کیا ہے مگر اس میں هذه على هذه على صدره نہیں بلکہ هٰذِهِ عَلٰى صَدره کے الفاظ ہیں۔

الحديث الثاني :قال أحمد :ثنا يحيى بن سعيد ثنا سفيان قال : حدثني سماك عن قبيصة بن هلب عن أبيه قال :رأيت رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يضع هذه على صدره. ووصف يحيى :اليمنى على اليسرى، فوق المفصل۔

(تنقیح التحقیق فی أحادیث التعلیق ج ۲ ص ۱۴۳، رقم ۶۶۴)

علامہ ذہبی اور ابن الہادی دونوں نے ابن الجوزی کی کتاب پر تحقیق کی اور اس میں صرف هٰذِهِ عَلٰى صَدره کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

چہارم: حافظ ابن کثیر نے بھی اپنی کتاب میں اس روایت کو نقل کیا ہے مگر اس میں هذه على هذه على صدره نہیں بلکہ هٰذِهِ عَلٰى صَدره کے الفاظ ہیں۔

حدثنا يحيى بن سعيد، عن سفيان، حدثني سماك، عن قبيصة بن هلب، عن أبيه. قال :رأيت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - ينصرف وعن شماله ورأيته يضع هذه على صدره، وصف يحيى اليمين على اليسرى فوق المفصل۔

(جامع المسانید والسنن الہادی لأقوم سنن ج ۸ ص ۳۶۶، رقم ۱۰۵۶۸)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابن الجوزی التحقیق فی احادیث الخلاف میں تحریف ہوئی ہے۔ اور ابن الجوزی میں هذه على کے الفاظ شائع نسخہ میں اضافہ اور زیادتی ہے بلکہ تحریف ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

التحقیق فی احادیث الخلاف کا مکتبہ ظاہریہ کا قلمی عکس

التحقیق فی احادیث الخلاف کا مدینہ منورہ کا قلمی عکس

التحقیق فی احادیث الخلاف کا سعودیہ کا قلمی عکس

حدثنا هدبة ومسلم قالا حدثنا همام بن يحيى بهذا ح

طريق آخر

اخبرنا محمد بن عبد الله قال اخبرنا نصر بن الحجيم قال اخبرنا عبد الغافر بن محمد قال حدثنا ابن عمرويه قال حدثنا ابراهيم ابن محمد بن سفيان قال حدثنا هدبة ومسلم قالا حدثنا همام بن يحيى قال حدثنا زهير بن حرب قال حدثنا عفان قال حدثنا همام قال حدثنا محمد بن جحادة قال حدثني عبد الجبار بن وائل بن حجر عن علقمة ابن وائل عن وائل بن حجر انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين دخل في الصلاة وكبر حتى صارتا حذو منكبيه ثم وضع يده اليمنى على اليسرى

الحديث الثاني

اخبرنا ابن الخضر قال اخبرنا ابن المذهب قال اخبرنا احمد بن جعفر قال حدثنا عبد الله بن احمد قال حدثني ابي قال حدثنا يحيى بن سعيد قال حدثنا سفيان قال حدثني سماك عن قبيصة ابن هلب عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع هذه على صدره ووصف يحيى اليمنى على اليسرى فوق

المنصل طريق آخر

اخبرنا عبد الملك قال اخبرنا الاودي والعتري قالا حدثنا ابو العباس قال حدثنا ابن حبوب قال حدثنا ابو عيسى قال حدثنا قتيبة قال حدثنا ابو الاحوص عن سماك بن حرب عن قبيصة بن هلب عن ابيه قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم

الحديث الثالث

سماک بن حرب پر جرح

1	امام سنانؒ	یضعفه	معرفۃ الرواۃ، رقم ۱۰۴
2	امام احمد	حدیث سماک بن حرب مضطرب	المعرفۃ والتاریخ ۲/۶۳۸
3	امام دارقطنیؒ	سیئ الحفظ	العلل ۴/۱۲۰ قلمی
4	امام ابن عمارؒ	یقولون إنه کان یغلط و یختلقون فی حدیثه	تاریخ البغداد ۹/۲۱۶
5	امام عقیلیؒ	ذکره فی کتاب الضعفاء الکبیر	الضعفاء للعقیلی ۲/۱۷۸
6	امام نسائیؒ	کان اختلط	السنن المجتبیٰ ۸/۳۱۹
		لیس بالقوی و کان یقبل التلقین	سنن الکبریٰ رقم ۸۵
		لیس ممن یعتمد علیه اذا انفرد بالحدیث	خصائص علی ص ۶۴ رقم ۴۳
		سماک بن حرب کان یلقن بأخرة	خصائص علی ص ۶۴ رقم ۴۳
		فإذا انفرد بأصل لم یکن حجة لأنه کان یلقن فیتلقن	تحفۃ الاشراف ۲۲۳۸
7	امام ابن حبانؒ	یخطئ کثیراً	کتاب الثقات ۴/۳۳۹
8	امام بزارؒ	و کان قد تغیر قبل موته	اکمال علی تہذیب ۲۲۳۰
9	امام جوزیؒ	ذکره فی کتاب ضعفاء	کتاب ضعفاء ۲/۲۶
10	امام ابن حزمؒ	یضعفه	المحلیٰ ابن حزم ۶/۳۰۵
11	امام سفیان ثوریؒ	کان بعض الضعف	الکامل ابن عدی ۳/۱۳۹۹

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

12	یعقوب بن شیبہؒ	وروایته عن عکرمه و خاصته مضطرب وهوفی غیر عکرمه صالح ولیس من المثبتین	تہذیب الکمال ۸/ ۱۳۱
13	ابن رجب الحنبلیؒ	یضطرب فی حدیث سماک	شرح علل ابن رجب ۱/ ۱۴۸
14	ابن خلفونؒ	جملة الثقات زاد تکلم فی حفظ	اکمال ۲۳۸
15	امام ذہبیؒ	ذکره فی المغنی ضعفاء	المغنی ۲۶۴۹
16	امام ابن المدینیؒ	لم یروعنه غیر السماک	حاشیہ کتاب العلل ص ۹۳
17	امام مسلمؒ	وممن تفرد عنه سماک بن حرب بالراویة	المنفردات ص ۱۴۳

نتیجہ۔ مندرجہ بالا تفصیل سے سماک بن حرب کے بارے میں مختلف آراء سامنے آتی ہیں۔

(۱) سماک بن حرب کا ثقہ نہ ہونا۔

(۲) آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا۔

(۳) تلقین قبول کرتا تھا۔

(۴) جب کسی حدیث میں منفرد ہو تو وہ حجت نہیں ہوتی ہے۔

زبیر علیزئی کو ان تمام علتوں کی تعدیل ضرور پیش کرنی ہوگی وگرنہ اسکی توثیق غیر صحیحین کی روایت میں ثابت نہ ہوگی۔ صرف سماک بن حرب کو ثقہ ثابت کرنے اور حافظہ خراب ہونے سے قبل کی روایت صحیح سے بھی زبیر علی زئی کا کام نہیں چلے گا جب تک کہ اس راوی پر دیگر اعتراضات کا رد نہ کیا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سماک بن حرب کا ضعیف راوی ہونے کی بحث

امام احمد بن حنبل سے معرفۃ والتاریخ ۲/ ۶۳۸ اور امام یعقوب بن شیبۃ سے تہذیب الکمال ۸/ ۱۳۱ پر یہ صراحتاً منقول ہے کہ سماک بن حرب حدیث میں مضطرب ہے۔ زبیر علیزئی غیر مقلد نے صفحہ ۴۳ پر امام یعقوب بن شیبۃ کے قول سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی ہے کہ سماک بن حرب کا اضطراب صرف سماک عن عکرمہ (عن ابن عباس) سے تعلق ہے۔ مگر زبیر علیزئی غیر مقلد کا یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ نے مطلقاً سماک بن حرب کو مضطرب الحدیث کہا ہے لہٰذا امام احمد بن حنبل کی جرح کو عن عکرمہ سے منسلک کرنا باطل ہے۔

دوسرا امام یعقوب بن شیبۃ نے یہ صاف لکھا ہے کہ "وھو فی غیر عکرمۃ صالح ولیس من المثبتین" یعنی عکرمہ کے علاوہ صالح ہے مگر مضبوط نہیں ہے۔ یعنی انکی عکرمہ کے علاوہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا یعقوب بن شیبۃ کے قول سے کم از کم جرح مفسر تو ثابت ہوئی۔ اور اس لئے مفسر جرح ہونے کی وجہ سے اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ جب تک کہ تعدیل مفسر ثابت نہ ہو جائے۔

نوٹ۔ زبیر علیزئی غیر مقلد اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام اور حکم صفحہ ۴۳ پر یہ جرح مفسر مانتے ہیں کہ سماک بن حرب کی عن عکرمہ عن ابن عباس والی احادیث ضعیف مضطرب ہوتی ہیں۔ ہم آگے چل کر اس بات کا بھی جائزہ لیں گے کہ محدثین کرام نے تو سماک عن عکرمہ عن ابن عباس کی روایت کی تصحیح کی ہے۔ جبکہ زبیر علیزئی غیر مقلد اس سند کو صحیح نہیں مانتے۔ مگر زبیر علی زئی سے یہ سوال ضرور ہوگا کہ مفسر جرح کا اعتبار ہوگا یا دوسرے محدثین اکرام کے عام تعدیلی اقوال کا؟ عموم کا اعتبار ہے یہ خصوص کا؟ مگر ہمیں معلوم ہے کہ غیر مقلدین حضرات ضدی ہوتے ہیں اور حق بات ماننے سے اکثر گریز کرتے ہیں اگرچہ ان کا موقف یہ ہی ہوتا ہے کہ ہم حق بات کو مانتے ہیں۔ اللہ ہمیں ہٹ دھرمی اور مسلکی تعصب سے بچائے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سماک بن حرب کا روایت میں منفرد ہونا وجہ ضعف

سماک بن حرب پر امام المحدثین نسائیؒ کی مفسر جرح موجود ہے۔ امام نسائیؒ سماک کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(۱) لیس بالقوی و کان یقبل التلقین۔ (السنن المجتبیٰ رقم ۵۶۸۰)

(۲) لیس ممن یعتمد علیہ اذا انفرد بالحدیث لانہ کان یقبل التلقین۔ (سنن الکبریٰ رقم ۸۵)

(۳) فاذا انفرد بأصل لم یکن حجۃ۔ (تحفۃ الاشراف رقم ۶۱۰۴)

محدثین کرام کا یہ اصول ہے کہ اگر ایک طرف جمع غفیر علماء و محدثین کرام کی تعدیل مبہم ہو مگر اس کے برعکس جرح مفسر ہو تو جرح مفسر ہی مانی جائے گی۔ اس اصول سے زبیر علیزئی غیر مقلد کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ زبیر علیزئی نے جن محدثین کرام سے سماک بن حرب کی توثیق نقل کی ہے وہ سر آنکھوں پر مگر امام نسائیؒ کی جرح مفسر "وہ کسی حدیث میں منفرد ہو تو قابل اعتماد نہیں" موجود ہے۔ ان تمام تعدیل کے باوجود امام نسائی کی جرح مفسر ہی راجح ہو گی۔ اگر اس روایت کو قبیصہ بن ھلب سے سماک بن حرب کے علاوہ کوئی اور شاگرد روایت کرے تو قابل قبول ورنہ یہ حدیث اس طریق سے قبول نہیں کی جائے گی اور اس سے استدلال کرنا نہیں ہے۔ لہذا اس روایت میں دیگر علتوں کے ہوتے ہوئے بھی اس روایت سے غیر مقلدین حضرات استدلال نہیں کر سکتے کیونکہ اس میں نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں جبکہ اہل سنت و جماعت اور غیر مقلدین حضرات کے مابین بحث نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا مسئلہ ہے۔ لہذا جب نفس مسئلہ پر یہ حدیث لاگو نہیں ہوتی تو اس روایت سے استدلال کرنا علمی خیانت اور دجل ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام ترمذیؒ اور علامہ ابن رجبؒ کی مفسر جرح

امام ترمذی سماک بن حرب کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "وممن یضطرب فی حدیثہ" یعنی اور وہ رواۃ جو کہ مضطرب الحدیث ہیں۔ اس عنوان کے بعد امام ترمذی نے سب سے پہلے سماک بن حرب کا نام درج کیا ہے۔ (شرح علل ترمذی ۱/۱۴۱)

حافظ ابن رجبؒ کی تحقیق

امام ترمذی کے اس قول کی تشریح میں حافظ ابن رجبؒ لکھتے ہیں۔ "او. امام ترمذی نے اس باب میں ان راویوں کا ذکر کیا ہے کہ جن کے حافظہ یا کثرۃ خطاء کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک روایت سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی جبکہ وہ منفرد ہو یعنی احکام اور علمی امور میں"۔ (شرح علل ترمذی لابن رجب ۱/۱۴۱)

حافظ ابن رجبؒ کے قول سے یہ واضح ہو گیا کہ جب سماک بن حرب کسی حدیث میں منفرد ہو گا تو اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی خصوصاً احکام اور علمی امور کے معاملے میں۔

لہٰذا اس مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ "سماک بن حرب" سے اس روایت میں "علی صدرہ" کے الفاظ کی زیادتی نقل کرنے میں خطا ہوئی ہے۔ اور محدثین کے اقوال کی روشنی میں اس کی روایت اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک اس روایت کی متابعت نہ ہو۔ اس لئے اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ اس روایت میں نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا تذکرہ نہیں ہے۔ لہٰذا جب تک غیر مقلدین حضرات اس روایت میں نماز کا تذکرہ نہیں دکھاتے اس سے استدلال جہالت اور تحکم ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سماک بن حرب کے بارے میں تعدیلی اقوال کا جائزہ

زبیر علیزئی غیر مقلد نے سماک بن حرب کی ثقاہت کے بارے میں مختلف محدثین کرام کے اقوال نقل کیے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ اصول اور ضوابط کے تحت انکا تحقیقی جائزہ لیا جائے یا زبیر علی زئی کے پیش کردہ حوالہ جات کی تحقیق ملاحظہ کریں۔

زبیر علی زئی لکھتا ہے۔

امام مسلم نے اسکی (سماک بن حرب کی) حدیث روایت کی ہے امام یحییٰ بن معین، امام عجلی اور ابن عدی نے اس کی ثقاہت بیان کی ہے۔

جواب۔ قائین کرام ایک نقطہ ذہن میں ضرور رکھیے کہ زبیر علیزئی غیر مقلد اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام صفحہ ۴۳ پر اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور یعقوب بن شیبۃ کی جرح صرف سماک عن عکرمہ عن ابن عباس کی سند پر ہے۔

جبکہ زبیر علیزئی غیر مقلد نے (۱) امام ترمذی (۲) امام حاکم (۳) امام ذہبیؒ (۴) امام ابن حبانؒ (۵) امام ابن خزیمہؒ اور (۶) ضیاء المقدسیؒ سے سماک بن حربؒ کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا یہ دجل اور فریب نہیں کہ نسبتاً تعدیل کو مطلقاً تعدیل بنا دیا جائے۔ ان مذکورہ بالا محدثین کرام نے سماک عن عکرمہ عن ابن عباس والی سند کو صحیح لکھا ہے جبکہ خود زبیر علیزئی اس طریق اور سند کو ضعیف مانتا ہے۔

اب زبیر علیزئی غیر مقلد اسکا جواب دیں کہ امام احمد بن حنبل اور یعقوب بن شیبۃ کی مفسر مسند موثر ہوئی؟ یا ان محدثین کرام کی تعدیل جنھوں نے سماک عن عکرمہ عن ابن عباس والی سند کی تصحیح نقل کی ہے؟۔ امید ہے کہ اس معمہ کا حل زبیر علیزئی غیر مقلد ضرور پیش فرمائے۔ یہ زبیر علی زئی کا علمی دھوکا ہے کہ جس سند کو خود ضعیف مانتے ہیں اسی سند کی تصحیح محدثین سے ہے اس لیئے پیش کی کہ اس سے سماک بن حرب کی توثیق ثابت کرنی تھی۔ اور عدی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

برتری کو ثابت کرنا تھا۔ اگر یہ دجل اور فریب نہیں تو اور کیا ہے؟

(۱) ابو عوانہ (۲) ابو نعیم الاصبہانی (۳) ابن سید الناس (۴) ابن جارود اور (۵) نووی کے حوالوں کے بارے میں عرض ہے کہ زبیر علیزئی غیر مقلد ان محدثین کرام کی کتابوں میں تمام احادیث کو صحیح مانتے ہیں یا نہیں؟۔ کیونکہ انکے اکابرین اور غیر مقلدین حضرات کا اس اصول سے بھی اختلاف ہے کہ ان مذکورہ کتاب کی تمام احادیث صحیح ہیں یا کہ نہیں جبکہ انھوں نے ان کتابوں کی بہت ساری روایات پر جرح کر رکھی ہے۔ تفصیل کے لئے توضیح الکلام کا مطالعہ مفید رہے گا۔

۱۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ "سفیان ثوری "مایسقط لسماک بن حرب حدیث "ماک بن حرب کی کوئی حدیث ساقط نہیں ہوئی۔ (تاریخ بغداد ۹/ ۲۱۵ وسندہ حسن لذاتہ)

اس قول پر حافظ ابن حجر کی تنقید (تحذیب التحذیب ۴/ ۲۰۵) عجیب وغریب ہے۔ یاد رہے کہ سماک بن حرب پر ثوری کی جرح ثابت نہیں ہے۔ (مقالات ۱/ ۴۳۳)

جواب۔ تاریخ بغداد کے حوالہ سے جس سند کو جناب "حسن لذاتہ" قرار دے رہے ہیں اس میں سلمہ بن شبیب سے روایت کرنے والا حسین بن ادریس کون ہے اگر تستری ہے تو وہ مجہول الحال ہے اور اگر حسین بن ادریس بن مبارک ہے تو ان کی آپس میں ملاقات کا ثبوت جناب فراہم کریں کس نے ان کے سماع کو بیان کیا ہے؟ سلمہ بن شبیب نیشابور اور مکہ کے مکین جبکہ حسین بن ادریس دمشقی اور مروزی ان کی ملاقات کا ثبوت جناب کے ذمہ ہے کیونکہ جناب اس سند کے حسن لذاتہ ہونے کے قائل ہیں لیکن یاد رہے کہ مجھے اپنے وسائل کی حد تک ان کی ملاقات کا ثبوت نہیں ملا۔ واللہ اعلم۔

مزید یہ کہ جناب کو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس لئے عجیب وغریب معلوم ہوا کہ جناب کے خلاف تھا؟

جناب اتنا بھی خفا ہونے کی ضرورت نہیں تھی یہ قول واقعتاً سفیان ثوری نے "سماک بن فضل" کے بارے میں ہی کہا ہے۔ جیسا کہ امام ابن ابی حاتم نے "الجرح

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

والتعدیل ۴/۲۸۱" میں سماک بن فضل کے ترجمہ میں بسند ذکر کیا ملاحظہ ہو "حدثنا عبد الرحمن نا أبو عبد اللہ الطهرانی نا عبد الرزاق قال قال الثوري ایکاد یسقط سماک بن الفضل حدیثا"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی تو یہی فرما رہے ہیں کہ یہ قول امام سفیان ثوری کا سماک بن حرب کے بارے میں نہیں بلکہ سماک بن فضل کے متعلق ہے تو جناب جب یہ بات ثابت ہے کہ امام سفیان ثوری نے یہ بات سماک بن فضل کے بارے میں کہی ہے تو پھر جناب کو عجیب و غریب کیوں محسوس ہو گیا؟ ہمارا جناب کو مشورہ ہے کہ آپ اپنے احساسات میں سے یہ بات نکال دیں کہ حافظ ابن حجر کا یہ قول عجیب و غریب ہے۔

مزید ملاحظہ ہو کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ بات "سماک بن فضل" کے ترجمہ میں نقل کی ہے (سیر اعلام النبلاء ۵/۲۴۹)۔ اور اسی طرح حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کو "سماک بن فضل" کے متعلق ہی نقل کیا ہے۔ (تھذیب الکمال ۱۲/۱۲۶)

2۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ 'یحییٰ بن معین "ثقة"

(الجرح والتعدیل ۴/۲۷۹، وتاریخ بغداد ۹/۲۱۵ وسندہ صحیح) [مقالات ۱/۴۳۳]

جواب۔ عرض یہ ہے کہ امام یحییٰ بن معین سے جناب نے جہاں سے اس کی ثقاہت کو ذکر کیا وہاں ساتھ ہی اس کے ایک عیب کا بھی ذکر کیا گیا تھا کیا وہ جناب کس مقصد کی خاطر ترک کر گئے لگتا ہم ظہیر زئی صاحب کے سامنے اس کا ذکر کر دیتے ہیں "قال سمعت یحییٰ بن معین سئل عن سماک بن حرب مالذی عابه قال أسند أحادیث لم یسندها غیره"

(تاریخ بغداد و الجرح والتعدیل ایضا۔ وسندہ صحیح عند الزئی)

سماک بن حرب امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا ثقہ ہے کہ اس میں یہ سبب پایا جاتا ہے کہ وہ بعض احادیث کو مسند بیان کرتا ہے مگر دوسرے لوگ ان کو مسند بیان نہیں کرتے گویا کہ اس میں کمزوری موجود ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

3۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ "ابو حاتم الرازی "صدوق ثقة"
(الجرح والتعدیل ۴/ ۲۸۰)

جواب۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ثابت ہے یعنی ان کے نزدیک یہ "صدوق ثقة" ہے۔

4۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ "احمد بن حنبل "سماک أصلح حدیثا من عبد الملک بن عمیر "(الجرح والتعدیل ۴/ ۲۷۹۔ ۲۸۰ وسندہ صحیح)

جواب۔ امام احمد بن حنبل جس عبد الملک بن عمیر سے سماک بن حرب کی حدیث کو اصلح کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ "مضطرب الحدیث جدا مع قلة روایته ما أری له خمسمائة حدیث وقد غلط في کثیر منها"
(الجرح والتعدیل ۵/ ۳۶۱)

اب فیصلہ آسان ہو جاتا ہے کہ عبد الملک بن عمیر کم روایتیں کرنے کے باوجود سخت قسم کے اضطراب کا شکار تھا اس کی پانچ سو احادیث میں سے اکثر غلط تھیں۔

اور اس عبد الملک بن عمیر کے بارے میں اسحاق بن منصور کی روایت میں ہے کہ

"عن أحمد بن حنبل أنه ضعف عبد الملک بن عمیر جدا" و في روایة عنه "مخلط"۔ (الجرح والتعدیل ۵/ ۳۶۱)

اب مزید آسانی ہو جاتی ہے کہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک عبد الملک بن عمیر سخت قسم کا مضطرب اور ضعیف ہے مگر سماک اس سے بہتر ہے۔ مگر ثقہ یا صحیح الحدیث نہیں۔

5۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ "ابو اسحاق السبیعی "خذوا العلم من سماک بن حرب "(الجرح والتعدیل ۴/ ۲۷۵، وسندہ حسن)۔

جواب۔ جناب علیزئی صاحب یہی سند جس کو جناب حسن کہہ رہے ہیں اسی سند کے ساتھ یہی بات اسی ابو اسحاق سے "عبد الملک بن عمیر" کے بارے میں اسی کتاب "الجرح والتعدیل ۵/ ۳۶۰" میں موجود ہے یہ کس قدر ثقہ و صدوق ہے اوپر ذکر ہو چکا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ذرا اس سند کے رواۃ کی ثقاہت تو بیان کر دیں خاص کر "محمد بن سفیان الکوفی" کی۔

6۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ "العجلی" "جائز الحدیث" (دیکھئے اقوال جرح ۱) ذکر وفی تاریخ الثقات۔ (مقالات ج ۱ ص ۴۳۳)

جواب۔ امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ثابت ہے یعنی ان کے نزدیک یہ "جائز الحدیث" ہے، اور اہل علم سے مخفی نہیں کہ جائز الحدیث ہونا اور صحیح الحدیث ہونا اس میں کتنا فرق ہے۔

اس جرح و تعدیل کی بحث سے کم از کم یہ بات تو ظاہر ہوتی ہے کہ سماک بن حرب مختلف فیہ راوی ہے۔ جسکو اگر حسن راوی مان بھی لیا جائے تو پھر بھی امام نسائی کی مفسر جرح کے مقابلے میں اس حدیث کو ماننا درست نہیں۔ کیونکہ سماک بن حرب کی انفرادیت اور تلقین قبول کرنے کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ثابت ہوتی ہے۔ اور دوسرا اس حدیث میں نماز کا ذکر ہی نہیں ہے اور حدیث کے متن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز سے فارغ ہونے کے وقت کی حدیث ہے لہٰذا اس حدیث کو پیش کرنا ہی ہٹ دھرمی اور مردود ہے۔

محدث العصر عباس رضوی صاحب پر الزام کا جواب

اعتراض۔ زبیر علیزئی غیر مقلد نے اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۴۹ پر ناظر امام محقق دوران مفتی محمد عباس رضوی کے بارے میں لکھا ہے کہ رضوی صاحب کا یہ کہنا کہ "سماک بن حرب مدلس ہے" بالکل جھوٹ ہے کسی محدث نے سماک کو مدلس نہیں کہا۔

جواب۔ عرض یہ ہے کہ جب اس سال مفتی عباس رضوی صاحب اپنے ذاتی کام سے دبئی سے پاکستان آئے تو دوران ملاقات میں نے یہ اعتراض سامنے رکھا کہ آپ نے سماک بن حرب کو اپنی کتاب مناظرے ہی مناظرے ص ۳۳۵ پر مدلس لکھا ہے، تو محدث العصر مفتی عباس صاحب نے کہا کہ یہ بات کتاب میں غلط لکھ دی گئی ہے۔ اور کہا کہ میں نے متعدد بار ناشر کو آگاہ کیا کہ مذکورہ حوالہ کتاب سے نکال دیا جائے۔ کیونکہ یہ کتاب انہوں نے خود ترتیب نہیں دی اس لیئے یہ غلطی ہوئی ہے۔ لہٰذا مفتی عباس رضوی صاحب اس غلطی کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مزید یہ کہ خود علامہ عباس رضوی صاحب کے شاگرد علامہ قاری ارشد مسعود صاحب اپنی کتاب براھین رضویہ حاشیہ ص ۵۲ میں لکھتے ہیں۔

"راقم الحروف کی غلطی سے سماک بن حرب کے بارے میں لکھا گیا تھا کہ وہ مدلس ہے"

خود علامہ عباس رضوی صاحب کے شاگرد کے اس وضاحت کے بعد اُن پر جھوٹ کا الزام غیر مقلد زبیر علی زئی کا دجل اور فریب ہے۔

کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد کی موشگافیاں

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے حدیث بلب الطائی رضی اللہ عنہ کی تحقیق انوار البدر ص ۲۲۱ تا ص ۳۰۵ تک پیش فرمائی ہے۔

اس حدیث کی تصحیح کے سلسلے میں غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے یہ شکوہ فرمایا ہے کہ علامہ ہاشم ٹھٹھوی نے معیار النقاد میں اولاً اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور پھر جب علماء اہل حدیث نے ایک نکتے کی وضاحت کر دی تو ہاشم نے اس کی سند پر ہی بحث شروع کر دی۔ اس کے بعد نہایت درد دل کے ساتھ فرمایا ہے :

"فالی اللہ المشتکی"۔ (انوار البدر ص ۲۲۳ حاشیہ)

جواب:

عرض یہ ہے کہ معیار النقاد علامہ ہاشم ٹھٹھوی اور علامہ حیات سندھی کے مابین اس مسئلے پر گفتگو کا آخری رسالہ ہے اور اس کے بعد علامہ حیات سندھی نے انہیں کوئی جوابی رسالہ نہیں بھیجا تھا۔ اب ہماری سمجھ میں یہ نہیں آ پا رہی کہ وہ کون سے علماء اہل حدیث تھے جنہوں نے ہاشم ٹھٹھوی کو اس نقطے سے آگاہی دلائی اور ان کے جواب میں ہاشم نے سند پر بحث شروع کر دی؟ ایسے کسی عالم کا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کوئی رسالہ یا کوئی خط ہمیں نہیں ملا نہ ہی ایسی کسی بحث یا مناظرے کا ثبوت ملا۔ امید ہے کہ غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب اس طرف رہنمائی فرما کر ایسا کوئی رسالہ جلد از جلد عنایت فرمائیں گے۔

غیر مقلد سنابلی صاحب سماک بن حرب پر محدثین کرام کی جروحات کا جواب دیتے ہوئے جو علمی موشگافیاں کیں، اس کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا:

"ولم یرفعه غیر سماك، وسماك سیء الحفظ۔

ترجمہ: امام دارقطنی کہتے ہیں سماک کے علاوہ کسی نے اسے مرفوع روایت نہیں کیا اور سماک سیئ الحفظ (کمزور حافظہ والے) ہے۔ (علل الدارقطنی ج ۱۳ ص ۱۸۴)

اعتراض: سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ

"امام دارقطنی کی اس جرح کا پس منظر سماک کا ثقہ راویوں سے مخالفت ہے اور امام دارقطنی نے موقوف روایت کو راجح قرار دیا اور مرفوع روایت کو مجروح قرار دیا اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرے کہ سوء حفظ کہنے کی وجہ صرف دیگر ثقہ رواۃ کی مخالفت کی وجہ سے ہے۔" (انوار البدر ص ۲۸۷)

جواب: ایسا کہنا نری دھوکہ دہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ امام دارقطنی کے الفاظ کو جب دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ امام دارقطنی کی جرح میں دو قول مختلف ہے۔

1۔ امام دارقطنی نے فرمایا کہ سماک بن حرب کے علاوہ کوئی اسے مرفوع روایت نہیں کرتا۔

2۔ اور سماک سیء الحفظ ہے۔

"و" کا لفظ یہ وضاحت کرتا ہے کہ یہ دو مختلف قول ہے۔

ہمارے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سماک بن حرب پر امام دارقطنی کا مفصل قول ہے کہ وہ سماک کو سیء الحفظ کہتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہم یہ بھی بتادیں کہ امام دارقطنی نے خود سماک کی خطا بتلائی ہے جسکا ہم نے پہلے بھی ذکر کیا اور انہوں نے ایک حدیث کے تحت یہ بھی لکھا ہے کہ سماک اس حدیث میں اضطراب کا شکار ہوئے ہے اور اس حدیث کو سماک نے ابن ام بانی سے روایت کیا نہ کہ عکرمہ سے۔

دیکھیے۔ "والاضطراب فیہ من سماك بن حرب"

(العلل الدارقطنی ج ۱ ص ۳۶۶)

اسی طرح امام دارقطنی اپنی دوسری کتاب الالزامات میں کہتے ہیں۔

وکان سماك یضطرب فیہ واللہ اعلم بالصواب۔

(الالزامات والتتبع للدارقطنی ج ۱ ص ۲۳۲)

امام دارقطنی نے سماک کے اضطراب کی بات جو کہی ہے وہ عکرمہ کے علاوہ کی حدیث میں کہی ہے اوپر نقل کردہ قول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سماک امام دارقطنی کے نزدیک مضطرب بھی تھے۔

اب اگر کوئی کہے کہ امام دارقطنی کا سماک کو سیئ الحفظ کہنا آخری عمر میں مختلط ہونا ہے۔ (انوار البدر ص ۲۸۷)

تو اس کی کیا حقیقت ہے خود دارقطنی رحمہ اللہ کے قول سے دیکھتے ہیں۔

امام دارقطنی نے سیئ الحفظ کی جرح کس پس منظر میں کی ہے اور مختلط ہونے کے بعد کی روایت میں کی ہے یا مختلط ہونے سے پہلے بیان کرنے والی روایت میں کی ہے؟؟

چلیے ہم اسے دیکھ لیتے ہیں۔

وسئل عن حدیث سعید بن جبیر، عن ابن عمر: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا اشتریت ذهبا بفضة فلا تفارق صاحبك وبینك وبینه لبس. فقال: اختلف في رفعه على سعید بن جبیر؛ فرواه سماك بن حرب، عن سعید بن جبیر، مرفوعا۔

حدث به عنه أبو خالد الدالاني، وأبو الأحوص، وإسرائيل، والثوري، وعمر بن رزين، وحماد بن سلمة، ومحمد بن جابر.

وقال عمر بن عبيد: حدثنا سماك، أو عطاء بن السائب، والصواب سماك. وخالفه داود بن أبي هند، فرواه عن سعيد بن جبير، عن ابن عمر، موقوفا. وكذلك رواه سعيد بن المسيب، ونافع، عن ابن عمر، موقوفا. ولم يرفعه غير سماك، وسماك سيء الحفظ. (علل الدارقطنی رقم ۳۰۷۲ ج ۱۳ ص ۱۸۴)

اب یہاں دیکھیے سماک بن حرب سے کس کس نے یہ روایت بیان کی ہے۔

حدث به عنه أبو خالد الدالاني، وأبو الأحوص، وإسرائيل، والثوري، وعمر بن رزين، وحماد بن سلمة، ومحمد بن جابر.

سماک سے اس حدیث کو بیان کرنے والے ابو خالد الدالانی ابو الاحوص، اسرائیل اور سفیان الثوری عمر بن زرین اور حماد بن سلمہ اور محمد بن جابر۔

اب دیکھیں ان میں سے کس کس کا سماع سماک بن حرب کے اختلاط سے پہلے کا ہے۔

سماك بن حرب إذا حدث عنه شعبه والثوري وأبو الاحوص فاحاديثهم عنه سليمة، وما كان عن شريك ابن عبد الله وحفص بن جميع ونظرائهم، ففي بعضها نكارة۔ (سوالات السلمی للدارقطنی ص ۱۸۹)

سماک بن حرب سے جب شعبہ، سفیان ثوری اور ابو الاحوص روایت کریں تو سماک سے ان کی احادیث سالم ہیں اور رہا یت اللہ خود "سلیم" کا ترجمہ "صحیح" کا کرتے ہیں۔ اور سماک سے جو روایات شریک بن عبد اللہ اور حفص بن جمیع ان جیسے لوگ روایت کریں تو ان میں سے بعض میں نکارت ہے۔ (انوار البدر ص ۲۸۷)

دیکھیے ثابت ہو گیا جس حدیث کے تحت امام دارقطنی نے سماک کو سیئ الحفظ کہا اس کو سفیان الثوری نے سماک سے روایت کیا اور سفیان ثوری کا سماک سے سماع سالم ہے۔

اسی طرح امام شعبہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی سماک کی خطا بتلائی ہے کہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سماک کے علاوہ کوئی بھی اسے مرفوع بیان نہیں کرتے۔(الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۱۵۸)
لہذا اس طرح سے کہنا درست نہیں کہ امام دارقطنی کا سماک بن حرب کو سیئ الحفظ کہنا اخیر میں مختلط ہونا ہے۔(انوار البدر ص ۲۸۷)

اب اگر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کہے کہ امام دارقطنی نے خود سماک کی حدیث کو صحیح کہا تو ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں۔۔(انوار البدر ص ۲۸۸)

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ النَّيْسَابُورِيُّ ،وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَطْحَاءَ ، وَآخَرُونَ قَالُوا :نا حَمَّادُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَنْبَسَةَ ،ثنا أَبُو دَاوُدَ ،ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ مُعَاذٍ الضَّبِّيُّ ،عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ ،عَنْ عِكْرِمَةَ ،قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ :دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ» :عِنْدَكِ شَيْءٌ؟« ،قُلْتُ :لَا ،قَالَ» :إِذًا أَصُومُ« ،وَدَخَلَ عَلَيَّ يَوْمًا آخَرَ ، فَقَالَ» :أَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟« ،قُلْتُ :نَعَمْ ،قَالَ» :إِذًا أُفْطِرُ وَإِنْ كُنْتُ قَدْ فَرَضْتُ الصَّوْمَ.«هَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

(سنن الدارقطنی ج 3 ص 136 رقم 2233)

یہ روایت سماک بن حرب عن عکرمہ سے ہے۔

خیر امام دارقطنی کا یہاں پر حدیث کو اسناد حسن صحیح کہنے کو ہم تعدد طرق پر احتمال کرتے ہیں اور یہ ضمنی توثیق ہے اور شیخ ارشاد الحق اثری ضمنی توثیق کے بارے میں کہتے ہیں کہ ضمنی توثیق کا حتمی طور پر اعتبار نہیں کیا جائیگا جس کو انہوں نے مثالوں سے بتلایا ہے ہم وہ تمام مثالیں یہاں پیش کر دیتے ہیں۔

1۔امام دارقطنی رحمہ اللہ نے روایت ذکر کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہر اعضاء کو وضو میں تین تین مرتبہ دھویا حتی کہ سر کا مسح بھی تین مرتبہ کیا۔
امام دارقطنی کہتے ہیں کہ یہ روایت درست نہیں ہے کیونکہ اس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ خالد بن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

فقہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ

"مسح برأسه ثلاثه" بیان کرتے ہیں جبکہ" خالفه جماعت من الحفاظ الثقات منهم زائده بن قدامه و سفيان الثوري و شعبه و ابو عوانه و شريك و ابو الأشهب جعفر بن الحارث ..... و حجاج بن ارطاة و ابان بن تغلب"۔ (سنن الدارقطنی باب صفة وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

تو اس سے یہ مفہوم نکلے گا کہ حجاج بن ارطاۃ کو بھی ثقہ حفاظ میں شمار کیا ہے لیکن یہ درحقیقت توثیق ضمنی ہے۔ شیخ ارشاد الحق اثری کہتے ہیں کیا حجاج بن ارطاۃ اور ابو الأشہب جعفر بن الحارث کو ثقہ سمجھا جائیگا؟؟ جبکہ حجاج بن ارطاۃ کو امام دارقطنی نے" ضعيف لا يحتج به" اور جعفر بن مارث کو" يعتبر به" کہا۔

کفایت اللہ سنابلی کہتے ہیں اب کہاں ثقہ اور کہاں یعتبر بہ اور کہتے ہیں۔

2۔ اسی طرح سے نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ اس کے تحت امام دارقطنی فرماتے ہیں۔

"فهولاء خمسة ثقات رواه عن قتادة عن أبي عاليه مرسلا"

پانچ ثقہ راوی اس کو مرسلا روایت کرتے ہیں جن میں معمر، ابو عوانہ، سعید ابن ابی عروبہ، سعید بن بشیر ہیں اور دیکھا جائے تو امام دارقطنی نے خود سعید بن بشیر کو لیس بالقوی فی الحدیث کہا اس لیے اکٹھا کہنے کی وجہ سے ضمناً ثقہ کہے دیا۔ ارشاد الحق اثری کہتے ہیں لہذا اس قسم کی توثیق ضمنی ہر ہر راوی کی توثیق کو متضمن نہیں ہوتی۔

3۔ اسی طرح ارشاد الحق اثری ایک اور مثال دیتے ہیں امام محمد بن حسن الشیبانی سے کہ امام دارقطنی رفع الیدین کی حدیث نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

"حدث به عشرون نفرا من الثقات الحفاظ"

یعنی بیس کے قریب ثقہ راوی اس روایت کو بیان کرتے ہیں جن میں یحیی بن سعید القطان محمد بن حسن اور عبداللہ بن المبارک وغیرہ روایت کرتے ہیں آگے ارشاد الحق اثری کہتے ہیں اب

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ان یا میزان اٹھا کر دیکھ لیں محمد بن حسن کا ترجمہ میں امام دارقطنی کی جرح کیا ہے۔
شیخ کہتے ہیں کیا امام دارقطنی کی ضمنی توثیق کے پیش نظر ان کو ثقہ حفاظ میں شمار کر لیا جائے؟؟
آگے شیخ ارشاد الحق اثری کہتے ہیں کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس قسم کی ضمنی توثیق کو حتمی طور پر تعدیل پر وقف نہیں کر سکتے دیکھنا چاہیے کہ اس پر انکا مفصل اور بنیادی قول کیا ہے۔
سماک بن حرب پر امام دارقطنی کا مفصل قول ہے کہ" سماک سیئ الحفظ " ہے۔
(علل الدارقطنی ج 13 ص 174)

اور اسی طرح امام دارقطنی اپنی دوسری کتاب الالزامات میں کہتے ہیں

وکان سماك یضطرب فیه واللہ اعلم بالصواب

(ال إلزامات والتتبع للدارقطنی ج ۱ ص ۲۳۲)

امام احمد رحمہ اللہ (المتوفی 241:)

سماک کو مضطرب الحدیث کہا۔(الجرح والتعدیل ج 4 ص 279 واسنادہ صحیح)
یعنی وہ حدیث بیان کرنے میں اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں۔
کوئی کہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کی اس جرح کا تعلق ان کے شاگرد امام اثرم نے امام احمد کی جرح ان الفاظ میں نقل کی۔۔(انوار البدر ص ۲۸۳)

حدیث سماک مضطرب عن عکرمہ۔(النفح الشذی ص 326)

جواب: یہ قول جہاں سے لیا گیا ہے وہاں امام احمد کا نام ہی موجود نہیں۔اگر ہو سکے تو امام احمد کے نام کے ساتھ یہ قول پیش کرے۔
دوسری بات اگر یہ امام اثرم کا قول ہو بھی تو ان کی اصل کتاب میں تو ہمیں یہ قول نہیں ملا۔
غیر مقلد حبانی صاحب لکھتے ہیں کہ دیگر محدثین نے بھی اضطراب والی جرح خاص کر عکرمہ کی سند سے کی ہے۔انوار البدر ص ۲۸۴
چلیے ان محدثین کے اقوال کا جائزہ لیتے ہیں۔

وقال یعقوب بن شیبة قلت لابن المدیني روایة سماك عن عکرمة

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

فقال مضطربة۔ (تہذیب التہذیب ج 4 ص 233)

ترجمہ :یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں میں نے ابن المدینی سے کہا سماک کی عکرمہ سے روایت تو ابن المدینی نے کہا مضطرب ہے۔

جواب:۔ بے شک سماک کی عکرمہ سے روایت مضطرب ہے اس پر تو ہم متفق ہے اب یہاں یعقوب بن شیبہ کے سوال پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ سوال میں تخصیص کی تھی کہ سماک کی عکرمہ سے روایت تو ابن المدینی نے وہی جواب دیا کہ مضطرب ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ صرف عکرمہ سے ہی سماک کی روایت مضطرب ہے یہ ٹھیک نہیں۔

وروایتہ عن عکرمة خاصة مضطربة۔ (تہذیب الکمال ج ۱۲ ص ۱۲۰)

ترجمہ: یعقوب بن شیبہ نے خاص طور پر سماک کی عکرمہ سے روایت کو مضطرب بتلایا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا :

صدوق وروایتہ عن عکرمہ خاصة مضطربة۔

(تقریب التہذیب رقم 2624)

آپ صدوق ہیں اور خاص عکرمہ سے روایت مضطرب ہے۔

اب ان اقوال کے تحت کوئی کہے کہ صرف عکرمہ کی روایت میں مضطرب ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ محدثین کے اقوال سے معلوم ہوتا سماک عکرمہ کے علاوہ کی حدیث میں بھی اضطراب کا شکار ہوئے ہیں۔

امام نسائی نے اور امام ذہبی وغیرہ نے سماک سے عکرمہ کے علاوہ کی حدیث میں بھی اضطراب بتلایا ہے۔

امام نسائی:

امام نسائی سنن الکبری میں روایت کرتے ہیں۔

أخبرنا محمد بن عبد الأعلى قال :حدثنا خالد قال :حدثنا حاتم، عن سماك، عن أبي صالح قال لما افتتح رسول الله مكة فكان أول

بيت دخله بيت أم هانئ فدعا بماء فشرب، وكانت أم هانئ عن يمينه فدفع فضله إلى أم هانئ فشربته أم هانئ ثم قالت :يا رسول الله، والله لقد فعلت فعلة، والله ما أدري أصبت أم لا، إني شربت فضل رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال» :أقضاء من رمضان أو تطوع؟« قلت :يا رسول الله، بل تطوع، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم» :إن المتطوع بالخيار إن شاء صام وإن شاء أفطر.

(سنن الکبری ج ۳ ص ۲۶۸)

دیکھیے یہ حدیث سماک عکرمہ کے علاوہ سے روایت کر رہے ہیں

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام نسائی ابوعبدالرحمن کا قول نقل کرتے ہیں کہ

هذا الحديث مضطرب۔

یہ حدیث مضطرب ہے۔

نوٹ: ابوعبدالرحمن (احمد بن بکار بن ابی میمونہ)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: صدوق كان له حفظ

ترجمہ :صدوق حفظ حدیث کے ساتھ متصف راوی ہے۔

امام نسائی کہتے ہیں۔ لا باس به۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام ذہبی:

امام ذہبی میزان الاعتدال میں ایک راویہ کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں

(10984)- قرصافة [س].

تفرد عنها سماك بن حرب. قال النسائي هذا غير ثابت. وقرصافة لا يدرى من هي. والحديث عن سماك مضطرب۔

ترجمہ :سماک بن حرب اس کو روایت کرنے میں منفرد ہے امام نسائی کہتے ہیں یہ ثابت نہیں اور قرصافہ کے بارے میں معلوم نہیں چل سکا کہ یہ کون ہے اور سماک سے اس

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حدیث کا منقول ہونا بھی مضطرب ہے۔

یعنی امام ذہبی بھی امام نسائی اور ابو عبد الرحمن کی تائید کر رہے ہیں

اس سے معلوم ہوا سماک کو محدثین نے غیر عکرمہ کی روایت میں بھی مضطرب کہا ہے۔

امام دار قطنی:

امام دار قطنی نے بھی سماک بن حرب میں عکرمہ سے علاوہ کی روایات میں اضطراب بتلایا ہے۔

والاضطراب فيه من سماك بن حرب۔ (العلل دار قطنی ج ۱۰ ص ۲۶۶)

اس میں اضطراب سماک بن حرب سے ہے۔

اسی طرح امام دار قطنی اپنی دوسری کتاب الالزامات میں کہتے ہیں

وكان سماك يضطرب فيه والله اعلم بالصواب۔

(الالزامات والتتبع للدار قطنی ج ۱ ص ۲۳۲)

ابن ابی حاتم اپنے والد سے امام احمد کا قول نقل کرتے ہیں

قلت له قال أحمد بن حنبل سماك اصلح حديثا من عبدالملك بن عمير۔

امام احمد کہتے ہیں سماک بن حرب یہ عبد الملک بن عمیر سے بہتر حدیث والے ہیں۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۴\۲۷۹، واسنادہ صحیح)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ امام احمد کے نزدیک دونوں کا کیا مقام ہے۔

عبد الملک بن عمیر کو امام احمد کہتے ہیں۔

وقال علي بن الحسن الهسنجاني :سمعت أحمد بن حنبل يقول : عبدالملك بن عمير، مضطرب الحديث جدا۔

(موسوعۃ اقوال الامام احمد بن حنبل فی رجال الحدیث ج ۲ ص ۳۸۹)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں عبد الملک بن عمیر یہ بہت زیادہ اضطراب کا شکار

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہو جاتے ہیں۔

اور سماک بن حرب کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں یہ حدیث میں اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۴\۲۷۹)

ان دونوں اقوال سے معلوم ہوا امام احمد کے نزدیک عبدالملک بن عمیر یہ سماک سے بہت زیادہ مضطرب راوی ہے اور سماک ان سے بہتر ہے لیکن وہ بھی مضطرب ہے لیکن عبدالملک جیسے نہیں ہاں ہیں دونوں بھی مضطرب الحدیث۔

امام ابوبکر الجصاص:

امام ابوبکر الجصاص ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں

وَهٰذَا حَدِيثٌ مُضْطَرِبُ السَّنَدِ وَالْمَتْنِ جَمِيعًا، فَأَمَّا اضْطِرَابُ سَنَدِهِ فَإِنَّ سِمَاكَ بْنَ حَرْبٍ يَرْوِيهِ مَرَّةً عَمَّنْ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ، وَمَرَّةً يَقُولُ هَارُونُ ابْنُ أُمِّ هَانِئٍ أَوِ ابْنُ ابْنَةِ أُمِّ هَانِئٍ، وَمَرَّةً يَرْوِيهِ عَنِ ابْنَيْ أُمِّ هَانِئٍ، وَمَرَّةً عَنِ ابْنِ أُمِّ هَانِئٍ قَالَ :أَخْبَرَنِي أَهْلُنَا. وَمِثْلُ هٰذَا الِاضْطِرَابِ فِي الْإِسْنَادِ يَدُلُّ عَلَى قِلَّةِ ضَبْطِ رُوَاتِهِ۔

(الاحکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۲۹۶)

امام ابوبکر الجصاص کہتے ہیں یہ حدیث مضطرب ہے سند اور متن دونوں کے اعتبار سے اور دیکھا جائے تو یہ بھی حدیث سماک کی شیر عکرمہ سے مروی ہے۔

ابن رجب حنبلی:

ابن رجب حنبلی رح شرح علل الترمذی میں ایک باب قائم کرتے ہیں اور اس کا عنوان دیتے ہیں

"وممن يضطرب في حديثه"

اس عنوان کے تحت ابن رجب سب سے پہلے سماک اور عاصم بن بہدلہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وقد ذكر الترمذي أن هؤلاء وأمثالهم ممن تكلم فيه من قبل حفظه، وكثرة خطئه لا يحتج بحديث أحدمنهم إذا انفرد. يعني في الأحكام الشرعية والأمور العلمية، وأن أشد ما يكون ذلك إذا اضطرب أحدهم في الإسناد۔

ترجمہ :ابن رجب فرماتے ہیں امام ترمذی نے ذکر کیا ہیکہ یہ اور ان ہی کی طرح وہ جو حافظہ کی وجہ سے اور کثرت خطائی وجہ سے متکلم فیہ ہیں ان میں سے کسی کی بھی حدیث سے احکام شرعیہ اور امور علمیہ میں دلیل نہیں لی جائیگی جب کہ وہ منفرد ہوں اور بات اس وقت اور بھی سخت ہو جائیگی جب ان میں سے کوئی سند میں مضطرب ہو۔(شرح علل الترمذی ج 1 ص 141)

یعنی خود ابن رجب کہتے ہیں کہ سماک ان راویوں میں ہیں جن سے احکام شرعیہ اور امور علمیہ میں دلیل نہیں کی جائیگی جب وہ روایت کرنے میں منفرد ہو۔

اسی طرح شرح علل الترمذی کے محقق کتاب میں ایک جگہ حاشیہ میں کہتے ہیں سماک مضطرب ہے اور خاص عکرمہ کی روایت میں (شرح علل الترمزی ج 1 ص 423)

یعنی کے محقق نے صاف لفظوں میں کہا سماک مضطرب تو ہے اور خاص عکرمہ کی روایت میں بھی ہے

یعقوب بن شیبہ:

قال يعقوب :وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة، وهو في غير عكرمة صالح، وليس من المثبتين

ترجمہ :امام یعقوب کہتے ہیں سماک کی خاص عکرمہ سے روایت مضطرب ہے اور غیر عکرمہ میں درست ہے پر مضبوط نہیں۔(تہذیب الکمال ج 1 ص 120)

امام یعقوب کے قول سے معلوم ہوتا ہے سماک عکرمہ سے روایت کرنے میں مضطرب تو ہے ہی اور غیر عکرمہ میں درست ہے لیکن پھر بھی مضبوط نہیں یعنی ان سے حجت پکڑنے کے قابل

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نہیں۔

ان تمام محدثین سے معلوم ہوا سماک مضطرب تو ہے ہی اور جب عکرمہ سے روایت کرے تو تب بھی مضطرب ہے اور امام احمد کا قول سماک مضطرب ہے اس کو دوسرے محدثین کے اقوال سے صرف عکرمہ کے ساتھ خاص کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

امام نسائی رحمہ اللہ:

امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا:

سماك ليس بالقوى و كان يقبل التلقين

سماک قوی نہیں ہے اور یہ تلقین کو قبول کرتے تھے۔ (سنن النسائی 3/231)

اعتراض:

غیر مقلد سنابلی لکھتے ہیں کہ سماک صرف عکرمہ کی روایت مین تلقین قبول کرتے تھے۔

(انوار البدر ص ۲۷۸)

جواب: تو پہلے انہیں امام نسائی کا قول غور سے پڑھ لینا چاہیے کہ کیا امام نسائی نے یہاں کوئی قید لگائی ہے کہ سماک صرف عکرمہ کی روایت میں تلقین قبول کرتے تھے۔ نہیں! اور امام نسائی خود جرح و التعدیل کے فن کے ماہر ہیں اور ان کے اقوال کو محدثین نے جا بجا قبول کیا ہے۔

امام نسائی نے سنن الکبری میں خود سماک کی غیر عکرمہ کی روایت پر کلام کیا ہے اور غیر عکرمہ کی روایت میں تلقین قبول کرنے والی بات کہی ہے۔

وسماك بن حرب ليس ممن يعتمد عليه إذا انفرد بالحديث لأنه كان يقبل التلقين، (سنن الکبری للنسائی ج ۲ ص ۳۶۷)

امام نسائی کہتے ہیں سماک بن حرب پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا جب وہ حدیث بیان کرنے میں منفرد ہو کیونکہ وہ تلقین قبول کرتے تھے۔

اور اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سماك ليس بالقوي و كان يقبل التلقين۔ (سنن الکبری للنسائی ج ۱ ص ۱۰۰)
سماک قوی نہیں ہے اور وہ تلقین قبول کرتے تھے۔

اعتراض:
غیر مقلد مناظر صاحب فرماتے ہیں:
عرض یہ ہے کہ امام نسائی متشددین میں سے ہیں، جیسا کہ امام ذہبی اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے۔ لہٰذا موثقین کے مقابلے میں ان کی تضعیف مرجوح ہے۔ بحوالہ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۲۷ اور مقدمہ فتح الباری ص ۳۸۷۔ (انوار البدر ص ۲۷۸)

جواب: عرض یہ ہے کہ امام نسائی نے جو فرمایا وہ جب منفرد ہو تو ان سے حجت نہیں لی جائیگی اس کی تائید امام ترمذی اور ابن رجب حنبلی رحمہم اللہ نے بھی کی ہے جس کو ہم نے امام احمد رضا خان کی جرح کے جائزہ میں دیکھا۔

چنانچہ ابن رجب حنبلی رح شرح علل الترمذی میں ایک باب قائم کرتے ہیں اور اس کا عنوان دیتے ہیں۔

"وممن يضطرب في حديثه"

اس عنوان کے تحت ابن رجب سب سے پہلے سماک اور عاصم بن بہدلہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وقد ذكر الترمذي أن هؤلاء وأمثالهم ممن تكلم فيه من قبل حفظه، وكثرة خطئه لا يحتج بحديث أحد منهم إذا انفرد. يعني في الأحكام الشرعية والأمور العلمية، وأن أشد ما يكون ذلك إذا اضطرب أحدهم في الإسناد۔

ترجمہ: ابن رجب فرماتے ہیں امام ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ یہ اور ان ہی کی طرح وہ جن پر حافظہ کی وجہ سے اور کثرت خطا کی وجہ سے متکلم فیہ ہیں ان میں سے کسی کی بھی حدیث سے احکام شرعیہ اور امور علمیہ میں دلیل نہیں لی جائیگی جب کہ وہ منفرد ہوں

اور بات اس وقت اور بھی سخت ہو جائیگی جب ان میں سے کوئی سند میں منفرد ہو۔ (شرح علل الترمذی ج ۱ ص ۱۴۱)

یعنی خود ابن رجب کہتے ہیں کہ سماک ان راویوں میں ہیں جن سے احکام شرعیہ اور امور علمیہ میں دلیل نہیں لی جائیگی جب وہ روایت کرنے میں منفرد ہو۔

ابن جریر الطبری بھی ایک جگہ محدثین کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہتے ہیں

وَهَذَا خبر - عندنَا - صَحِيح سَنَده، وَقد يجب أَن يكون على مَذْهَب الآخرين سقيما، غير صَحِيح، لعلل :-

إِحْدَاهَا :أَنه خبر لَا يعرف لَهُ عَن طَلْحَة، عَن رَسُول الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مخرج إِلَّا من هَذَا الْوَجْه. وَالْخَبَر انْفَرد بِهِ - عِنْدهم - منْفَرد، وَجب التثبت فِيهِ {وَالثَّانِيَة :أَنه عَن سماك، عَن مُوسَى، وَمن رِوَايَة إِسْرَائِيل عَنهُ} وسماك - عِنْدهم - وَإِسْرَائِيل :ممن لَا يثبت بنقلهما فِي الدّين حجَّة!۔

(تہذیب الآثار الجزء المفقود حدیث نمبر ۶۲۲)

یہ خبر ہمارے نزدیک صحیح ہے لیکن دوسروں کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے اور کچھ علل فرمائے ہیں اور کہا سماک نے موسیٰ کی سند سے روایت کیا ہے اور سماک و اسرائیل ان کے نزدیک ایسے ہیں کہ ان دونوں کی نقل کردہ روایت دین میں کوئی حجت نہیں ہے۔

ساتھ ہی ابن جریر نے یہ بھی کہا سماک منفرد ہے اور سماک کے منفرد ہونے سے حجت نہیں قائم کی جاسکتی۔

غیر مقلد سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ ابن جریر نے خود اس خبر کو صحیح کہا ہے۔

(انوار البدر ص ۲۹۸)

تو ابن جریر کو شیخ البانی نے تصحیح میں متساہل کہا ہے وہ بھی ابن حبان کی طرح دیکھیے۔

أقول :لم أره في القسم المطبوع من كتاب ابن جرير "تهذيب

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الآثار"، وقد تبين لي من مطالعتي إياه :أنه متساهل في التصحيح نحو تساهل ابن حبان۔(سلسلۃ احادیث الضعیفہ ج ۱۳ ص ۳۳۹)

اسی طرح ابن حبان رحمہ اللہ نے سماک کو یخطيء کثیرا کہا ہے یہ بھی ان کے نزدیک ایسا ہے کہ وہ اگر منفرد ہو تو اس سے حجت نہیں لی جائیگی اس پر تفصیلی بحث ابن حبان کی جرح کے تعلق سے کی جائیگی ان شاء اللہ

امام نووی بھی ایک روایت کے تحت لکھتے ہیں۔

وفی رواته سماك، وإذا تفرد بأصل لم يكن حجة اللغة.

(مجموع شرح المھذب ج ۲۰ ص ۱٤٤)

سماک جب کسی روایت میں تفرد کرے تو ان سے حجت نہیں قائم کی جا سکتی۔

معلوم ہوا امام نسائی کی تفرد کی جرح میں وہ اکیلے نہیں ہیں ان کے ساتھ دوسرے محدثین بھی ہیں۔لہذا جب سماک بن حرب کسی حدیث کو بیان کرنے میں منفرد ہو تو ان سے حجت نہیں قائم کی جائیگی۔

امام ابن حبان:

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی 354:) نے کہا:

يخطيء كثيرا۔یہ بہت زیادہ غلطیاں کرتے ہیں۔

(الثقات لابن حبان ج 4 ص 339)

اعتراض: غیر مقلد سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ" اگر یہ ثقہ ہے تو ان پر جرح کیوں کی۔"

(انوار البدر ص ۲۷۸)

جواب: عرض یہ ہے کہ سماک منفرد نہیں جن پر ابن حبان نے ثقات میں ذکر کرنے کے ساتھ یخطی کثیرا کی جرح کی ہے۔

بہت سی روایات ہیں جنہیں الثقات میں ذکر کرنے کے ساتھ" یخطیء کثیرا" کی جرح کی ہے کچھ مثالیں پیش خدمت ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۱- سدوس بن حبیب (الثقات ج ٤ ص ٣٤٩)

۲- شبیب بن بشر (الثقات ج ٤ ص ٣٥٩)

۳- مختار بن فلفل (الثقات ج ٥ ص ٤٢٩)

٤- یزید بن درہم (الثقات ج ٥ ص ٥٣٨)

٥- ربیعۃ بن سیف (الثقات ج ٦ ص ٣٠١)

اعتراض:

غیر مقلد نابلسی صاحب کہتے ہیں کہ

ان کی توثیق اصطلاحی مراد نہیں ہوتی بلکہ محض دیانت داری مراد ہوتی ہے یعنی کہ ابن حبان نے انہیں دیانت داری کے لحاظ سے ثقہ بتلایا ہے اور ضبط کے لحاظ سے جرح کی ہے۔ (انوار البدر ص ٢٨٦)

جواب: عرض یہ ہے کہ ہم نے محدثین کے اقوال سے بتلایا ہے کہ سماک ضبط اور حفظ کے اعتبار سے کمزور ہے اور غلطیاں کرتے تھے اور یہ جرح کرنے میں ابن حبان منفرد نہیں ہے جیسا کہ امام دارقطنی نے بھی سماک پر سیئ الحفظ کی جرح کی ہے (علل الدارقطنی ج ١٣ ص ١٨٤) اور ابن عمار الموصلی نے بھی محدثین کی طرف اشارہ کیا ہے وہ سماک کے بارے میں کہتے تھے کہ وہ غلطی کرتے تھے (تاریخ بغداد ج ٩ ص ٢١٤ واسنادہ صحیح) اور ابن خراش نے بھی ان کی حدیثوں میں کمزوری بتلائی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بھی کہا کہ سماک حدیث میں اضطراب کا شکار ہو جاتے تھے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ٤ ص ٢٧٩)

نوٹ: یہاں امام احمد نے کوئی قید نہیں لگائی کہ کسی خاص سے روایت کرنے میں ہی اضطراب کا شکار ہوتے تھے بلکہ انہوں نے تو عموماً کہا۔

لہذا ابن حبان جرح کرنے میں منفرد نہیں ہے اسلیے ان کی جرح معتبر ہوگی۔

ابن حبان کی ایک راوی پر اسطرح کی جرح کے تعلق سے شیخ البانی بھی کہتے ہیں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

انه كان يخطىء حتى خرج عن حد الاحتجاج به إذا انفرد۔

(سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ج ۲ ص ۳۰۱)

ترجمہ: شیخ البانی کہتے ہیں کہ وہ غلطی کرتا تھا حتی کہ وہ احتجاج پکڑے جانے کے حد سے باہر نکل گیا۔

شیخ البانی جس راوی کے تعلق سے یہ کہہ رہے ہیں اس پر تو صرف ابن حبان نے صرف غلطی کرنے کی جرح کی ہے جبکہ سماک پر تو کثیر غلطیاں کرنے کی جرح کی ہے تو سماک جس روایت کو بیان کرنے میں منفرد ہو تو کیسے ان سے حجت قائم کی جائیگی۔

اعتراض:

غیر مقلد مناہلی صاحب لکھتے ہیں کہ خود ابن حبان نے اپنی جرح کا اعتبار نہیں کیا اور سماک بن حرب کو ثقہ مان کر کئی احادیث کو اپنی کتاب ابن حبان میں درج کیا ہے۔ (انوار البدر ص ۲۸۶)

جواب: عرض یہ ہے کہ اس طرح سے کہنا درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ حافظ ابن حجر النکت لگاتے ہیں۔

احتجاج ابن خزيمة وابن حبان بأحاديث أهل الطبقة الثانية؛ الذين يخرج مسلم أحاديثهم في المتابعات :كابن إسحاق، وأسامة بن زيد الليثي، ومحمد بن عجلان، ومحمد بن عمرو بن علقمة، وغير هؤلاء.

ترجمہ: ابن خزیمۃ اور ابن حبان رحمہم اللہ نے طبقہ ثانیہ کے راویوں سے احتجاج کیا ہے اور امام مسلم نے ان لوگوں سے احادیث متابعات میں لی ہے جن میں ابن اسحٰق، اسامہ بن زید اللیثی اور محمد بن عجلان اور محمد بن عمرو بن علقمہ اور ان کے علاوہ سے۔

معلوم ہوا محدثین ایسے راویوں کے روایت متابعات میں لیتے تھے اور اگر ان میں سے کسی میں ضعف موجود نہ ہو اس سے احتجاج نہیں کرتے تھے۔

لہٰذا ابن حبان کے نزدیک بھی سماک بن حرب کا درجہ یہ ہے کہ جب وہ منفرد ہو تو ان سے

حجت قائم نہیں کی جا سکتی۔

امام شعبہ:

خود امام شعبہ بھی سماک بن حرب کو ضعیف کہتے تھے جیسا کہ ابن معین رحمہ اللہ نے بتلایا۔

"کان شعبہ یضعفه" (الکامل ابن عدی ج ٤ ص ٥٤١)

ترجمہ: کہ امام شعبہ سماک بن حرب کو ضعیف کہتے تھے۔

اعتراض:

اب اگر کوئی کہے کہ ابن معین رحمہ اللہ نے اس کی سند نہیں بتلائی۔ (انوار البدر ص ۲۹۰)

تو ہم بتا دیں کہ ابن معین رحمہ اللہ جرح و التعدیل کے امام ہیں اور ان کے اقوال کو بھی اس طرح سے رد کریں تو پھر کس کے اقوال معتبر رہیں گے۔؟؟؟

سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ

امام شعبہ کے دوسرے قول کے مطابق عکرمہ والی سند میں سماک کا ضعیف ہونا ہے۔ (انوار البدر ص ۲۹۰)

جواب: عرض یہ ہے کہ دیکھتے ہیں امام شعبہ کا دوسرا قول کیا ہے۔

حدثني سماك، أكثر من كذا وكذا مرة، يعني حديث عكرمة» :إذا بنى أحدكم فليدعم على حائط جاره، وإذا اختلف في الطريق« وكان الناس ربما لقنوه فقالوا :عن ابن عباس؟ فيقول :نعم، وأما أنا فلم أكن لقنه.

ترجمہ: سماک نے مجھ سے عکرمہ کی روایت »إذا بنى أحدكم فليدعم على حائط جاره، وإذا اختلف في الطريق« کئی بار بیان کی ہے اور لوگ بسا اوقات انہیں تلقین کرتے اور کہتے عن ابن عباس؟ یعنی کیا یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے؟ تو سماک کہتے :ہاں لیکن میں نے انہیں کبھی تلقین نہیں کی۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۲ ص ۱۷۸ و اسنادہ حسن)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام شعبہ کے اس قول کے مطابق وہ تنقین قبول کرنے والی بات کر رہے ہیں اور اس کا تعلق عکرمہ کی سند سے ہے۔

اسی طرح امام نسائی نے بھی تنقین قبول کرنے والی بات کہی ہے خیر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام شعبہ سماک کو صرف عکرمہ کی سند میں ضعیف سمجھتے تھے کیونکہ اگر محدثین کے اقوال دیکھے جائے تو امام شعبہ نے سماک کی غیر عکرمہ کی حدیث کا بھی انکار کیا ہے اور خطا بتلائی ہے دیکھیے۔

"کان شعبة ینکر حدیث سماك بن حرب عن مصعب بن سعد"

(الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۱۶۷)

ترجمہ: امام شعبہ، سماک بن حرب کی مصعب بن سعد والی روایت کا انکار کرتے تھے۔

اسی طرح امام شعبہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی سماک کی خطا بتلائی ہے کہ سماک کے علاوہ کوئی بھی اسے مرفوع بیان نہیں کرتے۔ (الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۱۵۸)

اسی طرح سے شیخ وصی اللہ عباس نے بھی العلل ومعرفۃ الرجال کے مقدمہ میں کہا کہ سماک نے اس میں غلطی کی اور مرفوع بیان کیا۔ (العلل ومعرفۃ الرجال ج ۱ ص ۲۷)

ان محدثین کے اقوال سے معلوم ہوا امام شعبہ سماک کو عکرمہ کی سند کے علاوہ بھی ضعیف سمجھتے تھے۔

اعتراض:

غیر مقلد حنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ

امام شعبہ نے سماک بن حرب سے روایت کی ہے اور وہ صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔ (انوار البدر ص ۲۹۴)

امام شعبہ: روی عنہ (صحیح مسلم ۲۲۴:)

جواب: ہم کہتے ہیں اگر آپ اس قاعدہ سے متفق ہیں تو پھر مندرجہ ذیل رواۃ بھی آپ کے نزدیک ثقہ ہوں گے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

یزید بن ابی زیاد اور جابر جعفی وغیرہ

ان نقل کردہ راویوں سے بھی امام شعبہ نے روایت کی ہے لہذا کیا یہ بھی آپ کے نزدیک ثقہ ہو گئے۔

ارشاد الحق اثری کہتے ہیں امام شعبہ رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں اگر میں صرف ثقہ سے روایت کرتا تو میں صرف تین راویوں سے روایت نہیں کرتا اس کو ابن حبان نے اپنی کتاب المجروحین میں ذکر کیا۔ اسی طرح سے امام ذہبی نے سیر میں اور تذکرہ الحفاظ میں ذکر کیا لیکن خطیب بغدادی نے الکفایہ (ص ۹۰) میں تین کی جگہ تیس کا ذکر کیا الغرض تین ہو یا تیس امام شعبہ کے خود کے فرمان کے مطابق یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ صرف ثقات سے ہی روایت کرتے تھے۔

امام حاکم رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں شعبہ رحمہ اللہ نے مجہولین کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے۔ (معرفۃ العلوم الحدیث ص ۱۰۶)

سفیان ثوری رحمہ اللہ:

ابن المبارك، عن سفيان :أنه ضعيف۔ (میزان الاعتدال 2/232)

اعتراض: کفایت اللہ صاحب نے کہا امام سفیان رحمہ اللہ کی یہ جرح ثابت نہیں۔

(انوار البدر ص ۲۸۰)

لیکن جب ابن المبارک رحمہ اللہ کی جرح کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے تسلیم کیا کہ سماک کو ضعیف کہنے والا قول ابن المبارک کا نہیں بلکہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ہے۔

(انوار البدر ص ۲۹۲)

کفایت اللہ صاحب یہ بھی لکھتے ہیں امام عجلی کے قول کے مطابق سفیان ثوری رحمہ اللہ نے سماک میں کچھ ضعف بتلایا ہے لیکن اس قول کو بدون سند یعنی اس کی سند ہی نہیں۔

(انوار البدر ص ۲۸۱)

جواب: عرض یہ ہے کہ جب خود کہہ رہے ہیں کہ اس قول کی سند نہیں تو کیوں کر اسے نقل کیا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کفایت اللہ صاحب نے آگے سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ایک قول سماک کے تعلق سے نقل کیا کہ

سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا سماک کی کوئی حدیث ساقط نہیں۔ (تاریخ بغداد ج 9 ص 214) اور اس سے یہ ثابت کیا کہ سماک بن حرب کی احادیث سفیان ثوری رحمہ اللہ کی نظر میں ثابت ہیں۔ (انوار البدر ص ۲۸۱)

عرض یہ ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کے دو شاگردوں سے دو مختلف قول ہمیں ملے ہیں۔

امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ ابن المبارک : سماک بن حرب ضعیف ہے۔

امام عبدالرزاق : سماک بن حرب کی کوئی حدیث ساقط نہیں ہے۔

اب یہاں پر سفیان ثوری رحمہ اللہ کے دو شاگردوں سے الگ الگ قول ہیں اب کس کے قول کو ترجیح دی جائے ہم یہ محدثین کے اقوال سے دیکھیں گے۔

وَقَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ :سمعت يحيى بن مَعِين، وسئل عن أصحاب الثوري أيهم أثبت؟ فقال :هم خمسة :يحيى القطان، ووكيع، وابن المبارك، وابن مهدي، وأبو نعيم الفضل بن دكين، وأما الفريابي، وأبو حذيفة، وقبيصة بن عقبة، وعبيد الله، وأبو عاصم، وأبو أحمد الزبيري، وعبد الرزاق، وطبقتهم فهم كلهم في سفيان بعضهم قريب من بعض، وهم ثقات كلهم دون أولئك في الضبط والمعرفة.

ترجمہ: ابن ابی خیثمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں میں ابن معین رحمہ اللہ کو کہتے ہوئے سنا انہیں سوال کیا سفیان ثوری کے شاگردوں میں کون سب سے زیادہ ثبت ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ پانچ ہیں یحی بن سعید القطان، وکیع، ابن المبارک و ابن مہدی و ابونعیم الفضل بن دکین ہیں اور جو فریابی، ابو حذیفہ قبیصی بن عقبہ، عبید اللہ، ابو عاصم، ابو حمید الزبیری، عبدالرزاق اور یہ طبقہ کے لوگ سفیان کے بارے میں ایک دوسرے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سے قریب تر ہے تمام ثقات ہیں مگر ضبط اور معرفت کے معاملہ میں پہلے طبقہ سے کم ہے۔ (تہذیب الکمال ج ۲۷ ص ۵۶)

اسلیے عبداللہ ابن المبارک اور عبدالرزاق رحمہ اللہ کے اقوال میں عبداللہ ابن المبارک کے قول کو ترجیح دی جائیگی۔

عبداللہ ابن المبارک رحمہ اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ سماک بن حرب ضعیف ہے۔

اسی لیے حافظ ابن حجر نے بھی کہا۔

قلت الذي حكاه المؤلف من عبد الرزاق عن الثوري أنما قاله الثوري في سماك بن الفضل اليماني والسماك بن حرب فالمعروف عن الثوري أنه ضعفه۔

ترجمہ: حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ عبدالرزاق سے سفیان ثوری کا قول کہ سماک کی کوئی حدیث ساقط نہیں یہ سماک بن فضل الیمانی کے تعلق سے ہے جبکہ سماک بن حرب کے تعلق سے تو مشہور ہے کہ وہ سماک کو ضعیف کہتے تھے۔

(تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۳۲)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سماک بن حربؒ غیر عکرمہ کی روایت میں بھی مضطرب اور تلقین قبول کرتے تھے۔

کفایت اللہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ سماک بن حربؒ (م ۱۲۳ھ) صرف عکرمہ سے روایت کرتے وقت ہی تلقین قبول کرتے اور مضطرب تھے۔ (انوار البدر ص ۲۷۹)

جواب:۔

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا یہ دعویٰ بھی تحقیق کے لحاظ سے صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ محدثین کرام کی تصریحات کے مطابق سماک بن حرب غیر عکرمہ کی روایت میں بھی تلقین قبول کرتے تھے اور اس میں بھی مضطرب الحدیث تھے۔ چنانچہ چند حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

امام شعبہ کی تحقیق:

امام الجرح والتعدیل یحیٰی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

"كان شعبة ينكر حديث سماك بن حرب عن مصعب بن سعد قال كنت مسندا أبي إلى صدري"

امام یحیٰی بن معینؒ بھی فرماتے ہیں کہ

'وكان شعبة يضعفه' کہ امام شعبہؒ انہیں ضعیف کہتے ہیں۔

(الکامل لابن عدی جلد ۴ صفحہ ۵۴۱، واسنادہ صحیح)۔

یہاں بھی امام شعبہؒ نے مطلقاً سماک بن حرب کو ضعیف کہا ہے۔

اس پر کفایت صاحب یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام شعبہؒ سے امام ابن معینؒ کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔ (انوار البدر ص ۲۹۰، اشاعت چہارم)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الجواب:

اول تو زبیر علی زئی کے مطابق، امام ابن معینؒ کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) نے سماک بن حرب کو ضعیف کہا ہے، کیونکہ انہوں نے سکوت کے ذریعہ، امام شعبہؒ کی تائید کی ہے۔ (انوار الطریق : صفحہ ۸)

دوم اہل حدیث حضرات کے نزدیک امام ابن معینؒ صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں۔ (مقالات : جلد ۱ : صفحہ ۴۴۹)

تو خود اہل حدیث حضرات کے اصول کی روشنی میں ثابت ہوا کہ امام ابن معینؒ نے ثقات سے ہی امام شعبہؒ کی تضعیف سنی ہے۔ لہذا یہ سند معتبر ہے۔

امام شعبہؒ سے مروی ایک اور قول :

حافظ عفان بن مسلم الباہلیؒ (م ۲۱۹ھ) فرماتے ہیں کہ

"سَمِعتُ شُعبَةَ، وَذَكَرَ سِمَاكَ بنَ حَربٍ بِكَلِمَةٍ لَا أَحفَظُهَا، إِلَّا أَنَّهُ غَمَزَهُ"۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی : جلد ۲ : صفحہ ۱۷۸، واسنادہ صحیح)

مجھے امام شعبہؒ کے صرف ایسے کلمات ہی یاد ہیں، جن سے انہوں نے سماک پر عیب لگایا (یعنی انہیں ضعیف قرار دیا ہے)۔

دیکھئے، یہاں بھی امام شعبہؒ سے مطلقاً سماک بن حرب پر جرح ہی مروی ہے۔

لہذا کفایت اللہ صاحب کا یہ کہنا کہ امام شعبہؒ کی شہادت صرف عکرمہ والی سند کے ساتھ خاص ہے مردود ہے، کیونکہ اگر شعبہؒ کی جرح صرف عکرمہ کے ساتھ خاص ہے، تو خود امام شعبہؒ سماک کی غیر عکرمہ والی روایت پر جرح کیوں کر رہے ہیں؟

تو ان وجوہات سے کفایت اللہ صاحب کا اعتراض باطل ہے۔ اور جس دلیل کی بنیاد پر کفایت اللہ صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں، اس کا بھی حال ملاحظہ فرمائیے :

امام عقیلیؒ (م ۳۲۲ھ) فرماتے ہیں کہ :

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى قَالَ :حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي الْحَارِثِ قَالَ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ :حَدَّثَنِي سِمَاكٌ، أَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا مَرَّةً، يَعْنِي حَدِيثَ عِكْرِمَةَ» :إِذَا بَنَى أَحَدُكُمْ فَلْيَدْعُمْ عَلَى حَائِطِ جَارِهِ، وَإِذَا اخْتَلَفَ فِي الطَّرِيقِ« وَكَانَ النَّاسُ رُبَّمَا لَقَّنُوهُ فَقَالُوا :عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ؟ فَيَقُولُ :نَعَمْ، وَأَمَّا أَنَا فَلَمْ أَكُنْ أُلَقِّنْهُ.

(کتاب الضعفاء للعقیلی :جلد :۲ صفحہ ۱۷۸)

اس قول کی سند میں محمد بن موسیٰ ہیں۔ اور کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں کہ یہاں محمد بن موسیٰ سے مراد محمد بن موسیٰ بن حماد البربری ہے۔

(انوار البدر: ص ۲۷۸، اشاعت چہارم)

حالانکہ یہ کفایت اللہ صاحب کا دھوکہ ہے، کیونکہ امام عقیلیؒ کے استاد میں محمد بن موسیٰ نام کے کئی استاد ہیں: مثلاً

۱) محمد بن موسیٰ البَعبر تیریؒ [ثقہ]۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی :ج ۱ :ص ۵۰)

۲) مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ [مجہول]۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی :ج ۱ :ص ۶۱)

۳) مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْإِسْفَرَائِنِيُّ [مجہول]۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی :ج ۴ :ص ۳۶۳)

۴) محمد بن موسیٰ بن عبد اللہ أبو عمرو التمیمی المُصَیصی۔

[غیر مقلد عالم ابو الطیب المنصور یہ نے انہیں مجہول قرار دیا ہے، [إرشاد القاصی والدانی إلی تراجم شیوخ الطبرانی :رقم ۱۰۱۳]۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی :ج ۳ :ص ۲۳۴)

۵) محمد بن سفیان بن موسیٰ أبو یوسف، الصَّفَّار، المُنَيْسِي [یہ راوی بھی غیر مقلدین کے اصول کے مطابق مجہول الحال ہیں]۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی :ج ۳ :ص ۲۳۴)

۶) مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ حَمَّادٍ الْبَرْبَرِيُّ۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی :ج ۳ :ص ۲۳۴)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

یہ سارے حضرت امام عقیلیؒ کے شیوخ میں سے ہیں، اور یہ بھی یاد رہے کہ 'إسماعیل بن أبي الحارث' کے تلامذہ میں بھی ہمیں محمد بن موسیٰ نام کا کوئی شاگرد نہیں ملا۔

لہذا بغیر کسی دلیل کے کفایت اللہ صاحب کا 'محمد بن موسیٰ' سے مراد 'محمد بن موسیٰ بن حماد البربری' لینا باطل و مردود ہے، بلکہ زبیر علی زئی صاحب کی طرح یہ موصوف کی فن اسماء الرجال میں اپنی من مانی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ کتاب الضعفاء والی روایت امام شعبہ سے ثابت نہیں ہے۔

تو کفایت اللہ صاحب کا دعویٰ کہ امام شعبہؒ کی شہادت صرف عکرمہ والی سند کے ساتھ خاص ہے، بھی مردود ہے۔

امام نسائی کی تحقیق:

(۲) امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) نے سماک کی غیر عکرمہ والی روایت کے تحت میں فرمایا:

'سماک لیس بالقوي و کان یقبل التلقین'۔ (سنن کبریٰ للنسائی: حدیث نمبر ۵۱۶۷)

سماک قوی نہیں ہیں اور وہ تلقین قبول کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر بھی امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) نے غیر عکرمہ والی روایت کے تحت میں سماک پر تلقین قبول کرنے کی جرح کی ہے۔ (سنن کبریٰ: ۳۲۹۵)

اعتراض:

کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ امام شعبہ اور شریکؒ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ تلقین قبول کرنے والی جو جرح ہے اس کا تعلق عکرمہ والی سند سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر کئی محدثین نے خاص عکرمہ ہی سے سماک کی روایت کو مضطرب بتایا ہے۔ لہذا اسے ہر جگہ عام کرنا اور اس کی وجہ سے انہیں مطلق ضعیف قرار دینا، یہ امام نسائیؒ کا تشدد ہے، جو کہ قابل قبول نہیں۔ (انوار البدر ص ۲۷۹)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الجواب :

شریک بن عبد اللہ القاضیؒ (م ۱۷۸ھ) خود اہل حدیث سلفی علماء کے نزدیک ضعیف ہے۔

(نشر الصحیفہ للمقبل : صفحہ ۳۴۹، آثار الشیخ المعلمی جلد :۱۰ صفحہ ۴۵۳، النافلہ :جلد :۱ صفحہ ۲۴، التسلیہ للحوینی :رقم ۷۰، تمام المنہ للالبانی ۲۲۶ :)

اپنی من پسند بات آئی تو ضعیف راوی کے قول کو بھی دلیل میں پیش کر دیا اور اپنے خلاف بات آئی، تو ابن خراش کو ضعیف قرار دے کر ان کے قول کو رد کر دیا۔

جہاں تک محدثین کا یہ کہنا ہے کہ سماک عکرمہ کی روایت میں خاص طور سے مضطرب تھے، تو اس کا ہم بھی انکار نہیں کرتے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں سماک غیر عکرمہ والی روایت میں مضطرب یا تلقین قبول کرنے والے نہیں تھے۔

محدثین نے جہاں پر سماک کو عکرمہ کی روایت میں مضطرب بتایا ہے، وہاں پر لفظ 'خاص' استعمال فرمایا ہے، نہ کہ 'فقط' (صرف)۔

دونوں میں بہت بڑا فرق ہے :

یہاں پر بھی محدثین نے سماک کو عکرمہ کی روایت میں لفظ خاص کے ساتھ مضطرب بتایا ہے، نہ کہ فقط کے ساتھ۔ تو محدثین کا صرف لفظ خاص ہی استعمال کرنا یہ بتلاتا ہے کہ سماک غیر عکرمہ کی روایت میں بھی مضطرب ہے۔

امام سبط ابن العجمی کی تحقیق

(۲) امام سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) نے بھی امام نسائیؒ کے فیصلہ کو اپنا فیصلہ بتایا ہے۔ (حاشیہ علی الکاشف لابن العجمی :رقم ۲۱۴۱)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام ابو اسحٰق الثعلبی کی تحقیق:

(۴) امام ابو اسحٰق الثعلبیؒ (م ۴۲۷ھ) نے بھی غیر عکرمہ والی روایت کے تحت میں امام نسائیؒ کا قول 'سماک أیضا لیس بقوي، و کان یقبل التلقین' نقل کیا ہے، اور بقول زبیر علی زئی صاحب کے، سکوت کے ذریعہ امام نسائیؒ کی تائید کی ہے۔

(تفسیر الثعلبی: جلد ۲ صفحہ ۱۴۴۔۱۴۵)

امام صلاح الدین علائیؒ کی تحقیق:

(۵) امام صلاح الدین علائیؒ (م ۷۶۱ھ) نے سماک بن حرب کو 'المختلطین' میں شمار کیا ہے اور امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) کا قول نقل کیا ہے، اور بقول زبیر علی زئی صاحب سکوت کے ذریعہ امام نسائیؒ کے قول کی تائید کی ہے۔

(انوار الطریق: صفحہ ۸، المختلطین: صفحہ ۴۹)

لیجئے، ائمہ محدثین تو امام نسائیؒ کے فیصلہ کو قبول کر رہے ہیں، جبکہ کفایت صاحب اپنے مسلکی حمایت میں اس کا انکار کرنے پر بضد ہیں۔

ابن حزم کی تحقیق:

(۶) ابن حزم (م ۴۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ

'سماک ضعیف، یقبل التلقین، شهد به علیه شعبه، و غیره'

سماک ضعیف ہے، تلقین قبول کرتے ہیں، جیسا کہ امام شعبہؒ اور دوسرے لوگوں نے ان کے بارے میں شہادت کی ہے۔ (المحلیٰ: جلد ۵: صفحہ ۳۵۶)

یاد رہے انہوں نے یہ غیر عکرمہ والی روایت کے تحت کہا ہے۔

اسی طرح ایک اور غیر عکرمہ والی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

'قلنا: هذا خبر ساقط، لأنه عن سماک بن حرب و هو یقبل التلقین'

ہم کہتے ہیں کہ یہ خبر ساقط ہے، اس لئے کہ یہ سماک بن حرب سے مروی ہے اور

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وہ تلقین قبول کرتے ہیں۔ (المحلی: جلد :۶ صفحہ ۱۴۰)

جلد :۶ صفحہ ۱۸۱ پر کہتے ہیں کہ 'سماک یقبل التلقین شهد علیه بذلک شعبة، وغیرہ'۔

معلوم ہوا کہ امام ابن حزمؒ اور امام شعبہؒ دونوں کے نزدیک سماک پر تلقین قبول کرنے کی جرح غیر عکرمہ والی روایت کے بارے میں بھی ہے۔ لہٰذا الخایت صاحب کا صرف عکرمہ کے ساتھ ہی اسے خاص کرنا مردود ہے۔

المحدث عبدالحق الاشبیلیؒ کی تحقیق:

(۷) الامام الحافظ المحدث عبدالحق الاشبیلیؒ (م ۵۸۴ھ) نے بھی سماک کی غیر عکرمہ والی روایت پر تلقین قبول کرنے کی جرح کی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

'رواه اسرائیل و أسباط بن نصر عن سماك عن علقمة بن وائل عن أبیه و کان سماك یقبل التلقین'۔ (الاحکام الوسطیٰ للاشبیلی جلد ۴ صفحہ ۸۷)

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حافظ عبدالحق اشبیلیؒ نے بھی امام نسائیؒ کے فیصلہ کو قبول کیا ہے۔

امام ابن قطان کی تحقیق:

(۸) امام ابن قطانؒ (م ۶۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ

'أتبعه القول في سماك واستوعب، فحكى فيه الأقوال بالتضعيف بقبول التلقين، واضطراب الحديث، والانفراد بأسانيد لأحاديث لم يسندها غيره، وتبين في ذلك الموضع أنه عنده ضعيف'۔

(بیان الوہم: جلد :۴ صفحہ ۵۴)

اس کے بعد (امام الحافظ عبدالحق اشبیلیؒ نے) سماک کے بارے میں مکمل کلام کیا۔ جس

میں ان کی تضعیف کی وجوہات بیان کو کیا ہے۔ تلقین قبول کرنا، حدیث میں اضطراب، ایسی حدیثوں کو تنہا مرفوعا بیان کرنا جسے ان کے علاوہ کسی نے مرفوعا بیان نہ کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ (سماک) ان کے نزدیک ضعیف ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق:

(۹) حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سماک بن حرب تلقین قبول کرتے تھے۔

ان کے الفاظ یہ ہیں:

سماك ابن حرب ابن أوس ابن خالد الذهلي البكري الكوفي أبو المغيرة صدوق وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وقد تغير بأخرة فكان ربما تلقن [يلقن]۔ (تقریب: رقم ۲۶۲۴)

(۱۰) کفایت اللہ صاحب کے 'امیر المومنین فی اسماء الرجال' علامہ معلمی (م ۱۳۸۶ھ) کہتے ہیں کہ

'سماك بن حرب تابعي جليل، إلا أنه كان يخطئ ويقبل التلقين'

سماک بن حرب جلیل تابعی ہیں، مگر وہ غلطی کرتے تھے، اور تلقین قبول کرتے تھے۔

(آثار الشیخ المعلمی: جلد: ۱۳ صفحہ ۲۵۔ ۲۳)

یاد رہے شیخ معلمی نے سماک پر یہ جرح غیر عکرمہ والی روایت کے تحت کی ہے۔

ابو اسحٰق الحوینی کی تحقیق:

(۱۱) اہل حدیث حضرات کے محدث، شیخ ابو اسحٰق الحوینی بھی سماک کی غیر عکرمہ والی روایت کے بارے میں کہتے ہیں

'قلت: يعني برفعه، وسماك كان يقبل التلقين، وخالفه داود بن أبي

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

عند، وهو أوثق منه' (النافلہ: جلد:۲ صفحہ ۳۱)

میں کہتا ہوں کہ یعنی اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے میں (سماک منفرد ہیں) اور سماک تھیں قبول کرنے والے تھے اور سماک نے (اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے میں) داؤد بن ابی ہند کی مخالفت کی ہے اور جبکہ داؤد، سماک سے زیادہ مضبوط ہیں۔

سلفی عالم شیخ مقبل بن ہادی کی تحقیق:

(۱۲) مشہور سلفی عالم، شیخ مقبل بن ہادی سماک کے غیر عکرمہ والی سند "شعبة عن سماك بن حرب عن سعيد بن جبير" کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ

'واما أن يكون اضطراب في سماك بن حرب، فإنه مضطرب الحديث لا سيما بعد كبره، والله أعلم'۔ (الصحیح المسند من اسباب النزول: صفحہ ۲۰۵)

سلفی عالم محمد بن علی الاثیوبی الولوی کی تحقیق:

(۱۳) شیخ 'محمد بن علی الاثیوبی الولوی' سلفی عالم نے بھی امام نسائی کے قول 'سماك بن حرب، وسماك ليس بالقوي، وكان يقبل التلقين' جو کہ غیر عکرمہ والی روایت کے تحت میں ہے، اس کی تائید کی ہے۔

(العقبی فی شرح المجتبی: ج ۴۰: ص ۳۰۱)

امام ذہبی کی تحقیق:

(۱۴) (امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) سماک کی غیر عکرمہ والی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ 'والحديث عن سماك مضطرب' اور سماک سے مروی حدیث مضطرب ہے۔ (میزان الاعتدال: رقم ۱۰۹۸۴)

ثابت ہوا کہ امام ذہبی کے نزدیک بھی سماک غیر عکرمہ والی روایت میں مضطرب ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حافظ یعقوب بن شیبہ کی تحقیق:

(۱۵) امام حافظ یعقوب بن شیبہؒ (م ۲۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

'وروایته عن عکرمة خاصة مضطربة، وهو في غیر عکرمة صالح، ولیس من المثبتین'

ان کی عکرمہ سے روایت خاص طور سے مضطرب ہے اور وہ غیر عکرمہ میں صحیح ہے (لیکن) مضبوط نہیں ہیں۔ (تہذیب الکمال: جلد: ۱۲ صفحہ ۱۲۰)

بارت کفایت اللہ صاحب نے بھی انوار البدر ص ۲۸۴، اشاعت چہارم پر نقل کی ہے۔ لیکن 'وهو في غیر عکرمة صالح، ولیس من المثبتین' کا نقل نہیں کیا، بلکہ چھپالیا، حالانکہ یہ عبارت سے سماک بن حربؒ کا غیر عکرمہ والی روایت میں بھی مضبوط نہ ہونا واضح تھا۔

چونکہ حافظ یعقوبؒ کی یہ عبارت کفایت صاحب کی سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایت کو ضعیف ثابت کر رہی تھی، اسلئے انہوں نے اس کو چھپالیا اور عوام کو دھوکہ دے دیا۔

حافظ ابن رجب کی تحقیق:

(۱۶) امام حافظ ابن رجبؒ (م ۷۹۵ھ) کہتے ہیں۔

'ممن یضطرب في حدیثه سماك، وعاصم بن بهدلة'

(شرح علل الترمذی: جلد: ۱ صفحہ ۴۲۳)

وہ لوگ جو حدیث میں مضطرب ہیں، وہ سماک بن حربؒ اور عاصم بن بھدلہؒ ہیں۔

امام ترمذی کی تحقیق:

(۱۷) پھر حافظ ابن رجبؒ کہتے ہیں کہ

'وقد ذکر الترمذي أن هؤلاء وأمثالهم ممن تکلم فیه من قبل حفظه، وکثرة خطئه لا یحتج بحدیث أحد منهم إذا انفرد. یعني في الأحکام

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الشرعية والأمور العلمية'۔ (شرح علل الترمذی: جلد ۱ صفحہ ۴۲۳)

امام ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) نے یہ تمام اور ان جیسے راویوں کو ان لوگوں میں ذکر کیا ہے، جن کے حافظہ پر اختلاط سے پہلے یا کثرت کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے، جبکہ ان میں سے کوئی احکام شریعت اور علوم الٰہیہ میں منفرد ہو، تو اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔

نوٹ: کفایت اللہ صاحب نے ابن رجبؒ سے نقل کیا ہے کہ 'ومن الحفاظ من ضعف حدیثه عن عکرمة خاصة' حفاظ میں سے کچھ لوگوں نے خاص عکرمہ ہی سے سماک کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اول تو اس کا 'ومن الحفاظ من ضعف حدیثه عن عکرمة خاصة' صحیح ترجمہ یہ ہے کہ حفاظ میں کچھ لوگوں نے خصوصاً سماک کی عکرمہ سے مروی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، یہاں کفایت صاحب کا 'عکرمہ ہی سے' کا ترجمہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ لفظ خاص اور خاصۃ میں فرق ہے، جس کی تفصیل گذر چکی۔

اور پھر اہل حدیث مسلک کا اصول بھی ہے کہ عدم ذکر نفی ذکر کے لئے مستلزم نہیں ہوتا۔ (نور العینین: صفحہ ۸۱)

یہاں صرف عکرمہ سے اضطراب کا ذکر ہے، دوسروں کے بارے میں نہیں، لہذا اسے عکرمہ کے ساتھ خاص کرنا مردود ہے۔

آگے ابن رجبؒ نے صراحت کی ہے کہ

'وقد ذکرنا ذلك کله مستوفی في أول الکتاب'

اور شروع کتاب میں بغیر کسی شرط کے مطلقاً اضطراب والی بات ہی کہی ہے، جیسا کہ ہم نے حوالہ پیش کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ابن رجبؒ کے نزدیک بھی سماک عکرمہ اور غیر عکرمہ دونوں سے مضطرب ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

دوم غیر مقلد زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق حفاظ میں کن لوگوں نے یہ بات کہی ہے، وہ نامعلوم اور مجہول ہے۔ (مقالات: جلد: ا صفحہ ۴۵۳)۔ بلکہ زبیر علی زئی صاحب ایک روایت جس میں 'اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ اور اصحاب علیؓ' کا ذکر تھا' اس کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں 'ان اصحاب عبداللہ اور اصحاب علی میں سے کسی ایک کا نام بیان نہیں کیا گیا ہے، یہ سارے اشخاص مجہول ہیں۔ (نور العینین : صفحہ ۳۱۲)

لہذا جب عبداللہ بن مسعودؓ اور علیؓ کے اصحاب کے نام ذکر نہ ہونے کی وجہ سے وہ سب اہل حدیث حضرات کے محدث کے نزدیک مجہول ہے، تو پھر ان ہی کے اصول کی روشنی میں یہ ابن رجبؒ کی عبارت میں ذکر کردہ حفاظ میں چند لوگ بھی مجہول ہے۔ لہذا کفایت صاحب کا اعتراض خود ان کے مسلک کے محدث اور ذہبی زماں کے اصول کی روشنی میں باطل ہے۔

امام ابوبکر جصاص الرازی کی تحقیق:

(۱۸) امام ابوبکر جصاص الرازیؒ (م ۳۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ

'وهذا حديث مضطرب السند والمتن جميعا فأما اضطراب سنده فإن سماك بن حرب يرويه مرة عمن سمع أم هانئ ومرة يقول هارون بن أم هانئ أو ابن ابنة أم هانئ ومرة يرويه عن ابني أم هانئ ومرة عن ابن أم هانئ قال أخبرني أهلنا ومثل هذا الاضطراب في الإسناد يدل على قلة ضبط رواته'

یہ حدیث سند اور متن (دونوں کے) لحاظ سے مضطرب ہے، جہاں تک اس کی سند میں اضطراب کی بات ہے، تو سماک بن حربؒ کبھی اس کو (یعنی روایت کو) روایت کرتے ہیں،

اس شخص سے جس نے ام ہانیؓ سے سنا ہے۔

کبھی ہارون بن ام ہانی کہتے ہیں،

کبھی وہ ام ہانی کے دونوں بیٹوں سے روایت کرتے ہیں،

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(یحییٰ) کہتے ہیں کہ مجھے ہمارے گھر والوں نے خبر دی۔

اور اس طرح یہ سند میں اضطراب سماک بن حرب کے ضبط کی قلت پر دلالت کرتا ہے۔ (احکام القرآن : جلد: ۱ صفحہ ۲۹۶)

نوٹ: یہ روایت بھی غیر مکرمہ والی ہے۔

امام یحییٰ بن معین کی تحقیق:

(۱۹) امام یحییٰ بن معین (م ۲۳۳ھ) سے سماک بن حرب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ 'ثقة' تو ان سے کہا گیا کہ 'ما الذي عيب عليه؟ کس چیز کی وجہ سے ان پر عیب لگایا گیا؟ تو یحییٰ بن معین نے جواب دیا کہ أسند أحاديث لم يسندها غيره۔ (ان پر عیب) یہ ہے کہ وہ احادیث کو مسند بیان کرتے ہیں، (حالانکہ) ان کے علاوہ کوئی ان حدیثوں کو مسند بیان نہیں کرتا۔ (الجرح والتعدیل: جلد ۴: صفحہ ۲۷۹)

اور بقول زبیر علی زئی صاحب کے ابن ابی حاتم نے بھی سکوت کے ذریعہ سماک بن حرب کے اس عیب کی تائید کی ہے۔ (انوار الطریق : صفحہ ۸)

ثابت ہوا کہ امام ابن معین کے نزدیک بھی سماک بن حرب مطلقاً غیر مسند کو مسند بیان کرتے ہیں یعنی وہ ضبط کی قلت کی وجہ سے اضطراب کا شکار ہوتے ہیں۔

لیکن افسوس کفایت اللہ صاحب 'الجرح والتعدیل' سے امام ابن معین سے سماک کا ثقہ ہونا تو نقل کیا ہے لیکن 'أسند أحاديث لم يسندها غيره' کا جملہ چونکہ ان کے مسلک کے خلاف تھا اس لئے اس کو چھپا لیا اور بیچاری عوام کو دھوکہ دیا۔

(دیکھئے انوار البدر ص ۲۹۵، اشاعت چہارم)

نوٹ: یاد رہے کہ اس عبارت میں ابن معین نے سماک کو ثقہ کہنے کے ساتھ ان میں موجود عیب کو بھی ذکر کیا ہے، جو کہ قلت ضبط اور اضطراب کے شکار ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ تو لہٰذا اول سے تو دو غیر مقلدین کے نزدیک راوی کا روایت میں پختہ اور ضابط ہونا ثابت نہیں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہوتا۔

چنانچہ، ایک راوی محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ (م ۱۴۹ھ) جن کو محدثین نے صدوق، ثقہ قرار دیا ہے، ان کے بارے میں زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں: جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اس کی ذات کے لحاظ سے ہے۔ یعنی وہ ذاتی طور پر تو سچا تھا، مگر برے حافظہ اور اوہام، خطأ کی وجہ سے ضعیف ٹھہرا۔ (نور العینین : صفحہ ۹۰)

نیز، کفایت اللہ صاحب بھی کہتے ہیں کہ بعض محدثین جب تضعیف کے ساتھ ساتھ توثیق بھی کرتے ہیں، تو ایسے موقعہ پر توثیق اصطلاحی مراد نہیں ہوتی، بلکہ محض دیانت داری مراد ہوتی ہے۔ (انوار البدر ص ۲۸۶، اشاعت چہارم)

کفایت صاحب کی توثیق خود ان کے مسلک اور ان ہی کے اصول کی روشنی میں مردود ہے۔

امام دارقطنی کی تحقیق:

(۲۰) امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) ایک غیر عکرمہ والی روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ 'الاضطراب فیہ من سماک بن حرب'

(کتاب العلل للدارقطنی : جلد ۱۵ صفحہ ۳۶۶)

معلوم ہوا کہ امام دارقطنیؒ کے نزدیک بھی سماک غیر عکرمہ والی روایت میں مضطرب ہیں اور برے حافظہ والے بھی۔

کفایت صاحب کی مسلکی حمایت :

کفایت صاحب اپنے مسلک کی تقلید میں ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ وہ سماک بن حربؒ کو ثقہ ثابت کر سکیں۔ یہی کام انہوں نے امام دارقطنیؒ کی جرح میں بھی کرنے کی کوشش کی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کفایت صاحب کہتے ہیں کہ "سی" الحفظ سے امام دارقطنی کی مراد سماک کا اخیر میں مختلط ہونا ہے۔ جیسا کہ خود آپ ہی کہا: سماک بن حرب جب شعبہ، سفیان ثوری اور ابو الاحوص سے روایت کریں، تو سماک کی احادیث (صحیح) سالم ہیں اور سماک سے جو روایت شریک بن عبداللہ، حفص بن جمیع اور ان جیسے لوگ نقل کریں، تو ان میں سے بعض میں نکارت ہے۔ (انوار البدر ص ۲۸۸)

الجواب:

اول تو الزامی جواب یہ ہے کہ امام دارقطنی سے امام ابو عبدالرحمن السلمی (م ۴۱۲ھ) نے نقل کیا ہے کہ جو کہ غیر مقلدین کے نزدیک حدیث گھڑنے والا، کذاب اور متہم راوی ہے۔ دیکھئے (فتاوی علمیہ: ج ۱: ص ۱۶۲، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ج ۴: ص ۳۹۶، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: ج ۲: ص ۲۲۶، تحفۃ الجیب علی اسئلۃ الحاضر والغریب: ص ۹۳) خود کفایت اللہ سنابلی صاحب اس کی توثیق کے قائل ہی ہیں۔

دوم اس عبارت میں سماک سے شعبہ، سفیان وغیرہ کی روایت کا سالم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان حضرات نے سماک سے اختلاط سے پہلے سماع کیا ہے، اس لہذا سے انہوں نے ان کی حدیثوں کو سالم کہا اور سیاق وسباق بھی یہی بتا رہا ہے۔ اسی کا اشارہ خود کفایت صاحب کی نقل کردہ کتاب، اکمال تہذیب الکمال میں بھی ہے، اس میں امام دارقطنی کے الفاظ یہ ہیں:

"في كتاب »الجرح والتعديل« عن الدارقطني: إذا حدث عنه شعبة والثوري، وأبو الأحوص فأحاديثهم عنه سليمة"

جب سماک سے شعبہ، ثوری اور ابو الاحوص روایت کریں، تو ان کی ان سے حدیثیں محفوظ ہیں۔ لیکن کفایت صاحب زبردستی اسے "صحیح" بنا کر امام دارقطنی کے کھاتے میں ڈالنا چاہ رہے ہیں۔

سوم کفایت صاحب کہتے ہیں کہ یہ 'سی ء الحفظ' سے امام دارقطنی کی مراد سماک کا اخیر میں مختلط ہونا ہے۔

قارئین! آپ غور کرلیں، واقعی اگر امام دارقطنی کی اس 'سی ء الحفظ' کی جرح سے مراد سماک کا اخیری عمر میں مختلط ہونا ہے۔ (انوار البدر ص ۲۸۷)

تو امام دارقطنی نے سماک بن حرب کی جس روایت پر 'سی ء الحفظ' کی جرح کی ہے، وہ روایت سفیان ثوری اور ابو الاحوص سے مروی ہے۔

وسئل عن حديث سعيد بن جبير، عن ابن عمر :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا اشتريت ذهبا بفضة فلا تفارق صاحبك وبينك وبينه لبس. فقال :اختلف في رفعه على سعيد بن جبير؛ فرواه سماك بن حرب، عن سعيد بن جبير، مرفوعا.

حدث به عنه أبو خالد الدالاني، وأبو الأحوص، وإسرائيل، والثوري، وعمر بن رزين، وحماد بن سلمة، ومحمد بن جابر۔

(علل دارقطنی :جلد :۱۳ صفحہ ۱۸۴)

خود امام دارقطنی نے تصریح کی ہے، کہ سفیان اور ابو الاحوص نے اختلاط سے پہلے سماع کیا ہے۔ لہذا یہ روایت جس پر امام دارقطنی نے سماک پر 'سي ء الحفظ' کی جرح کی ہے، وہ روایت کو سماک سے ان کے قدیم اور اختلاط سے پہلے زمانہ کے شاگردوں نے ان سے روایت کیا ہے۔

تو یہاں پر کفایت صاحب کا دعویٰ کہ یہ 'سي ء الحفظ' سے امام دارقطنی کی مراد سماک کا اخیر میں مختلط ہونا ہے کتنا صحیح ہے۔

اشکال:

کفایت صاحب کہتے ہیں کہ امام دارقطنی کے اس قول سے معلوم ہوا کہ وہ سماک کی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ثبوت نہیں۔ الحفظ نہیں مانتے ہیں۔ بلکہ خاص سندوں میں ہی انہیں سیء الحفظ مانتے ہیں۔

اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بعض دیگر مقامات پر امام دارقطنیؒ نے سماک بن حرب کی حدیث کو صحیح بھی کہا ہے، اور موصوف نے سنن دارقطنی کا حوالہ دیا کہ دارقطنیؒ نے ان کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ (انوار البدر، ص ۲۸۸)

الجواب:

اول تو کفایت صاحب کا کہنا کہ امام دارقطنیؒ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ وہ سماک کو علی الاطلاق سیء الحفظ نہیں مانتے ہیں، بلکہ خاص سندوں میں ہی انہیں سیء الحفظ مانتے ہیں باطل اور مردود ہے، کیونکہ ہم نے اوپر واضح کیا کہ امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) نے سفیان ثوری اور ابو الاحوص (قدیم السماع تلامذہ) سے مروی سماک بن حرب کی حدیث کے بارے میں سیء الحفظ کہا ہے۔

لہذا کفایت صاحب کا اس کو اختلاط کے ساتھ مخصوص کرنے کے امام دارقطنیؒ کے کھاتے میں ڈالنا جھوٹ اور سراسر دیانتی ہے۔

دوم مزید تعجب ہمیں اس پر ہوتا ہے کہ کفایت صاحب ایک طرف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سماک بن حرب (م ۱۲۳ھ) صرف عکرمہ سے روایت کرتے وقت ہی متقن قبول کرتے اور مضطرب تھے۔ (انوار البدر، ص ۲۸۴، اشاعت چہارم)

دوسری طرف بغیر سند کو ذکر کئے، سماک سے مروی حدیث کو حسن صحیح کہنے کی وجہ سے، امام دارقطنیؒ کو سماک کی توثیق نقل کرنے والوں میں شمار کیا اور عوام کو دھوکہ دیا۔ حالانکہ جس حدیث کو امام دارقطنیؒ نے حسن صحیح کہا ہے، اس کی سند میں سماک بن حرب عکرمہ سے ہی روایت کر رہے ہیں۔

دیکھئے:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ النَّيْسَابُورِيُّ ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَطْحَاءَ ،

وَآخَرُونَ قَالُوا :نا حماد بن الحسن بن عنبسة ،ثنا أبو داود ،ثنا سليمان بن معاذ الضبي ،عن سماك بن حرب ،عن عكرمة ،قال: قالت عائشة :دخل علي النبي صلى الله عليه وسلم فقال» :عندك شيء؟« ،قلت :لا ،قال :إذا أصوم ،ودخل علي يوما آخر ،فقال: »أعندك شيء؟« ،قلت :نعم ،قال» :إذا أطعم وإن كنت قد فرضت الصوم.« هذا إسناد حسن صحيح۔

(سنن دارقطنی : حدیث نمبر ۲۲۳۳)

کیا کفایت صاحب کے نزدیک 'سماک بن حرب عن عکرمۃ' والی سند بھی صحیح ہے، کیا کفایت صاحب تلقین اور اضطراب والی اپنی ہی بات کو حلوے کی طرح کھا گئے؟

سوم خود کفایت صاحب نے اسی کتاب کے صفحہ ۲۷: وص ۵۷، اشاعت چہارم پر عنوان باندھا ہے 'ضمنی توثیق' اور پھر لکھتے ہیں کہ

ضمنی توثیق سے ہماری مراد یہ ہے کہ محدثین کسی حدیث کی سند کی تصحیح یا تحسین کریں، تو یہ ان محدثین کی طرف سے اس سند کے تمام رواۃ کی توثیق ہوتی ہے۔

لیکن یاد رہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ضعیف راوی پر مشتمل سند کو محدثین شواہد یا متابعات کی وجہ سے صحیح یا حسن کہیں یا حسن یا صحیح کہنے میں کسی سے تساہل بھی ہوسکتا ہے۔ اس لئے جہاں اس طرح کا اشارہ مل جائے، وہاں ہم اس طرح کی توثیق کو حجت نہیں سمجھتے۔

اہل حدیث مسلک کے زبیر علی زئی کہتے ہیں کہ راوی کی منفرد روایت کو حسن یا صحیح کہنا، اس راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (نور العینین : صفحہ ۵۲۶)

معلوم ہوا کہ اہل حدیث حضرات کے نزدیک جب راوی کسی حدیث میں منفرد ہوتا ہے، تو تب اس کی روایت کو حسن صحیح کہنا اس راوی کی توثیق ہوتی ہے، ورنہ کفایت صاحب کے بقول محدثین ضعیف راوی کی سند کو بھی شواہد یا متابعات کی وجہ سے صحیح کہتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اور حقیقت یہ ہے کہ امام دارقطنیؒ نے جس سماک بن حربؒ کی حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے، اس کی اصل تو صحیحین میں موجود ہے یعنی وہی روایت کو بخاری و مسلم میں مختلف الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ دیکھئے: صحیح البخاری: حدیث نمبر ۱۴۹۴، صحیح مسلم: جلد ۲ صفحہ ۵۶۷، ۸۰۸، ۸۰۹، محقق محمد فواد عبدالباقی۔

لہذا جب سماک بن حربؒ روایت میں منفرد ہی نہیں ہیں اور دارقطنیؒ والی سند کی متابعات اور شواہد موجود ہیں، تو یہاں پر خود اہل حدیث حضرات کے اصول کی روشنی میں کفایت صحیح کی توثیق حجت نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) نے سماک بن حربؒ پر سی، الحفظ کی جرح کی اور غیر عکرمہ والی روایت میں انہیں مضطرب قرار دیا ہے اور کفایت صاحب کے تمام تاویلات اور اعتراضات باطل و مردود ہیں۔

الغرض یہ ہیں محدثین اور ائمہ جرح و تعدیل ہو گئے، جنہوں نے سماک بن حربؒ کی غیر عکرمہ والی روایت پر تلقین قبول کرنے اور مضطرب ہونے کی جرح کی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سماک بن حربؒ غیر عکرمہ والی روایت میں بھی تلقین قبول کرتے تھے اور اس میں مضطرب بھی تھے۔

اس کے علاوہ ۲۰ امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) فرماتے ہیں کہ

'سماك بن حرب ليس ممن يعتمد عليه إذا انفرد بالحديث لأنه كان يقبل التلقين' (سنن کبریٰ للنسائی: جلد ۳: صفحہ ۳۶۸)

سماک بن حرب جب حدیث میں منفرد ہوں، تو ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ تلقین قبول کرتے تھے۔

(۲۱) امام الحافظ جمال الدین المزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے بھی امام نسائیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ سماک جب منفرد ہو تو وہ حجت نہیں، اسلئے کہ وہ تلقین قبول کرتے تھے۔

(تحفۃ الاشراف: جلد: ۵ صفحہ ۱۳۷)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اور بقول زبیر علی زئی صاحب، امام مزنیؒ نے بھی سکوت کے ذریعہ امام نسائیؒ کے قول کی تائید کی ہے۔ (انوار الطریق : صفحہ ۸)

- حافظ ابن رجبؒ اور
- امام ترمذیؒ کا بھی حوالہ گزر چکا، کہ ان حضرات کے نزدیک بھی سماک بن حرب جب کسی روایت میں منفرد ہو، تو ان سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔

(۲۲) امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) کہتے ہیں کہ

'إذا تفرد بأصل لم يكن حجة'۔ (المجموع شرح مہذب: جلد ۱ ۴۴۲۰ :)

(۲۳) امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) کہتے ہیں کہ

'يخطىء كثيرا' سماک بن حرب کثرت سے خطا کرتے ہیں۔

(کتاب الثقات : جلد ۴ : صفحہ ۳۳۹)

البانی کی تحقیق:

امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) کسی راوی کو ثقات میں ذکر کر کے اس کے خطاکار اور مخالفت کرنے والا یا اسی طرح کچھ اور قرار دیں، تو البانی صاحب کہتے ہیں کہ ایسے راوی کی منفرد روایت سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

البانی صاحب کے الفاظ یہ ہیں :

قلت :ولا منافاة بين الأمرين، فهو صدوق في نفسه، لين في حفظه، وذلك معنى قول ابن حبان في " ثقاته ":" يخطىء ويخالف ".فمثله لا يحتج به عند التفرد. (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ جلد ۵ صفحہ ۴۴۶)

کفایت صاحب اپنے مسلک کے محدث کی عبارت کو تسلیم کر کے، سماک بن حربؒ کی روایت سے سینے پر ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں احتجاج نہیں کریں گے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سماک بن حرب اور کفایت اللہ سنابلی کی پیش کردہ توثیقی اقوال کا جائزہ

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۲۹۴ تا ص ۳۰۳ تک سماک بن حرب کے بارے میں توثیق کے اقوال نقل کر کے ص ۳۰۳ پر لکھتے ہیں۔

"یہ کل پینتیس محدثین ہیں، جن کے نزدیک سماک بن حرب ثقہ اور صدوق ہیں۔"

جواب:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد سنابلی صاحب نے یہ جو ۳۵ محدثین کرام کے اقوال نقل کیے ہیں ان میں تقریباً ۲۱ محدثین کرام کے اقوال تو ضمنی توثیق ہیں۔ اور کفایت اللہ سنابلی صاحب ضمنی توثیق کے بارے میں جو موقف رکھتے ہیں، وہ ملاحظہ کریں۔

ضمنی توثیق سے ہماری مراد یہ ہے کہ محدثین کسی حدیث کی سند کی تصحیح یا تحسین کریں تو یہ ان محدثین کی طرف سے اس سند کے تمام رواۃ کی توثیق ہوتی ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ضعیف راوی پر مشتمل سند کو محدثین شواہد یا متابعات کی وجہ سے صحیح یا حسن کہیں یا صحیح و حسن کہنے میں کسی سے تساہل بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے جہاں اس طرح کے اشارے مل جائیں وہاں ہم اس طرح کی توثیق کو حجت نہیں سمجھتے۔ (انوار البدر ص ۵۷)

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ ضمنی توثیق سے پہلے سنابلی صاحب کے مانے ہوئے اصول ملاحظہ کیجیے۔

اول: سماک بن حرب کی وہ روایت ضعیف ہیں جو ان کے اختلاط کے بعد کی ہیں۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں۔

کس کس کا سماع سماک بن حرب کے اختلاط سے پہلے کا ہے۔؟

سماك بن حرب إذا حدث عنه شعبه والثوري و ابو الاحوص

فاحادیثهم عنه سلیمة، وما کان عن شریك ابن عبدالله و حفص بن جمیع و نظرائهم، ففي بعضها نکارة۔ (سوالات السلمی للدارقطنی ص ۱۸۹)

سماک بن حرب سے جب شعبہ، سفیان ثوری اور ابوالاحوص روایت کریں تو سماک سے ان کی احادیث سالم ہیں اور "سلیم" ہیں۔ اور سماک سے جو روایات شریک بن عبداللہ اور حفص بن جمیع ان جیسے لوگ روایت کریں تو ان میں سے بعض میں نکارت ہے۔ (انوار البدر ص ۲۸۷)

دوم : غیر مقلد سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ دیگر محدثین نے بھی اضطراب والی جرح خاص کر عکرمہ کی سند پر کی ہے۔ (انوار البدر ص ۲۸۴)

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ

نیز سماک پر جس نوعیت کی جرح ہوئی ہے، اس کی تفصیل پیش کی جا چکی ہے کہ اس پر کی گئی جرح کا تعلق خاص عکرمہ والی سند پر ہے۔ اور یہی اقوال امام عقیلی اور ابن الجوزی نے بھی نقل کیے ہیں، لہذا ان اقوال میں علی الاطلاق تضعیف کی کوئی بات ہے ہی نہیں۔ (انوار البدر ص ۲۸۸)

تو ان مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب کے نزدیک بھی سماک بن حرب کی خاص عکرمہ والی سند ضعیف ہے اور سماک بن حرب سے اگر شریک بن عبداللہ اور حفص بن جمیع جیسے لوگ روایت کریں تو وہ ضعیف ہوتی ہے۔

اب قارئین کے سامنے ضمنی اقوال کی حیثیت اور حقیقت پیش ہے۔

امام بخاری کے قول کی تحقیق

عرض یہ ہے کہ آپ اپنی تحقیق کی طرف بھی توجہ دیں، آپ کو یہ اصول ترک رفع الیدین کے بارے میں سنن ابی داود کی ایک روایت جس میں یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی راوی ہے، اس کے بارے میں پھر کیا موقف ہوگا۔

حافظ ابن حجر کے مطابق امام بخاری نے صحیح بخاری میں تعلیقا روایت لی ہے۔

"خت م 4- یزید" بن أبي زیاد القرشي الهاشمي أبو عبد الله

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مولاهم الكوفي۔ (تہذیب التہذیب، رقم ۶۳۰)

امام مسلم کے قول کی تحقیق

آپ کو یہ اصول ترک رفع الیدین کے بارے میں سنن ابی داود کی ایک روایت جس میں یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی راوی ہے، اس کے بارے میں پھر کیا موقف ہوگا۔

حافظ ابن حجر کی تحقیق کے مطابق امام مسلم نے صحیح مسلم میں روایت لی ہے۔

"خت م 4- يزيد" بن أبي زياد القرشي الهاشمي أبو عبد الله مولاهم الكوفي۔ (تہذیب التہذیب، رقم ۶۳۰)

حافظ ابن منجویہ نے رجال صحیح مسلم میں اسے صحیح مسلم کا راوی لکھا ہے۔

(رجال صحیح مسلم، رقم ۱۸۷۳)

امام ترمذی کے قول کی تحقیق

کفایت اللہ سنابلی کی اپنی مانی ہوئی جرح جو کہ سماک کی روایات عکرمہ سے ہیں، اس کے بارے میں امام ترمذی کا حکم ملاحظہ فرمالیجئے۔

حدثنا قتيبة حدثنا أبو الأحوص عن سماك بن حرب عن عكرمة عن ابن عباس ـــ قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح۔ (سنن ترمذی، رقم ۶۵)

حدثنا محمد بن عبد الأعلى حدثنا عبد غالرزاق عن الثوري عن سماك عن عكرمة عن ابن عباس ـ قال ابو عيسى هذا حديث حسن۔ (سنن ترمذی، رقم ۱۴۷۵)

حدثنا عبد بن حميد حدثنا عبد العزيز بن أبي رزمة عن إسرائيل عن سماك عن عكرمة عن ابن عباس قال ـــ قال أبو عيسى هذا حديث حسن۔ (سنن ترمذی، رقم ۳۰۳۰)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کفایت اللہ سنابلی صاحب جس جرح کا اقرار اور اس کی وجہ سے راوی کی روایت کو ضعیف مانتے ہیں، ان علتوں کے ہونے کے باوجود مسلکی حمایت میں ایسی روایت جو سماک بن حرب کی توثیق میں پیش کیا۔

امام ابن الجارود کے قول کی تحقیق

کفایت اللہ سنابلی کی اپنی مانی ہوئی جرح جو کہ سماک کی روایات عکرمہ سے ہیں، اس کے بارے میں امام ابن الجارود کا حکم ملاحظہ فرمالیجئے۔

أخبرنا أبو يعقوب إسحاق بن إبراهيم الأذرعي ثنا أبو جعفر محمد بن الخضر بالرقة ثنا أبو سعيد محمد بن سعيد المروزي بطرسوس ثنا النضر بن شميل أبنا حماد بن سلمة عن سماك بن حرب عن عكرمة عن أبي هريرة۔ (فوائد تمام، رقم ۵۷۸)

أخبرنا أبو بكر محمد بن أحمد بن بريد ثنا القاسم بن محمد الكوفي ثنا مخول بن إبراهيم ثنا إسرائيل عن سماك عن عكرمة عن ابن عباس۔ (فوائد تمام، رقم ۷۳۳)

أخبرنا خيثمة بن سليمان ثنا أبو الفضل صالح بن محمد بن عبد الله الرازي البزاز ببغداد يعرف بجزرة الحافظ ثنا محمد بن عمر القصبي ثنا المفضل بن محمد النحوي ثنا سماك بن حرب عن عكرمة عن ابن عباس۔ (فوائد تمام، رقم ۱۴۹۱)

امام ابن جریر طبری کے قول کی تحقیق

امام ابن جریر طبری نے سماک کی عکرمہ سے روایت کی بھی تصحیح کی ہے اور سماک کی عکرمہ سے روایت پر جرح اور روایت کا ضعف تو خود سنابلی صاحب کو بھی اقرار ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْجُعْفِيَّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سماك عن عكرمة عن ابن عباس،---وهذا خبر عندنا صحيح سنده۔ (تہذیب الآثار ج ۲ ص ۷۹۹)

امام ابن خزیمہ کے قول کی تحقیق

امام ابن خزیمہ نے تو سنابلی صاحب کی تسلیم کردہ مجروحات کو بھی صحیح میں بیان کیا ہے۔ سماک کی عکرمہ سے روایت کی بھی تصحیح کی ہے اور سماک کی عکرمہ سے روایت پر جرح اور روایت کا ضعف تو خود سنابلی صاحب کو بھی اقرار ہے۔

نا أحمد بن المقدام العجلي، ومحمد بن يحيى القطعي قالا: حدثنا محمد بن بكر، نا شعبة، عن سماك، عن عكرمة، عن ابن عباس۔
(صحیح ابن خزیمہ، رقم ۹۱)

نا أبو موسى محمد بن المثنى، وأحمد بن منيع قالا: حدثنا أبو أحمد وهو الزبيري، حدثنا سفيان، وحدثنا عتبة بن عبد الله، أخبرنا ابن المبارك، أخبرنا سفيان، وحدثنا سلم بن جنادة، حدثنا وكيع، عن سفيان، عن سماك بن حرب، عن عكرمة عن ابن عباس۔
(صحیح ابن خزیمہ، رقم ۱۰۹)

نا موسى بن إسماعيل الفزاري، أخبرنا شريك، عن سماك، عن جابر بن سمرة۔ (صحیح ابن خزیمہ، رقم ۱۴۳۲)

نا عباد بن يعقوب - المتهم في رأيه الثقة في حديثه - ثنا عمرو بن ثابت، والوليد بن أبي ثور، عن سماك، عن عكرمة عن ابن عباس۔ (صحیح ابن خزیمہ، رقم ۱۴۹۷)

نا محمد بن عثمان العجلي، نا أبو أسامة، ثنا زائدة، نا سماك بن حرب، عن عكرمة عن ابن عباس۔ (صحیح ابن خزیمہ، رقم ۱۹۲۳)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ابو علی ابن منصور الطوسی کے قول کی تحقیق

محدث طوسی سے سماک کی تصحیح دکھا کر کفایت اللہ سنابلی صاحب نے عوام الناس سے اپنی اقرار شدہ جروحات کو چھپالیا۔ یعنی سماک کی عکرمہ سے روایت اور سماک سے اختلاط کے بعد راوی کا بیان کرنا، جس کی وجہ سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔

نَا الحسين بن الجنيد الدامغاني قال نا عبد الرحمن بن عبد الله بن سعد الدشتكي قال نا عمرو بن أبي قيس عن سماك عن قبيصة بن هلب عن أبيه ـــــ وحديث هلب حديث حسن۔

(مستخرج الطوسی، رقم ۲۸۳۔۱۵۱)

ـــ وفي الباب عن أبي بكرة وابن عمر وابن عباس

وحديث ابن عباس حديث حسن۔ رواه سماك عن عكرمة عن ابن عباس۔ (مستخرج الطوسی، رقم ۶۳۱-۸)

امام ابو عوانہ الاسفرائنی کے قول کی تحقیق

کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اقرار کردہ راوی جنھوں نے سماک کے اختلاط کے بعد سنا، اس روایت کو بھی امام ابو عوانہ نے اپنی مستخرج میں نقل کیا ہے۔

حدثنا أبو داود السجزي قال :ثنا عبيد الله بن معاذ قال :ثنا خالد بن الحارث قال :ثنا حاتم بن أبي صغيرة عن سماك عن النعمان بن بشير۔ (مستخرج أبی عوانہ ج ۱ ص ۳۸۱، رقم ۱۳۸۰)

امام ابن حبان کے قول کی تحقیق

کفایت اللہ سنابلی صاحب جس جرح کو تسلیم کرتے ہیں اس کی تصحیح پیش کر کے مسلکی حمایت کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

أخبرنا أحمد بن علي بن المثنى قال حدثنا أبو معمر القطيعي قال

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حدثنا أبو الأحوص عن سماك عن عكرمة عن ابن عباس۔
(صحیح ابن حبان، رقم ۲۹۹)

أخبرنا أبو يعلى، قال: حدثنا خلف بن هشام البزار، قال: حدثنا أبو الأحوص، عن سماك، عن عكرمة عن ابن عباس۔ (صحیح ابن حبان، رقم ۱۱۹۲)

أخبرنا أحمد بن علي بن المثنى، قال: حدثنا غسان بن الربيع، عن حماد بن سلمة، عن سماك بن حرب، عن علقمة بن وائل، عن طارق بن سويد الحضرمي۔ (صحیح ابن حبان، رقم ۱۳۸۹)

امام دارقطنی کے قول کی تحقیق

عنایت اللہ سنابلی صاحب امام دارقطنی سے حدیث کی تصحیح ملاحظہ کریں، جس کو خود عنایت اللہ سنابلی صاحب اپنے تسلیم کردہ اصول کے مطابق ضعیف مانتے ہیں۔ سماک عن عکرمہ کی روایت کو سنابلی صاحب خود ضعیف مانتے ہیں۔

حدثنا أبو بكر النيسابوري وإبراهيم بن محمد بن بطحاء وآخرون قالوا نا حماد بن الحسن بن عنبسة ثنا أبو داود ثنا سليمان بن معاذ الضبي عن سماك بن حرب عن عكرمة قال قالت عائشة ـــ هذا إسناد حسن صحيح۔ (سنن دارقطنی، رقم ۱۸)

امام حاکم کے قول کی تحقیق

امام حاکم نے سنابلی صاحب کی تسلیم کردہ جرح کو بھی صحیح کہا ہے۔

حدثناه أبو بكر محمد بن أحمد بن بالويه، ثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، حدثني أبي، وحدثنا أبو علي الحسين بن علي الحافظ، أنبأ محمد بن إسحاق، ثنا محمد بن يحيى القطيعي، وحدثنا أبو علي، ثنا

عَلِيُّ بْنُ الْعَبَّاسِ بْنِ الْوَلِيدِ الْبَجَلِيُّ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، قَالُوا: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، ثنا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ـــ قَدِ احْتَجَّ الْبُخَارِيُّ بِأَحَادِيثِ عِكْرِمَةَ، وَاحْتَجَّ مُسْلِمٌ بِأَحَادِيثِ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، وَهَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ فِي الطَّهَارَةِ ـــ (مستدرک حاکم، رقم ۵۶۵)

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَالَوَيْهِ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ النَّضْرِ الْأَزْدِيُّ، ثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثنا زَائِدَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ـــ» وَهَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ مُتَدَاوَلٌ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔

(1104- صحيح۔ التعليق- من تلخيص الذهبي)

(مستدرک حاکم، رقم ۱۱۰۴)

فَأَخْبَرَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ الْعَنَزِيُّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الدَّارِمِيِّ، ثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، ـــ قَدِ احْتَجَّ الْبُخَارِيُّ بِأَحَادِيثِ عِكْرِمَةَ، وَاحْتَجَّ مُسْلِمٌ بِأَحَادِيثِ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ وَحَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، وَهَذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ"۔ (مستدرک حاکم، رقم ۱۵۴۶)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَلِيٍّ الْبَزَّازُ إِمْلَاءً بِبَغْدَادَ، ثنا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَاكِرٍ، ثنا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ، ثنا زَائِدَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ـــ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ بَيْنَ الشَّيْخَيْنِ۔ (مستدرک حاکم، رقم ۱۷۹۵)

امام ابونعیم کے قول کی تحقیق

امام ابونعیم نے عنایت اللہ سنابلی صاحب کی تسلیم کردہ جرح کہ سماک بن حرب سے اضطراب

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کے بعد روایت ضعیف ہوتی ہے، کو بھی نقل کیا ہے۔

حدثنا محمد بن جعفر ثنا الفريابي ثنا عبد الله بن محمد النفيلي ثنا زهير بن معاوية ثنا سماك بن حرب۔

(المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، رقم ۹۷۱)

حدثنا أبو بكر الطلحي ثنا عبيد بن غنام ثنا أبو بكر بن أبي شيبة ثنا حسين بن علي عن زائدة عن سماك عن جابر بن سمرة۔

(المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، رقم ۱۰۱۵)

ابن عبدالبر کے قول کی تحقیق

ابن عبدالبر نے سماک سے عکرمہ کی روایت کو حسن کہا ہے۔

وَلَيْسَ فِي هَذَا الْبَابِ مِنَ الْمُسْنَدِ الْحَسَنِ الْإِسْنَادِ إِلَّا حَدِيثٌ رَوَاهُ وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ــــ

(التمہید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید ج ۱۲ ص ۱۹)

جبکہ کفایت اللہ سنابلی صاحب سماک عن عکرمہ کی روایت کو ضعیف مانتے ہیں۔ جس روایات کو خود ضعیف مانا اس کو مسلکی حمایت میں پیش کرنا توجہ طلب بات ہے۔

امام طاہر القیسرانی کے قول کی تحقیق

امام طاہر القیسرانی نے سماک سے عکرمہ کی رویت اور سماک کے حافظہ خراب ہونے کے بعد شریک سے روایت کو ذخیرۃ الحافظ میں اسنادہ جید لکھا ہے۔

حَدِيث: إِذا أَرَادَ أحدكُم أَن يَبِيع عقاره؛ فليعرضه على جَاره. رَوَاهُ شريك: عَن سماك عَن عِكْرِمَة عَن ابْن عَبَّاس. وَهَذَا إِسْنَاد جيد. (ذخیرۃ الحفاظ، رقم ۱۸۵)

جبکہ کفایت اللہ سنابلی صاحب سماک عن عکرمہ کی روایت کو ضعیف مانتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام بغوی کے قول کی تحقیق

امام بغوی نے بھی سماک بن حرب کی عکرمہ سے روایت کی امام ترمذی سے تصحیح نقل کی ہے۔

أخبرنا عبد الواحد بن أحمد المليحي، أنا أبو محمد عبد الرحمن ابن أبي شريح، أخبرنا أبو القاسم البغوي، نا علي بن الجعد، أنا شريك، عن سماك بن حرب، عن عكرمة، عن ابن عباس۔

(شرح السنہ للامام البغوی ج ۲ ص ۲۷، رقم ۲۵۹)

کفایت اللہ سنابلی صاحب سماک عن عکرمہ کی روایت کو ضعیف مانتے ہیں۔

امام جورقانی کے قول کی تحقیق

امام جورقانی نے سماک کی عکرمہ سے روایت کو حدیث حسن اور حدیث صحیح کہا ہے۔ جبکہ کفایت اللہ سنابلی صاحب کو سماک کی عکرمہ سے روایت ضعیف تسلیم ہے۔

أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ، إِجَازَةً، أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا الطَّبَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّبَرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ـــــ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ ـــــ

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ أَبِي يُونُسَ، عَنْ سِمَاكٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عِكْرِمَةَ فِي يَوْمٍ يَغْنِي ـــــ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ أَبُو الْأَحْوَصِ۔ (الأباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر، رقم ۴۳۶)

امام ضیاء المقدسی کے قول کی تحقیق

امام ضیاء المقدسی نے اپنی کتاب میں سماک کی اختلاط اور سماک کی عکرمہ سے روایت کی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہے۔

أخبرنا محمد بن أحمد بن نصر، أن فاطمة بنت عبد الله أخبرتهم أبنا محمد بن عبد الله أبنا سليمان بن أحمد الطبراني ثنا زكريا بن يحيى الساجي ثنا هذبة بن خالد ثنا حماد بن سلمة عن سماك بن حرب عن علقمة بن وائل الحضرمي ـــــ إسناده صحيح۔

(أحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة ج ۱۲ ص ۱۴ رقم ۱۱۹)

6- وأبنا أبو المجد زاهر بن أحمد الثقفي، أن الحسين الخلال أخبرهم، أنبا إبراهيم، أنبا محمد، أنبا أبو يعلى الموصلي، ثنا أبو معمر، ثنا أبو الأحوص، عن سماك، عن عكرمة، عن ابن عباس۔

(أحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة ج ۱۲ ص ۱۴)

کفایت اللہ سنابلی صاحب سماک عن عکرمہ کی روایت کو ضعیف مانتے ہیں۔ اور ان روایات کو احناف کے خلاف پیش کر کے سماک بن حرب کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

امام نووی کے قول کی تحقیق

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے جو امام نووی کی توثیق کا حوالہ پیش کیا ہے، اب انھیں چاہیے کہ وہ مسلکی تعصب ترک کر دیں اور امام نووی کا مذکورہ جرح بھی مان لیں۔

امام نووی بھی ایک روایت کے تحت لکھتے ہیں۔

وفي رواته سماك، وإذا تفرد بأصل لم يكن حجة اللغة.

(مجموعہ شرح المھذب ج ۲۰ ص ۱۴۴)

سماک جب کسی روایت میں تفرد کرے تو ان سے حجت نہیں قائم کی جا سکتی۔

امام نووی بھی سماک بن حرب کی منفرد روایت ماننے کے قائل نہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام ابن سید الناس کے قول کی تحقیق

امام ابن سید الناس نے اپنی کتاب میں سماک کی عکرمہ سے روایت پر اعتماد بھی کیا ہے۔

حدثنا قتيبة :ثنا أبو الأحوص، عن سماك بن حرب، عن عكرمة عن ابن عباس۔ (النفح الشذی شرح الترمذی ج ۲ ص ۶۶)

خود کفایت اللہ سنابلی صاحب سماک عن عکرمہ کی روایت کو ضعیف مانتے ہیں۔

امام ابن عبد الہادی کے قول کی تحقیق

امام ابن عبد الھادی نے اپنی کتاب میں تحقیق کرتے ہوئے سماک بن حرب کی عکرمہ کی روایت کی امام ترمذی سے تصحیح نقل کر کے اعتماد کیا ہے۔

قال أحمد :وثنا هاشم بن القاسم ثنا شريك عن سماك عن عكرمة عن ابن عبّاس ـــ قال الترمذيُ :هذا حديث حسن صحيح. (تنقیح التحقیق فی احادیث التعلیق، رقم ۳۳)

کفایت اللہ سنابلی صاحب سماک عن عکرمہ کی روایت کو ضعیف مانتے ہیں۔ مگر مسکی حمایت میں اس کو پیش کر رہے ہیں۔

امام ذہبی کے قول کی تحقیق

امام ذہبی نے سماک بن حرب کی عکرمہ سے روایت کی بھی تصحیح کی ہے جبکہ کفایت اللہ سنابلی صاحب تو سماک کی عکرمہ سے روایت کی تضعیف کے قائل ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَالَوَيْهِ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ النَّضْرِ الْأَزْدِيُّ، ثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثنا زَائِدَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ـــ وَهَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ مُتَدَاوَلٌ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔ (المستدرک علی الصحیحین ج ۱ ص ۴۳۷، رقم ۱۱۰۴)

(1104- صحيح- التعليق- من تلخيص الذهبي)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام ہیثمی کے قول کی تحقیق

امام ہیثمی نے سماک بن حرب کے اختلاط کے بعد کے راوی عنبسہ بن الازھر کی روایت کی تحسین کی ہے جبکہ کفایت اللہ سنابلی صاحب ایسی روایت کی تضعیف کے قائل ہیں۔

وَعَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ الْأَزْهَرِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ:۔۔۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (مجمع الزوائد رقم ۲۱۵۸)

حافظ ابن حجر کے قول کی تحقیق

حافظ ابن حجر نے بھی سماک کی عکرمہ کی روایت کی تصحیح کی ہے جبکہ کفایت اللہ سنابلی صاحب سماک کی عکرمہ سے روایت کے تضعیف کے قائل ہیں۔

وَصَلَهُ الطَّبَرِيُّ عَنْ هَنَّادِ بْنِ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عِكْرِمَةَ۔۔۔ وَبِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۳ ص ۳۹۴)

کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۳۰۳ پر لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے جو کچھ کہا ہے اس کا تعلق عکرمہ والی سند یا اختلاط سے ہے۔ جبکہ فتح الباری میں سماک کی عکرمہ سے روایت کی تصحیح کی ہے۔

نتیجہ:۔ اس مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے سماک بن حرب کے بارے میں جو ضمنی توثیق پیش کیں ہیں۔ ان میں زیادہ تر تصحیح تو سماک کی عکرمہ سے روایات کی ہیں جو کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب کی تحقیق کے مطابق ضعیف ہیں۔ جو ان کی تحقیق کے مطابق ضعیف ہیں تو پھر وہ توثیق میں کیسے پیش کر سکتے ہیں؟

اللہ حق بات کرنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

قبیصہ بن ھلب ؓ کی ثقاہت [الزامی جواب]

اس حدیث میں قبیصہ بن ھلب ؓ کو زبیر علیزئی غیر مقلد نے اپنی کتاب صفحہ ۱۵ پر معروف و ثقہ ثابت کرنے کی مندرجہ ذیل محدثین سے کوشش کی ہے۔

(۱) امام عجلی نے کہا ثقہ ہے۔ (الثقات للعجلی ج ۲ ص ۲۱۴)

(۲) ابن حبان نے ثقہ لوگوں میں شمار کیا۔ (تہذیب التھذیب ۸ / ۳۱۴)

(۳) امام ترمذی نے اسکی ایک حدیث کو حسن کہا۔ (سنن ترمذی رقم ۲۵۲)

(۴) امام ابوداؤد نے اسکی حدیث پر سکوت کیا۔ (سنن ابی داؤد رقم ۷۸۴)

اضافہ:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے قبیصہ بن ھلب کی توثیق کے لیے مزید چند حوالہ جات نقل کیے ہیں۔ (انوار البدر ص ۲۲۵، اشاعت چہارم)

(۵) ابوعلی ابن منصور الطوسی (مستخرج الطوسی ج ۲ ص ۱۷۶)

(۶) امام ابن عبدالبر (الاستیعاب ج ۴ ص ۱۵۴۹)

(۷) امام محمد البغوی (شرح السنہ ج ۳ ص ۳۱)

جواب: عرض یہ ہے کہ ان تمام حوالہ جات میں تقریباً ۵ تو ضمنی توثیق ہیں۔ اور خود کفایت اللہ سنابلی صاحب ضمنی توثیق کے بارے میں جو موقف رکھتے ہیں وہ ملاحظہ کریں۔ "ضمنی توثیق سے ہماری مراد یہ ہے کہ محدثین کسی حدیث کی سند کی تصحیح یا تحسین کریں تو یہ ان محدثین کی طرف سے اس سند کے تمام رواۃ کی توثیق ہوتی ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ضعیف راوی پر مشتمل سند کو محدثین شواہد یا متابعات کی وجہ سے صحیح یا حسن کہیں یا صحیح و حسن کہنے میں کسی سے تساہل بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے جہاں اس طرح کے اشارے مل جائیں وہاں ہم اس طرح کی توثیق کو حجت نہیں سمجھتے۔ (انوار البدر ص ۵۷، اشاعت چہارم)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی اپنی تحقیق قارئین کرام کے سامنے ہے، نتیجہ اخذ کرنا پڑھنے والے یا تحقیق کرنے والے پر ہے۔ مگر یہ بات تحقیق کے میدان میں کچھ وقعت نہیں رکھتی کہ اپنے موقف پر مبنی روایات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ان باتوں کا مانا جائے اور دوسروں کے موقف پر مبنی روایات کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے ان باتوں کا انکار کر دیا جائے۔

امام عجلیؒ کی توثیق کا جواب

زبیر علیزئی غیر مقلد صفحہ ۱۵ پر قبیصہ بن حلب کی توثیق پر امام عجلی کا حوالہ دیا۔

(i) مگر زبیر علیزئی غیر مقلد کے ہم مسلک عالم جناب غازی عویز صاحب امام عجلی کی توثیق کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "مثال کے طور پر امام عجلی اور امام حبان (توثیق المجہولین کے معاملہ میں) بہت زیادہ مسائل ہیں

(ضعیف احادیث کی معرفت اور انکی شرعی حیثیت صفحہ ۴۸۔۴۷)

(ii) زبیر علیزئی غیر مقلد صاحب کے ہم مسلک حافظ عبد المنان صاحب ایک راوی عبد اللہ بن قیس النقیسی کو مجہول کہتے ہیں۔ (تعداد تراویح صفحہ ۱۰۲) جبکہ عبد اللہ بن قیس النقیسی کو امام عجلی نے تاریخ الثقات صفحہ ۲۷۲ پر ثقہ لکھا ہے۔ مناسب ہے کہ پہلے غیر مقلدین حضرات اپنے اصولوں کو مقرر کریں لہٰذا غیر مقلدین علماء کے اصولوں کے مطابق امام عجلی مجہولین کی توثیق میں متساہل ہیں۔ امام عجلی کے بارے میں دوسرے ظاہری و سلفی علماء امام عجلی کی توثیق کے بارے میں تقریباً یہی کہتے ہیں۔

(۱) کتاب التنکیل ۱/۱۶۶	شیخ عبد الرحمن معلمی
(۲) تعلیق الشیخ الیمانی علی فوائد المجموعہ صفحہ ۱۰۷	شیخ عبد الرحمن معلمی
(۳) انوار الکاشفہ صفحہ ۶۱	شیخ عبد الرحمن معلمی
(۴) احادیث ضعیفہ والموضوعہ ۶/۱۳	ناصر الدین البانی

اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ غیر مقلدین حضرات عبد الرحمن معلمی کو ذہبی زماں مانتے ہیں اور

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

خود زبیر علی زئی ان کے بڑے ماننے والے ہیں۔ جب عبدالرحمن معلمی کا قلم امام اعظم ابوحنیفہ کے خلاف چلا تو غیر مقلدین حضرات نے اس کی تعریف کے پل باندھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جبکہ اس برعکس اس موضوع پر معلمی کے موقف کو غیر مقلدین حضرات ماننے ہیں یا رد کرتے ہیں یہ دیکھنے سے تعلق رکھے گا۔

مزید یہ کہ خود ان کے ہم مسلک [شاگرد] ابوخرم شہزاد غیر مقلد نے اپنی کتاب اصول حدیث و اصول تخریج ص ۳۴۵ پر ان کا رد بلیغ کیا ہے۔ اور مثالوں سے ارشاد الحق اثری کا بھی امام عجلی کی توثیق ماننے کا جواب لکھا ہے۔ اس لیے خود غیر مقلدین جن باتوں کا حجت نہیں مانتے تو ہمارے خلاف ایسے حوالہ دینے کا فائدہ۔ پہلے اپنے محققین کو ان اصولوں کے طرف مائل کریں پھر جواب لکھیں۔

ابن حبان کی توثیق کا جواب

زبیر علیزئی غیر مقلد خود امام ابن حبان کو توثیق کے معاملہ میں متساہل مانتے ہیں۔ جبکہ انکے مسلک جناب غازی عزیز صاحب لکھتے ہیں۔" مثال کے طور پر امام عجلی اور ابن حبان (توثیق المجہولین کے معاملہ میں) بہت زیادہ متساہل ہیں"۔

(ضعیف احادیث کی معرفت اور انکی شرعی حیثیت صفحہ ۴۷)

ابن حبان کی توثیق پر خود انکے شاگرد ابوخرم شہزاد غیر مقلد نے اپنی کتاب اصول حدیث و اصول تخریج ص ۳۵۰ پر انکا جواب دیا ہے۔

ابن حبان کی توثیق غیر مقلدین کے نزدیک غیر معتبر

امام ابن حبان کا کسی راوی کو ثقات میں ذکر کرنا غیر مقلدین کے نزدیک معتبر بھی نہیں ہے

(۱) حافظ محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں ابن حبان نے اسکو ثقات میں ذکر کیا ہے مگر ابن حبان کا تساہل مشہور ہے۔ (خیر الکلام صفحہ ۲۵۲)

(۲) مولانا عبدالرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں" اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حبان متساہل ہیں"۔ (تحقیق الکلام ۱/۷۷)

(۳) مولانا عبدالرؤف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں "واضح رہے کہ ابن حبان کا اس ثقات میں ذکر کرنا معتبر نہیں کیونکہ وہ مجاہیل کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔ (القول المقبول صفحہ ۳۲۵)

(۴) مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں ابن حبان متساہل ہیں۔

(التوضیح الکلام ۲/۲۶۹)

(۵) شیخ البانی صاحب لکھتے ہیں۔

"وانما وثقه ابن حبان وهو معروف بتساهله۔ (سلسلۃ احادیث ضعیفہ ۱/۴۶۶)

(۶) مولانا رفیق سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ابن حبان کی توثیق کو ائمہ رجال کچھ وقعت نہیں دیتے۔ (الاعتصام صفحہ ۱۸، ۹ ستمبر ۱۹۹۴)

(۷) مولانا عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں ابن حبان کا تساہل مشہور ہے۔

(فتاوی اہل حدیث ۲/۵۰۸)

(۸) زبیر علیزئی غیر مقلد کے استاد عبدالمنان نورپوری صاحب لکھتے ہیں۔ مگر تصحیح میں ابن حبان اور ابن خزیمہ کا تساہل مشہور ہے۔ (تعداد تراویح صفحہ ۳۴)

جب خود علماء غیر مقلدین کو ابن حبان کی توثیق قابل قبول نہیں تو اس مسلمہ اور قبیصہ بن حلب کی توثیق کے معاملے میں یہ تضاد کیوں؟

امام ترمذی کی توثیق کا جواب

زبیر علیزئی غیر مقلد خود امام ترمذی کی توثیق کے قائل نہیں ہیں زبیر علیزئی غیر مقلد اپنی کتاب صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں۔ "اس لئے بقول حافظ ذہبی "علماء ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے" (میزان الاعتدال ۳/۴۰۷)

لہٰذا امام ترمذی کا قول پیش کرنا زبیر علیزئی غیر مقلد کا تضاد ظاہر کرتا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام ابوداؤد کا سکوت اور توثیق کا جواب

زبیر علیزئی غیر مقلد خود اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام اور حکم صفحہ ۱۵۱ پر اس بات کے قائل ہیں کہ امام ابوداؤد کا کسی حدیث پر سکوت کسی حدیث کی تصحیح نہیں ہوتی ہے تو پھر اس اصول کو پیش کرنے کا مطلب کیا ہے۔کیا یہ مسلکی حمایت کا شاخسانہ نہیں؟

لہٰذا زبیر علیزئی غیر مقلد کا قبیصہ بن ھلب الطائی جو کہ مجہول راوی ہے۔اسکو ثقہ قرار دینا انکے اور انکی جماعت کے اپنے ہی اصولوں کے خلاف ہے۔تو اس حدیث کو احناف کے خلاف پیش کرنا درست کیسے ہوسکتا ہے۔۔جناب پہلے اپنی جماعت کی خبر لیں اور پھر لکھنے کی ہمت کریں۔بغض احناف میں ہی کیا آپ کا قلم چلتا ہے؟

مزید عرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اس اصول کو پیش کریں جو ان کے اکابرین کے نزدیک حجت ہو۔خود غیر مقلدین محقق اور علماء جن اصولوں پر متفق نہیں،ان کو ہمارے خلاف پیش کرنا مناسب نہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مؤمل بن اسماعیل سے مروی حدیث کا تحقیقی جائزہ

أَخبرنَا أَبو طَاهِرٍ، نَا أَبو بَكْرٍ، نَا أَبو مُوسَى، نَا مُؤَمَّلٌ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: "صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى عَلَى صَدْرِهِ.

ترجمہ۔ سیدنا وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا۔

(ابن خزیمہ ۱/ ۲۴۳ رقم ۴۷۹، احکام القرآن ۱/ ۱۸۶ رقم ۳۲۹)

جواب نمبر ۱۔ زبیر علیزئی غیر مقلد اس حدیث کو حضرت حلب الطائیؒ کی حدیث کے شاہد کے طور پر لائے ہیں۔ جس سے اس حدیث کی استنادی حیثیت تو واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث زبیر علی زئی کے نزدیک کمزور اور ضعیف ہے۔

جواب نمبر ۲ اس حدیث کے بارے میں زبیر علیزئی غیر مقلد خود لکھتے ہیں۔ "یہ روایت مؤمل کی وجہ سے ضعیف نہیں بلکہ سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسے حسن لذاتہ حدیث کی تائید میں بطور شاہد پیش کیا گیا ہے۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام صفحہ ۲۰)

لہٰذا زبیر علیزئی غیر مقلد کے اس اقرار سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث اُن کے نزدیک ضعیف ہے۔ دوسرا یہ کے اُن کے نزدیک ضعیف حدیث کو (مرسل جو غیر مقلدین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے) متابعت و شواہد میں پیش کرنا جائز ہے۔

جواب نمبر ۳۔ زبیر علیزئی صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ مومل بن اسماعیل پر بھی جرح مفسر موجود ہے لہٰذا تعدیل مبہم کے مقابلے میں جرح مفسری قابل قبول ہوتی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مؤمل بن اسماعیل پر محدثین کرام کی جرح

مندرجہ ذیل محدثین کرام نے مؤمل بن اسماعیل پر جرح کی ہے۔

	ابو حاتمؒ	صدوق شدید فی السنة کثیر الخطاء یکتب حدیثه۔	الجرح والتعدیل ۸/ ۳۷۴
		وسئل عن مؤمل بن اسماعیل وابی حذیفه فقال فی کتبها خطاء کثیر وابو حذیفه اقلها خطاء۔	الجرح والتعدیل ۷۲۳
		هذا حدیث منکر	علل الحدیث ۱۶۹۷
		اخطاء فیه مؤمل	علل الحدیث ۲۰۰۸
		وکبع اصح واخطاء للمؤمل	علل الحدیث ۱۷۴۵
	امام ابو حاتم متعنت اور متشدد میں سے ہیں مگر کثیر الخطاء کی جرح میں تو محدثین کرام نے تائید کی ہے۔ امام ابو حاتم، امام ابن سعد، امام نسائی، امام ابن عمار، امام دارقطنی، امام مام ابوزرعہ، امام ساجی، امام دمیاطی، علامہ ہیثمی اور امام بوصیری نے بھی کثیر الخطاء کہا ہے۔		
	ابن سعدؒ	ثقة کثیر الغلط	طبقات ابن سعد ۵/ ۵۰۱
	امام ابن سعد کی یہ جرح جمہور کے خلاف نہیں بلکہ جمہور محدثین کرام کی متابعت میں ہے۔ کفایت اللہ سنابلی صاحب جمہور کے خلاف جرح قرار دے کر خلاصی نہیں کر سکتے۔		
	ابن سفیانؒ	یروی المناکیر عن ثقات شیوخنا	المعرفہ والتاریخ ۳/ ۵۲
	سلیمان بن حربؒ	کان لا یصحه أن یحدث وقد یجب علی اهل العلم أن یتفقوا	کتاب المعرفہ ۳/ ۵۲
	امام نسائیؒ	مؤمل بن اسماعیل کثیر الخطاء	عمل الیوم واللیلۃ رقم ۸۵

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

	کثیر الخطاء	سنن النسائی ج ۶/ ۲۶

کثیر الخطاء کی جرح میں تو محدثین کرام نے تائید کی ہے۔ امام ابو حاتم، امام ابن سعد، 197
امام نسائی، امام ابن عمار، امام دار قطنی، امام ابو زرعہ، امام ساجی، امام دمیاطی، علامہ ہیثمی اور امام بوصیری نے بھی کثیر الخطاء کہا ہے۔

امام المروزیؒ	المؤمل إذا انفرد بحديث وجب أن يتوقف و يثبت فيه لأنه كان سيئ الحفظ كثير الخطاء۔	تہذیب التہذیب ۶۸۲
	للمؤمل وإذا انفرد بحديث وجب أن نوقف ويتثبت فيه لأنه كان سيء الحفظ كثير الغلط۔	تعظیم قدر الصلاۃ ۲/ ۵۷۴

امام مروزی کے اس قول کو جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب نے انوار البدر ص ۴۳۵ پر تسلیم کیا ہے کہ مومل بن اسماعیل کی منفرد روایت میں توقف وتثبت کی بات ہے، علی الاطلاق کی بات نہیں کہی۔

عرض یہ ہے کہ امام مروزی کے قول میں صرف تفرد ہی نہیں بلکہ کثیر الخطاء کی بھی بات کی ہے۔ جیسا کہ امام ابو حاتم، امام ابن سعد، امام نسائی، امام ابن عمار، امام دار قطنی، امام ساجی، امام ابو زرعہ، امام دمیاطی، علامہ ہیثمی اور امام بوصیری نے بھی کثیر الخطاء کہا ہے۔

اور کثیر الخطاء کو تو خود کفایت اللہ سنابلی صاحب جرح مفسر مانتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ ابن عبد البر نے امام اعظم کو سیئ الحفظ کہا ہے تو عرض یہ ہے کہ مومل بن اسماعیل کا تقابل امام اعظم کے ساتھ کیسے کیا جا سکتا ہے؟ امام اعظم کی توثیق اور محدثین کے اعتراضات کا جواب خود ابن عبد البر نے اپنی کتاب الانتقاء میں دیا ہے۔

امام احمدؒ	يخطئ	علل المروزی رقم ۵۳

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

	امام جنیدؒ	قال یحیی بن معین حدث من حفظه زیادة	سوالات الجنید ۴۴۴
		یقول (قبیصة) لیس بجة فی سفیان ولا یحیی بن آدم ولا (مؤمل)	معرفۃ الرجال ۴/ ۱۱۴
	امام ابن عمار	وکان یحدث حفظاً فیخطیٔ الکثیر	علل الحدیث ص ۱۰۷
	علامہ البانی	سوء حفظه	صحیح ابن خزیمہ ۱۸۶۰ حاشیہ
	امام ذہبیؒ	ذکره فی المغنی فی ضعفاء	المغنی ۲۱/ ۶۸۹
	ابن ترکمانیؒ	مائل به تضعیف	الجواہر النقی ۲/ ۳۰
	ابن قطلوبغاؒ	مائل به تضعیف	تخریج الاحادیث اختیار قلمی
	ابن حجرؒ	فی حدیث عن الثوری ضعف	فتح الباری رقم ۷۲۵۱
		فیه لین	العجاب، رقم ۸۲۰
		صدق سیئ الحفظ	تقریب التہذیب ۷۰۲۹
	ابوزرعہؒ	فی حدیثه خطاء کثیر	میزان الاعتدال ۸۹۳۹
		فی کتبها خطأ کثیر	الجرح والتعدیل ۸/ ۱۶۳
	امام ساجی	صدوق کثیر الخطاء وله اوهام	تہذیب التہذیب ۱۰/ ۳۸۱
	ابن قانع	صالح یخطیٔ	میزان الاعتدال ۲/ ۵۳۲
	ابوبکر نیشاپوری	مؤمل حفظه فهو غریب	السنن الکبری ۴/ ۲۱۳
	امام ابن حبانؒ	ربما أخطأ	کتاب الثقات ۹/ ۱۸۷
	امام زرکلی	فحدث من حفظه فوقع الخطاء	اعلام ۷/ ۳۲۴
	حافظ الزرکشیؒ	قال البخاری منکر الحدیث	النکت للزرکشی ۲/ ۲۹۷
	امام بخاریؒ	منکر الحدیث	بحوالہ الجوہر النقی ۲/ ۲۰

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام جوزی	تفرد به مومل عن ثوری	العلل المتناهیة رقم ۳۳۹
ابن ابی حاتم	وهم مؤمل فی لفظ متن هذا الحدیث	علل الحدیث رقم ۱۱۱۶ 198
ابن نجار	مائل به ضعف	المستفاد ۲/۱۰۷
امام فاسی	الذی تفرد به کثیر الخطاء	شفاء الغرام ۱/۱۲۳
ابن ملقن	مؤمل بن اسماعیل صدوق وقد تکلم فیه خ۔[بخاری]	البدر المنیر ۴/۶۵۲
	قلت :قَالَ أَبو حَاتِم فِي مؤمل :إنَّه صَدوق، شَدِيد فِي السنة، كثير الخطأ.	البدر المنیر ۲/۱۹۰
ابن القوارس	تفرد به مؤمل بن اسماعیل عن سفیان	البدر المنیر ۷/۵۵۳
امام دمیاطی	دفن مؤمل کتبه وکان یحدث من حفظه فکثر خطؤه۔	البدر المنیر ۷/۵۵۳
علامہ ہیثمی	ضعفه الجمهور	مجمع الزوائد ۸۰۹۸
	مؤمل ثقة کثیر الخطأ۔	مجمع الزوائد رقم ۱۱۴۳۴
امام طبرانی	فإن کان مؤمل بن إسماعیل حفظه فهو غریب	المعجم الصغیر رقم ۷۷۷
امام بوصیری	مؤمل بن اسماعیل اختلف فیه فقیل ثقة وقیل کثیر الخطاء وقیل منکر الحدیث۔	مصباح الزجاجة ۷۲۲
امام دارقطنی	صدوق کثیر الخطاء	سوالات الحاکم ۳۹۲
	ولم یروه عنه غیر مؤمل بن اسماعیل۔	اطراف الغرائب ۱۳۵۱

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

		تفرد به مؤمل بن اسماعیل عن الثوری۔	اطراف الغرائب ۱۴۹۹
	ابن الھادیؒ	تکلم فیه بعض الائمة و هو صدوق و لکنه کثیر الخطاء	مسائل جزاء الصید ۲/۴۵۱
		تکلم فیه بعض الائمة، وهو صدوق، ولکنه کثیر الخطأ	تنقیح تحقیق احادیث التعلیق ج ۲ ص ۴۵۲
	ابن الھادی نے دیگر محدثین کرام کی جرح کے وضاحت کے بعد اپنی جرح کی ہے۔		
	علامہ مناویؒ	مؤمل بن اسماعیل قال البخاری منکر الحدیث۔	فیض القدیر رقم ۶۸۶۱
	شمس الحق ذاہدی	فیه مقال	توجیہ القاری ص ۳۲۱
	ابن الدویش	مؤمل بن اسماعیل سیی الحفظ	تنبیہ القاری رقم ۵۷
	مولانا اعظمی	الاسناده ضعیف لان مؤملا	حاشیہ صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۴۳
	شعیب الارناؤط	سئی الحفظ	صحیح ابن حبان ۳/۳۸
	علامہ مبارکپوری	قلت سلمنا ان مؤمل بن اسماعیل ضعیف۔	ابکار المنن ص ۱۰۹
	عبدالمنان نور پوری	مؤمل کی وجہ سے ضعیف ہے۔	نماز میں ہاتھ اٹھانے ص ۲۱
	ابو اسحاق الحوینی	سیئی الحفظ	حاشیہ فوائد ابی عمر ص ۱۳۱ رقم ۱۷
	عبداللہ الرحیلی	لیس الحفظ	حاشیہ من تکلم وھو موثق ص ۵۱۳
	ابن عوض اللہ	مائل به تضعیف	الارشادات ۱/۱۹۲

اس مذکورہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ مؤمل بن اسماعیل پر محدثین کرام کی معتبر جرح موجود ہے۔ اور اس جرح کے ہوتے ہوئے حدیث کو صحیح کہنا تحکم ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

زبیر علیزئی کی اسماء الرجال میں مسلکی حمایت

یہاں پر عرض کر دوں کہ زبیر علیزئی غیر مقلد نے مسئلہ ترک رفع یدین پر اپنی کتاب نور العینین ص ۱۴۶ پر یزید بن ابی زیاد الکوفی کو صنی الحفظ۔ کثیر الخطاء ہونے کی وجہ سے ضعیف لکھا تھا۔ اور ساتھ ہی علامہ بوصیری سے ضعفہ جمہور بھی لکھا۔ مگر نماز میں ہاتھ باندھنے کے موضوع میں مؤمل بن اسماعیل جس کو جمہور محدثین کرام نے سی الحفظ اور کثیر الخطاء لکھا ہے۔ اس اصول اور قاعدہ کو بھول گئے ہیں۔ میرے خیال میں مسلکی حمایت نے ان کو ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اور مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد رقم ۸۰۶۸ نے ضعفہ جمہور لکھا ہے۔ جناب والا ترک رفع الیدین والی روایات پر بڑے مزے لے کر آپ نے راوی کو ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی مگر وہی جرح اگر نماز میں ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر ایک روایت میں مؤمل بن اسماعیل پر آ گئی تو آپ چیخ چیخ کر احناف کو بددیانت ثابت کرتے ہیں۔ اور اپنی روایت کو صحیح ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ میری استدعا قارئین کرام سے اتنی ہوگی کہ خود ان تحریروں کا مطالعہ کریں اور نتیجہ اخذ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مسلکی تعصب سے دور رکھے۔

اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ زبیر علیزئی صاحب مسلکی حمایت اور خدمت میں کسی بھی راوی کو ضعیف اور کسی بھی راوی کو ثقہ لکھ دیتے ہیں۔

نوٹ۔ وہ عوام الناس جو اصول اسماء الرجال سے نابلد ہیں ان کیلئے زبیر علیزئی غیر مقلد کی کتابیں پڑھنا گمراہی کا سبب ہیں۔ لہٰذا اُن کی کتابوں سے عوام الناس کو اجتناب کرنا چاہیے۔ کیونکہ عوام الناس کو اسماء الرجال کا اول تو ادراک نہیں ہے اور مزید یہ کہ ان کتابوں تک رسائی بھی نہیں ہے۔ لہٰذا صرف بہت سارے حوالے دیکھ کر مرعوب ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

زبیر علیزئی غیر مقلد کی اصول الحدیث سے لاعلمی

زبیر علیزئی غیر مقلد اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں کہ "ثقہ عدد کثیر کی بات عدد قلیل پر حجت ہے"

جواب۔ زبیر علیزئی غیر مقلد جنکے مطالعہ میں اصول الحدیث اور علم الرجال کی کافی کتابیں زیر مطالعہ ہونگی۔ یہ مانا نہیں جاسکتا کہ یہ اصول انکی آنکھوں سے اوجھل ہو۔ کیونکہ محدثین کرام کے نزدیک جرح وتعدیل ماننے کے کچھ اصول مقرر ہیں۔

(۱) مفسر جرح کو مبہم تعدیل پر فوقیت ہوتی ہے۔

(۲) مفسر تعدیل کو مبہم جرح پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

(۳) مبہم جرح اور مبہم تعدیل میں پھر عددی اکثریت دیکھی جائے گی۔

زبیر علیزئی غیر مقلد کا باقی اصول کو بالا ءطاق رکھ کر صرف عددی کثرت کے اصول کو ماننا ایک نہایت غلط اور گمراہ کن اصول ہے۔ اور اسی اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انھوں نے احناف کے ساتھ تمام اختلافی مسائل میں اسکو زیر استعمال رکھا ہے اور عددی فوقیت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر حیرانگی تو ان علماء غیر مقلدین پر ہے کہ جو اپنے آپ کو علماء بھی کہتے ہیں مگر زبیر علیزئی غیر مقلد کے اس گمراہ کن اصولوں پر چپ سادھی ہوئی ہے۔ میرے خیال میں اختلافی مسائل اپنی جگہ مگر اصولوں سے انحراف کوئی تحقیقی کام نہیں ہے۔

اگر عددی طور پر بھی دیکھا جائے تو (۱۸) محدثین کرام کی تعدیل کے مقابلہ میں ہم نے (۵۰) محدثین کرام سے مومل بن اسماعیل پر جرح ثابت کی ہے۔ لہذا زبیر علیزئی غیر مقلد کو اپنے اصول کے مطابق مومل بن اسماعیل کو ضعیف ماننا چاہیے۔

اعتراض: غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے انوار البدر ص ۴۳۸ تا ص ۴۴۵ تک پچیس اقوال موثقین کے پیش کیے ہیں۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ ان ۲۵ میں سے تو تقریباً ۱۸ ضمنی توثیقات ہیں۔ اور ضمنی توثیق کے بارے میں تو خود کفایت اللہ سنابلی صاحب بغیر قرائن ماننے کے قائل نظر نہیں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

آتے۔اور مزید یہ کہ ۲۵ میں سے ۱۲ تو متساہل محدثین کرام ہیں۔

اس لیے غیر مقلدین کفایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ توثیق پر کسی کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔مزید یہ کہ ان توثیق کے بعد بھی مومل بن اسماعیل پر جرح مفسر ہے۔

محدثین کرام کی مؤمل بن اسماعیل پر مفسر جرح

محدثین کرام نے مؤمل بن اسماعیل پر مفسر جرح کی ہے۔جسکی وجہ سے اس حدیث کو صحیح ماننا درست نہیں ہے۔

(۱) امام ابو حاتم نے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں کثیر الخطاء کی مفسر جرح کی ہے۔(الجرح وتعدیل ۸ / ۳۷۴)

اس جرح کی وجہ سے مؤمل بن اسماعیل کی حدیث کا ماننا درست نہیں ہے۔

(۲) امام یعقوب بن سفیان نے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں

"یروی للناکیر عن الثقات شیوخنا"

یعنی اپنے ثقہ استادوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔(المعرفۃ والتاریخ ۳ / ۵۲)

اس حدیث میں بھی "علی صدرہ" کے الفاظ منکر ہیں لہٰذا یہ جرح بھی مفسر ہے۔

(۳) حافظ ابن حجر نے بھی مؤمل بن اسماعیل کو سیئ الحفظ لکھا ہے۔(تقریب التہذیب ۷۰۲۹)

جو محدثین کرام اور ارشاد الحق اثری کے نزدیک بھی مفسر جرح ہے۔

(توضیح الکلام ص ۹۶۲)

(۴) امام نصر المروزی لکھتے ہیں مؤمل بن اسماعیل جب کسی حدیث میں منفرد ہو تو اسکی حدیث سے توقف کرنا چاہیے۔(تعظیم قدر الصلاۃ ۲ / ۵۷۴)

اس حدیث میں بھی مؤمل بن اسماعیل منفرد ہے۔اگر زبیر علیزئی غیر مقلد اصول الحدیث کو مانتے ہیں تو کوئی ایسی روایت پیش کریں جسمیں کسی راوی نے امام سفیان ثوری سے انہی الفاظ یہ روایت لی ہو یا بیان کی ہو امام بیہقی بھی خلافیات بیہقی قلمی صفحہ ۵۴ پر لکھتے ہیں کہ سفیان ثوری کے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

شاگردوں میں علی صدرہ کے الفاظ سوائے مؤمل بن اسماعیل کے کسی اور نے استعمال نہیں کیے لہٰذا امام احمد بن حنبل کی مفسر جرح کی روشنی میں یہ حدیث ثابت نہیں۔ اور ویسے بھی زبیر علیزئی غیر مقلد نے اس کے ضعف کا خود اقرار بھی کیا ہے۔ لہٰذا امام احمد بن حنبلؒ کے قول کی روشنی میں لفظ علی صدرہ کا اضافہ مؤمل بن اسماعیل کی طرف سے خطاء اور غلطی ہے۔

(۵) جرح کرنے والے محدثین کرام کا طبقہ اعلیٰ درجہ کا ہے۔ جبکہ تعدیل کرنے والے محدثین کرام نیچے طبقہ والے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اصول ہے کہ اوپر والے طبقے کے محدثین کرام کی بات مانی جائے گی۔ اور اس بنیاد پر بھی مؤمل بن اسماعیل ضعیف ثابت ہوتا ہے

(۶) امام یحییٰ بن معین کا صحیح قول (معرفۃ الرجال ۱/۵۴۹) اور حافظ ابن حجر کا قول "فی حدیث عن الثوری ضعیف" فتح الباری ۹/۲۳۹ سے یہ بات تو صاف واضح ہو جاتی ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کی سفیان ثوری سے روایت ضعیف ہوتی ہے لہٰذا اس مفسر جرح کے بعد اس حدیث کو صحیح کیسے مانا جا سکتا ہے۔

(۷) امام ابو حاتم نے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں لکھا

کثیر الخطاء۔ (الجرح وتعدیل ۸/۳۷۴)

اور یہ بھی کہ مؤمل بن اسماعیل کی کتاب میں بھی خطاء کثیر ہے۔

(الجرح والتعدیل۔ رقم ۷۲۳)

امام ابو حاتمؒ کی بھی اس جرح مفسر کی روشنی میں مؤمل بن اسماعیل کی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔

حافظ ابن عمارؒ کی مؤمل بن اسماعیل پر مفسر جرح

محدث حافظ ابن عمار الشہید (م ۳۱۷ھ) مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں واضح انداز میں جرح مفسر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فأما للومل، فكان قد دفن كتبه، و كان يحدث حفظا، فيخطى

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الکثیر۔ (علل الحدیث فی کتاب صحیح مسلم ص ۱۲۸)

ترجمہ : یعنی موسل بن اسماعیل نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اور اپنے حافظے سے بیان کرتا تھا اس لیے اس سے بہت زیادہ غلطیاں صادر ہوتی تھیں۔

اس تحقیق کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ موسل بن اسماعیل کثیر غلطیاں کرنے والا تھا خود غیر مقلدین حضرات کثیر غلطیاں کرنے والے کو جرح مفسر مانتے ہیں۔ اور جرح مفسر ہوتے ہوئے اس روایت کو صحیح ماننا اور اپنے شاگردوں پر اپنی علمی شان بڑھانا، علمی خیانت اور تحکم کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

آپ تحقیق کے نام پر اپنے غیر مقلدین حضرات کو تو دھوکا دے سکتے ہیں مگر تحقیق کے میدان میں آپ کے دلائل کی کچھ حیثیت نہیں۔ اللہ ہمیں مسلکی تعصب سے محفوظ فرمائے۔

اعتراض : غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۴۴۶ پر لکھتے ہیں۔

اگر مفسر اور غیر مفسر کے لحاظ سے ترجیح دی جائے تو بھی موسل بن اسماعیل کی توثیق ہی راجح ہوگی، کیوں کہ جن لوگوں نے ان پر مفسر جرح کی ہے، ان کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض نے زیادہ غلط کرنے والا کہا ہے، جبکہ بعض نے معمولی غلطی کرنے والا کہا ہے اور اصولی طور پر انہیں کی بات راجح ہے۔

زیادہ غلطی کرنے کی بات درج ذیل لوگوں نے کہی ہے۔

۱۔ ابو حاتم

۲۔ امام ابن سعد

۳۔ امام مروزی

۴۔ امام نسائی

۵۔ امام ساجی

۶۔ امام ابن عمار

ان کے برخلاف معمولی غلطی کا الزام درج لوگوں نے لگایا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام ابن معین

امام احمد

امام ابوداود

امام ابن حبان

امام ہیثمی

ابن قانع

امام ذہبی

جواب:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد سنابلی صاحب نے کثیر الخطاء کہنے والے محدثین کرام میں محدثین کرام کے نام ذکر نہیں کیے جو کہ مذکورہ ہیں۔

۱۔امام دارقطنی :صدوق کثیر الخطاء۔

۲۔امام ابوزرعہ:في كتبهما خطأ كثير۔

۳۔امام فاسی المکی:الذی تفرد به كثير الخطاء.

۴۔امام دمیاطی:دفن مؤمل كتبه و كان يحدث من حفظه فكثر خطؤه۔

۵۔ابن الھادی:تكلم فيه بعض الائمة وهو صدوق ولكنه كثير الخطاء۔

۶۔علامہ ہیثمی:ومؤمل ثقة كثير الخطأ۔

اس طرح ۱۲ محدثین کرام نے کثیر الخطاء کی جرح مفسر کی ہے۔اور ان میں ابوحاتم اور امام نسائی ہی متشدد ہیں، باقی ۱۰ کے متعلق تو کوئی ایسی بات نہیں۔

مزید یہ کہ غیر مقلد سنابلی صاحب انوار البدر ص ۴۴۷ پر معمولی غلطی کرنے والے ۷ محدثین کرام میں، ۲ نے تو خود جرح مفسر کی ہے۔اس لیے کم جرح والے ۵ محدثین کرام ہیں۔

اس مقام پر تو تحقیق یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کو عدالت کی توثیق اور حافظہ کی جرح کا معلوم نہیں۔محدثین کرام کے عدالت والی توثیق کو حافظہ کی توثیق پر اطلاق کر دیا۔مزید یہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہر محدث کا اپنا اپنا منہج ہوتا ہے جس کے تحت وہ کسی بھی راوی کے بارے میں جرح یا تعدیل کرتا ہے۔

جن محدثین کرام نے کثیر الخطاء یا زیادہ غلطی کرنے والی کی جرح کی، اس کو آپ کم غلطی کرنے والی موقف سے کیسے مرجوح قرار دے سکتے ہیں۔ جناب جس محدث کے سامنے جو حقائق سامنے آئے اس نے وہ بیان کر دیے۔ اس لئے آپ کی بات خلاف تحقیق ہے۔

اعتراض: کفایت اللہ سنابلی صاحب غیر مقلد انوار البدر ص ۴۴۸ پر لکھتے ہیں۔

ائمہ ناقدین میں سے دو جلیل القدر ائمہ امام ذہبی اور امام ہیثمی نے مومل بن اسماعیل کو کم غلطی کرنے والا قرار دیا، نیز ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ ان پر کی گئی جروح سے ہی ضعیف ثابت نہیں ہوتے۔۔

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے علامہ ہیثمی سے نقل کیا ہے۔

مؤمل بن إسماعيل وهو ثقة وفيه ضعف۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۱)

مگر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کو علامہ ہیثمی کے دیگر اقوال ملاحظہ نہیں کیے۔

جناب آپ ذرا علامہ ہیثمی کی دوسری عبارت بھی ملاحظہ کر لیں۔

مؤمل بن إسماعيل قلت: ومؤمل ثقة كثير الخطأ۔

(مجمع الزوائد، رقم ۱۱۴۳۴)

علامہ ہیثمی کی اس عبارت سے مومل بن اسماعیل کا زیادہ غلطی کرنے والا ثابت ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ علامہ ہیثمی نے تو جمہور کے نزدیک مومل بن اسماعیل کو ضعیف قرار دیا ہے۔ کیا غیر مقلد کو علامہ ہیثمی کا یہ قول قبول ہے؟

مؤمل بن إسماعيل وثقه ابن معين وضعفه الجمهور۔

(مجمع الزوائد، رقم ۸۰۶۸)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جرح مفسر:

مزید یہ کہ جناب آپ کم غلطیاں اور زیادہ غلطیاں کرنے والوں میں جو تفریق کر رہے ہیں، اس سے بھی آپ کو کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ محدثین کرام نے غلطیاں کرنے کے علاوہ بھی مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں ۳ مزید جرح مفسر بتائیں ہیں۔

اول : جس روایت میں منفرد ہو وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔

دوم : حافظہ پر جرح، اس کے حافظہ خراب ہونے کے بعد کی روایات قبول نہیں۔

سوم : اپنے شیوخ سے مناکیر روایت کرتا ہے۔

اس لیے آپ کے وضع کردہ اصول تحقیق کی روشنی میں غلط ہیں۔

ابن معینؒ سے مؤمل بن اسماعیل کی توثیق کی حقیقت

زبیر علیزئی ص ۱۹ پر لکھتا ہے کہ مؤمل اسماعیل پر جرح و تعدیل میں تطبیق و توفیق ہو سکتی ہے۔ زبیر علیزئی مزید لکھتا ہے۔

"جارحین کی جرح عام ہے اور معدلین کی تعدیل میں تخصیص موجود ہے۔ یحییٰ بن معین نے مؤمل بن اسماعیل کو سفیان ثوری کی روایت میں ثقہ قرار دیا ہے"۔

(الجرح و تعدیل لابن ابی حاتم ۸ / ۳۷۴)

جواب۔ زبیر علیزئی غیر مقلد سے عرض ہے کہ امام ابن ابی حاتم سے امام یحییٰ بن معین تک کے قول کی سند معروف نہیں بلکہ مجہول ہے۔ کتاب جرح و تعدیل ۸ / ۳۷۴ پر اسکی سند کچھ یوں ہے۔

"انا یعقوب بن اسحاق فیما کتب الی قالنا عثمان بن سعید قال قلت یحیی بن معین أی شیی حال مؤمل فی سفیان؟ فقال ھو ثقه"

(۱) کتاب جرح و تعدیل کے اس قول کی سند میں یعقوب بن اسحاق الہروی ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

یعقوب بن اسحاق کی توثیق ثابت نہیں ہے۔ اور یعقوب بن اسحاق الہروی کی توثیق کے بغیر اس حوالہ سے استدلال نہیں کر سکتے۔ اپنا موقف ثابت کرنا ہو تو پھر مجہول کی روایت بھی قابل قبول اور اگر مسلک کے خلاف ہو تو پھر شور اور غوغا مچاتے ہیں۔

(۲) زبیر علیزئی کا یہ لکھنا کہ اسکا ذکر حافظ ذہبی کی تاریخ الاسلام ۲۵/ ۸۴) پر ہے۔ مگر عرض یہ ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے یعقوب بن اسحاق الہروی کے بارے میں صرف حافظ کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ اور شاید زبیر علیزئی غیر مقلد کو یہ ثابت کرنا تھا کہ یہ راوی ثقہ ہے۔ جبکہ خود اس بات کا رٹا لگاتے اور لگواتے تھے کہ حافظ کے لفظ سے راوی کی توثیق ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا یہ حوالہ پیش کرنا مردود ہے۔

(۳) اگر یعقوب بن اسحاق الہروی مجہول راوی کے قول کو قبول کرنا ہے تو پھر امام یحییٰ بن معین کا قول فی حدیث عن الثوری ضعیف۔ یعنی مؤمل بن اسماعیل کی روایت ثوری سے ضعیف ہے (معرفتہ الرجال ۱/ ۵۴۹) بھی مان لیں۔

مگر زبیر علی زئی کو مسلکی حمایت کے علاوہ کچھ یاد نہیں رہتا۔ ایک ہی مقام پر ایک مجہول راوی کا قول قبول کرنا اور دوسرے مقام پر راوی کی جہالت پر اعتراضات کے پل کھڑے کر دینا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن محرزؒ کو مجہول کہنے سے ان کے مذہب کو تقویت ملتی ہے کیونکہ معرفۃ الرجال کی کتاب میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی توثیق ثابت ہوتی ہے۔ اور یعقوب بن اسحاق الہروی کی روایت کو اس لیئے مان لیا کہ اس سے ان کی استدلال کردہ روایت کا راوی ثقہ ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام ملاحظہ کریں جہاں پر اپنا موقف ثابت کرنا ہو تو مجہول کی روایت بھی مان لیتے ہیں مگر جہاں پر اپنے موقف پر ضرب پڑتی ہے وہاں مجہول کے نعرے کو رٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ جناب اگر یحییٰ بن معین کے قول سے مؤمل بن اسماعیل کو سفیان ثوریؒ کی روایت میں ثقہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو پھر یحییٰ بن معین کے دوسرے قول میں مؤمل بن اسماعیل کو سفیان ثوری سے روایت کرنے میں ضعیف بھی بیان کیا گیا ہے، اس کو ماننے سے انکار کیوں؟ اس کا واضح جواب مسلک کی حمایت ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اگر بالفرض دونوں اقوال کو مان بھی لیا جائے تو دونوں اقوال متضاد ہو کر ساقط ہو جاتے ہیں۔ اور کیا یہ بات آپ کو قابل قبول ہے؟ قارئین کرام یہ بھی جان لیں کہ زبیر علی زئی اس کا جواب نہیں دے گا۔ اور نہ ہی انکے حواری۔

(۴) حافظ ابن حجر نے بھی مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں لکھا ہے۔

"فی حدیث عن الثوری ضعیف" (فتح الباری ۹/۲۳۹ رقم ۵۱۷۲)

یعنی مؤمل بن اسماعیل کی سفیان ثوری سے حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ اور یہ حدیث بھی مؤمل عن سفیان کی سند سے مروی ہے۔ لہذا ابن حجر عسقلانیؒ کے قول کی روشنی میں بھی مؤمل بن اسماعیل کے سفیان ثوری سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔

ابن معینؒ کی مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کی تضعیف

اس روایت کی تحقیق کے دوران چند مزید علمی نکات سامنے آئے جو پیش خدمت ہیں۔ غیر مقلد زبیر علی زئی نے امام یحیٰی بن معین سے مومل کی سفیان ثوری سے مروی روایت کی جو تصحیح کی ہے وہ ایک دھوکا ہے کیونکہ خود زبیر علی زئی کو یہ معلوم تھا کہ اس کی پیش کردہ قول کی سند میں یعقوب بن اسحاق مجہول راوی ہے۔ مگر پھر بھی مسلکی حمایت میں بھولے بھالے عوام الناس کو بہکانے کی خاطر یہ روایت پیش کی۔ مگر یہ بھول گئے کہ ابن معینؒ سے مومل بن اسماعیل کی وہ روایت جو سفیان ثوری سے روایت کرتا ہے تضعیف ثابت ہے۔

محدث ابن عساکرؒ لکھتے ہیں

أخبرنا أبو القاسم الواسطي أنا أبو بكر الخطيب أنا أحمد بن محمد بن إبراهيم قال سمعت أحمد بن محمد بن عبدوس قال سمعت عثمان بن سعيد قال قلت ليحيى بن معين فالفريابي يعني في سفيان قال مثلهم يعني مثل المؤمل بن إسماعيل وعبيد الله بن موسى وقبيصة وعبد الرزاق۔ (تاریخ دمشق ج 56 ص 329)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: محدث عثمان بن سعید الدرامی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابن معینؒ سے فریابی کی سفیان ثوری سے روایت کے بارے میں پوچھا۔ امام ابن معینؒ نے کہا فریابی کی سفیان ثوریؒ سے روایت اسی طرح ہے جس طرح مؤمل بن اسماعیل عبید اللہ بن موسیٰ قبیصہ اور عبدالرزاق کی روایت سفیان ثوری سے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر تحقیق ملاحظہ کریں۔

أبو القاسم ہبۃ اللہ بن عبداللہ بن أحمد الواسطی:

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔ الإمام الثقة المحدث۔ (سیر اعلام النبلاء، 4800)

امام السمعانیؒ فرماتے ہیں۔ شیخ ثقہ صالح مکثر۔ (سیر اعلام النبلاء، 4800)

احمد بن محمد بن محمد بن محمد بن إبراہیم بن حمدون نیسابوری:

علامہ ناصر الدین الدمشقیؒ فرماتے ہیں۔ ثقة۔ (توضیح المشتبہ ج ۳ ص ۱۷۹)

محدث الصیرفیؒ فرماتے ہیں:

جليل ثقة من كبار الصالحين. (منتخب من السیاق لتاریخ نیسابور، 177)

أبو الحسن أحمد بن محمد بن عبدوس بن سلمة العنزي النيسابوري:

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔ الشيخ المسند الأمين۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲ ص ۹۲)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس قول کے راوی ثقہ ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابن معینؒ کے نزدیک مؤمل بن اسماعیل کی روایت کی حیثیت بالکل فریابی کی روایت سفیان ثوریؒ جیسے ہے یعنی مؤمل بن اسماعیل اور فریابی کی سفیان ثوری سے روایت کی حالت ایک جیسے ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ ابن معینؒ کے نزدیک قبیصہ کی سفیان ثوری سے روایت کی کیا حیثیت ہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

أخبرنا الحسن بن أبي بكر، أخبرنا أبو سهل أحمد بن محمد بن عبد الله

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

القطّان، حَدَّثنَا أَبو بَكر أَحمد بن أبي خيثمة قَالسمعت يحيى بن معين. قَالَو قبيصة ثقة في كل شيء إلا في سفيان، فإنه سمع وهو صغير. (تاریخ بغداد و ذیولہ 470/12)

ترجمہ: ابن ابی خیثمہ نے کہا کہ میں نے امام ابن معینؒ سے سنا کہ انھوں نے کہا کہ قبیصہ ہر چیز میں ثقہ ہے سوائے سفیان ثوری سے روایت کرنے میں۔

سند کی تحقیق

اس قول کے سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ فرمائیں۔

الحسن بن ابی بکر:

خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں وکان صدوقا صحیح الکتاب۔

(تاریخ بغداد ۳۷۲۵)

ابو سہل احمد بن محمد القطان:

علامہ ذہبیؒ نے فرمایا ثقہ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۵۲۱)

احمد بن ابی خیثمہ:

علامہ ذہبیؒ نے فرمایا: الحافظ الحجة احد اعلام۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۵۲۱)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس قول کی سند صحیح ہے۔ اور یہ معلوم ہوا کہ قبیصہ کی روایت سفیان ثوری سے صحیح نہیں۔ اور اس سے قبل قول میں یہ ثابت ہوا تھا کہ فریابی کی روایت کی حیثیت وہی ہے جو مؤمل بن اسماعیل، قبیصہ وغیرہ کی روایت سفیان ثوری سے ہے۔ اور اب اس قول میں یہ ثابت ہوگیا کہ قبیصہ کی روایت سفیان ثوری سے ضعیف اور کمزور ہے۔ لہذا لامحالہ مؤمل بن اسماعیل کی روایت بھی سفیان ثوری سے ضعیف ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ تحقیق امام ابن معینؒ کے نزدیک ہے لازمی نہیں کہ جمہور بھی اس سے متفق ہوں۔ معلوم ہوا کہ ابن معین کے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نزدیک مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت ضعیف ہے۔اب دیکھتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات تحقیق کو قبول کرتے ہیں یا مسلکی تعصب کا ثبوت دیتے ہوئے اس کو نظر انداز کرتے ہیں۔

اعتراض:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۴۳۰-۴۲۹ پر لکھتے ہیں۔

اگر یہ جرح مان لیں کہ ابن معین کی دوسری یعنی خطیب بغدادی والی روایت میں تضعیف کی بات ہے تو یہ بات ابن معین کی تاریخ دمشق والی روایت کی تفسیر نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے کیونکہ تاریخ دمشق والی روایت کی تفسیر تاریخ دمشق ہی میں اس سند سے دوسرے مقام پر موجود ہے۔جس میں ابن معین نے اسی گروہ [فریابی، مومل بن اسماعیل، عبیداللہ بن موسی، عبدالرزاق اور قبیصہ] کو سفیان ثوری سے روایت میں صراحت کے ساتھ ثقاہت میں ایک جیسا قرار دیا ہے۔ملاحظہ ہو:

امام ابن عساکر نے کہا:

أبو القاسم الواسطي نا أبو بكر الخطيب لفظا أنا أبو بكر أحمد بن محمد بن إبراهيم بن حميد قال سمعت أحمد بن عبدوس قال سمعت عثمان بن سعيد الدارمي يقول قلت ليحيى بن معين فعبد الرزاق في سفيان فقال مثلهم يعني ثقة كالمؤمل بن إسماعيل وعبيد الله بن موسى وابن يمان وقبيصة والفريابي۔

(تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۱۷۱)

ترجمہ: عثمان بن سعید الدرامی کہتے ہیں کہ میں نے یحیی بن معینؒ سے کہا: عبدالرزاق، سفیان سے روایت کرنے میں کیسا ہے؟ تو ابن معین نے کہا: ان لوگوں کی طرح ہے یعنی [عبدالرزاق، سفیان ثوری سے روایت کرنے میں] مومل بن اسماعیل، عبداللہ بن موسی، ابن یمان، قبیصہ اور فریابی کی طرح ثقہ ہے۔

نوٹ کریں، تاریخ دمشق کی یہ روایت صراحت کر رہی ہے کہ ابن معین نے اس

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

گروہ [فریابی، مومل بن اسماعیل، عبیداللہ بن موسیٰ، عبدالرزاق اور قبیصہ] کو ثقاہت ہی میں ایک جیسا قرار دیا ہے۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۱۷۱ کی روایت کو تفسیر قرار دے رہے ہیں وہ تحقیق کے میدان میں غلط ہے۔ کیونکہ یہ ہی روایت ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء میں نقل کی ہے، مگر اس میں ثقہ کے الفاظ نہیں بلکہ لیس بالقوی کے ہیں۔

ابن عدی لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا محمد بن علي [المروزي]، حَدَّثَنَا عثمان، قالَ: سألتُ يحيى بنَ مَعين قلت فعبد الرَّزَّاق في سفيان فقَالَ مثلهم يعني مثل الفريابي وقبيصة وعبيد الله بن موسى، وابن يمان، وأبو حذيفة ليس بالقوي. (الکامل فی ضعفاء الرجال، رقم ۱۴۶۳، ج ۶ ص ۵۳۸)

ترجمہ: یعنی یحیی بن معین سے پوچھا کہ عبدالرزاق، سفیان سے روایت کرنے میں کیسا ہے۔ تو یحیی بن معین نے کہا: ان لوگوں کی طرح ہے یعنی [عبدالرزاق، سفیان ثوری سے روایت کرنے میں] فریابی، قبیصہ، عبداللہ بن موسیٰ، ابن یمان اور ابو حذیفہ کی طرح مضبوط نہیں ہے۔

اس روایت کی موید ابن عمرزکی ابن معین سے منقول عبارت بھی ہے۔

فقد سئل ابن معين عن أصحاب سفيان من هم؟ فقال: "المشهورون: وكيع، ويحيى، وعبد الرحمن، وابن المبارك، وأبو نعيم، هؤلاء الثقات. قيل له: فأبو عاصم، وعبد الرزاق، وقبيصة، وأبو حذيفة؟ فقال: هؤلاء ضعفاء"

(معرفۃ الرجال عن یحیی بن معین ج ۱ ص ۱۰۹)

ابن عمرزکی ایک اور روایت بھی اس کی حقیقت کو آشکار کرتی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وسمعت يحيى يقول قبيصة ليس بحجة فى سفيان ولا ابو حذيفة ولا يحيى بن آدم ولا مؤمل۔ (معرفۃ الرجال عن یحیی بن معین ج ۱ ص ۱۱۱)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ تاریخ دمشق کی روایت میں تسامح ہوا ہے۔ اور ثقہ کے الفاظ اس روایت میں صحیح نہیں ہے۔

مزید یہ کہ امام یحیی بن معین قبیصہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فقال ابن أبي خيثمة :"سئل يحيى بن معين عن حديث قبيصة، فقال ثقة إلا في حديث الثوري ليس بذلك القوي"۔

(ابن أبي حاتم :الجرح والتعديل 7/126).

محدث ابن ابی خیثمہ، امام یحیی بن معین سے قبیصہ کے بارے میں پوچھا۔ امام یحیی بن معین نے کہا: قبیصہ ثقہ ہے مگر حدیث ثوری میں مضبوط نہیں ہے۔

اعتراض:

اب اگر تاریخ بغداد کی روایت میں یہ مل رہا ہے کہ اس گروہ کے ایک فرد قبیصہ کو سفیان ثوری سے روایت میں ضعیف کہا ہے تو خاص اس فرد یعنی قبیصہ سے متعلق ابن معین کا موقف بدل رہا ہے یعنی ابن معین دوسرے مقام پر قبیصہ کو سفیان ثوری سے روایت میں ضعیف کہہ رہے ہیں۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے یہ دعوی کیا ہے کہ ابن معین کا موقف صرف قبیصہ بن عقبہ کے بارے میں موقف بدل رہا ہے۔ مگر تحقیق کے میدان میں جناب کی بات کچھ درست نہیں۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

أخبرنا أبو بكر أحمد بن محمد الأشناني، قال :سمعت أبا الحسن الطرائفي، يقول: سمعت عثمان بن سعيد الدارمي، قلت ليحيى بن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

معين :فيحيى بن يمان؟ قَالَ :أرجو أن يكون صدوقا، قلت :كيف هو في حديثه؟ قَالَ :ليس بالقوي۔ (تاریخ بغداد ج ۱۶ ص ۱۸۳)

ترجمہ: یعنی امام یحیی بن معین سے یحیی بن یمان کے بارے میں پوچھا گیا تو امام ابن معین نے کہا: یہ صدوق ہے۔ پوچھا گیا کہ حدیث میں کیا ہے تو امام یحیی بن معین نے کہا کہ یہ مضبوط نہیں ہے۔

یہ ہی روایات امام دارمی نے تاریخ ابن معین میں بھی نقل کی ہے۔

قلت فيحيى بن يمان فقال أرجو أن يكون صدوقا قلت فكيف هو في حديثه فقال ليس بالقوي (۔ تاریخ ابن معین، الدارمی، رقم ۹۸)

یعنی امام یحیی بن معین سے یحیی بن یمان کے بارے میں پوچھا گیا تو امام ابن معین نے کہا: یہ صدوق ہے۔ پوچھا گیا کہ حدیث میں کیا ہے تو امام یحیی بن معین نے کہا کہ یہ مضبوط نہیں ہے۔

اس مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام یحیی بن معین صرف قبیصہ بن عقبہ کے بارے میں ہی ضعف کے قائل نہیں بلکہ یحیی بن یمان کی تضعیف کے قائل ہیں۔

اعتراض:

کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں،

اس قول میں ابن معین نے سفیان سے روایت میں قبیصہ کو" لیس بذالک القوی" کہا ہے اور یہ صیغہ مطلق تضعیف پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ اس سے ثقاہت میں نسبتاً کم تر بتلانا مقصود ہوتا ہے۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ اس اعتراض کا جواب ابن رجب کے حوالہ سے دیا جاتے تاکہ اس حوالہ سے لیس بذالک القوی کا معنی کا تعین ہو سکے۔

امام ابن رجب یعقوب بن شیبہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وقال يعقوب بن شيبة :"كان ثقة صدوقا فاضلا، تكلموا في روايته عن سفيان خاصة، وكان ابن معين يضعف روايته عن سفيان"۔

(ابن رجب :شرح العلل" 1/669")

محدث یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ صدوق اور فاضل ہے، مگر خاص سفیان ثوری کی روایت میں کلام کیا گیا۔ اور یحیی بن معین نے سفیان کی روایت میں ضعیف کہا۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ امام ابن معین، قبیصہ بن عقبہ کی سفیان سے روایت کے ضعف کے قائل ہیں۔

امام ابن معین کا کسی کو ثقہ کہنے کا مطلب

غیر مقلد معلمی اور غیر مقلد سنابلی کا ابن معین کی توثیق کا مطلب بیان کرنا:

غیر مقلد معلمی کی کتاب التنکیل ج ا ص ۱۶۴ کے حوالہ سے غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب یزید پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۶۹۱ پر لکھتے ہیں۔

وقد اختلف كلام ابن معين في جماعة، يوثق أحدهم تارة ويضعفه أخرى، منهم إسماعيل بن زكريا الخلقاني، وأشعث بن سوار، والجراح بن مليح الرواسي، وزيد بن أبي العالية، والحسن بن يحيى الخشني، والزبير بن سعيد، وزهير بن محمد التميمي، وزيد بن حبان الرقي، وسلم العلوي، وعافية القاضي، وعبد الله الحسين أبو حريز، وعبد الله بن عقيل أبو عقيل، وعبد الله بن عمر بن حفص العمري، وعبد الله بن واقد أبو قتادة الحراني، وعبد الواحد بن غياث، وعبيد الله بن عبد الرحمن بن موهب، وعتبة بن أبي حكيم، وغيرهم. وجاء عنه توثيق جماعة ضعفهم الأكثرون منهم تمام بن نجيح، ودراج ابن سمعان، والربيع بن حبيب الملاح وعباد بن كثير الرملي،

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ومسلم بن خالد الزنجي، ومسلمة بن علقمة، وموسى بن يعقوب الزمعي، ومؤمل بن إسماعيل، ويحيى بن عبد الحميد الحماني؛ وهذا يشعر بأن ابن معين كان ربما يطلق كلمة «ثقة» لا يريد بها أكثر من أن الراوي لا يتعمد الكذب.
(التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الأباطیل ج ۱ ص ۲۵۸)

ترجمہ: بہت سے رواۃ کے بارے میں امام ابن معین نے دو طرح کا کلام کیا ہے، چنانچہ کسی کو کبھی ثقہ کہتے ہیں تو اسی کو دوسرے بار ضعیف کہہ دیتے ہیں۔ اس طرح کے رواۃ میں: إسماعیل بن زکریا الخلقانی، وأشعث بن سوار، والجراح بن مليح الرواسی، وزید بن أبی العالیۃ، والحسن بن یحیی الخشنی، والزبیر بن سعید، وزبیر بن محمد التمیمی، وزید بن حبان الرقی، وسلم العلوی، وعافیۃ القاضی، وعبد اللہ الحسین أبو حریز، وعبد اللہ بن عقیل أبو عقیل، وعبد اللہ بن عمر بن حفص العمری، وعبد اللہ بن واقد أبو قتادۃ الحرانی، وعبد الواحد بن غیاث، وعبید اللہ بن عبد الرحمن بن موہب، عتبۃ بن أبی حکیم وغیرہم ہیں، اسی طرح امام ابن معین سے ایسے رواۃ کی توثیق منقول ہیں جنھیں اکثریت نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ان میں سے: تمام بن نجیح، ودراج ابن سمعان، والربیع بن حبیب الملاح وعباد بن کثیر الرملی، ومسلم بن خالد الزنجی، ومسلمۃ بن علقمۃ، وموسی بن یعقوب الزمعی، ومؤمل بن اسماعیل، ویحیی بن عبد الحمید الحمانی ہیں۔ ان باتوں سے پتا چلتا ہے کہ ابن معین کبھی کبھی کسی راوی کے بارے میں لفظ "ثقہ" بول کر صرف یہ مراد لیتے تھے کہ یہ راوی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا۔

اس حوالہ سے ۲ باتیں واضح ہوئیں کہ ایک تو غیر مقلد عبد الرحمن معلمی نے یہ اقرار کیا ہے کہ مومل بن اسماعیل کو اکثریت محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے اور دوسرا یہ کہ امام ابن معین کا ثقہ کہنے سے مراد یہ ہے کہ راوی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا۔ جس سے مراد اس کی دیانت داری ہے نہ کہ روایت میں توثیق۔

ایک تو غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے یہ حوالہ پیش کر کے استدلال کیا ہے، کیونکہ انھیں موقف ثابت کرنا تھا، جب کہ غیر مقلد زبیر علی زئی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ امام عجلی کے متعلق

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہونے کے علاوہ وہ علامہ معلمی کی ہر بات سے متفق ہیں۔اب معلمی صاحب کا حوالہ ان دونوں حضرات پر بھی الزام خصم کے طور پر حجت ہے۔

امام بخاریؒ کی مؤمل بن اسماعیل پر جرح کی حقیقت

زبیر علیزئی غیر مقلد نے اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۱۸ پر امام بخاریؒ کی جرح "منکر الحدیث" کو ہٹانے کیلئے ایک نئی منطق دکھانے کی ناکام کوشش کی جبکہ ان سے قبل یہ منطق علامہ احمد شاکر اور ارشاد الحق الاثری غیر مقلد نے بھی اپنائی۔اور یہ منطق کیا ہے آپ خود ملاحظہ کریں۔

اعتراض۔ زبیر علیزئی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ حافظ مزی، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے بغیر کسی سند کے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مؤمل مذکورہ کے بارے میں کہا منکر الحدیث"۔امام بخاری کی یہ جرح ہمیں ان کی کسی کتاب میں نہیں ملی۔تاریخ الکبیر ۸/۴۹ میں امام بخاری مؤمل بن اسماعیل کا ترجمہ لائے ہیں مگر اس پر جرح نقل نہیں کی۔۔۔امام بخاری نے مؤمل بن سعید الرجبی کو ذکر کرتے منکر الحدیث کہا ہے۔(التاریخ الکبیر ۸/۴۹)

مؤمل بن سعید پر بخاری کی جرح حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے ذکر تک نہیں کی (لسان المیزان ۶/۱۶۱) بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کا ذکر ضعفاء میں نہیں کیا۔۔۔۔لہٰذا معلوم ہوا کہ حافظ مزی کو اس کے انتساب میں وہم ہوا ہے۔ذہبی اور ابن حجر نے اس وہم میں ان کی اتباع کی ہے۔اس کی دیگر مثالیں بھی ہیں مثلاً ملاحظہ کریں العلاء بن الحارث۔

(میزان الاعتدال ۳/۹۸)

جواب۔ زبیر علیزئی سے عرض ہے کہ حافظ مزیؒ، حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجر نے امام بخاری سے ہزاروں اقوال بغیر سند نقل کیے ہیں۔لہٰذا یہ اعتراض تو بالکل ہی فضول ہے۔دوسرا زبیر علیزئی غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ "ہمیں یہ جرح اُن کی کسی کتاب میں نہیں ملی" بھی تحقیق کے میدان میں غلط ہے۔کیونکہ امام بخاریؒ کی بہت سی کتابیں تو ابھی طبع بھی نہیں ہوئیں دوسرا امام بخاری کی مطبوعہ کتاب تاریخ الکبیر میں مؤمل بن اسماعیل کا ترجمہ اور مؤمل بن سعید کا ترجمہ موجود ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مگر منکر الحدیث کا لفظ طبع شدہ کتاب تاریخ الکبیر میں مؤمل بن اسماعیل کی بجائے مؤمل بن سعید کے ترجمہ میں موجود ہے۔ اب یہاں کچھ نقاط کافی اہم ہیں۔

(ا) حافظ مزیؒ، حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاری سے مؤمل اسماعیل کے بارے منکر الحدیث کا لفظ نقل کیا ہے۔

(ب) حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ سے مؤمل بن سعید کے بارے میں منکر الحدیث کا لفظ نقل نہیں کیا۔

(ج) طبع شدہ تاریخ الکبیر میں امام بخاری سے مؤمل بن سعید کے بارے میں منکر الحدیث کے الفاظ موجود ہیں۔

اب اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ منکر الحدیث کا لفظ مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں امام بخاری سے جمہور محدثین کرام نے نقل کیئے ہیں۔ لہٰذا یہ صاف ہوتا ہے کہ طبع شدہ تاریخ الکبیر میں یا کسی نسخہ میں کاتب کی غلطی ہے۔ جس کی وجہ سے منکر الحدیث کی جرح مؤمل بن اسماعیل کی بجائے مؤمل بن سعید کے ساتھ منسلک ہوگئی۔

اب چونکہ علماء کرام اور محدثین کرام نے منکر الحدیث کی جرح امام بخاری سے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں نقل کی ہے تو زبیر علیزئی اور ارشاد الحق اثری صاحب نے اس کو وہم قرار دے کر حافظ مزیؒ کی طرف اس وہم کا انتساب کر دیا۔ اور پھر علامہ ذہبی اور ابن حجر کو اس وہم میں اتباع کرنے والا لکھ دیا۔ پھر وہم کے ثبوت میں العلاء بن الحارث کا ذکر کر دیا۔ یعنی جس طرح علامہ ذہبی کو العلاء بن الحارث کے بارے میں وہم ہوا ہے۔ اسی طرح مؤمل بن اسماعیل کے ترجمے میں بھی وہم ہوا ہوگا۔

زبیر علیزئی سے عرض ہے کہ العلاء بن الحارث کے ترجمہ میں صرف علامہ ذہبیؒ کو وہم ہوا ہے۔ مگر مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں امام بخاری کی جرح کو صرف علامہ ذہبی نے ہی نہیں بلکہ مزیؒ نے تہذیب الکمال، حافظ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال اور حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں، ابن ترکمانیؒ نے جواہر النقی، علامہ مناویؒ نے فیض القدیر، حافظ زرقانی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نے ابن ملکت علی ابن صلاح اور ابن کثیر نے المجا ہیل میں نقل کیا ہے۔

نکتہ۔ یہ لازمی نہیں کہ اگر علامہ ذہبیؒ کو العلاء بن حارث کے ترجمہ میں وہم ہوا ہے تو ان کو دوسرے راوی کے ترجمہ میں بھی وہم ہوا ہو۔ علامہ ذہبی کے ساتھ العلاء بن حارث کے ترجمہ میں جمہور نے ان کی مخالفت کی جبکہ مؤمل بن اسماعیل کے ترجمہ میں جمہور اور دیگر محدثین کرام نے موافقت کی ہے۔ لہذا علامہ ذہبیؒ کے قول کو نظر انداز کرنا آسان نہیں ہے۔

کفایت اللہ سنابلی کی موشگافیاں:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے بھی انوار البدر ص ۴۰۷-۴۰۸ پر امام بخاری کی جرح کے بارے میں بھی کچھ اسی طرح کی اعتراضات کیے ہیں۔

اعتراض: غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۴۱۶ پر امام بخاری کی جرح منکر الحدیث نقل کرنے والے محدثین کرام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اسی طرح امام مزی ہی کی کتاب پر اعتماد کرتے ہوئے امام ذہبی، ابن ترکمانی، امام ابن کثیر، امام زرکشی اور مناوی نے بھی یہ جرح نقل کر دی۔ لہذا ان اہل علم کے حوالے سے اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک نے براہ راست امام بخاری کی کتاب سے یہ جرح نقل کی ہے۔

جواب: عرض یہ ہے کہ مومل بن اسماعیل پر امام بخاری کی جرح منکر الحدیث سمجھنے کے لئے مومل بن سعید الرحبی پر جرح کو سمجھنا اہم ہے۔ ایک بات تو یہ کہ تاریخ الکبیر امام بخاری کے موجود نسخہ میں اغلاط موجود ہیں۔

تاریخ الکبیر کے مختلف مقامات پر حذف اور اغلاط:

امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر ۳ مرتبہ لکھی۔ امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں مختلف مقامات پر حذف، تعدیل اور رجوع بھی کیا۔

اس لیے کتاب کے ناسخ اور کاتبین سے مختلف مقامات پر تصرف اور اغلاط ہوئیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام بخاری سے تاریخ الکبیر مختلف شاگردوں نے سماع کیا۔

۱۔ابو بکر الصائغ

امام ابو حاتم نے تاریخ الکبیر کا تذکرہ انھی کی روایت شدہ نقل کی ہے۔

۲۔عبدالرحمن بن الفضل الفسوی

خطیب بغدادی نے ان کی روایت کردہ تاریخ الکبیر نقل کی۔

(الموضع ج ۱ ص ۱۲۵ اور ۱۶۶)

اس سند سے محدث عقیلی نے بھی روایت کیا ہے۔(الضعفاء ج ۴ ص ۲۹۲)

۳۔ابن سعید الوراق ابو جعفر البخاری

امام ابن سعید الوراق نے تاریخ الکبیر امام بخاری سے ۲۸۰ میں روایت کی۔

امام بیہقی نے ان کے مروی نسخہ سے استدلال کیا ہے۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۴۱۶)

۴۔محمد بن سلیمان بن فارس النیسا پوری

ان سے تاریخ الکبیر محدثین کی ایک جماعت نے نقل کی ہے۔

1-ابو الحسین علی بن ابراھیم النجاد

2-امام ابو احمد الحاکم

3-محمد بن عطیہ القزوینی

۵-محمد بن سھل البصری

امام محمد بن سھل البصری نے تاریخ الکبیر امام بخاری سے ۲۴۶ میں بصرہ میں روایت کی۔

تاریخ الکبیر کا مطبوعہ نسخہ امام أبی الحسن محمد بن سھل، سے مروی ہے اور ان سے یہ نسخہ أبو بکر احمد بن عبدان روایت کرتے ہیں۔اور ان سے ۲ راوی مزید روایت کرتے ہیں۔

۱۔أبو ذر الھروی

۲۔محمد بن حسن الاصبہانی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۳۔ أبو أحمد الغُنْدَ جانی

محمد بن سہل المقری اور دیگر شاگردوں کی روایت میں اختلاف ملاحظہ کریں۔

تاریخ الکبیر کا محققہ نسخہ ج ۴ ص ۲۷۰، رقم ۲۷۶۸ میں راوی شباک بن خالد اور شباک بن عائذ ہے، مگر بعض شاگردوں کے نسخہ میں یہ شباک بن عائذ ہے۔ ملاحظہ کریں۔

امام ابن ماکولا فرماتے ہیں۔

شباك وشباك وَمَا مَعَهُمَا، قَالَ الخطيب قَالَ أَبُو الحسن، شباك بن خَالِد ثمَّ ذكر بعده شباك بن عَائِذ وَنقل ذَلِك من تَارِيخ البخَارِيّ۔ قلت وَقد ذكر البخَارِيّ فِي نُسختي الَّتِي قد ذكرت ذكرهَا فَقَالَ وَهَذَا آخر حرف الشين شباب بن عَائِذ سمع مِنْهُ هدبة بن خَالِد البصريّ ثمَّ وجدته فِي رِوَايَة أبي الحسن محمَّد بن سهل للقرىء عَن البخَارِيّ فِي التَّارِيخ أَيْضا۔

(تہذیب مستمر الأوہام علی ذوی المعرفۃ وأولی الأفہام، ج ۱ ص ۳۰۱، رقم ۱۷۳)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ تاریخ الکبیر کے نسخوں اور امام بخاری کے شاگردوں کی مرویات میں فرق موجود ہے۔

مزید یہ کہ علامہ معلمی کے تحقیقی نسخہ میں بہت سے اغلاط اور تحریفات موجود ہیں۔ جس پر عرب کے مختلف محققین نے بھی لکھا ہے۔ علامہ معلمی کی اغلاط بہت تفصیل کے ساتھ عرب سلفی محقق ابن ابی العینین نے امام بخاری کی کتاب الضعفاء کی تحقیق میں دی ہے۔

مزید عرض یہ ہے کہ غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب کا یہ لکھنا کہ "اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک نے براہ راست امام بخاری کی کتاب سے یہ جرح نقل کی ہے۔" کا جواب تو خود انوار البدر کی تقریظ لکھنے والے ارشاد الحق اثری صاحب مقدمہ انوار البدر ص ۷۰ نے دے دیا ہے۔

جناب ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

"یہاں ایک بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ علامہ المزی ہوں، علامہ ابن الجوزی ہوں یا علامہ الذہبی وہ اگر ائمہ متقدمین سے کوئی نقد و جرح نقل کریں یا کسی کی توثیق کریں اور ان کے یہ قول اگر ان کی متداول کتابوں میں نہیں ملتے تو بلاوجہ ان سے انکار درست نہیں۔"

اس لیے کم از کم غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کو اپنے ہی عالم کی تو بات مان لینی چاہیے۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب ذرا تحقیق کریں تو علامہ مزی، علامہ ذہبی، اور حافظ ابن حجر کی کتابوں میں امام بخاری کی تاریخ الکبیر اور دیگر تصانیف کے حوالہ جات مل جائیں گے کہ ان اکابرین کے پاس ان کتابوں کے اصل نسخہ موجود تھے۔

تاریخ الکبیر میں الحاق

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کے بعد چند تحقیقی مقامات کا جب از سر نو جائزہ لیا تو چند نکات سامنے آئے لہذا مناسب معلوم ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں یہ تحقیق قارئین کے پیش خدمت کی جائے تاکہ حقیقت معلوم ہو سکے۔

اعتراض۔ زبیر علی زئی غیر مقلد، ارشاد الحق اثری صاحب غیر مقلد اور احمد شاکر ملتی نے مؤمل بن اسماعیل پر سے امام بخاریؒ کی جرح منکر الحدیث کو ہٹانے کی غرض سے یہ فلسفہ پیش کیا کہ منکر الحدیث کی جرح تو امام بخاری نے اپنی کتاب تاریخ الکبیر میں مؤمل بن سعید کے بارے میں کی ہے۔ لہذا منکر الحدیث کی جرح کا انتساب مؤمل بن اسماعیل کے طرف کرنا محدثین کرام بشمول علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کا تسامح ہے۔

جواب۔ اس بارے میں عرض یہ ہے کہ اس جرح کو امام بخاری سے نقل کرنے میں صرف علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ تنہا نہیں بلکہ محدثین کرام کی ایک جماعت نے نقل کیے ہیں۔ جس کی وجہ سے مذکورہ اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

دوم یہ کہ آپ نے یہ کیسے یقین کر لیا کہ تاریخ الکبیر میں کسی قسم کی غلطی نہیں ہو سکتی؟ کیا آپ عبدالرحمن معلمی کو بھی غلطی سے مبرا مانتے ہیں کہ اس کتاب کی تحقیق میں ان سے کوئی خطا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نہیں ہو سکتی۔؟ کیا تاریخ الکبیر میں منکر الحدیث کی جرح کسی کاتب یا ناسخ سے غلطی سے مؤمل بن اسماعیل کی بجائے مؤمل بن سعید کے ساتھ الحاق نہیں ہو سکتی؟

سوم یہ کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ کہنا کہ امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو اپنی کتاب الضعفاء میں نقل نہیں کیا، یہ اعتراض بھی جہالت اور لاعلمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس بارے میں چند تحقیقی نکات پیش خدمت ہیں۔

1۔ امام بخاریؒ کا کسی ضعیف راوی کو اپنی کتاب الضعفاء میں نقل نہ کرنا، اس کی ثقاہت کی دلیل تو نہیں بن جاتی۔

2۔ مزید یہ کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کا یہ استدلال [کہ اگر مؤمل بن اسماعیل کو امام بخاری نے اپنی کتاب تاریخ الکبیر میں منکر الحدیث لکھا ہوتا تو پھر اسے اپنی کتاب الضعفاء میں درج کرتے] بھی لغو ہے۔ اگر زبیر علی زئی کے منطق کو صحیح مان بھی لیا جائے تو پھر اس منطق کے رو سے امام بخاریؒ کو مؤمل بن سعید الرحبی کو الضعفاء میں بھی نقل کرنا چاہیئے تھا کیونکہ ان کے بقول منکر الحدیث کی جرح تاریخ کبیر میں مؤمل بن سعید پر ہے۔ مگر امام بخاریؒ نے مؤمل بن سعید الرحبی کو اپنی کتاب الضعفاء میں درج ہی نہیں کیا۔ لہذا غیر مقلد کا اعتراض باطل اور لغو ثابت ہوا۔

3۔ اہم بات یہ ہے کہ کسی ایک محدث نے بھی مؤمل بن سعید الرحبی کے بارے میں منکر الحدیث کی جرح کا انتساب امام بخاریؒ کی طرف نہیں کیا۔ اگر امام بخاریؒ نے اپنی کتاب تاریخ الکبیر میں مؤمل بن سعید کے بارے میں منکر الحدیث کی جرح کی ہوتی، تو محدثین کرام نے مؤمل بن سعید الرحبی کے بارے میں منکر الحدیث کی جرح امام بخاری سے نقل کیوں نہیں کی؟ اس تحقیق سے یہ بات مزید پختہ ہو جاتی ہے کہ تاریخ الکبیر کے قلمی نسخہ یا شائع شدہ نسخے میں الحاق ہے۔

4۔ مزید یہ کہ امام بخاری کے تاریخ الکبیر کو چند راویوں نے مروی کیا۔ ہو سکتا ہے اختلاف نسخہ کی وجہ سے منکر الحدیث کی جرح کا انتساب الحاقی طور پر مؤمل بن سعید کے ساتھ منسلک ہوا۔ امام بخاریؒ سے تاریخ الکبیر روایت کرنے والے محدثین میں ابو احمد محمد بن سلیمان بن فارس، ابو الحسن محمد بن سہیل الفسوی، حافظ فضل بن عباس صائغ [ان سے مروی کتاب کا نسخہ علامہ

ابوزرعہ الرزای کے پاس تھا] ،ابو اسحاق محمد بن اسحاق ثقفی ،ابو محمد عبدالرحمن بن فضل بن عبدان بن محمد فسوی شامل ہیں۔ شواہد یہ بات ثابت کر رہے ہیں کہ منکر الحدیث کی جرح کا مطبوعہ یا کسی قلمی نسخہ میں مومل بن سعید کے ترجمہ میں تذکرہ الحاقی ہے۔ مطبوعہ تاریخ الکبیر کے بارے میں تحریفات اور الحاقات کا نشہ عرب محقق دکتور بشار عواد نے حاشیہ تہذیب الکمال ج ۵ ص ۵۳۴ اور دیگر مقامات پر ظاہر کیا ہے۔

اعتراض: کفایت اللہ سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں۔

مولانا اعجاز احمد اشرفی صاحب لکھتے ہیں : کیا تاریخ الکبیر میں منکر الحدیث کی جرح کسی کاتب یا ناسخ سے غلطی سے مومل بن اسماعیل کے بجائے مومل بن سعید کے ساتھ الحاق نہیں ہو سکتی؟

عرض ہے کہ الحاق کا کوئی امکان قطعاً نہیں ہے، کیوں کہ امام بخاری کی اس کتاب کے کسی نسخہ میں بھی منکر الحدیث کی جرح مومل بن اسماعیل کے ساتھ نہیں ہے۔

کفایت اللہ سنابلی مزید لکھتے ہیں۔

"مولانا اعجاز احمد اشرفی صاحب لکھتے ہیں :اہم بات یہ ہے کہ کسی ایک محدث نے بھی مومل بن سعید الرجی کے بارے میں منکر الحدیث کی جرح کا انتساب امام بخاری کی طرف نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعد والوں کا اعتماد ثانوی مراجع پر ہی رہا ہے، اس لیے بعد والوں نے دیر سے ہی نقل کر دیا، جیسا انھیں ثانوی مراجع میں ملا۔"

(انوار البدر ۴۱۶-۴۱۷)

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی یہ بات چند وجہ سے درست نہیں ہے۔

اول : غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کو یہ بات نہیں معلوم کہ امام بخاری کی تاریخ الکبیر کو روایت کرنے والے مختلف شاگرد تھے اور ان مختلف نسخوں میں امام بخاری نے تقدیم و تاخر، رجوع وغیرہ کیا ہے۔ اور جناب کو یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ مطبوعہ تاریخ الکبیر کی تحقیق بھی امام بخاری

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کے ایک شاگرد محمد بن سھل البصری کے نسخہ پر ہوئی ہے۔اور محمد بن سھل البصری سے مختلف شاگردوں نے تاریخ الکبیر نقل کی ہے۔اور جناب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ قلمی نسخوں میں بھی کاتبین سے خطا ہوتی تھی۔حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں متعدد مقامات پر ایسے نسخوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔

دوم :مزید یہ کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب کی یہ بات اس وقت درست ہوسکتی تھی کہ کسی محدث نے مومل بن سعید الرحبی کے بارے میں امام بخاری سے منکر الحدیث کے الفاظ نقل کیے ہوتے۔مگر کسی بھی محدث کے حوالہ سے مومل بن سعید الرحبی پر امام بخاری کے جرح منکر الحدیث کے الفاظ نہیں ملتے۔

سوم :غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ"اس کی وجہ یہ ہے کہ بعد والوں کا اعتماد ثانوی مراجع پر ہی رہا ہے،اس لیے بعد والوں نے ویسا ہی نقل کر دیا،جیسا انھیں ثانوی مراجع میں ملا" بھی غلط ہے۔کیونکہ مومل بن اسماعیل پر تو محدثین کرام امام ذہبی،حافظ ابن حجر،ابن ترکمانی،امام زرکشی،امام مناوی نے امام مزی کی کتاب پر اعتماد کر سکتے ہیں۔مگر مومل بن سعید الرحبی کے بارے میں امام بخاری سے منکر الحدیث کے الفاظ نقل نہ کرنا بھی امام مزی کی کتاب پر اعتماد کی وجہ سے ہے؟ جو کہ غلط ہے۔مومل بن اسماعیل کے بارے میں تو امام مزی اور ان کے ناقلین پر تو اعتراض تو ہوسکتا ہے،مگر مومل بن سعید الرحبی کے بارے میں امام بخاری سے کوئی کلام نقل نہ کرنا کیسے ہوسکتا ہے؟

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ محدثین کرام سے مومل بن اسماعیل کے بارے میں امام بخاری کی منکر الحدیث کے الفاظ نقل کرتے ہوئے نہ تو کوئی غلطی ہوئی ہے اور نہ ہی کوئی تسامح ہوا اور نہ ہی کسی محدث نے اس غلطی پر تنبیہ کیا ہے۔

اور یہ بات بھی اہم ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے جو ساری بنیاد مومل بن سعید الرحبی پر بنانے کی کوشش کی وہ بھی صحیح ثابت نہیں ہوئی کیونکہ مومل بن سعید الرحبی کو امام ابو حاتم نے تو منکر الحدیث لکھا اور ابن الجوزی نے دیگر محدثین سے مومل بن سعید الرحبی کے بارے میں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

منکر الحدیث کی جرح تو نقل کی مگر کسی محدث نے امام بخاری سے مومل بن سعید الرحبی کے بارے میں منکر الحدیث کے الفاظ نقل نہیں کیے۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ امام بخاری نے اپنی کتاب الضعفاء میں جس طرح مومل بن اسماعیل کا نام نہیں نقل کیا اسی طرح مومل بن سعید الرحبی کا نام بھی کتاب الضعفاء میں نقل نہیں کیا۔ جیسا کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی تہی علمی غرور میں کہی ہے۔

الضعفاء الکبیر اور امام بخاریؒ

5۔ غیر مقلدین حضرات جن میں چند عرب محققین بھی شامل ہیں لکھتے ہیں کہ امام بخاری کی منکر الحدیث کی جرح نہ تو ان کی کتاب الکبیر میں ہے نہ تاریخ الاوسط میں اور نہ ہی الضعفاء میں۔ اس بارے میں عرض یہ ہے کہ ان لوگوں کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ کی ضعیف راویوں کے بارے میں ایک بڑی کتاب الضعفاء الکبیر بھی تھی۔

حافظ ابن ناصر الدین نے تحفۃ الاخباری ص ۱۸۲، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے الاعلان بالتوبیخ ص ۱۰۹، حافظ مزیؒ نے تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۵۱ اور امام ذہبیؒ نے السیر ج ۴ ص ۱۵۵ پر امام بخاری کی کتاب الضعفاء الکبیر کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ امام ذہبیؒ نے تو السیر میں متعدد نصوص نقل کیں ہیں۔ اور یہ نصوص امام بخاری کی کتاب الضعفاء صغیر میں نہیں ہیں۔ علامہ ذہبیؒ السیر ج ۱۲ ص ۴۷۰ پر لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے الضعفاء میں ۷۰۰ سے چند کم راویوں کا تذکرہ کیا ہے جبکہ مطبوعہ الضعفاء میں تقریباً ۴۱۸ راوی ہیں۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ امام بخاریؒ کی کتاب الضعفاء الکبیر بھی تھی۔ حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں تقریباً ۸ مقامات پر امام بخاریؒ کی کتاب الضعفاء الکبیر کا تذکرہ کیا۔ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں ۷ مقامات پر الضعفاء الکبیر کا تذکرہ کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کی الضعفاء پر ایک بڑی کتاب بھی تھی جو فی الحال طبع نہیں ہو سکی۔ لہذا فوراً یہ کہ دینا کہ امام بخاریؒ نے اپنی کسی کتاب میں مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں منکر الحدیث نہیں لکھا، ایک دھوکا اور علمی فریب ہے۔

اس مندرجہ بالا تحقیق کا نتیجہ میں قارئین پر چھوڑتا ہوں کہ وہ حق کو کس جانب سمجھتے ہیں۔ اللہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

تعالیٰ ہمیں تعصب سے محفوظ فرمائے۔

اعتراض: کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں۔

"مولانا اعجاز احمد اشرفی صاحب لکھتے ہیں :

امام بخاری کی الضعفاء پر ایک بڑی کتاب بھی تھی جو فی الحال طبع نہیں ہوسکی۔ لہذا فوراً یہ کہہ دینا کہ امام بخاری نے اپنی کسی کتاب میں مومل بن اسماعیل کے بارے میں منکر الحدیث نہیں لکھا، ایک دھوکا اور علمی فریب ہے۔

عرض ہے کہ یہ بات اس صورت میں قابل التفات ہوتی جب امام بخاری کی موجودہ کتب میں مومل بن اسماعیل کا تذکرہ نہ ہوتا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مومل بن اسماعیل کا تذکرہ امام بخاری کی کتاب "التاریخ" میں ہے اور اس پر امام بخاری کی جرح "منکر الحدیث" موجود نہیں ہے۔ اگر امام بخاری نے الضعفاء الکبیر میں مومل کو منکر الحدیث کہا ہوتا تو "التاریخ" میں اس کا تذکرہ کرتے وقت بھی اسے منکر الحدیث کہتے، لیکن ایسا نہیں ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاری نے کسی کتاب میں بھی اسے منکر الحدیث نہیں کہا ہے۔

ذیل میں اس بات کے تین دلائل ملاحظہ ہوں کہ امام بخاری نے مومل بن اسماعیل کو منکر الحدیث نہیں کہا ہے۔

پہلی دلیل: [تاریخ الکبیر میں مومل بن اسماعیل کا ذکر بغیر منکر الحدیث کی جرح کے۔]

دوسری دلیل: [اگر امام بخاری نے مومل بن اسماعیل کو منکر الحدیث کہا ہوتا تو امام بخاری اس کا تذکرہ اپنی ضعفاء والی کتاب میں بھی کرتے]

تیسری دلیل: [امام بخاری نے صحیح بخاری میں مومل بن اسماعیل سے شواہد میں روایت لیا ہے۔ اگر امام بخاری کے نزدیک یہ منکر الحدیث ہوتے تو امام بخاری ان سے شواہد میں روایت نہیں لیتے، کیوں کہ امام بخاری کا خود کہنا ہے :

"کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ" بحوالہ بیان الوھم ابن القطان ج ۲ ص ۲۶۴۔ میں نے جسے بھی منکر الحدیث کہا۔ اس سے روایت لینا جائز نہیں ہے۔]"

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ ۳ دلائل علمی و تحقیقی نکتہ نظر سے قابل التفات نہیں۔

تاریخ الکبیر میں مومل بن اسماعیل کا ذکر بغیر منکر الحدیث کی جرح:

اول: تاریخ الکبیر میں مومل بن اسماعیل کے ساتھ منکر الحدیث کے نہ ہونے پر تو ساری بحث ہے۔ مطبوعہ نسخہ اغلاط سے بھرپور ہے، اس لئے مطبوعہ نسخہ میں مومل بن اسماعیل کے ساتھ منکر الحدیث کا نہ ہونا یہ اختلافی اور تاریخ الکبیر کے متعدد نسخہ اور کاتب کی خطا ہے۔

امام مزی رح نے امام بخاری رح کے نقل کردہ اقوال کو تاریخ الکبیر کے علاوہ کتابوں سے بھی نقل کیا ہے جیسے ابن عدی رح کی کتاب الکامل سے، امام ترمذی رح کی کتاب علل الکبیر سے، حافظ عقیلی کی کتاب الضعفاء الکبیر سے وغیرہ کچھ رواۃ کے تراجم سے سمجھنے میں یہ بات واضح ہو جائیگی۔

1- سعید بن مرزبان أبو سعد البقال امام البخاری کی کتاب تاریخ الکبیر پر منکر الحدیث کی جرح موجود نہیں ہے۔

سعيد بن مرزبان أبو سعد البقال الأعور مولى حذيفة العبسي، سمع أنسا وعكرمة قال الحميدي نا ابن عيينة قال: كان عبدالكريم أحفظ منه (تاریخ الکبیر 3/515)

جبکہ امام مزی رح نے اپنی کتاب تہذیب الکمال (11/53) میں البقال کے ترجمہ میں امام البخاری کا نقل کردہ سفیان بن عیینہ کا قول نقل کیا۔

وقال البخاري: قال ابن عيينة: كان عبدالكريم أحفظ منه۔ (تہذیب الکمال 11/53)

اسی کے ساتھ امام مزی نے امام بخاری رح کا فیصلہ بھی نقل کیا۔

قال البخاري: منكر الحديث۔ (تہذیب الکمال 11/55)

2- امام بخاری رحمہ اللہ تاریخ الکبیر میں یونس بن خباب کا تذکرہ کرتے ہیں لیکن ان

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

پر کوئی فیصلہ نہیں دیتے جبکہ حافظ مزی اپنی کتاب تھذیب الکمال میں بھی اس راوی کے ترجمہ میں امام بخاری سے منکر الحدیث نقل کرتے ہے اور اس راوی کا بھی وہی حال ہے جو مومل بن اسماعیل کا ہے امام بخاری کی کسی بھی مطبوعہ کتاب میں امام بخاری سے یونس بن خباب کو منکر الحدیث کہنے کا قول نہیں ملتا جبکہ امام مزی جزماً نقل کرتے ہیں۔

3- زہیر بن مرزوقا امام مزی رحمہ اللہ زھیر بن مرزوق کے ترجمہ میں امام البخاری رح کا قال نقل کرتے ہیں۔

وقال البخاري: منكر الحديث مجهول۔

(تہذیب الکمال فی أسماء الرجال 9/419)

اس راوی پر کی گئی جرح امام بخاری رحمہ اللہ کی مطبوعہ کتابوں میں کہیں بھی نہیں ملی۔

تاریخ الکبیر میں جرح کا نہ ہونا اور کتاب الضعفاء میں جرح کا موجود ہونا

دوم: غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی دوسری دلیل بھی تحقیق کی روشنی میں محل نظر ہے کیونکہ اگر اس اصول کو بالفرض مان بھی لیں تو پھر اسی اصول کے تحت مومل بن سعید الرحبی کا تذکرہ امام بخاری اپنی کتاب الضعفاء میں کرتے مگر مومل بن سعید الرحبی کا بھی تذکرہ کتاب الضعفاء میں موجود نہیں ہے۔ اس لئے آپ کی دلیل غلط ثابت ہوئی۔

مزید یہ کہ آپ کا یہ استدلال تو ہے ہی غلط جس کی وجہ آپ کے سامنے بھی پیش کر دیتے ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں ایک راوی جعفر بن الحارث کو ثقہ صدوق لکھا ہے مگر اسی راوی کو کتاب الضعفاء میں منکر الحدیث لکھا ہے۔

جعفر بن الحارث الواسطي النخعي أبو الأشهب، عن منصور، وقال يزيد بن هارون: كان ثقة صدوقا. التاریخ الکبیر، رقم ۲۱۵۱

مگر اپنی کتاب الضعفاء میں اس راوی کو منکر الحدیث لکھا۔

جعفر بن الحارث الواسطي، أبو الأشهب: عن منصور، منكر

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الحدیث.[کتاب الضعفاء،رقم ۴۹]

اس مذکورہ حوالہ سے حقیقت قارئین کے سامنے ہے۔

جواب:- چونکہ امام بخاری کی کتاب الضعفاء الکبیر موجود نہیں اس لیے غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ الضعفاء الکبیر میں اگر مؤمل بن إسماعیل پر منکر الحدیث کی جرح ہوتی تو تاریخ الکبیر میں بھی موجود ہوتی محض ایک بہانہ ہے اور کچھ نہیں ایسے بہت سے راوی ہے جنہیں امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ الکبیر میں کچھ نہیں کہا لیکن دوسری کتابوں میں امام بخاری سے ان راویوں پر جرح ملتی ہے یا کوئی سندا امام بخاری سے روایت کرتا ہے اس تعلق سے کچھ راویوں کے تراجم پیش کرتے ہیں جن پر امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں کوئی جرح نہیں کی لیکن دوسری کتابوں میں امام بخاری نے ان پر جرح کی ہے ہم خصوصا وہی راویوں کے حال بیان کریں گے جن پر امام بخاری سے منکر الحدیث کی جرح ملتی ہے۔

1-حارث بن نعمان اللیثی:

امام بخاری رحمہ اللہ الضعفاء الصغیر میں حارث بن نعمان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں منکر الحدیث ہے۔

الحارث بن نعمان الليثي :سمع أنسا، روى عنه سعيد بن عمارة . منكر الحديث۔(الضعفاء الصغیر،رقم ۶۲)

جبکہ تاریخ الکبیر میں کوئی جرح نہیں ملتی ملاحظہ کریں۔

الحارث بن النعمان الليثي، سَمِعَ أنسا، روى عَنْهُ سَعِيد ابن عمارة؛ حديثه عِنْدَ الْبَصريين.(تاریخ الکبیر 2/284)

2-مختار بن نافع:

آمام بخاری رحمہ اللہ الضعفاء الصغیر میں مختار بن نافع کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے۔

مختار بن نافع، أبو إسحاق التيمي التمار، عن أبي مطر، نسبه عبيد عن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ابن بکیر، منکر الحدیث۔ (الضعفاء الصغیر 1/128)

جبکہ تاریخ الکبیر میں امام بخاری کوئی جرح نہیں کرتے ملاحظہ کریں۔

1679- مختار بن نافع أبو إسحاق التيمي (6) التمار عن أبي مطر نسبه غنيد عن يون۔ (تاریخ الکبیر 7/386)

3۔ سلیمان بن سفیان التیمی:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تھذیب التھذیب میں سلیمان بن سفیان التیمی کے ترجمہ میں ائمہ فقہ کے اقوال ذکر کرتے ہوئے امام بخاری کا قول بھی نقل کرتے ہیں۔

329- ت - سليمان بن سفيان التيمي أبو سفيان المدني مولى آل طلحة بن عبيد الله --- وقال الترمذي في العلل المفرد عن البخاري منكر الحديث وقال النسائي ليس بثقة وقال الدارقطني ضعيف۔

امام ترمذی رحمہ اللہ جو امام بخاری کے شاگرد تھے العلل المفرد میں امام بخاری سے قول نقل کرتے ہیں کہ سلیمان بن سفیان التیمی منکر الحدیث ہے۔

جبکہ امام بخاری نے (تاریخ الکبیر 4/17) میں سلیمان بن سفیان کو منکر الحدیث نہیں کہا ملاحظہ کریں۔

سُلَيمان بن سفْيَان المَدَني أَبُو سفْيَان، عن عبد الله ابن دينار وبلال بن يحيى، سَمِعَ منه أَبُو عامر العقدي، كناه معتمر بن سُلَيمان۔

4۔ سعید بن مرزبان أبوسعد البقال:

امام البخاری کی کتاب تاریخ الکبیر پر منکر الحدیث کی جرح موجود نہیں ہے۔

سعيد بن مرزبان أبو سعد البقال الأعور مولى حذيفة العبسي، سمع أنسا وعكرمة قال الحميدي نا ابن عيينة قال: كان عبد الكريم أحفظ منه۔

جبکہ امام مزی رح نے اپنی کتاب میں امام بخاری رح کا قول نقل کیا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وقال البخاري: منكر الحديث. (تہذیب الکمال 11/53)

5-ثابت بن محمد زاھد:

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ الکبیر 2/ 170 میں ثابت بن محمد زاھد کے ترجمہ میں کوئی جرح نہیں کی۔

غیر مقلد عالم عبد العزیز عبد العظیم بستوی امام ذھبی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

امام ذھبی نے ابن میلہ کے احوال وتعارف بطریق ثابت بن محمد زاھد کی ایک حدیث ذکر کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنی سند کی قوت کے باوجود بھی منکر ہے اور امام بخاری سے تعجب ہے کہ انہوں نے بھی ثابت بن محمد سے اپنی صحیح میں روایت لی ہے حالانکہ خود انہوں نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء 17/299)

اور ثابت بن محمد زاہد کا ذکر مطبوعہ کتاب الضعفاء الصغیر میں نہیں پایا جاتا۔

غیر مقلد سیف بنارسی بھی کہتے ہیں کہ:

امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں (ثابت بن محمد) کو ضعفاء میں ذکر کیا۔

(دفاع صحیح بخاری ص،219)

نوٹ:- ثابت بن محمد صدوق راوی ہے یہاں پر ان کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کیونکہ یہ بتانا مقصد ہے کہ امام بخاری اگر تاریخ الکبیر میں جرح نہ کرے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ دوسری کتابوں میں ان پر جرح نہیں ہو سکتی ہے۔

تاریخ الکبیر میں جرح کا ہونا اور کتاب الضعفاء میں جرح کا نہ ہونا

چند راویوں کے نام ہیں جنہیں امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں منکر الحدیث کہا ہے لیکن الضعفاء میں انکا نام موجود نہیں ہے۔

1-اسماعیل بن مخراق (تاریخ الکبیر 1/374)

3-اسحاق بن مجیح العلطی (تاریخ الکبیر 1/404)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

4-ایوب بن ذکوان (تاریخ الکبیر 1/414)

5-اغلب بن تمیم (تاریخ الکبیر 2/70)

6-بشار الخفاف (تاریخ الکبیر 2/130)

7-حمید بن وھب القرشی (تاریخ الکبیر 2/359)

8-حکیم بن خزام (تاریخ الکبیر 3/18)

9-حماد بن سعید البصری (تاریخ الکبیر 3/19)

10-حماد بن واقد الاایسی (تاریخ الکبیر 3/28)

یہ تمام وہ راوی ہے جنہیں امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں منکر الحدیث کہا ہے اور انہیں ضعفاء میں نہیں ذکر کیا۔ اس کے علاوہ ایسے بھی راوی ہے جنہیں امام بخاری نے کذاب اور سکتوا عنہ کہا اور ضعفاء میں ذکر نہیں کیا۔

سوم :امام بخاری کا مومل بن اسماعیل کو شواہد میں لینے سے استدلال بھی محل نظر ہے کیونکہ شواہد میں بہت سارے ضعیف راوی موجود ہیں۔ اس لیئے آپ اس اصول کو پہلے اپنے علماء کرام سے تسلیم کروائیں پھر ہمارے خلاف پیش کریں۔ آپ کی یہ دلیل بھی مختلف فیہ ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے مومل بن اسماعیل سے جو حدیث لی ہے وہ تعلیقا روایت لی ہے غیر مقلدین علماء تک کہتے ہیں کہ صحیح البخاری میں صحیح کا حکم صرف اصول میں ہے نا کہ معلقات کے اور نہ ہی شواہد و متابعات کے احادیث پر کیونکہ انہوں نے شرط رکھی ہے کہ متصل حدیث ہی روایت کریں گے غیر مقلدین علماء کے کچھ اقوال ملاحظہ کریں کفایت اللہ سنابلی کی عبارت "امام بخاری جس سے استشہادا روایت لی وہ عام طور پر ثقہ ہوتا ہے" اس سے پتہ چلتا ہے کہ کفایت اللہ سنابلی خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ امام بخاری نے استشہادا جن جن سے روایت لی ہے وہ سب ثقہ ہے یعنی موصوف کا کہنا ہے کہ ہو سکتے ہیں پختہ بات نہیں بلکہ احتمالا کہے رہے ہیں اور جب احتمال آگیا تو مومل بن اسماعیل کی توثیق میں امام بخاری کا نام ذکر کرنا درست نہیں اور خود ان کے بڑے کہتے ہیں امام بخاری کی شرائط صرف اصولا لائی ہوئی حدیث پر ہوگا شواھدا اور متابعات

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کے احادیث پر نہیں ہوگا۔

۱۔ مولانا عبدالمنان نور پوری اپنی کتاب صحیح بخاری کے تعارف میں ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں" اعتراض بھی حقیقت پر مبنی نہیں کیونکہ اصح کا حکم اصول اور موضوع کے لحاظ سے ہے اور وہ تمام احادیث صحیح اور مسند ہے جو موضوع میں شامل ہے باقی شواہد متابعات اور معلقات کے بارے میں یہ حکم نہیں اور نہ ہی امام بخاری نے ان میں شرائط کو ملحوظ رکھا کیونکہ موضوع کتاب الصحیح المسند ہے (صحیح بخاری کا تعارف)۔

۲۔ غیر مقلد عالم مولانا ابو قاسم سیف بنارسی دفاع بخاری کتاب ص 913 پر ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ

" مانا ہم نے کہ بخاری نے ان کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے لیکن پھر بھی آپ کے مدعا کو مؤید نہیں ہے اس لیے کہ آپ کا اعتراض اس قوت صحیح ہوتا جب امام بخاری صرف انہی کے ساتھ تفرد کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اصول میں امام بخاری اس حدیث کو اپنے شیخ قبیصہ سے روایت کرتے ہیں اور اس سند میں سب ثقہ راوی ہے اس کے بعد ثابت والی روایت متابعتا لائے ہیں اور یہ امام بخاری کی غرض نہیں کہ جس روایت کو متابعتا بیان کرے وہ بھی ان کے شرط کے مطابق ہو کیونکہ جو روایت متابعتا ہوتی ہے اکثر اس کا درجہ اس روایت سے جو اصولا ہوتی ہے اس سے کم ہوتا ہے"

مولانا ابو قاسم سیف بنارسی کی اس عبارت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر متابعات میں متصل سند والی حدیث بھی موجود ہو تو ضروری نہیں کہ صحیح بخاری کے شرائط پر ہو جب متابعات میں موجود متصل سند والی حدیث صحیح بخاری کی اصل نہیں ہے تو معلق حدیث کہاں سے اسکی اصل ہوگی پھر کیوں غیر مقلدین امام بخاری رحمہ اللہ سے مؤمل بن إسماعیل کو ثقہ ثابت کرتے ہیں جبکہ امام بخاری نے مؤمل بن إسماعیل سے تعلیقاً روایت لی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ امام بخاری کسی سے اگر متابعت میں روایت لے وہ ثقہ ہوتا ہے تحقیق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے امام بخاری

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نے شواہد اور متابعات میں ضعیف راویوں سے بھی روایت لی ہے۔

۴۔ زبیر علی زئی لکھتے ہیں صحیحین کے اصول کے راویوں کا ثقہ و صدوق ہونا اس کی دلیل نہیں ہے کہ صحیحین کے شواھد و متابعات کے راوی بھی ضرور بالضرور ثقہ و صدوق ہی ہو دلائل قطعیہ اور راجح دلائل سے ثابت ہے کہ صحیحین میں متابعات و شواھد میں ضعیف و مجروح راوی بھی موجود ہے۔

مثال عمر بن حمزہ (مسلم) ابو بکر بن عیاش (بخاری و مسلم) یزید بن ابی زیاد (مسلم) اور ابراہیم بن اسماعیل (بخاری متابعات) وغیرہ ضعیف راوی ہے۔ (شمارہ الحدیث 23/20)

صحیح بخاری میں موجود معلقات امام بخاری کی صحیح کی شرائط پر ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ نے مومل بن اسماعیل سے جو حدیث نقل کی ہے وہ معلق ہے متصل سند سے اسے نہیں لیا ہے امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری کی متصل سند میں صحیح کی شرط لگائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے مؤمل کی بیان کردہ حدیث صحیح بخاری کی شرط پر نہیں کیونکہ وہ معلق ہے

مشہور سلفی عالم ابو اسحاق الحوینی کہتے ہیں امام بخاری کی معلقات بعض ضعیف ہیں لیکن وہ بہت کم ہیں پوری کتاب میں ایک دو جگہ پر، کوئی شخص یہ کہے سکتا ہے اس لحاظ سے کہ بخاری میں ضعیف حدیث ہے تو ہم کہیں گے نہیں اس لیے کہ صحیح بخاری کی اصل احادیث متصل ہیں، معلق حدیث بخاری کی شرط پر نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری للحوینی 4/7)

اس پوری بحث سے بات واضح ہوتی ہے مؤمل بن اسماعیل سے امام بخاری نے تعلیقا روایت لی اور وہ صحیح بخاری کی اصولا نہیں ہے۔

جب امام بخاری رحمہ اللہ کسی کو منکر الحدیث کہیں تو اس سے روایت لینا جائز نہیں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں نقل کیا ہے۔

"وهذا القول مروي بإسناد صحيح عن عبد السلام بن أحمد الخفاف عن البخاري" (لسان المیزان 20/1)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اس قول سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قول صحیح سند سے ثابت ہے اور تاریخ الاوسط بروایت عبدالسلام بن احمد خفاف کی روایت میں موجود ہے۔

تنبیہ : بعض غیر مقلدین امام بخاری رحمہ اللہ کے قول کو صحیح بخاری کے ساتھ خاص کرتے ہیں لیکن یہ بات درست نہیں ہے یہ امام بخاری کا مطلق قول ہے انہوں نے اس قول کو کہیں بھی خاص نہیں کیا اور نہ ہی ان کے اس قول میں کوئی قید لگائی کہ یہ اصول صرف صحیح کے ساتھ خاص ہے اس قول کی بنیاد پر غیر مقلدین شور مچاتے ہیں کہ اگر امام بخاری رحمہ اللہ نے مؤمل بن اسماعیل کو منکر الحدیث کہا ہوتا تو ان کی روایت نہیں لیتے لیکن انہوں نے مؤمل بن اسماعیل سے روایت لی جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مؤمل امام بخاری کے نزدیک منکر الحدیث نہیں ہے۔

جواب:- یہ بات بالکل صحیح ہے کہ" امام بخاری نے کہا جب کسی کو منکر الحدیث کہوں تو اس سے روایت لینا حلال نہیں ہے" لیکن جب ہم امام بخاری رحمہ اللہ کی کتابوں کی طرف دیکھتے ہیں تو ایسے راوی بھی ملتے ہیں جنہیں امام بخاری نے خود منکر الحدیث کہا ہوتا ہے اور ان سے روایت بھی لی ہیں کچھ مثالیں ملاحظہ کریں۔

منکر الحدیث رواۃ سے امام بخاری کا استدلال

1- عاصم بن عبیداللہ العمری المدینی : امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔
(تاریخ الکبیر 6/493)

امام مزی رحمہ اللہ نے بھی امام بخاری سے منکر الحدیث نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ امام بخاری نے اپنی کتاب خلق افعال العباد میں انکی سند سے حدیث بیان کی ہے۔
(تھذیب الکمال 505-13/500)

اب امام بخاری کے اصول سے تو انہیں عاصم بن عبیداللہ سے روایت نہیں لینا چاہیے تھا لیکن انہوں نے خلق افعال العباد میں روایت لی ہے دیکھیے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ، أَنْبَأَ عَبْدُ اللَّهِ، أَنْبَأَ شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي عَاصِمُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

قَالَ :سَمِعْتُ سَالِمًا۔۔۔۔(خلق افعال العباد)

2-یونس بن خباب :امام مزی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا یونس بن خباب منکر الحدیث ہے۔وقَالَ البُخارِيُّ :منكر الحديث۔

امام بخاری رحمہ اللہ اسی یونس بن خباب سے اپنی کتاب الأدب المفرد میں دو احادیث روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا جَنْدَلُ بْنُ وَالِقٍ قَالَ :حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى، عَنْ يُونُسَ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :۔۔۔(الأدب المفرد، رقم ۶۲۷)

حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ۔۔۔۔(الأدب المفرد، رقم ۶۹۸)

3-سعید بن مرزبان أبوسعد البقال :غیر مقلد عالم محمد یحیی گوندلوی ایک حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں "ابو سعد البقال منکر الحدیث ہے (احمد و بخاری)" (ضعیف وموضوع روایات ص 249)۔

اسی طرح عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی ابکار المنن ص 658 پر اور مولانا داود ارشد نے دین الحق ص 328 پر ابوسعد البقال کو منکر الحدیث کہا۔

یہ قول ابن عدی رحمہ اللہ کی کتاب الکامل فی ضعفا الرجال میں ملتا ہے۔

سمعت ابن حماد يقول :قال البخاري :أبو سعد سعيد بن المرزبان الأعور سمع أنس بن مالك، منكر الحديث (الکامل فی ضعفاء الرجال 2/43)

امام مزی رحمہ اللہ بھی تہذیب الکمال میں ابوسعد بقال کے ترجمہ میں نقل کرتے ہیں۔

وقَالَ البُخارِيُّ :منكر الحديث۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب الأدب المفرد حدیث 1286 میں اسی راوی ابوسعد بقال کی سند سے روایت بھی کرتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وعن عقبة بن خالد السكوني قال :حدثنا أبو سعد سعيد بن مرزبان قال :سمعت أنس بن مالك يقول..(الأدب المفرد، رقم ۱۲۸۶)

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ بھلے ہی یہ کہا ہو کہ جسے میں منکر الحدیث کہے دوں اس سے روایت لینا حلال نہیں لیکن تحقیق سے یہ بات پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایسے راویوں سے بھی احادیث لی ہیں جنہیں انہوں نے خود منکر الحدیث کہا ہے جسکا ہم نے تین مثالیں پیش کی ہیں:

نوٹ:-ابوسعید البقال کو امام بخاری نے مقارب الحدیث بھی کہا ہے۔

سألت محمدا عن هذا الحديث فقلت له :كيف أبو سعد البقال قال : مقارب الحديث (العلل الكبير للترمذی رقم 235)

امام ترمذی کہتے ہیں میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا ابو سعد البقال کا کیا حال ہے تو امام بخاری نے کہا مقارب الحدیث ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے خود امام بخاری نے ایسے راویوں سے روایت لی ہے جنہیں خود انہوں نے منکر الحدیث کہا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مؤمل بن اسماعیل کی توثیق کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلد نے مؤمل بن اسماعیل کے توثیق ثابت کرنے کے لیئے چند محدثین کرام کے اقوال لکھے ہیں۔

زبیر علیزئی غیر مقلد اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹۷ پر مزید لکھتے ہیں "مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کو ابن خزیمہ، دارقطنیؒ، حاکم، ذہبیؒ، ترمذیؒ اور ابن کثیر نے صحیح وقوی قرار دیا ہے" پھر صفحہ ۱۳۲ اور صفحہ ۳۳ پر ان محدثین کرام کے تفصیلی حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ لہٰذا زبیر علی زئی کے پیش کردہ حوالہ جات کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تحقیق

امام ابن خزیمہ نے اپنی پوری کتاب میں کسی جگہ مؤمل بن اسماعیل کی توثیق نہیں کی۔ لہٰذا ابن خزیمہ کو معدلین میں شمار کرنا غلط ہے۔

بعض علماء بالخصوص اہلِ حدیث کے علماء اور عام پڑھے لکھے لوگ صحیح ابن خزیمہ کے تعلق سے اس غلط فہمی کے شکار ہیں کہ اس میں جو بھی حدیثیں ہیں وہ صحیح ہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔۔ اس میں بہت سی احادیث ضعیف بھی ہیں جن میں سے بعض کے ضعیف ہونے کی خود ابن خزیمہ نے صراحت کردی ہے اور بعض پر سکوت وخاموشی اختیار کی ہے اور بعض کو صحیح کہا ہے لیکن وہ عام محدثین کے نزدیک ضعیف یا حسن ہیں۔

بطور مثال ذیل میں ہم اس کی چند ضعیف احادیث کی نشان دہی کر رہے ہیں:

(۱) صحیح ابن خزیمہ کی حدیث ۱۲۶۰ : جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ ضعیف ہے۔ البانی نے کہا ہے: "اسناضعیف کما بینته فی الضعیفة، ۱۰۴۷"

(صحیح ابن خزیمہ مع حاشیۃ الاعظمی والالبانی ۲: ۲۴۸/)

(۲) حدیث ۱۸۸۵ کو البانی نے لکھا: "اسنادہ ضعیف" (ایضاً: ص ۱۸۹)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(۳) کتاب الوضوء حدیث ۲۱ کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے تلخیص الحبیر میں منقطع کہا ہے۔
(صحیح ابن خزیمہ ۱: /۱۵)

(۴) حدیث ۲۹ پر ابن خزیمہ کا سکوت ہے لیکن تعلیق الاعظمی میں لکھا ہے:

"اسنادہ ضعیف" پھر "تقریب" کے حوالے سے اس کے ایک راوی عیاض بن ہلال کو مجہول کہا گیا ہے۔ (ایضاً ۱: /۱۹)

(۵) حدیث ۷۷ پر ابن خزیمہ نے سکوت کیا ہے لیکن تعلیق الاعظمی میں لکھا ہے:

"اسنادہ ضعیف" اور اس کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ اس کے راوی ابو عامر صالح بن رستم المزنی اور الخزاز کو "التقریب" میں صدوق کثیر الخطا کہا گیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

قارئین کرام! یہاں پر برادران اہل حدیث کو دعوت فکر دی جائے کہ جب ابو عامر الخزاز کے صدوق کثیر الخطا ہونے کی وجہ سے ابن خزیمہ کی یہ حدیث ضعیف ہے تو مؤمل بن اسماعیل کے صدوق کثیر الخطا ہونے کی وجہ سے ان کی "عَلٰی صَدرِہ" (سینے پر ہاتھ باندھنے) والی روایت ضعیف کیوں نہ ہوگی؟ جب کہ دونوں جگہ راوی صدوق کثیر الخطا ہیں؟

صحیح ابن خزیمہ کی یہ چند ضعیف احادیث بطور مثال اس لیے ذکر کی گئیں کہ جو لوگ اس غلط فہمی کے شکار ہیں کہ صحیح ابن خزیمہ کی ہر حدیث جس کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے یا اس پر سکوت کیا ہے، صحیح ہے، ان کی غلط فہمی دور ہو جائے۔ ورنہ دو چار نہیں بلکہ عرب محقق ماہر یاسین فحل الہیتی کے بقول صحیح ابن خزیمہ میں (۴۲۹) ضعیف اور (۱۵۲) حسن احادیث موجود ہیں جب کہ صحیح احادیث کی تعداد (۲۶۵۰) ہے۔

شیخ ماہر یاسین لکھتے ہیں:

"من خلال دراستی المستفیضة للکتاب وجدت الاحادیث الصحیحة بلغت ۲۶۵۰ حدیثاً امّا الاحادیث الضعیفة فقد بلغت

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۴۲۹ حدیثاً علی ان الاحادیث الحسان فی کتاب ابن خزیمة بلغت ۱۵۲ حدیثاً"

ترجمہ: میں نے کتاب ابن خزیمہ کے درس سے مستفیض ہونے کے دوران پایا، اس میں صحیح احادیث کی تعداد ۲۶۵۰، ضعیف کی تعداد ۴۲۹ اور حسن احادیث کی تعداد ۱۵۲ ہے۔

(تعلیق النکت الوفیۃ بمبانی شرح الالفیۃ ۱: / ۱۳۴)

امام عسقلانی کی رائے میں صحیح ابن خزیمہ میں ہر حدیث صحیح نہیں:

شارح بخاری علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس سلسلے میں بڑی تفصیلی گفتگو فرمائی ہے کہ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب صحاح جن میں شروطِ صحیح کا التزام کر کے یا اس کے بغیر مؤلفین کتب نے احادیث جمع کی ہیں، کیا ان کتابوں میں مذکور ساری احادیث صحیح ہیں؟ اس تعلق سے یہ جو خیال کیا جاتا ہے اور ان کتب معتمدہ پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی احادیث کو قابل احتجاج تصور کیا جاتا ہے، اس میں نظر ہے۔ امام عسقلانی کی گفتگو کا خلاصہ قارئین کی آسانی کے لیے ذیل میں ہم اردو میں نقل کر رہے ہیں۔

امام عسقلانی نے فرمایا:

"اس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور اسی طرح کی کتابیں جو شرطِ صحیح پر لکھی گئی ہیں ان میں جو بھی حدیث پائی جائے اس کو تسلیم کر لیا جائے۔ اسی طرح صحیحین پر جو کتابیں تخریج کر کے لکھی گئی ہیں (مثلاً مستدرک وغیرہ)

ان میں بھی جو حدیث ملے اس کو قبول کر لینا ضروری ہے۔ حالاں کہ یہ بات محل نظر ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ابن خزیمہ و ابن حبان دونوں نے اپنی کتاب میں یہ التزام نہیں کیا ہے کہ وہ اسی صحیح حدیث کو ذکر کریں گے جس میں مؤلف کی ذکر کردہ شرائط صحیح جمع ہوں۔ کیوں کہ دونوں (ابن خزیمہ و ابن حبان) کے نزدیک حدیث صحیح و حدیث حسن کے درمیان فرق نہیں۔ دونوں کے یہاں حدیث حسن حدیث صحیح کی ایک قسم ہے، اس کی قسیم نہیں۔ انہوں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نے جو شرط ذکر کی ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ راوی کا عادل ہونا اور مروی عنہ سے حدیث لینا مشہور ہو۔ وہ مدلس نہ ہو اور وہ روایت از ابتدا تا انتہا متصل ہو۔ اگر راوی اپنے حافظہ سے روایت کرنے والا ہو تو معانی کو منتقل کرنا جانتا ہو۔ انہوں نے عدالت و اتصال کے علاوہ حدیث صحیح کی اور شرائط کو ملحوظ نہیں رکھا ہے"

(النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر ۱: / ۲۹۰)

امام ابن حجر عسقلانی کی صراحت سے یہ معلوم ہوا کہ ابن خزیمہ کے نزدیک "حدیث صحیح" کی اپنی خاص اصطلاح ہے۔ حدیث حسن بھی ان کے نزدیک صحیح ہے۔ بلکہ جو راوی حافظہ کے لحاظ سے ضعیف ہو یا اس کی روایت میں شذوذ ہو لیکن وہ راوی صدوق و عادل ہو تو اس کی روایت بھی ابن خزیمہ اور ابن حبان کے نزدیک صحیح کے زمرے میں آتی ہے، حالاں کہ وہ عام محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

امام عسقلانی نے لکھا:

"وانهما لم يشترطا نفي الشذوذ والعلة"

ترجمہ : صحیح روایت کے لیے دونوں نے روایت کے شاذ و معلل نہ ہونے کی شرط نہیں رکھی۔ (النکت ۱: / ۶۳)

پتہ چلا کہ مؤمل بن اسماعیل صدوق و عادل ہونے کے ساتھ کثیر الخطا ہیں اور ان کی "غلی صدرہ" والی روایت منکر ہے لیکن ابن خزیمہ کی خاص اصطلاح کے مطابق صحیح ہے اور ان کی یہ اصطلاح جمہور محدثین و فقہاء کی اصطلاح کے خلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک مؤمل کی تنہا روایت منکر و نامقبول ہے۔ قابل احتجاج نہیں۔

ابن خزیمہ و ابن حبان کے تعلق سے امام عسقلانی لکھتے ہیں:

"وسمى ابن خزيمة كتابه "المسند الصحيح المتصل بنقل العدل عن العدل من غير قطع في السند ولا جرح في النقلة وبذا الشرط مثل شرط ابن حبان سواء لان ابن حبان تابع لابن خزيمة مغترف من بحره ناسج

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

علی منوالہ "(النکت ۱: /۲۹۱)

ترجمہ: ابن خزیمہ نے اپنی کتاب کا نام رکھا "المسند الصحیح المتصل بنقل العدل عن العدل من غیر قطع فی السند ولا جرح فی النقلۃ"۔

یہ شرط ابن حبان کی شرط کی طرح ہے کیوں کہ ابن حبان ابن خزیمہ کے متبع ہیں اور انہیں کے بحر علم سے مستفیض ہونے والے اور انہیں کے طریقے پر چلنے والے ہیں۔

امام سخاوی کی رائے:

امام سخاوی نے بھی امام عسقلانی کی طرح وہی بات کہی ہے کہ صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ کو صحیح کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کی ہر حدیث صحیح ہے بلکہ اس میں غیر صحیح احادیث بھی ہیں۔

امام سخاوی کے الفاظ یہ ہیں:

"ولیس واحد منہما ملتحقا بواحد منہما الا بمجرد التسمیۃ لکون فیہما الصحیح وغیرہ"

ترجمہ: دونوں میں سے کسی ایک (صحیح ابن حبان وابن خزیمہ) کو صحیح بخاری وصحیح مسلم دونوں میں سے کسی ایک سے لاحق نہیں کر سکتے۔ صرف نام کے اعتبار سے انہیں لاحق کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ میں صحیح وغیر صحیح احادیث موجود ہیں۔

(الغایۃ فی شرح الہدایۃ فی علم الروایۃ ۱: /۱۴۶)

علامہ مناوی کی رائے:

علامہ زین الدین مناوی [وفات ۱۰۳۱ھ] لکھتے ہیں:

"ولیس واحد منہم لاحقا بالصحیحین الا فی مجرد التسمیۃ لوجود غیر الصحیح فیہما"۔ (الیواقیت والدرر شرح نخبۃ الفکر ۱: /۳۸۵)

ترجمہ: ابن خزیمہ، ابن حبان، ابوعوانہ وغیرہ میں سے کسی کو صحیحین سے لاحق کرنا صحیح نہیں مگر محض نام کے اعتبار سے۔ کیوں کہ ان کتابوں میں غیر صحیح احادیث بھی موجود ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بعض غیر مقلدین کی طرف سے یہ مغالطہ پیش کیا جاتا ہے کہ نماز میں سینے پہ ہاتھ باندھنے کی حدیث صحیح ابن خزیمہ میں ہے لہٰذا وہ صحیح حدیث ہے۔ یہ سراسر دھوکہ ہے۔ علماء ومحدثین کے اقوال سے ہم نے ثابت کر دیا کہ صحیح ابن خزیمہ کی ہر حدیث صحیح نہیں۔ بلکہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں جس حدیث کو صحیح کہا ہے اس کا بھی عام محدثین کے نزدیک صحیح ہونا ضروری نہیں صحیح ابن خزیمہ میں سینے پہ ہاتھ باندھنے سے متعلق مؤمل بن اسماعیل کی روایت ہے اور مؤمل جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف کثیر الخطا ہیں اور سفیان سے روایت کرنے میں "علی صدرہ" کا اضافہ صرف مؤمل کی طرف سے ہے۔ دوسرے کئی ثقہ حافظ الحدیث مثلاً شافعی، حمیدی، فضل بن دکین وغیرہم نے سفیان سے اس کی روایت کی ہے لیکن کسی کی روایت میں "علی صدرہ" کا اضافہ نہیں ہے۔ لہٰذا "علی صدرہ" کا اضافہ مؤمل کی طرف سے منکر ہے اور منکر ہونے کی وجہ سے نا مقبول ہے اگرچہ وہ صحیح ابن خزیمہ میں ہے۔

امام دارقطنیؒ کے قول کی تحقیق

امام دارقطنی نے مؤمل کی حدیث اپنی کتاب سنن الدارقطنی ۲/۱۸۶ پر ذکر کیا ہے۔ مگر امام دارقطنی سے مؤمل بن اسماعیل پر مفسر جرح موجود ہے۔ امام دارقطنی مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں لکھتے ہیں "صدوق کثیر الخطاء" (سوالات حاکم لدارقطنی رقم ۴۹۲) لہٰذا امام دارقطنی سے توثیق ثابت کرنا غلط ہے۔

ہرگز دارقطنی نے مؤمل بن اسماعیل کی متفرد روایت کو صحیح نہیں کہا۔ انہوں نے ان کی اسی حدیث کو صحیح کہا ہے جو مؤمل کے سوا دوسری صحیح سند سے مروی ہے۔ چنانچہ حدیث ۲۱۹۹ جو ابووائل سے مؤمل کی سند سے مروی ہے، اس کے تعلق سے اپنے شیخ ابوبکر نیشاپوری کا قول نقل فرمایا: "ان کان مؤمل حفظه فهو غریب وخالفه الامام عبد الرحمن بن مهدی"

ترجمہ:: اگر مؤمل کو یہ حدیث محفوظ تھی پھر بھی غریب (ضعیف) ہے کیوں کہ عبدالرحمن بن مہدی نے مؤمل کے خلاف روایت کی ہے۔ (سنن الدارقطنی: حدیث ۲۱۹۹:)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کیا دار قطنی نے یہ اشارہ واضحہ نہیں دے دیا کہ مؤمل بن اسماعیل کی تنہا روایت ضعیف ہوتی ہے اور یہ بات دلائل سے میں نے ثابت کر دی کہ مؤمل بن اسماعیل کی روایت میں سینے پہ ہاتھ باندھنے کا ذکر مؤمل بن اسماعیل کا تفرد ہے۔ لہٰذا ان کی یہ روایت ضعیف ہوئی۔ دوسری سند صحیح سے مروی ہونے کی وجہ سے اگر دار قطنی یا کسی ناقدِ حدیث نے مؤمل کی کسی روایت کی تصحیح کی ہے تو اس سے مؤمل کے کثیر الخطاء، کثیر الغلط اور منکر الحدیث ہونے کی نفی کہاں لازم آئی؟ پھر تہذیب الکمال میں مزی نے دار قطنی کا قول نقل کیا کہ مؤمل ثقہ اور کثیر الخطا ہیں۔ آخر اس کا کیا جواب ہوگا؟

امام حاکمؒ کے قول کا جواب

امام حاکم کا قول پیش کرنا تو زبیر علیزئی غیر مقلد کا اپنا تضاد ہی ثابت کرتا ہے کیونکہ زبیر علیزئی غیر مقلد امام حاکم کو متساہل مانتے ہیں لہٰذا امام حاکم کا حوالہ دینا فضول ہے۔ دوسرا امام حاکم خود بھی ان کے کثیر الخطاء ہونے کی تشریح کی ہے۔

حافظ صاحب نے دار قطنی اور حاکم کے حوالے سے لکھا "صحح له فی سننه و صحح له فی المستدرک" دار قطنی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں مؤمل بن اسماعیل کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

رہی بات کہ حاکم نے مؤمل بن اسماعیل کی حدیث کو صحیح کہا ہے تو اس پر عرض ہے کہ حافظ صاحب کو اس پر کوئی ایک حدیث بطور مثال پیش کرنی تھی کہ فلاں حدیث جس کی روایت میں مؤمل بن اسماعیل متفرد ہیں اس کو حاکم نے صحیح لکھا ہے۔ حافظ صاحب نے ایسی کوئی حدیث پیش نہیں کی ہے۔

امام ذہبیؒ کے قول کا جواب

زبیر علیزئی غیر مقلد نے صفحہ ۳۳ پر حافظ ذہبیؒ کا قول نقل کیا ہے۔ "کان من الثقات البصریین" (العبر ۱/۲۷۷)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حافظ زبیر صاحب نے حدیث مؤمل کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ذہبی کے حوالے سے یہ قول نقل کیا ہے: "کان من ثقات البصریین" مؤمل بصری ثقہ تھے۔ حافظ صاحب کو اس توثیق سے کیا حاصل ہوگا؟ جب کہ خود علامہ ذہبی نے انہیں صدوق ثقہ ماننے کے باوجود جمہور کے مطابق کثیر الخطا لکھا ہے۔ حافظ صاحب نے ذہبی کی توثیق دیکھ لی لیکن تضعیف کو نظر انداز کر دیا۔ ذہبی نے ابو حاتم کے حوالے سے لکھا:

"صدوق شدید فی السنة کثیر الخطأ و قیل دفن کتبه و حدث حفظا فغلط مات ۲۰۶ھ"

ترجمہ: مؤمل سچے، سنت میں سخت اور روایت حدیث میں کثرت سے خطا کرنے والے تھے۔ کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اور حافظے سے حدیث بیان کرتے تھے لہٰذا غلطیاں کی ہیں۔ (الکاشف ۲: /۳۰۹)

بخاری کے حوالے سے لکھا:

"منکر الحدیث و قال ابو زرعة فی حدیثه خطأ کثیر"

ترجمہ: مؤمل منکر الحدیث ہیں۔ ابو زرعہ نے کہا: ان کی حدیث میں بہت زیادہ خطا ہے۔ (المغنی فی الضعفاء ۲: /۶۸۹)

اور بخاری جسے منکر الحدیث کہیں، ان کے نزدیک اس سے حدیث لینا درست نہیں۔

ابو داؤد کے حوالے سے لکھا:

وہ رفیع الشان تھے مگر روایت میں انہیں وہم ہوتا تھا۔

(سیر اعلام النبلاء ۶: /۲۸۶)

علامہ ذہبی اپنی کتاب الکاشف رقم ۵۸۲۴ پر لکھتے ہیں۔

"حدیث حفظا فغلط" بلکہ علامہ ذہبیؒ نے مؤمل بن اسماعیل کو ضعفاء رقم ۶۵۴۸ میں بھی لکھا ہے۔ امام ذہبی کے نزدیک بھی اسکا حافظہ سے بیان کرنا غلط ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام ترمذیؒ کے قول کا جواب

زبیر علیزئی غیر مقلد نے صفحہ ۱۱ پر امام ترمذی کو خود متساہل قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس حوالہ کو پیش کرنا خود انکا تضاد ثابت کرتا ہے۔

حافظ زبیر علی صاحب نے لکھا: "الترمذی صحح له فی سننه" حافظ صاحب نے عربی زبان میں یہ جملہ لکھ کر یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ امام ترمذی کے حوالے سے "تصحیح" کا یہ جملہ کسی "ناقدِ حدیث" کا ہے۔

حافظ صاحب کے اس انداز کے پیچھے جو مقصد کارفرما ہے، اسے اہل علم اچھی طرح سمجھ جائیں گے۔ حافظ صاحب کا کہنا ہے کہ ترمذی نے اپنی "سنن" میں مؤمل بن اسماعیل کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ترمذی پہ یہ نرا بہتان ہے۔ امام ترمذی نے کہیں نہیں کہا کہ مؤمل بن اسماعیل کی تنہا روایت صحیح ہے۔ بلکہ انہوں نے مؤمل کی حدیث کو جہاں بھی صحیح کہا ہے وہاں ان کا مراد یہ ہے کہ وہ حدیث دوسری سندِ صحیح سے صحیح ہے۔ مؤمل کی سند کو انہوں نے قطعاً صحیح نہیں لکھا ہے۔

حدیث ۴۱۵ میں لکھا "حسن صحیح وقد روی عن عنبسة من غیر وجه" مؤمل کی حدیث مذکور حسن و صحیح ہے۔ عنبسہ سے یہ دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔

حدیث ۱۹۴۸ میں لکھا "حسن صحیح" یعنی بعض سند سے حسن اور بعض سند سے صحیح ہے۔

حدیث ۲۱۴۶ میں لکھا "حسن غریب" مؤمل کی یہ حدیث ایک سند سے حسن ہے لیکن یہ سند سے غریب (ضعیف) ہے۔

حدیث ۳۲۶۶ میں بھی لکھا "حسن غریب"۔

کاش حافظ صاحب پوری سنن ترمذی دیکھ لیں کہیں پہ بھی امام ترمذی نے یہ نہیں کہا ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کی تفرد روایت صحیح ہے۔ امام ترمذی پہ حافظ زبیر علی زئی کی یہ تہمت ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں تحقیقی فیصلہ

زبیر علیزئی غیر مقلد سے گزارش ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں چند محدثین کرام کے تعدیلی اقوال نقل کرنا اصول علم رجال کے خلاف ہے۔ مگر عوام الناس کے لئے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل اس بحث کو ضرور ملحوظ خاطر رکھیں۔

i) کچھ محدثین کرام نے مؤمل بن اسماعیل کی توثیق کی۔

ii) جمہور محدثین کرام نے مؤمل بن اسماعیل کی تضعیف کی اور کثیر الخطاء کہا ہے۔

ان اقوال میں اگر تطبیق کرنا چاہیں تو صاف ظاہر ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کی توثیق صرف اسکی عدالت کے بارے میں تھی۔ علامہ ذہبی اور ابو حاتم وغیرہ نے مؤمل بن اسماعیل کی عدالت کے بارے میں صدوق لکھا ہے یعنی مؤمل بن اسماعیل سچا تھا۔ مگر جمہور محدثین کرام نے اس کو کثیر الخطاء اور اس کی تضعیف کی ہے۔ محدثین کرام کی مؤمل بن اسماعیل کی تضعیف اور کثیر الخطاء کی جرح اس کے حافظے پر ہے۔ یعنی مؤمل بن اسماعیل کا حافظہ صحیح نہیں تھا۔ کسی بھی راوی میں دو شرائط کا ہونا ضروری ہے جس کی وجہ سے اس راوی کو ثقہ کہہ سکتے ہیں۔

اول عدالت **دوم** ضبط و حفظ

مؤمل بن اسماعیل صدوق تو ہے مگر حافظہ صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا مؤمل بن اسماعیل کا روایت میں ضعیف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ دوسرا امام ابو حاتم کے قول (الجرح والتعدیل رقم ۷۲۳) سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کی کتاب میں کافی خطا ہے۔ لہٰذا ایسے راوی کی روایت بغیر متابعت کے قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔

عرب عالم عبداللہ الرحیلی کی تحقیق

عرب عالم عبداللہ بن ضعیف الرحیلی لکھتا ہے۔

الحاصل أنه سيء الحفظ، ومقصود الأئمة بتوثيقه أنه عدل، أما في حفظه فهو ضعيف، والله أعلم۔ (من تكلم فيه وهو موثق رقم ۳۵۱ حاشیہ)

لہٰذا زبیر علیزئی غیر مقلد کا مؤمل بن اسماعیل کی حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

محدثین کے اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "علی صدرہ" کے الفاظ کی زیادتی مؤمل بن اسماعیل کی خطا ہے۔

زبیر علیزئی کا اپنا بنایا ہوا اصول

مناسب ہوگا کہ اسی اصول زبیر علیزئی غیر مقلد کی اپنی تصنیف سے بھی ثابت کیا جائے۔ زبیر علیزئی اپنی کتاب نور العینین ص ۶۱ قدیم پر نمبر ۹ کے تحت لکھتے ہیں۔

"ایک فعہ کہا ثقہ دوسری دفعہ کہا ثقہ سئي الحفظ یا سئي الحفظ"

نتیجہ۔ (عدالت کے لحاظ سے) ثقہ اور (حافظہ کے لحاظ سے) سئی الحفظ ہے۔

(نور العینین ص ۶۲)

نکتہ۔ زبیر علیزئی کی اس بات سے یہ تو عیاں ہوا کہ مؤمل بن اسماعیل حافظہ کے لحاظ سے سئی الحفظ ہے۔ مگر عدالت کے لحاظ سے ثقہ ہے۔

زبیر علیزئی مزید آگے نمبر ۱۰ کے تحت لکھتے ہیں۔ "جو کثیر الغلط، کثیر الاوھام، کثیر الخطاء اور سئی الحفظ وغیرہ ہو اس کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (نور العینین ص ۶۳)

اہم نوٹ۔ یہ بات پیش نظر ہے کہ تمام الفاظ جو اوپر زبیر علیزئی نے لکھے ہیں۔ یہی تمام الفاظ مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں محدثین کرام نے نقل کیئے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ مؤمل بن اسماعیل اس میں منفرد ہے۔ اور ایسا راوی جس کے بارے میں سئیا لحفظ کثیر الخطا، یا کثیر الغلط کے الفاظ جرح موجود ہو تو ایسے راوی کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہیں۔

زبیر علیزئی کا تضاد

زبیر علیزئی غیر مقلد نے اپنی کتاب میں ہاتھ باندھنے کا مقام ص ۲۰ پر لکھا ہے اگر کوئی کہے کہ مؤمل اس روایت میں تنہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

(۱) سفیان ثوری سے روایت میں ثقہ ہے لہٰذا اس کی حدیث حسن ہے۔

(۲) اس کی یہ روایت کسی ثقہ راوی کے خلاف نہیں ہے۔

(۳) بہت سی احادیث اس کی شاہد ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جواب۔ عرض ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں کثیر الغلط اور سیٔ الحفظ کے الفاظ موجود ہیں۔ ایسے راوی کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے جس کا اقرار زبیر علیزئی غیر مقلد نے نور العینین ص ۶۱ پر خود کیا ہے۔ لہٰذا یہ لکھنا کہ اس کی یہ روایت کسی ثقہ راوی کے خلاف نہیں ہے، اصول کے خلاف اور غلط ہے۔ کیونکہ کثیر الغلط، سیٔ الحفظ والے راوی کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے چاہے وہ کسی ثقہ راوی کے خلاف کرے یا نہ کرے اور یہ اصول زبیر علیزئی کا اپنا اختیار کردہ ہے۔ دوسرا جن حدیثوں کو وہ مؤمل بن اسماعیل کی حدیث کا شاہد بتا رہے ہیں وہ ثابت ہی نہیں ہیں۔ لہٰذا شاہد حدیثوں پر (جو کے ضعیف بھی ہیں) اعتبار کرنا غلط ہے۔

ابن قیم کی روایت پر مفسر جرح

اس مقام پر مناسب ہے کہ ہم علامہ ابن قیم کی اس حدیث کے بارے میں مفسر جرح و علت بیان کریں۔ زبیر علیزئی نے علامہ ابن قیم کے شان میں اپنی کتاب نور العینین ص ۸۴ پر زمین اور آسمان کے قلابے ملا دیے ہیں۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔

"عن سفیان الثوری عن عاصم بن کلین عن ابیه عن وائل بن حجر قال صلیت مع رسول الله ﷺ فوضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره ولم یقل علی صدره غیر مؤمل بن اسماعیل۔

(اعلام الموقعین ص ۳۸۲، ابکار المنن ۱۰۸)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پس آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا۔ (علامہ ابن قیم فرماتے ہیں) سینے پر رکھا کے (الفاظ) سوائے مؤمل کے کسی نے نہیں کہے۔

ابن قیم کے اس قول سے واضح ہو گیا کہ "علی صدره" کے الفاظ صرف مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کیے۔ جب رفع یدین پر ابن قیم کی عبارت سے استدلال کرتے ہیں تو ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر کیوں نہیں؟

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام بیہقیؒ نے اس روایت کے بارے میں اپنی تحقیق یوں پیش کی ہے۔

"رواہ الجماعۃ عن الثوری لم یذکر واحد منھم علی صدرہ غیر مؤمل بن اسماعیل"۔ (الخلافیات بیہقی مخطوط ص ۳۷)

یعنی۔ ایک جماعت نے امام سفیان ثوری سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی "علی صدرہ" کے لفظ مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ ذکر نہیں کیئے۔ معلوم ہوا کے مؤمل بن اسماعیل کے سوا کسی نے بھی یہ الفاظ نقل نہیں کیئے۔ لہٰذا امام بیہقی کے نزدیک بھی یہ حدیث قابل احتجاج نہیں ہے۔

"علی صدرہ" کی زیادت کا تحقیقی جائزہ

امام بیہقیؒ اور ابن قیم نے "علی صدرہ یعنی سینے پر ہاتھ رکھنے کے الفاظ کی زیادتی بھی نقل کی ہے۔ امام بیہقیؒ اور ابن قیم کے اقوال تحقیقی معیار پر بھی صحیح ہیں۔

اس کے علاوہ مؤمل بن اسماعیل اس حدیث میں اضطراب کا شکار ہے۔ کبھی مؤمل بن اسماعیل علی صدرہ کے الفاظ نقل کرتا ہے (دیکھئے ابن خزیمہ رقم ۴۷۹)

کبھی مؤمل بن اسماعیل اس حدیث میں عند صدرہ کے الفاظ نقل کرتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ،ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَاصِمٍ ،قَالَ :ثنا مُؤَمَّلٌ ،قَالَ :ثنا سُفْيَانُ ،عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ ،عَنْ أَبِيهِ ،عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ ،قَالَ :رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم »وَضَعَ يَدَهُ عَلَى شِمَالِهِ عِنْدَ صَدْرِهِ۔

(طبقات المحدثین باصبہان ۲/۲۶۸)

اور کبھی اس زیادت کا ذکر نہیں کرتا ہے (شرح معانی الآثار ۱/۱۹۶)

علاوہ ازیں خود مؤمل کی روایت سفیان ہی سے ایک اور طریق سے دستیاب ہوئی اس میں "علی صدرہ" کی بجگہ "عند صدرہ" (سینے کے پاس) ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

الشیخ اصبہانی [وفات ۳۶۹ھ] نے کہا:

"حدثنا محمد بن یحیی ثنا محمد بن عاصم قال ثنا مؤمل قال ثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم وضع یده علی شماله عند صدره"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی محمد بن یحییٰ نے، وہ محمد بن عاصم سے، وہ مؤمل سے، وہ سفیان سے، وہ عاصم بن کلیب سے، وہ اپنے والدِ گرامی سے، وہ وائل بن حجر سے، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ سینے کے پاس رکھا۔

(طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا لابی الشیخ الاصبہانی ۲: /۲۶۸)

نیز حدیثِ وائل رضی اللہ عنہ جو ابونعیم کی سند سے مروی ہے اس میں "عَلٰی بَطْنِہٖ" (پیٹ پر ہاتھ رکھنے) کے الفاظ ہیں۔ جیسا کہ ابونعیم اصبہانی نے فرمایا:

"حدثنا فاروق حدثنا ابو مسلم الکشی ثنا حجاج بن نصیر ثنا شعبة عن سلمة بن کهیل قال سمعت حجرا ابا العنبس الحضرمی یحدث عن وائل الحضرمی انه صلی مع النبی صلی الله علیه وسلم فلما قال ولا الضالین قال آمین ویخفی بها صوته ثم وضع یده الیمنی علی یده الیسری وجعلها علی بطنه"

ترجمہ: حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ ولا الضالین تک پہنچے تو آہستہ سے آمین کہی اور داہنے ہاتھ کو بایاں ہاتھ پہ رکھ کر اپنے شکم پہ رکھا۔ (معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم ۵: / ۲۷۱۳، حدیث ۶۴۸۲:)

کتب احادیث کی چھان بین سے مجھے حدیثِ وائل رضی اللہ عنہ کو سفیان ثوری سے روایت کرنے والے راوی مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ سات اور نظر آئے، ان میں سے کسی نے بھی "عَلٰی صَدْرِہٖ" کا اضافہ ذکر نہیں کیا ہے۔ مؤمل بن اسماعیل اس اضافہ کو ذکر کرنے میں تنہا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہیں۔لہٰذا یہ اضافہ مُنکر و نامقبول ہے۔کیوں کہ ناقدین حدیث کی آراء آپ پڑھ چکے کہ مؤمل بن اسماعیل ضعیف وکثیر الخطاراوی ہیں۔جب وہ تنہا کسی روایت کو ذکر کریں تو وہ نامقبول ہوتی ہے سفیان ثوری سے حدیث وائل کو "عَلٰی صَدرِہ" کے اضافے کے ساتھ ذکر کرنے میں مؤمل بن اسماعیل تنہا ہیں اس لیے ان کی "عَلٰی صَدرِہ" والی روایت نامقبول وغیر معتبر ہوگی۔نیز مؤمل کے ذکر کردہ الفاظ "عَلٰی صَدرِہ" مضطرب ہیں کیوں کہ خود انہیں سے "عَلٰی صَدرِہ" کی جگہ "عِندَ صَدرِہ" کے الفاظ بھی منقول ہیں۔نیز اس حدیث کو روایت کرنے میں ایک جماعت نے سفیان ثوری کی متابعت کی ہے مگر ان میں سے کسی نے بھی "عَلٰی صَدرِہ" ذکر نہیں کیا ہے۔ان کے اسماء یہ ہیں:

(۱) سفیان بن عیینہ۔(مسند الحمیدی، حدیث ۹۰۹: سنن النسائی، حدیث ۱۲۶۳:)

(۲) محمد بن الفضیل۔(صحیح ابن خزیمہ، حدیث ۴۷۸: ۷۱۳)

(۳) عبدالواحد بن زیاد۔(مسند احمد، حدیث ۱۸۸۵۰:)

(۴) زہیر بن معاویہ۔(مسند احمد، حدیث ۱۸۸۷۶:)

(۵) شعبہ بن الحجاج۔

(مسند احمد، حدیث ۱۸۸۵۵: قرۃ العینین برفع الدین فی الصلاۃ للبخاری، حدیث ۲۶: صحیح ابن خزیمہ، حدیث ۶۹۷: ۶۹۸)

(۶) عبدالعزیز بن مسلم۔(مسند احمد، حدیث ۱۸۸۶۵:)

(۷) زائدہ بن قدامہ۔

(سنن الدارمی، حدیث ۱۳۹۷: مسند احمد، حدیث ۱۸۸۷۰: قرۃ العینین برفع الیدین فی الصلاۃ للبخاری، حدیث ۳۰: سنن ابو داؤد، حدیث ۷۲۷: صحیح ابن خزیمہ، حدیث ۴۸۰: ۷۱۴، المنتقی لابن الجارود، حدیث ۲۰۸:)

(۸) عبداللہ بن ادریس۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(قرۃ العینین برفع الدین فی الصلوٰۃ للبخاری، حدیث ۳۱: سنن ابن ماجہ، حدیث ۸۱۰: ۹۱۲، سنن ترمذی، حدیث ۲۹۲: سنن نسائی، حدیث ۱۱۰۲: صحیح ابن خزیمہ، حدیث ۴۷۷: ۶۴۱، ۶۹۰، ۷۱۳)

(۹) بشر بن مفضل۔

(سنن ابی داؤد، حدیث ۷۲۶: ۹۵۷، سنن ابن ماجہ حدیث ۸۱۰: ۸۶۷، سنن نسائی حدیث ۱۲۶۵:)

(۱۰) سلام بن سلیم۔ (مسند الطیالسی، حدیث ۱۱۱۳:)

(۱۱) خالد بن عبداللہ۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: حدیث ۲۷۸۴:)

ان سب نے اس حدیث کو "عن عاصم بن کلیب، عن کلیب، عن وائل" روایت کیا ہے مگر کسی نے بھی "علی صدرہ" کی زیادتی کا ذکر نہیں کیا ہے۔

نیز اس حدیث کو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے کلیب کے علاوہ درج ذیل راویوں نے روایت کیا ہے:

۱- علقمہ بن وائل۔ (السنن الصغریٰ للبیہقی، حدیث ۳۶۹:)

۲- مولی لہم۔ (السنن الصغریٰ للبیہقی، حدیث ۳۷۰:)

۳- عبدالجبار بن وائل۔ (مسند احمد، حدیث ۱۸۸۷۳: سنن الدارمی: رقم ۱۲۷۷:)

ان حضرات نے بھی "عَلٰی صَدرِہٖ" کا لفظ ذکر نہیں کیا۔

"عَلٰی صَدرِہٖ" کی زیادتی کا سفیان ثوری، عاصم بن کلیب اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کی روایت میں وارد نہ ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کو اس زیادتی کی روایت کرنے میں وہم ہوا ہے لہٰذا یہ زیادتی صحیح اور قابل قبول نہیں۔

(اثر علل الحدیث فی اختلاف الفقہاء، ماہر یاسین الفحل البیہتی ۱: ۲۷۳/)

اس مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات مکمل طور پر آشکار اور واضح ہوتی ہے کہ علی صدرہ کے الفاظ نقل کرنے میں مؤمل بن اسماعیل سے خطا اور غلطی ہے جبکہ محدثین کرام نے یہ واضح طور پر لکھا ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کثیر الخطاء ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

میں علی صدرہ کے الفاظ شاذ مردود اور اصول حدیث اور خصوصاً علامہ بیہقیؒ اور علامہ ابن قیم کے اقوال کی روشنی کے مطابق صحیح نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ روایت احناف کے خلاف پیش کر کے حنفیوں کے نمازوں کے خلاف سنت کہنا ایک علمی بد دیانتی اور دھوکا ہے اور اس پر مزید بد دیانتی یہ کہ خود اس روایت کو ضعیف بھی مانتے ہیں۔ اُف یہ مسلکی تعصب۔

معلوم ہوا کہ "علی الصدر" والی روایت پر تعامل نہیں ہے۔ بلکہ اس کو "عند الصدر" کے معنیٰ میں لے کر اس پر بعض کا عمل رہا ہے اور "عند الصدر" کا لفظ بعض روایت میں ہے بھی۔ ہر دور میں "تحت السرۃ" والی روایت پر عمل غالب رہا اور "علی الصدر" بمعنیٰ "عند الصدر" "فوق السرۃ" (ناف کے اوپر) کے معنیٰ میں عمل قلیل اور "علی الصدر" کے حقیقی معنیٰ پر کبھی عمل نہیں رہا۔ چنانچہ شیخ ابو الطیب المدنی نے حاشیہ ترمذی میں لکھا:

"لم یأخذ من الائمۃ الاربعۃ بالوضع علی الصدر"

ترجمہ: ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب سینے پر ہاتھ رکھنا نہیں ہے۔

(معارف السنن ۲: /۴۳۸)

لہٰذا "تحت السرۃ" والی روایت کو کثرتِ تعامل امت کی وجہ سے ترجیح ہوگی۔

ابن القیم کے نزدیک "عَلٰی صَدرہ" کی روایت میں مؤمل تنہا ہیں:

شیخ ابن القیم جنہیں خصوصاً غیر مقلدین بہت معتمد مانتے ہیں انہوں نے بھی یہ لکھا ہے کہ حدیث وائل رضی اللہ عنہ کو "علی صدرہ" کے اضافہ کے ساتھ صرف مؤمل بن اسماعیل نے روایت کیا ہے۔

ابن القیم نے لکھا ہے:

"ولم یقل علی صدرہ غیر مؤمل بن اسماعیل" (اعلام الموقعین ۲: /۲۸۹)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: علی صدرہ کا اضافہ مؤمل بن اسماعیل کے سوا کسی نے ذکر نہیں کیا ہے۔

ابن القیم کے نزدیک بھی مؤمل کی تنہا روایت مقبول نہیں۔ چنانچہ وہ ایک روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

"تفرد به مؤمل بن اسماعیل عن الثوری" (روضۃ المحبین ۱: / ۸۴)

اس کو مؤمل بن اسماعیل نے سفیان ثوری سے تنہا روایت کیا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت طاؤس کی مرسل روایت کا تحقیقی جائزہ

حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ - يَعْنِي ابْنَ حُمَيْدٍ - عَنْ ثَوْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ طَاوُسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى ثُمَّ يَشُدُّ بَيْنَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ وَهُوَ فِي الصَّلاَةِ۔

ترجمہ۔ طاؤس تابعی سے (مرسل) روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ رکھتے تھے۔ (سنن ابی داؤد مع بذل المجہود، رقم ۷۵۹، ۴/ ۴۸۲)

جواب نمبر ۱۔ زبیر علیزئی غیر مقلد خود اس حدیث کو قبیصہ بن ھلب والی حدیث کی شواھد میں نمبر ۲ کے تحت صفحہ ۲۰ پر لاتے ہیں اس حدیث کو شاہد میں ذکر کرنا خود اس بات کی وضاحت ہے کہ یہ حدیث زبیر علیزئی غیر مقلد کے نزدیک ضعیف ہے۔ اگر صحیح ہوتی تو اسے مستقل دلیل کے طور پر پیش کرتے۔ اسکی ضعف کا اقرار خود زبیر علیزئی غیر مقلد کرتے ہیں۔ زبیر علیزئی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ "تنبیہ ہمارے نزدیک یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے" (نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام صفحہ ۲۴)۔ اس حدیث کو ضعیف مان کر پھر تحقیق میں پیش کرنا غلط ہے۔

جواب نمبر ۲۔ زبیر علیزئی غیر مقلد اس روایت کو مرسل تسلیم کرنا کا مطلب یہ بتانا ہے کہ یہ حدیث صرف مرسل کے طور پر ضعیف ہے لہٰذا انھوں نے یہی حدیث کو مرسل مان کہ دو الزامی جواب دیے ہیں۔

۱۔ فریق مخالف کے نزدیک مرسل حجت ہے۔

۲۔ یہ روایت حسن روایت کے شواھد میں ہے۔

مگر زبیر علی زئی کے اس جوابات کے بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ زبیر علی زئی کا دھوکا اور

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

فریب ہے۔کیونکہ یہ حدیث صرف مرسل کی وجہ سے ہی ضعیف نہیں بلکہ اس حدیث کا ایک راوی سلیمان بن موسیٰ الدمشقی ضعیف ہے۔لہٰذا سلیمان بن موسیٰ پر علماء کرام ومحدثین کرام کی جرح اپنے مقام پر ملاحظہ کریں۔اور زبیر علی زئی کا یہ کہنا کہ مرسل رویات فریق مخالف یعنی احناف کے نزدیک حجت ہے،یہ اعتراض بھی زبردستی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ہم احناف اپنے اصولوں سے باخبر ہیں لہٰذا کسی غیر مقلد کو ہوشیاری دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔معلوم نہیں زبیر علیزئی غیر مقلد اپنے اکابرین کے اصولوں سے بے خبر کیوں؟

جواب نمبر ۳۔زبیر علیزئی غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ اس حدیث کو حسن روایت کے شواھد میں پیش کیا ہے۔یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ حضرت ھلب الطائیؓ والی حدیث کا متن محفوظ نہیں ہے۔لہٰذا جب اصل حدیث کا متن ہی ثابت نہیں اور نہ ہی غیر مقلدین کا اس پر عمل ہے تو شواھد لانے کا کیا مطلب؟ حضرت ھلب الطائی کی حدیث پر جرح اپنے مقام پر ملاحظہ کیجئے۔یہاں مختصر عرض یہ ہے کہ اگر حضرت ھلب الطائیؓ کی روایت کی سند کو بالفرض صحیح بھی مان لیا جائے تو پھر بھی اس سے غیر مقلدین حضرات کا موقف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اختلافی بحث نماز میں ہاتھ باندھنے کا ہے نہ کہ نماز سے فرصت یا دیگر مقام میں ہاتھ باندھنے کا؟ لہٰذا جب تک روایت میں نماز کا تذکرہ اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ نہ ہوں اس سے استدلال کیا ہی نہیں جاسکتا۔

جواب نمبر ۴۔زبیر علیزئی غیر مقلد نے اسکے ترجمہ میں گڑبڑ کی ہے۔زبیر علیزئی غیر مقلد سے درخواست ہے کہ انھوں نے الیمنی علی الیسریٰ کا ترجمہ کیوں نہیں کیا۔اسکی وجہ یہ ہے کہ ان الفاظوں کا ترجمہ زبیر علیزئی کے موقف کو زبردست ٹھیس پہنچاتی ہے۔لہٰذا جب حدیث کے متن پر غیر مقلدین کا اپنا عمل نہیں تو پھر اسکو دلیل بنانا کیسے جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ مسلکی تعصب سے بچائے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سلیمان بن موسیٰ کے بارے تعدیلی اقوال کا جائزہ

زبیر علیزئی غیر مقلد نے سلیمان بن موسیٰ کے بارے میں محدثین کرام سے مختلف تعدیلی اقوال بھی پیش کئے ہیں مناسب ہوگا کہ ان تعدیلی اقوال کا جائزہ تحقیق کی روشنی میں لیا جائے۔

۱۔ امام سعید بن عبدالعزیز نے کہا کان اعلم اھل الشام بعد مکحول۔

(الجرح وتعدیل ۴/۱۴۱)

جواب۔ امام سعید بن عبدالعزیز نے موسیٰ بن اسماعیل کی تعریف کی ہے۔ مگر ثقاہت کے بارے میں کوئی لفظ نقل نہیں کئے۔ زبیر علیزئی غیر مقلد شاید اپنا اصول بھول گئے جو انھوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں لکھا ہے۔ زبیر علیزئی غیر مقلد اپنے ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۶۴ صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں۔" حافظ ذہبی وغیرہ ہم سے امام ابوحنیفہ کی تعریف وثناء ثابت ہے۔ تنبیہ محدیث میں ثقہ ہونا یا نا ہونا حافظے کا قوی ہونا یا نا ہونا یہ علیحدہ مسئلہ ہے"۔ افسوس ہے کہ امام المحدثین امام اعظم ابوحنیفہ کے بارے میں تو بغض رکھا جائے مگر اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے اصولوں کو پامال کیا جائے۔ زبیر علیزئی غیر مقلد سے گذارش ہے کہ امام سعید سے کوئی صیغہ ثقاہت ثابت کریں۔ لہٰذا امام سعید سے تعدیل والا حوالہ زبیر علیزئی غیر مقلد کے اپنے اصولوں کے مطابق غلط ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ امام دحیم نے کہا أوثق اصحاب مکحول سلیمان بن موسی۔

(الجرح وتعدیل ۴/۱۴۱)

جواب۔ اس حوالہ میں امام دحیم اصحاب مکحول میں سلیمان بن موسیٰ کو مضبوط کہہ رہے ہیں۔ زبیر علیزئی غیر مقلد کو یہ اصول بھول گیا کہ محدثین کرام سے جب خاص سوال پوچھا جائے تو اس سے عمومی جواب نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ لہٰذا سلیمان موسیٰ مکحول کے اصحاب میں مضبوط ہوگا نہ کہ بحیثیت محدثین سے روایت کرنے میں۔ لہٰذا اس حوالہ کو پیش کرنا مردود ہے۔

۳۔ امام ابن معین نے کہا: ثقہ (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی ۲۶)

جواب۔ زبیر علیزئی غیر مقلد نے اس حوالہ میں بددیانتی کی ہے۔ انکو چاہیے تھا کہ امام

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

یحییٰ بن معین کا پورا قول نقل کرتے۔ امام بن معین لکھتے ہیں۔ "عثمان الدارمی سئلت یحییٰ بن معین سلیمان بن موسیٰ ماحالہ فی الزھری؟ قال؟ ثقہ" امام عثمان الدارمیؒ اپنے اُستاد امام بن معینؒ سے سلیمان بن موسیٰ کی الزھری سے روایات کے بارے میں پوچھ رہے ہیں اور امام یحییٰ نے سلیمان بن موسیٰ کو الزھری سے روایت کرنے میں ثقہ لکھا ہے۔ لہٰذا اس حوالہ سے یہ سمجھنا کہ اس سے مطلقاً سلیمان بن موسیٰ کی توثیق ثابت ہوتی ہے بالکل غلط ہے۔

۴۔ امام عطاء بن ابی رباح نے کہا: أثنی علیہ۔ (المعرفۃ والتاریخ ۲/۴۰۵)

جواب۔ اس حوالہ میں بھی تعریف ثابت ہوتی ہے نہ کہ ثقاہت لہٰذا اس حوالہ کو پیش کرنا زبیر علیزئی غیر مقلد کے خود اپنے اصولوں کے خلاف ہے۔

۵۔ امام الزھری نے کہا: أثنی علیہ (مسند احمد ۲۴۲۵)

جواب۔ اس حوالہ میں بھی تعریف ہے نہ کہ توثیق؟ کیا بات ہے مسلکی تعصب کی، جو حوالہ توثیق نہیں بنتا اسے توثیق بنا دیا۔

۶۔ امام ابن المدینی نے کہا: من کبار اصحاب مکحول وقان خولط قبل موتہ بیسیر۔

جواب۔ یہ حوالہ باسند صحیح نہیں لہٰذا اسکو پیش کرنا غلط ہے۔

۷۔ امام الذھبی نے کہا: الامام الکبیر مفتی الدمشق۔

(سیر اعلام النبلاء ۵/۴۳۳)

جواب۔ اس قول میں بھی زبیر علیزئی کے اپنے اصولوں کے مطابق ثقاہت کا کوئی صیغہ نہیں۔ لہٰذا اسکو پیش کرنا غلط ہے۔ اگر غیر مقلدین حضرات یہ اعلان کر دیں کہ امام کبیر سے توثیق ثابت ہوتی ہے تو پھر اس حوالہ پر نظر ثانی کی جا سکتی ہے۔

۸۔ حافظ ابن حجر نے کہا صدوق فقیہ حدیثہ بعض لین وخولط قبل موتہ۔

(تقریب التھذیب ۲۶۱۶)

جواب۔ اس قول میں تو حافظ ابن حجر نے بعض لین یعنی "اسکی حدیث میں نرمی" کے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الفاظ سے جرح کی ہے لہٰذا اس قول کو بھی پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔

۹۔امام ہشام بن عمارؒ نے کہا ارفع اصحاب مکحول سلیمان بن موسیٰ۔

(کتاب المعرفتہ والتاریخ ۲/۳۹۶)

جواب۔اس قول میں بھی سلیمان بن موسیٰ کو اصحاب مکحول کی حیثیت کو ظاہر کیا ہے۔اس قول میں ثقات کا کوئی لفظ نہیں۔لہٰذا اس قول کو پیش کرنا درست نہیں ہے۔مزید یہ کہ ایک نسبتی قول کو مطلقاً اور عموماً کیسے بنا دیا گیا۔اگر یہ علمی بد دیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سلیمان بن موسیٰ الدمشقی پر جرح

محدثین کرام کی سلیمان بن موسیٰ الدمشقی پر جرح ملاحظہ کریں۔

1	امام بخاریؒ	عندہ مناکیر	ضعفاء بخاری ۱۴۶
		منکر الحدیث	تاریخ الکبیر ۴/۱۸۸۸
2	ابو احمد الحاکمؒ	فی حدیث البعض المناکیر	کتاب الکنی قلمی، رقم ۱۸۰
3	ابو حاتمؒ	محلہ الصدق وفی حدیثہ بعض الاضطراب	الجرح وتعدیل ۶۱۵
4	امام نسائیؒ	لیس بالقوی فی الحدیث	ضعفاء والمتروکین ۲۵۲
		فی حدیثہ شیء	التہذیب الکمال ۱۲/۹۷
5	ابن المدینی	مطعون علیہ	ضعفاء الکبیر ۲/۱۴۲
6	امام ساجی	عندہ مناکیر	الاکمال ۲۲۲۸
7	امام عقیلی	ذکرہ فی ضعفاء	ضعفاء عقیلی ۶۳۲
8	امام ترمذیؒ	قول البخاری عندہ مناکیر	العلل الکبیر ص ۴۷
		منکر الحدیث	ترتیب علل الترمذی ق/۲۰
9	امام مغلطائیؒ	مائل بہ تضعیف	الاکمال ۲۲۲۸
10	امام ابن جارودؒ	ذکرہ فی ضعفاء	الاکمال ۲۲۲۸
11	امام الزہریؒ	وعندہ احادیث عجائب	تاریخ دمشق ۲۲/۳۶۷
12	حافظ ابن حجرؒ	صدق فقیہ فی حدیث بعض لین	تقریب التہذیب ۲۶۱۶
13	ابن حبانؒ	کلہا اخبار رمدلسۃ	مشاہیر علماء ۱۴۱۵

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

14	امام حسینیؒ	مائل به تعضیف	کن لہ روایۃ ۲۱۳۳
15	ابن جوزیؒ	ذکرہ فی ضعفاء	ضعفاء والمتروکین ۱۵۴۹
16	ابن عبدالبرؒ	سیء الحفظ	الاستذکار ۱۵/ ۲۰۴
17	علامہ ذہبیؒ	مائل به تعضیف	المغنی والضعفاء رقم ۲۶۳۰
18	ابن جریج	عنده احادیث عجائب	تاریخ دمشق ۲۲/ ۳۶۷

نتیجہ۔ اس مندرجہ بالا تفصیل سے ثابت ہوا کہ زبیر علیزئی غیر مقلد کا سلیمان بن موسیٰ کو ثقہ ثابت کرنا غلط اور مردود ثابت ہوتا ہے۔ اور دلائل کی روشنی میں سلیمان بن موسیٰ کا ضعیف ہونا ہی ثابت ہوتا اور اس روایت سے غیر مقلدین حضرات اور زبیر علیزئی غیر مقلد کا استدلال درست نہیں ہے۔ اور مزید یہ کہ خود غیر مقلد زبیر علی زئی نے اس کا مرسل ہونا تسلیم کیا ہے اور غیر مقلدین حضرات کے نزدیک حدیث مرسل ضعیف ہوتی ہے۔

عرب محقق ڈاکٹر ماہر یسین فحل کی تحقیق

عرب محقق ماہر یسین فحل نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق اپنی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان لم اجد نقلا قویا عن احد من السلف یقول بوضع الید الیمنی علی الیسری علی الصدر۔ (نموذج من الاحادیث المتعارضہ ج ۱۴ ص ۸)

ترجمہ: اسلاف میں سے کسی ایک کے متعلق بھی مجھے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملا جو اس بات کا قائل ہو کہ نمازی دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینے کے اوپر باندھے۔

تحقیق۔ زبیر علیزئی نے اپنی اس پوری کتاب میں صرف ۴ روایتیں پیش کیں ہیں۔ ان میں ۲ روایتوں سے احتجاج کیا اور ۲ روایتیں شواہد میں پیش کیں ہیں۔ اور ان شاہد مرسل کے بارے میں زبیر علیزئی غیر مقلد خود اعتراف کرتے ہیں کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں۔ لہٰذا ۴ میں سے ۲ حدیثیں تو زبیر علیزئی غیر مقلد کے نزدیک ضعیف ہیں۔ ان میں سے ابن خزیمہ ۱/

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۲۴۳ پر حضرت ابن حجرؒ کی مؤمل بن اسماعیل سے روایت زبیر علیزئی کے نزدیک ضعیف اور دوسری حضرت طاؤس کی مرسل حدیث جو ابوداؤد ۷۵۹ پر ہے وہ بھی زبیر علیزئی کے نزدیک ضعیف ہے۔ پھر حضرت قبیصہ بن ھلبؓ کی حدیث کو مضبوط کرنے کیلئے ان دو حدیثوں کو انہوں نے شواہد میں ذکر کیا ہے۔ مگر یہ عرض کر دی گئی ہے کہ حضرت قبیصہ بن ھلبؓ کی حدیث میں نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہی نہیں ہے اور مزید یہ کے اس کی سند اور متن بھی ضعیف ہے۔ اور زبیر علیزئی غیر مقلد کی پیش کردہ دلیل جو حضرت وائل بن حجرؓ کی صحیح ابن حبان ۱۹۶۷ و مسند احمد ۱۸۳۱۴ کی حدیثیں بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کے لفظوں کو ثابت نہیں کرتی ہیں۔ لہٰذا غیر مقلدین حضرات کے پاس کوئی ایک صریح و صحیح حدیث ایسی نہیں جو وہ اپنے دعویٰ پر پیش کر سکیں۔ لہٰذا اس موضوع پر غیر مقلدین حضرت کے پاس ایک بھی صحیح صریح دلیل موجود نہیں ہے۔ جبکہ اکثر محدثین کرام تو سینے پر ہاتھ باندھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ جمہور محدثین کرام ناف کے اوپر (یعنی پیٹ پر) اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

مجھے اُمید ہے قارئین کرام میری اس تحریر کا مسلکی تعصب سے نکل کر مطالعہ کریں گے۔ تحقیق میں حق کا دامن تھامنا چاہیے اور ٹھنڈے دِل و دماغ سے سوچنا چاہیے۔ جس طرح زبیر علیزئی اور غیر مقلدین حضرات یہ حق سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی تحقیق کے مطابق عمل کریں۔ حالانکہ اُن کی تحقیق اصول کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ ہم بھی اپنی تحقیق کے مطابق حدیث پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول کرے اور مؤمنین کیلئے راہِ نجات بنائے (آمین)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کفایت اللہ سنابلی کی موشگافیاں

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے تیسری روایت مراسیل ابی داؤد کی مرسل طاوس پیش فرمائی ہے۔

[امام ابوداود نے کہا:

حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ يَعْنِي ابْنَ حُمَيْدٍ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى، ثُمَّ يَشُدُّ بَيْنَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ.

ہم سے ابوتوبہ نے بیان کیا انہوں نے کہا : ہم سے ہیثم یعنی ابن حمید نے بیان کیا انہوں نے، ثور سے روایت کیا انہوں نے سلیمان بن موسی سے روایت کیا انہوں نے طاؤس کے حوالہ سے نقل کیا، انہوں نے کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر رکھتے اور انہیں اپنے سینے پر باندھا کرتے تھے۔

حوالہ:

سنن ابوداؤد: کتاب الصلوۃ: باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ، حدیث نمبر 759۔

سنن ابوداؤد (ترجمہ مجلس علمی دار الدعوۃ): ج 1 ص 363 حدیث نمبر 759۔

سنن ابوداؤد (مع تحقیق زبیر علی زئی): ج 1 ص 570 حدیث نمبر 759۔

ابوداؤد مع عون المعبود بسیٹ نمبر 1 جلد نمبر 2 ص 327 حدیث نمبر 775۔]

(انوار البدر ص ۱۸۴)

جواب:

عرض یہ ہے کہ اس دلیل کے بارے میں کچھ تحفظات ہیں:

"بلد" یا "ذراع"؟

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا نکتہ نظر یہ ہے کہ ہاتھ باندھنے میں مکمل "ذراع" پر ہاتھ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

باندھا جائے گا۔ گزشتہ حدیثوں میں انہوں نے یہی ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ مرسل طاوس کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا أبو توبة، حدثنا الهيثم، عن ثور، عن سليمان بن موسى، عن طاوس، قال» :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع يده اليمنى على يده اليسرى ثم يشد بهما على صدره وهو في الصلاة.

ہم نے کچھ وضاحت عرض کی تھی کہ "ید" کے دو معنی ہیں :معروف ہاتھ یا کندھے تک۔ اب سمجھ نہیں آتا کہ ہاتھ "مکمل ذراع" پر باندھے جائیں یا "مکمل ید" پر۔

ہمارے معروض کا مقصد یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے دلائل آپس میں متعارض ہیں۔ اب ہم کن دلائل کو مانیں؟ پہلے والے دلائل کو یا اس دلیل کو؟ ہو سکتا ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب غیر مقلد فرمائیں کہ پہلے والے دلائل میں "علی الصدر" کی صراحت نہیں ہے اور اس دلیل میں ہے۔ لہذا اس دلیل کو اصل سمجھا جائے۔

زیادتی یا تفرد؟

حضرت طاوس بن کیسان جلیل القدر تابعی ہیں۔ انہوں نے حضرت عائشہ رض، حضرت جابر رض، حضرات عبادلہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر سے سماع فرمایا ہے (اختلاف اور اقوال سے قطع نظر کرتے ہوئے) لیکن چونکہ یہ تابعی ہیں اس لیے ان کا سماع براہ راست نبی کریم ﷺ سے نہیں ہے۔ انہوں نے جن صحابہ کرام سے سماع فرمایا ہے ان میں سے کسی ایک نے بھی "علی الصدر" کی زیادتی روایت نہیں کی۔ بلکہ ہمارے علم کی حد تک یہ پوری روایت ہی نقل نہیں فرمائی۔ ان کے علاوہ جن صحابہ کرام رض (جیسے عبد اللہ بن مسعود رض اور وائل بن حجر رض) نے یہ روایت نقل کی ہے ان کے اکثر طرق میں بھی "علی الصدر" کی زیادتی نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ طاوس یہ الفاظ اور یہ روایت کہاں سے لائے؟

اعتراض: کفایت اللہ سنابلی صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں :

"محدثین کے نزدیک بھی مرسل روایت دوسری احادیث کی موجودگی میں مقبول

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہے۔" (انوار البدر ص ۱۸۶)

جواب:۔

عرض یہ ہے کہ طاؤس کی یہ روایت اور کسی سند سے ہمارے علم کی حد تک موجود نہیں ہے۔ اس کا معنی آپ کی پیش کردہ دیگر روایات میں موجود ہے لیکن یہ روایت ان الفاظ یا ہم معنی الفاظ کے ساتھ کہیں نہیں ہے جس میں "علی الصدر" بھی ہو اور "شد" یعنی ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی ہو۔ یہ دو مستقل احکام ہیں۔

اس لیے آپ یہ تو فرما سکتے ہیں کہ اس روایت کا معنی مقبول ہے کیوں کہ یہ معنی دوسری احادیث میں وارد ہے لیکن یہ روایت بذات خود مقبول قرار دینا محل نظر ہے۔ جو روایات آپ نے پیش فرمائیں ان کے رواۃ سے طاؤس کا سماع نہیں ہے یعنی درمیان میں کوئی واسطہ ہے۔

طاؤس بن کیسانؒ کی اس روایت کا کیا کوئی متابع یا کوئی شاہد کفایت اللہ سنابلی صاحب غیر مقلد نہیں بتا دیں گے؟

"یشد" یا "یشبک"؟

کفایت اللہ سنابلی صاحب غیر مقلد نے حنفیوں کے مراسیل کے درسی نسخے میں اس روایت میں "یشد" کے بجائے "یشبک" ہونے کی شکایت کی ہے اور ساتھ میں حنفیوں کے طریقہ کار کو بھی ناپسند فرمایا ہے۔ (انوار البدر ص ۲۱۸)

جواب:۔

عرض یہ ہے کہ مراسیل کے اس وقت تین مطبوعہ نسخے موجود ہیں۔

۱۔ ارناؤط کی تحقیق والا نسخہ جس میں "یشد" ہے۔

۲۔ زہرانی کی تحقیق والا نسخہ جس میں انہوں نے "یشد" کو باقی رکھا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان کے اصل مخطوطے (جس پر وہ اکثر اعتبار کرتے ہیں) میں یہ لفظ غیر واضح ہے۔

۳۔ سیروان کی تحقیق والا نسخہ جس میں انہوں نے "یشبک" کو باقی رکھا ہے۔ سیروان کا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نسخہ اس لحاظ سے سب سے منفرد ہے کہ سیروان نے اس کے لیے جن مخطوطات سے مدد لی ہے وہ نہایت واضح ہیں جیسا کہ سیروان کے نسخے کے شروع میں اور زہرانی کے نسخے کے شروع میں دیے گئے مخطوطات کے اسکین میں فرق دیکھا جا سکتا ہے۔ سیروان اور زہرانی دونوں نے کافی دقت کے ساتھ یہ تحقیق کی ہے۔

چنانچہ یہاں ابہام پیدا ہو جاتا ہے کہ اصل حدیث میں "یشد" تھا یا "یشبک"؟ اس کے بارے میں یہ کہنا کہ چونکہ سنن ابو داود میں یہاں "یشد" ہے اس لیے اس لفظ کو ترجیح ہوگی، مناسب نہیں۔ کیوں کہ دونوں روایات ایک ہیں اور دونوں کے راوی بھی ایک ہی یعنی امام ابو داؤد ہیں۔ امام ابو داؤد سے آگے ان کے ناقلین میں یہ اختلاف ہوا ہے۔ اب یہ برابر ہے کہ وہ ناقلین سنن کے ہوں یا مراسیل کے، وہ ہیں ایک ہی بندے یعنی ابو داؤد پر مختلف۔

اب جب اس روایت میں احتمال آچکا ہے تو اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس روایت کی کسی سمت کو کسی اور سند سے ترجیح نہ مل جائے۔

اعتراض:

کفایت اللہ سنابلی صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں:

"دونوں کا معنی ہاتھ باندھنا ہی ہے لہذا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

(انوار البدر ص ۲۱۸)

جواب:

عرض کرتے ہیں کہ جب معاملہ "ذراع" کا معنی بیان کرنے کا تھا تب کفایت اللہ سنابلی صاحب غیر مقلد کئی حوالے لے آئے اور جب معاملہ "تشبیک" کا معنی بیان کرنے کا ہے تب فقط چند الفاظ میں کام نمٹا دیا۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب! تشبیک الاصابع کا مطلب ہے انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا۔ "تشبیک" کا اصل مطلب ایک دوسرے میں گھسانا ہے۔

"وأصل الشبك هو الخلط والتداخل، ومنه تشبيك الأصابع، وهو

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

إدخال الأصابع بعضها في بعض، وقد نهي عنه في الصلاة كما نهي عن عقص الشعر واشتمال الصماء والاحتباء"

(تاج العروس 27۔ 217 دار الہدایہ، معجم الوسیط واللفظ لتاج العروس)

اگر "تشبیک" کا معنی آپ کے قول کے مطابق "ہاتھ باندھنا" مان لیا جائے تو پھر ان روایات کا کیا ہوگا جن میں نبی کریم ﷺ کے داڑھی کے خلال کو لفظ "تشبیک" سے تعبیر کیا گیا ہے؟ اور ان روایات کا کیا معنی ہوگا جن میں مسجد میں یا نماز میں تشبیک سے منع کیا گیا ہے؟ کیا وہاں بھی یہ کہا جائے گا کہ یہاں داڑھی پر ہاتھ باندھنا مراد ہے یا مسجد میں ہاتھ باندھنا منع کیا گیا ہے؟ لہذا دونوں معانی کو ایک بتانا ایک انتہائی نامناسب عمل ہے۔ اور لوگوں کو "غلط بیانی کر کے گمراہ کرنے" میں داخل ہونے کے مترادف ہے۔

مسلک احناف یا غیر مقلد؟

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں :

"رہا اس روایت کا مرسل ہونا تو عرض ہے کہ احناف کے یہاں مرسل روایت حجت ہوتی ہے۔" (انوار البدر ص ۱۸۵)

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب آگے ابن الہمام کے حوالہ سے فرماتے ہیں :

"محدثین کے نزدیک بھی مرسل روایت دوسری احادیث کی موجودگی میں مقبول ہے۔" (انوار البدر ص ۱۸۶)

پھر اس کی مؤید احادیث کے سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں :

"چونکہ اس مرسل روایت کے بہت سارے شواہد ہیں، جیسا کہ اس کتاب کے باب اول میں ہی مذکور ہے۔" (انوار البدر ص ۱۸۶)

جواب:۔

ہم تبصرۃً کہتے ہیں کہ کتاب کے باب اول کی روایات مرفوعہ کے بارے میں تو ہم عرض کر

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

چکے ہیں کہ ان میں موجود "مکمل ذراع" کا فلسفہ اس روایت میں موجود "مکمل ید" کے فلسفے سے ٹکرا رہا ہے لہذا وہ تو اس روایت کی مؤید ہو نہیں سکتیں۔

مزید احادیث کی بات کریں تو وہ احادیث بہر حال کلام سے خالی نہیں ہیں۔ ان پر کسی نہ کسی صورت کلام ہوا ہے۔

فی الحال ہم یہ بتاتے چلیں کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اس دعوے سے بہت سے غیر مقلدین حضرات پریشان ہیں کہ مسلک احناف پر عمل کر کے اس مرسل روایت کو قابل حجت مانیں یا مسلک غیر مقلد پر عمل کر کے اس روایت کی مؤید احادیث میں پیش آنے والے مختلف مسائل میں پڑیں؟

سلیمان بن موسی الدمشقی اور کفایت اللہ سنابلی

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے سلیمان بن موسی الدمشقی کے بارے جرح پر انوار البدر ص ۱۹۳ تا ص ۲۰۸ تک کچھ تحقیق سے جدا باتیں کیں، ان کے اعتراضات پر تحقیق ملاحظہ کریں۔

سلیمان بن موسی الدمشقی پر امام بخاری کی جرح:

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا:

عندہ مناکیر۔ (الضعفاء للبخاری ۱۴۸ :)

ان کے حوالے سے منکر روایات منقول ہیں۔

وقال :منکر الحدیث انا لا اروی عنہ شیئا روی سلیمان بن موسی باحادیث عامتہا مناکیر۔ (علل الکبیر الترمذی ص 257)

اور امام بخاری کہتے ہیں سلیمان بن موسی منکر الحدیث ہے میں نے اس سے کچھ بھی روایت نہیں کیا اور ان کے روایت کردہ احادیث اکثر منکر ہوتی ہیں۔

یعنی امام بخاری کے نزدیک سلیمان بن موسی کے اکثر روایات منکر ہیں اس لیے انہوں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نے سلیمان بن موسی سے ایک بھی روایت نہیں لی۔

امام ذہبی میزان میں امام بخاری کے قول منکر الحدیث کے تعلق سے نقل کرتے ہیں۔

نقل ابن القطان أن البخاري قال :من قلت فيه (منكر الحديث) فلا تحل رواية حديثه۔ (میزان الاعتدال)

ابن قطان نے نقل کیا امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں میں کہہ دوں کہ یہ منکر الحدیث ہے تو اُس سے روایت کرنا حلال نہیں ہے۔

امام ابوحاتم کی تحقیق:

کفایت اللہ صاحب نے ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ کے قول میں تحریف کرتے ہوئے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ سلیمان بن موسی کی کچھ احادیث میں اضطراب ہوتا ہے۔

اعتراض: کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

"ابو حاتم الرازی اس کو سچا بتاتے ہوئے اس کی صرف چند روایات میں اضطراب بتلایا ہے۔" (انوار البدر ص ۱۹۳)

جواب:

جبکہ ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ کا قول کیا ہے دیکھتے ہیں۔

قال ابو حاتم :محله الصدق وفی حدیثه بعض الاضطراب۔

(الجرح والتعدیل ج 4 ص 141)

ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے کہا ان کا مقام صدق ہے البتہ اس کی حدیثوں میں کچھ اضطراب پایا جاتا ہے۔

ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ کے مطابق سلیمان بن موسی کے روایات میں کچھ اضطراب پایا جاتا ہے آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ کفایت اللہ صاحب نے کس طرح بد دیانتی کی۔

یعنی کہ ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ بھی کہتے تھے کہ سلیمان بن موسی کی روایات میں کچھ کمزوری ہوتا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اعتراض: اس کے بعد کفایت اللہ صاحب امام ذہبی کے حوالہ سے احتمال پیش کر رہے ہیں کہ ہوسکتا ہے نکارت کے ذمہ داران سے اوپر کے راوی ہو۔

جواب:

اس کو سمجھنے سے پہلے ہم امام ذہبی کا قول دیکھ لیتے ہیں وہ کیا کہے رہے ہیں۔۔

وهذه الغرائب التي تستنكر له يجوز أن يكون حفظها۔

(میزان الاعتدال 2/226)

اور یہ غریب روایات جس میں سلیمان بن موسی سے نکارت کی بات کی جاتی ہے ممکن ہے ان احادیث کو آپ نے یاد کر رکھا ہو۔

امام ذہبی کہے رہے ہیں یہ غریب روایات۔۔۔۔۔

اگر آپ میزان الاعتدال دیکھیں گے تو وہاں سلیمان بن موسی کی تین روایات امام ذہبی نے اس قول سے پہلے نقل کی یعنی یہ غریب روایات وہی ہیں جو امام ذہبی نے نقل کی اور آپ اسی کے تعلق سے کہہ رہے ہیں کہ ہوسکتا ہے وہ روایات ان کو یاد ہو۔

جبکہ کفایت اللہ صاحب ترجمہ کرتے ہیں ""سلیمان بن موسی کی جن غریب احادیث میں۔۔۔۔۔""

یعنی موصوف" هذه الغرائب" کا معنی" جن غریب روایات" کر رہے رہے ہیں۔

اور موصوف" جن" کو سلیمان بن موسی کے تمام روایات پر فٹ کر رہے ہیں۔۔

امام ذہبی نے وہی روایات کے بارے میں کہے رہے ہیں جسکا انہوں نے میزان میں تذکرہ کیا جبکہ کفایت اللہ صاحب امام ذہبی کے قول کو سلیمان بن موسی کے تمام روایات پر چسپاں کر رہے ہیں۔

امام ذہبی کے قول میں تخصیص ہے کہ جو روایات انہوں نے میزان میں سلیمان بن موسی کے نقل کیے ہیں صرف اسی کے بارے میں کہے رہے ہیں کہ ہوسکتا ہے وہ روایات ان کو یاد ہو۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اعتراض:

دوسری بات امام ذہبی نے احتمالا کہا ہے اس کو یقینی طور پر کیسے لیا جا سکتا ہے؟

جواب:

اگر مان بھی لیں کہ نکارت کے ذمہ داران سے اوپر کے راوی ہوں تو سند میں کوئی ضعیف و منکر راوی بھی تو چاہیے جس کے سر یہ مناکیر ڈال سکیں اور اگر سند میں کوئی ضعیف اور منکر راوی نہ ہو تو یہ مناکیر کس کے کھاتے میں جائیں گے؟؟

اسی طرح رئیس ندوی صاحب نے بھی غایۃ التحقیق میں ترجمہ صحیح نہیں کیا ہے اور کفایت اللہ صاحب نے انہی کی پیروی کی ہے۔

امام ذہبی تو اپنی کتاب المغنی فی الضعفاء (ج 1 ص ص 408 رقم 2630) پر امام بخاری کا قول عندہ مناکیر اور امام نسائی کا قول لیس بالقوی ہی نقل کرتے ہیں اور کوئی رد نہیں۔

اسی طرح دیوان الضعفاء والمتروکین رقم 1783 پر بھی سلیمان بن موسی الاشدق پر یہی دو امام بخاری اور امام نسائی رحمہم اللہ کے اقوال نقل کرتے ہیں اور کوئی توثیق نقل نہیں کرتے۔۔

امام ابو احمد الحاکم کی تحقیق:

امام ابو احمد الحاکم رحمہ اللہ نے کہا:

في حديثه بعض المناكير۔ (الاسامی والکنی لأبی احمد الحاکم 1/289)

اس کی حدیثوں میں کچھ مناکیر ہیں۔

اعتراض: اس پر کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں" یہ بعض مناکیر کی وجہ سلیمان بن موسی نہیں بلکہ ان کے اوپر کا راوی ہو سکتا ہے"

جواب:

عرض ہے یہ موصوف امکانی بات کر رہے ہیں جبکہ امام بخاری نے صاف الفاظ میں سلیمان بن موسی کو منکر الحدیث کہا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اگر چہ سلیمان بن موسیٰ کے اوپر کا راوی ہو بھی تو سند میں کوئی ضعیف اور منکر راوی بھی تو ہونا چاہیے جس کے سر یہ مناکیر ڈالے جاسکے اور اگر کوئی نہ ہو تو یہ سلیمان بن موسیٰ کے کھاتے میں ہی جائیں گے۔

موصوف آگے لکھتے ہیں" جیسا کہ امام ذہبی نے صراحت کی"

ہم نے ماقبل میں امام بخاری کی جرح میں دیکھا کہ امام ذہبی نے یہ کہا کہ

یجوز أن یکون حفظھا (میزان الاعتدال 2/226)

ہوسکتا ہے وہ مناکیر سلیمان بن موسیٰ نے یاد کر رکھے ہو۔

یہ بات امام ذہبی نے ان خاص روایات کے تعلق سے کہی ہے جس کا انہوں نے میزان میں تذکرہ کیا۔

امام ذہبی کی اس بات کو علی الاطلاق سلیمان بن موسیٰ کے تمام روایات پر لینا درست نہیں۔

امام ابو حاتم الرازی کی تحقیق:

قال ابو حاتم :محلہ الصدق وفی حدیثہ بعض الاضطراب۔

(الجرح والتعدیل ج 4 ص 141)

ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے کہا ان کا مقام صدق ہے البتہ اس کی حدیثوں میں کچھ اضطراب ہے۔

اعتراض: اس جرح پر کفایت اللہ صاحب تبصرہ کرتے ہیں کہ

" امام ابو حاتم نے صرف ان کی بعض حدیثوں میں اضطراب بتلایا ہے یعنی ان کی اکثر احادیث صحیح وسالم ہیں" (انوار البدر ص ۱۹۰)

جواب:

پہلے ہم امام ابو حاتم کے قول پر نظر ڈالتے ہیں کہ امام ابو حاتم سلیمان بن موسیٰ کے تعلق سے کیا فرمارہے ہیں۔

وفی حدیثہ بعض الاضطراب۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ان کے حدیثوں میں کچھ اضطراب ہے۔

یعنی امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ کے مطابق ان کی حدیثوں میں اضطراب ہے نہ کہ ان کی بعض حدیثوں میں۔

کفایت اللہ صاحب جسطرح ترجمہ کر رہے ہیں اس کے لیے اسطرح قول ہوگا۔

وفی بعض حدیثه الاضطراب یعنی ان کی بعض حدیثوں میں اضطراب ہے۔

کفایت اللہ صاحب کو اپنے مفہوم کے مطابق ترجمہ کرنا تھا اس لیے انہوں نے اس کے مطابق ترجمہ کیا۔ ہم اس کے لیے کچھ مثالیں دیتے ہیں جس سے یہ آپ کو سمجھنے میں مدد ملیگی یہ بات بچہ بھی سمجھتا پھر بھی ہم یہاں وضاحتا نقل کر دیتے ہیں۔

1- قال العقیلی : أیوب بن محمد یهم في بعض حدیثه۔

(الضعفاء الکبیر للعقیلی 1/116)

یا اپنی بعض روایات میں وہم کا شکار ہو جاتے ہیں۔

2- قال ابن عدی: سلیمان بن أبي سلیمان في بعض روایاته مناکیر۔

(الکامل فی الضعفاء الرجال رقم 739:)

اس کی بعض روایات منکر ہیں۔

3- وقال البخاری : سوید بن عبد العزیز في بعض حدیثه نظر۔

(المیزان 2/252)

اس کی بعض روایات میں نظر ہے۔

4- ابن عدی نے کہا : "وفي بعض حدیثه نکرة"

اور اس کی بعض حدیثوں میں منکر روایات ہیں۔ (الکامل 3/1004)

اس کے بعد کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

"اصول حدیث کا بنیادی قانون ہے کہ غالب حالت کا ہی اعتبار ہوتا ہے اس لیے غالب

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حالت کے اعتبار سے ان کی احادیث صحیح وسالم ہیں۔"" (انوار البدص ۱۹۰)

موصوف اپنا مان مانی ترجمہ کر کے اصول حدیث کے قانون سے خطرناک دھوکہ دے رہے ہیں جبکہ ترجمہ ہی غلط ہے تو کہاں سے غالب حالت اور کہاں سے سلیمان بن موسیٰ کی احادیث صحیح وسالم۔

معلوم ہوا سلیمان بن موسیٰ ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ کے نزدیک محلہ صدق تو ہے اور ساتھ میں ان کی حدیثوں میں کمزوری کے بھی قائل ہیں۔

امام زکریا بن یحیی الساجی کی تحقیق:

امام زکریا بن یحیی رحمہ اللہ نے فرمایا:

عندہ مناکیر۔ (اکمال تہذیب الکمال لمغلطائی (6/100)

ان کے پاس منکر روایات ہیں۔

اعتراض: کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں" اس سے راوی کی تضعیف نہیں ہوتی۔"

(انوار البدص ۱۹۶)

جواب:

عرض ہے کہ پھر جو محدثین کہہ رہے ہیں کہ ان کے پاس مناکیر ہیں یا یہ منکر روایت بیان کرتے تھے تو ان کے بیان کردہ مناکیر کا کیا ہوگا؟؟

ہم کہتے ہیں ان پاس جو منکر روایات ہیں وہ تو منکر ہی رہنے والے ہیں الا یہ کہ ان کا کوئی متابع نہ مل جائے۔

اعتراض: اس کے بعد کفایت اللہ صاحب تبصرہ کرتے ہیں" کسی راوی کے پاس مناکیر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس کا ذمہ دار یہ راوی ہی ہو بلکہ یہ بھی ممکن ہے یہ مناکیر اس کے اوپر کے رواۃ کی طرف سے ہو اور یہ ان سے بری ہو۔"

اس کے لیے موصوف نے امام حاکم کا امام دارقطنی کا سوال نقل کیا:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

قال الحاکم :قلت فسلیمان بن بنت شرجیل ؟ قال :ثقة. قلت : أليس عنده مناكير ؟ قال :حدث بها عن ضعفاء، فأما هو فثقة۔

(سوالات الحاکم للدارقطنی ص 217)

امام حاکم کہتے ہیں،

میں نے کہا سلیمان بن بنت شرجیل؟ امام دارقطنی نے کہا ثقہ ہے میں نے کہا کیا اس کے پاس مناکیر ہے؟ امام دارقطنی نے کہا یہ مناکیر وہ ضعفاء سے روایت کرتا ہے لیکن وہ خود ثقہ ہے۔" (انوار البدر ص ۱۹۶-۱۹۷)

یعنی موصوف یہ بتلانا چاہ رہے ہیں کہ یہ تو ثقہ ہیں لیکن مناکیر ضعفاء نے بیان کیں۔

جواب:

عرض ہے یہاں پر سلیمان بن بنت شرجیل کے لیے سوال کیا گیا اور امام دارقطنی نے مراسلتا جواب دیا کہ وہ خود ثقہ ہیں اور اسی طرح ابن حبان، ابن معین رحمہم اللہ وغیرہ نے بھی مراسلتا سلیمان بن بنت شرجیل کے بارے میں فرمایا۔

چلیے ہم دیکھ لیتے ہیں دوسرے محدثین سلیمان بن بنت شرجیل کے تعلق سے کیا کہتے ہیں۔

قال معاوية بن صالح عن يحيى بن معين :ثقة إذا روى عن المعروفين۔

ابن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں سلیمان بن بنت شرجیل ثقہ ہے جب معروف راویوں سے روایت کرے۔

اسی طرح، قال ابن حبان :يعتبر حديثه إذا روى عن الثقات المشاهير فأما روايته عن الضعفاء والمجاهيل ففيها مناكير۔

(الثقات ابن حبان 8/278)

ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ان کی حدیثوں پر اعتبار کیا گیا جب وہ مشہور ثقات سے روایت کرتے اور جو روایت انہوں نے ضعفاء اور مجہول راویوں سے روایت کیے تو وہ مناکیر ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

دوسری بات امام ذہبی نے تو اس بات کی بھی صراحت کر دی کہ سلیمان بن بنت شرجیل مطلق طور پر ثقہ ہے۔

فإنه ثقة مطلقا۔ (المیزان 313/2)

یعنی محدثین نے سلیمان بن بنت شرجیل کے تعلق سے صراحتا فرما دیا لیکن اس طرح کی بات کسی بھی محدث نے صراحتا سلیمان بن موسی الدمشقی کے لیے نہیں کہی کہ ان کے بیان کردہ مناکیر کے ذمہ دار بھی ضعفاء اور مجہولین ہیں۔

دوسری بات امام بخاری، امام زکریا بن یحی اور امام ابو احمد الحاکم رحمہم اللہ نے بالجزم کہا کہ سلیمان بن موسی کے پاس مناکیر ہیں اور کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ" ہو سکتا ہے یہ مناکیر اوپر کے رواۃ کی طرف سے ہو" اور کفایت اللہ صاحب کا احتمالا کہنا جزم کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

امام ذہبی نے میزان میں سلیمان بن موسی کی جن روایتوں کے تعلق سے کہا کہ ہو سکتا ہے وہ ان کو یاد ہو گی انہوں نے بھی یقینی طور پر نہیں کہا اور انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ وہ ثقہ ہے۔

دوسری بات امام ذہبی نے یہ بات سلیمان بن موسی کی تمام روایت کے تعلق سے بھی نہیں کہی بلکہ ان چنندہ روایت کے تعلق سے کہی جسکا انہوں نے میزان میں تذکرہ کیا۔

معلوم ہوا سلیمان بن موسی کے مناکیر کے تعلق سے کسی بھی محدث نے صراحتا یہ نہیں بتلایا کہ ان کے مناکیر کے ذمہ دار ضعفاء اور مجہولین ہیں لہذا کفایت اللہ صاحب کا یہ کہنا کہ" ممکن ہے سلیمان بن موسی کے بیان کردہ مناکیر ان کے اوپر کے رواۃ کی طرف سے ہو اور یہ ان سے بری ہو" درست نہیں اسی طرح کسی ثقہ راوی کے بارے میں کہی گئی بات کو ضعیف راوی پر فٹ کرنا اصول حدیث سے کھیلنا اور قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ سے باطل و مردود ہے۔

دوسری بات امام بخاری، امام زکریا بن یحی اور امام ابو احمد الحاکم رحمہم اللہ نے بالجزم کہا کہ سلیمان بن موسی کے پاس مناکیر ہیں اور کسی بھی محدث نے صراحتا یہ بات نہیں کہی کہ" ہو سکتا ہے ان کے مناکیر کے ذمہ دار اوپر کے رواۃ ہو" اور کفایت اللہ صاحب کا احتمالا کہنا جزم کے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

یحیی ابن معین رحمہ اللہ کے قول کی تحقیق:

امام دارمی نے کہا:

قلت له ما حال سليمان بن موسى في الزهري فقال ثقة۔

(تاریخ ابن معین بروایۃ الدارمی 1/46)

ترجمہ: امام دارمی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے ابن معین رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ سلیمان بن موسی کا زہری سے روایت کرنے میں کیا حال ہے تو انہوں نے فرمایا ثقہ ہے۔

امام دارمی نے صرف زہری سے روایت کرنے کے تعلق سے سوال کیا نا کہ عموما اگر ان کو عموما سوال کرنا ہوتا تو امام دارمی اس طرح سوال کرتے جس طرح انہوں نے انہوں نے دوسرے راویوں کے لیے سوال کیا ان میں سے ایک سوال دیکھ لیتے ہیں۔

قلت فسليمان التيمي فقال ثقة۔

(تاریخ ابن معین بروایۃ الدارمی 1/49)

ترجمہ: امام دارمی کہتے ہیں میں نے کہا سلیمان التیمی تو کہا ثقہ ہے۔

اسی طرح بہت ساری تراجم دیے جاسکتے ہیں جس میں امام دارمی نے عموما سوال کیا۔

کفایت اللہ صاحب یہاں پر صرف ابن معین رحمہ اللہ کا جواب نقل کرتے ہیں اور امام دارمی کا سوال چھپا جاتے ہیں کیونکہ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا کہ امام دارمی نے امام زہری کے حوالے سے سوال کیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابن معین رحمہ اللہ کا توثیق کا قول صرف امام زہری سے روایت کرنے میں ہے اس قول کو مطلقا توثیق کا قول بغیر کسی عمومی توثیق کے قرار دینا پرلے درجہ کا غلط قول ہے اور کفایت اللہ صاحب کو کہاں سے اتھارٹی مل گئی کہ خاص کو عام کریں جبکہ محدثین نے خود ہی اس توثیق کو امام زہری سے روایت کرنے میں خاص کیا ہے دیکھیں

امام مزی رحمہ اللہ نے کہا:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وقال عثمان بن سعيد الدارمي :قلت ليحى ابن معين :سليمان بن موسى ماحاله في الزهري؟ فقال ثقة. (تهذيب الكمال)

ترجمہ: عثمان بن سعید الدارمی رحمہ اللہ نے کہا: میں نے یحیٰ ابن معین رحمہ اللہ سے کہا: سلیمان بن موسیٰ کا امام زہری سے روایت کرنے میں کیا حال ہے؟ تو انہوں نے فرمایا ثقہ ہے۔

اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا۔

وروى عثمان بن سعيد عن يحي قال :سليمان بن موسى عن الزهري ثقة۔ (میزان الاعتدال)

ترجمہ: عثمان بن سعید رحمہ اللہ نے امام ابن معین رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا کہ سلیمان بن موسیٰ زہری سے روایت کیا وہ ثقہ ہے۔

اس قول سے یہ سمجھنے میں یہ غلطی نہیں کرنی چاہیے کہ امام ذہبی نے ابن معین کا مطلقاً ثقہ کا قول نقل کیا کیونکہ ہم نے اصل مراجع تاریخ ابن معین میں امام دارمی کا ابن معین رحمہ اللہ سے سوال دیکھا جس میں انہوں نے زہری سے روایت کرنے میں ثقہ کہا ہے

اور اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی صراحتاً کہتے ہیں۔

عن ابن معين ثقة في الزهري۔ (تهذيب التهذيب)

ترجمہ: ابن معین رحمہ اللہ نے زہری سے روایت کرنے میں ثقہ کہا ہے۔

لہذا ابن معین رحمہ اللہ نے سلیمان بن موسیٰ کو زہری سے روایت کرنے میں ثقہ کہا ہے۔

یہ اس لیے لکھا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان الاعتدال میں عثمان بن سعید الدارمی کا اس طرح قول نقل کیا۔

وروى عثمان بن سعيد عن يحي قال :سليمان بن موسى عن الزهري ثقة۔ (میزان الاعتدال رقم 3353 :)

اس قول کا ترجمہ کیا جائے تو اس طرح ہوگا۔

عثمان بن سعید نے ابن معین رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا سلیمان بن موسیٰ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

: ہری سے روایت کیا وہ ثقہ ہے

اگر کوئی صرف اس قول کو دیکھے گا تو وہ سمجھے گا کہ ابن معین رحمہ اللہ نے سلیمان بن موسی کو ثقہ کہا جبکہ سلیمان بن موسی نے صرف امام زہری سے نہیں بلکہ دوسروں سے بھی روایت کیا اور دارمی نے بھی ابن معین رحمہ اللہ سے فی الزہری سوال کیا تھا۔

اس لیے ہم نے لکھا کہ امام ذہبی کے قول کو سمجھنے میں غلطی نہیں کرنی چاہیے۔

یحی بن اکثم سے سلیمان بن موسی کی توثیق پر تحقیق:

کفایت اللہ صاحب ابن اکثم سے سلیمان بن موسی کی توثیق اکمال سے نقل کرتے ہیں۔

ثقة وحديثه صحيح عندنا۔ (اکمال تہذیب الکمال لمغلطائی 6/99)

یہ ثقہ ہے اور ان کی حدیث ہمارے نزدیک صحیح ہے۔" (انوار البدر ص ۱۸۸)

جواب:

سب سے پہلے ہم اکمال لمغلطائی سے مکمل قول دیکھتے ہیں۔

حافظ مغلطائی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

وقال يحى بن اكثم ۔ وسألته يحي بن معين ثقة وحديثه صحيح عندنا۔

ترجمہ: یحیی بن اکثم نے کہا۔ جبکہ یحیی بن معین نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تھا۔ کہ وہ ثقہ ہے اور ہمارے نزدیک ان کی حدیث صحیح ہے۔

غیر مقلد کفایت اللہ صاحب اس کے بعد ایک نوٹ لکھتے ہیں:

حافظ مغلطائی نے یحی بن اکثم کی کتاب" زہرۃ المتعلمین فی أسماء مشاہیر المحدثین" کا تذکرہ کیا ہے۔ (انوار البدر ص ۱۸۸)

کفایت اللہ صاحب حاشیہ میں اس کا حوالہ دیتے ہیں دیکھیں (اکمال تہذیب الکمال لمغلطائی 12/281)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جب ہم نے اکمال تہذیب الکمال کی طرف رجوع کیا تو وہاں ہمیں حافظ مغلطائی حنفی رحمہ اللہ کا اس طرح قول ملا۔

قال صاحب (زهرة المتعلمين في أسماء مشاهير المحدثين) :قضى عشرين سنة....

"زهرة المتعلمين في أسماء مشاهير المحدثين" نامی کتاب کے مصنف نے کہا کہ :ابن کثم بیس سال قاضی رہے....

اس سے کیا یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب ابن اکثم کی ہے!!!

ایک اور بات دیکھ لیں جس کو دیکھ کر آپ کو بالکل یقین ہو جائیگا کہ یہ کتاب ابن اکثم کی نہیں حافظ مغلطائی الحنفی رحمہ اللہ نے کہا۔

وقال صاحب " زهرة المتعلمين في أسماء مشاهير المحدثين " :

عباس بن محمد الدوري الوراق توفي سنة اثنتين وسبعين ومائتين.(اکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال 214/7)

زہرۃ المتعلمین فی اسماء مشاہیر المحدثین کے مصنف نے کہا عباس بن محمد الدوری الوراق کی وفات 272ھ میں ہوئی۔

جبکہ یحی بن اکثم کی وفات 242ھ میں ہوئی دیکھیے (المیزان الاعتدال رقم 9459)

جب یحی بن اکثم کی وفات 242ھ میں ہوئی تو انہوں نے عباس الدوری کی وفات کب ہوئی کیسے بتلایا۔

ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب "زہرۃ المتعلمین فی اسماء مشاہیر المحدثین" یحی بن اکثم کی بالکل نہیں ہے۔

یہ کتاب مفقود ہے اور اس کے مولف کون ہے یہ بھی بات ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا

اب آپ حضرات ہی کہیں کہ کفایت اللہ صاحب کے اس فعل کو کیا کہا جائے؟؟؟

دوسری ایک اہم چیز یہ ہے اور اس کو کھلا تضاد بھی کہے سکتے ہیں دیکھیے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ایک جگہ کفایت صاحب کہتے ہیں مغلطائی رح بذات خود مجروح ہے لہذا ان کی نقل قابل اعتماد نہیں۔

اور یہاں پر حافظ مغلطائی رح کی ہی نقل پر اعتماد کر رہے ہیں واہ!!!

اسی طرح زبیر علی بھی کہتے ہیں مغلطائی ثقہ نہیں بلکہ غیر ثقہ تھے۔ (مقالات 4/ 281)

اب ہمارا مطالبہ ہے کہ یحی بن اکثم کے قول کی سند پیش کریں۔

اور کفایت اللہ صاحب نے انوار البدر میں ہی ابن المدینی اور امام نسائی کے قبیصہ بن ہلب کو مجہول کہنے کے حافظ مزی کے قول کا رد کرتے ہوئے کہا کہ

امام علی بن المدینی اور امام نسائی سے یہ قول ثابت ہی نہیں ہے امام مزی نے ان اقوال کے لیے حوالہ نہیں دیا۔ (انوار البدر ص ۲۲۶)

لہذا کفایت اللہ صاحب کا یحی بن اکثم سے سلیمان بن موسی کی توثیق پیش کرنا درست نہیں۔

امام دحیم کے قول کی تحقیق:

عبدالرحمن بن ابراہیم (دحیم) نے کہا:

أوثق أصحاب مكحول: سليمان بن موسى۔

(الجرح والتعدیل 4/ 141)

ترجمہ: مکحول کے شاگردوں میں سب سے بڑے ثقہ سلیمان بن موسی ہیں۔

محدثین کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ جب وہ فلاں کے اصحاب کا تذکرہ کرتے تو یہ بھی بتلاتے تھے کہ فلاں کے شاگردوں میں کون سب سے مضبوط یا ثقہ اور کون کمزور یا ضعیف ہوتا تھا اور یہ ثقہ یا ضعیف کہنا اصطلاحی نہیں ہوتا بلکہ یہ ان تمام اصحاب کا آپس میں کمزور یا مضبوط ہونا ہے اسی طرح اصحاب مکحول کے تعلق سے بھی محدثین کو سوالات پوچھے گئے کہ کون سب سے زیادہ ثقہ ہے کون سب سے بہتر ہے یا کون سب سے اونچا مرتبہ رکھتا ہے اور جو جواب محدثین دیتے تھے اس محدث کی نظر میں مضبوط یا کمزور ہوتے تھے اور امام دحیم خود سلیمان بن موسی کے ساتھ یزید بن یزید بن جابر اور عمرو بن حارث کو بھی اصحاب مکحول میں بہتر کہتے تھے دیکھیں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سألت أبا سعيد عبد الرحمن بن إبراهيم :أي أصحاب مكحول أعلى؟ قال :سليمان بن موسى ويزيد بن يزيد بن جابر والعلاء بن الحارث. (المعرفة والتاريخ 1/272)

ترجمہ: عبدالرحمن بن ابراہیم (دحیم) سے امام یعقوب بن سفیان نے پوچھا مکحول کے شاگردوں میں کون سب سے بہتر ہے؟ کہا سلیمان بن موسیٰ، یزید بن یزید بن جابر اور علاء بن حارث۔

یہ تینوں امام مکحول کے شاگرد ہیں اور دحیم خود شام سے تعلق رکھتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا عبدالرحمن بن ابراہیم المعروف بدحیم نے اصحاب مکحول میں موازنہ کیا اور بتلایا کہ مکحول کے شاگردوں میں ان سے روایت کرنے میں یہ تینوں بہتر ہیں

اسی طرح ابن معین رحمہ اللہ نے بھی سفیان ثوری کے اصحاب کے بارے میں بتلایا۔

قال وسألت يحيى وسئل عن أصحاب سفيان من هم قال المشهورون وكيع ويحيى وعبد الرحمن وابن المبارك وابو نعيم هؤلاء الثقات قيل له أبو عاصم وعبد الرزاق وقبيصة وأبو حذيفة قال هؤلاء ضعفاء۔

(سوالات یحیی ابن معین بروایہ ابن محرز 1/ 504)

ترجمہ: ابن محرز کہتے ہیں میں نے ابن معین رحمہ اللہ سے اصحاب سفیان کے بارے میں سوال کیا تو کہا کہ ان میں سے جو مشہور ہے وہ وکیع، یحیی بن سعید القطان، عبدالرحمن ابن مہدی، ابن المبارک اور ابونعیم ہیں اور یہ تمام ثقات ہیں اور ان سے پوچھا گیا ابوعاصم، عبدالرزاق، قبیصہ اور ابوحذیفہ؟؟

تو فرمایا یہ تمام ضعیف ہے۔

اب یہاں کیا ابن معین رحمہ اللہ کے جواب سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ابوعاصم، امام عبدالرزاق اور قبیصہ رحمہم اللہ، ابن معین رحمہ اللہ کی نظر میں ضعیف ہے بالکل نہیں یہاں اصطلاحی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نہیں بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ ان اصحاب میں سفیان سے روایت کرنے میں کون سب سے زیادہ مضبوط ہے۔

اعتراض:

کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں" امام دحیم سے سلیمان بن موسی کی تضعیف ثابت ہی نہیں تو ان کی توثیق کو کیونکر خاص کیا جاسکتا ہے"۔(انوار البدر ص ۱۸۹)

جواب:

عرض ہے یہاں صرف یہ بتلایا گیا کہ مکحول سے روایت کرنے میں کون سب سے زیادہ ثقہ ہے اور یہ کہاں سے اصول لیا ہمیں بھی بتلائیں تا کہ ہمیں بھی معلوم ہو سکے۔

اعتراض: آگے کہتے ہیں" نیز دیگر محدثین کے اقوال کی روشنی میں بھی سلیمان بن موسی کی ثقاہت ثابت ہے"۔

جواب:

عرض ہے دیگر محدثین کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان بن موسی نے ایسی احادیث روایت کی ہیں جن میں ان کا کوئی متابع نہیں اسی لیے محدثین نے کہا کہ سلیمان بن موسی کے پاس منکر روایتیں ہیں کسی نے کہا ان کی حدیثوں میں اضطراب ہے وغیرہ۔

اس کے بعد کفایت اللہ صاحب امام مزی کا قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں دحیم نے علی الاطلاق ثقہ بھی کہا ہے(۔انوار البدر ص ۱۸۹)

عثمان بن سعید الدارمی عن دحیم :وسلیمان بن موسی ثقة۔

(تہذیب الکمال فی أسماء الرجال 12/95)

نیچے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ امام مزی ،دارمی کی کتاب سے نقل کرتے تھے

جب امام زیلعی رح نے لکھا کہ امام دارقطنی نے غرائب مالک میں امام محمد بن حسن الشیبانی وغیرہ کو" من الثقات الحفاظ" میں شامل کیا تو آپ ہی کے ہم مسلک زبیر علی زئی نے لکھا کہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

"غرائب مالک" کتاب موجود نہیں ہے تاکہ زیلعی کے دعوے کی تصدیق کی جاسکے اس لیے یہ حوالہ دینا مردود ہے (المقالات 2/355)

جبکہ یہاں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ امام مزی نے کون سی کتاب سے سلیمان بن موسیٰ کی دحیم سے توثیق نقل کی؟؟ کیا امام دارمی کی اصل کتاب سے نقل کیا یا اور کوئی دوسری کتاب سے نقل کیا جب یہ معلوم ہی نہیں تو کیسے آپ حضرات کے نزدیک یہ قول معتبر ہوگیا؟؟

لہذا امام دحیم کے قول "اصحاب مکحول میں سب سے بڑے ثقہ" کو علی الاطلاق ثقاہت کا قول کہنا مردود ہے۔

حافظ ابن عدی کے قول کی تحقیق:

کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

ابن عدی نے کہا: آپ ثبت اور صدوق ہے۔ (انوار البدر ص ۱۹۰)

کفایت اللہ صاحب نے ابن عدی رحمہ اللہ کا مکمل قول نقل نہیں کیا، دیکھتے ہیں ابن عدی کا سلیمان بن موسیٰ کے تعلق سے کیا موقف ہے۔

فقیہ راو حدث عنه الثقات وهو أحد العلماء روى أحاديث ينفرد بها لا يرويها غيره وهو عندي ثبت صدوق۔ (الکامل ۱۱۱۹/۳)

ترجمہ: سلیمان بن موسیٰ فقیہ ہیں ثقہ راویوں سے حدیث بیان کیں اور وہ علماء میں سے ایک ہے اور انہوں نے ایسی منفرد احادیث روایات کیں جو ان کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا اور وہ میرے نزدیک ثبت اور صدوق ہیں۔

جیسا کہ امام بخاری، امام زکریا بن یحیی الساجی، امام ابو احمد الحاکم نے کہا کہ سلیمان بن موسیٰ کے پاس مناکیر ہیں اہل علم جانتے ہیں بعض محدثین منکر الحدیث یا یروی المناکیر ان کے لیے استعمال کرتے تھے جو کثرت سے روایت کرنے میں تفرد رکھتے تھے اور جن کا کوئی متابع نہیں ہوتا تھا وتفرد پر یا تو رد کرتے تھے یا نکارت کی بات کرتے تھے یا شذوذ کی بات کرتے تھے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔

"المنكر أطلقه أحمد بن حنبل وجماعة على الحديث الفرد الذي لا متابع له". (مقدمہ فتح الباری ص 436)

ترجمہ: امام احمد اور ایک جماعت منکر کا اطلاق اس کی حدیث پر کرتے جس میں اس کا کوئی متابع نہ ہو۔

امام بخاری کا مذہب امام احمد اور دوسروں سے مختلف تھا محدثین نقل کرتے ہیں ایک بار جب وہ کسی کو منکر الحدیث کہہ دے تو وہ اس سے روایت بھی نہیں کرتے تھے اور نہ اس سے احتجاج کرتے۔

اور ابن عدی کے کلام میں بھی یہی بات موجود ہے کی سلیمان بن موسی نے ایسی روایات کیں جو کوئی اور نہیں کرتا ہاں وہ ان کے نزدیک صدوق ہے اور صداقت کا کسنے انکار کیا بلکہ جو انہوں نے احادیث بیان کیں وہ کسی اور نے نہیں کیں اور ابن عدی نے الکامل میں ان کے ترجمہ میں کثیر روایتیں ذکر کیں جس میں انہوں نے کئی جگہ صراحت بھی کی ہے کہ میں اس سند کے علاوہ کوئی اور سند نہیں جانتا۔

سلیمان بن موسی کی روایت کردہ حدیث المضمضة والاستنشاق من الوضوء الذي لا بد منه روایت کرنے کے بعد ابن عدی کہتے ہیں میں اس حدیث کو کسی اور سند سے نہیں جانتا (الکامل 4/258)۔

اسی طرح اور دوسری جگہ بھی کہا انہی احادیث کے ساتھ ابن عدی نے قربانی کے چار دن والی حدیث کل ایام تشریق ذبح بھی روایت کی اور دوسری احادیث بھی روایت کیں اور آخر میں کہا کہ سلیمان بن موسی کے احادیث کے کوئی متابع نہیں اور وہ میرے نزدیک صدوق ہے۔

اب دیکھتے ہیں خود کفایت اللہ صاحب ابن عدی کے الکامل فی ضعفا کے بارے میں کیا کہتے ہیں ایک روایت کی بحث میں لکھتے ہیں۔

"ابن عدی نے اس روایت کو ایک طریق سے مکمل ذکر کیا اور دوسرے طریق کے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ایک لفظ کو ذکر کیا اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ یہ روایت دونوں طریق سے ان کے نزدیک منکر یعنی مردود ہے (یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص 201)

اس کے بعد اہل فن کے اقوال ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ابن عدی کا عمومی منہج یہی تھا کہ راوی کے ترجمہ میں منکر روایات ہی ذکر کرتے ہیں اس لیے اگر انہوں نے کسی راوی کے ترجمہ میں کوئی روایت ذکر کی خواہ وہ وہاں پر صراحت کے ساتھ منکر کہیں یا نہ کہیں بہر صورت ان کے عمومی طرز عمل سے ان کے نزدیک اس روایت کو منکر ہی سمجھا جائے گا الا یہ کہ ابن عدی خود کسی خاص روایت کے بارے میں صحت کا فیصلہ نہ دے دیں۔ (ص 202)"

ابن عدی نے کل ایام تشریق ذبح، المضمضة و الاستنشاق، والی روایات پر کوئی صحت کا فیصلہ نہیں دیا اس لیے بقول کفایت اللہ صاحب سلیمان بن موسی کے جن احادیث پر ابن عدی نے صحت کا فیصلہ نہیں دیا ابن عدی کے نزدیک منکر یعنی مردود ہے۔

ابن عدی کا قول "روی أحادیث ینفرد بھا و لا یرویھا غیرہ" اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ایسی احادیث بکثرت روایت کیں جس میں وہ منفرد ہے اور اس منفردیت کو دیکھتے ہوئے نتیجہ یہ ہوا کہ امام بخاری نے بھی ان کی احادیث میں مناکیر کی بات کہی اور ایک قول کے مطابق منکر الحدیث بھی کہا اور دوسروں نے بھی کچھ ضعف کی طرف اشارہ کیا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

غیر مقلد سنابلی کے پیش کردہ اقوال کی تحقیق

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے انوار البدر ص ۱۸۷ تا ص ۱۹۲ چند اقوال توثیق کے نقل کیے ہیں۔

الدارقطنی :من الثقات الحفاظ۔

(کتاب العلل 5/ 110 موسوعۃ اقوال الدارقطنی ۳۰۳/۱)

ابن سعد :کان ثقة، اثنی علیه ابن جریج۔(طبقات ابن سعد 7/ 457)

دحیم :ثقة(تھذیب الکمال فی أسماء الرجال 12/95)

[**نوٹ**:- لیکن اس قول کا ماخذ نہ معلوم ہونے سے کچھ لوگ اس کو قبول نہیں کر سکتے جو ہر جگہ کہتے ہیں اس کی سند اور ماخذ نہ معلوم ہونے سے مردود ہے۔]

ابوداود :لا بأس به، ثقة۔(سوالات الآجری 5/18)

ابن عبدالبر :فقیه ثقة امام(التمہید 19/86)

ابن الجوزی :یہ کہنا ممکن ہے کہ سلیمان بن موسیٰ ثقہ ہیں۔

ابن خلفون نے ثقات میں ذکر کیا ہے(اکمال تہذیب الکمال لمغلطائی 6/181)

[**نوٹ** : کچھ حضرات کے لیے خود حافظ مغلطائی حنفی کی شخصیت کھٹکتی ہے ایسے حضرات کے نزدیک یہ توثیق کیسے معتبر ہو سکتی ہے۔]

ابن حبان :ذکره فی الثقات وقال :کان فقیها ورعاً۔

(کتاب الثقات ۳۷۹/۶، ۳۸۰)

سلیمان بن موسیٰ امام ذہبی رحمہ اللہ کی نظر میں:

امام ذہبی رحمہ اللہ المغنی فی الضعفاء میں لکھتے ہیں۔

وثق۔(المغنی فی الضعفاء 1/284)

ثقہ قرار دیا گیا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام ذہبی نے سلیمان بن موسی کو صیغہ تمریض سے وثق کہا۔

خود کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب میں شیخ البانی کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علامہ البانی فرماتے ہیں: ولذلك أشار الذهبي في "الكاشف" إلى أن التوثيق المذكور غير موثوق به، فقال: "وثق"۔

(سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ وأثرہا السیئ فی الأمۃ 3/377)

اسی لیے امام ذہبی نے "کاشف" میں اشارہ کیا ہے کہ مذکورہ توثیق غیر معتبر ہے چنانچہ (صیغہ تمریض کے ساتھ کہا): "وثق" یعنی ان کی توثیق کی گئی ہے"۔

البانی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ذہبی جب وثق کہیں تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اس راوی کی جو توثیق کی گئی ہے وہ غیر معتبر ہے۔

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص 693)"

امام ذہبی کی دوسری کتاب میں سلیمان بن موسی کے تعلق سے ایک اور قول ملتا ہے۔

عن عطاء ونافع صدوق۔ (من تکلم فیہ وہو موثق ص 94)

عطاء اور نافع سے روایت کیا صدوق ہے۔

امام ذہبی کی تیسری کتاب دیوان الضعفاء میں بھی ایک قول ملتا ہے وہی جو اوپر نقل کیا گیا۔

عن عطاء، ونافع، صدوق۔ (دیوان الضعفاء 1/176)

سلیمان بن موسی نے ایسی اکثر احادیث روایت کیں جس میں ان کا متابع نہیں ہے اور اسی طرف ابن عدی رحمہ اللہ نے بھی اشارہ کیا اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی فرمایا۔

روی سلیمان بن موسی احادیث عامتها مناکیر۔

(علل الکبیر للترمذی 1/256)

ترجمہ: سلیمان بن موسی نے جو روایات بیان کی ہیں ان میں سے اکثر منکر ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اعتراض:

عنایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۱۹۳ پر لکھتے ہیں۔

امام بخاری کو سلیمان بن موسیٰ کی زیادہ روایات ملی ہی نہیں۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ آپ یہی امام بخاری کا قول دیکھیں گے تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ امام بخاری سلیمان بن موسیٰ کے روایات سے اچھی طرح واقف تھے ورنہ وہ کیسے کہتے کہ ان کی اکثر روایات منکر ہیں اور امام بخاری سلیمان بن موسیٰ سے بھی اچھی طرح واقف تھے جو اس قول سے سمجھ آتا ہے۔

(سلیمان لم یدرك أحدا من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم)۔

(العلل الکبیر للترمذی 1/102)

بتائیں کون ایسا کہہ سکتا ہے جو فلاں کی ذات سے اچھی طرح واقف ہو وہی ایسی بات کہے گا ہے اور دوسری بات امام بخاری نے یہ بات کسی حدیث کے تحت ہی کہی۔

اگر اس بات کو مان بھی لیں کہ سلیمان بن موسیٰ کی زیادہ روایات امام البخاری کو نہیں ملی تو نفی امام بخاری کی عامتھا مناکیر کی بات کو ابن عدی کے قول سے تقویت ملتی ہے ابن عدی تو ۳۱۰ھ کے ہیں ان تک تو سلیمان بن موسیٰ کی احادیث پہنچ گئے ہوں گے تبھی تو انہوں نے بھی کہا

(روی أحادیث ینفرد بھا لا یرویھا غیرہ) الکامل 3/1119

معلوم ہوا سلیمان بن موسیٰ کے اکثر روایات میں متابعت نہیں کی گئی ہے اور جب صدوق راوی کسی روایت کرنے میں منفرد ہو تو اس کے بارے میں امام ذہبی کیا کہتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(فلیعد مفرد الصدوق منکرا۔ (الموقظۃ 1/42)

اور صدوق کسی روایت میں منفرد ہو تو اس کی روایت منکر ہوگی۔

(نوٹ: یاد رہے یہاں امام ذہبی نے مخالفت کی کوئی شرط نہیں لگائی ہے)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اسی طرح میزان میں بھی لکھتے ہیں۔

وان تفرد الصدوق ومن دونه يعد منكرا. وإن إكثار الراوي من الأحاديث التي لا يوافق عليها لفظا أو إسنادا يصيره متروك الحديث۔(میزان الاعتدال 3/141)

اور اگر صدوق یا اس سے کمتر راوی کسی روایت کرنے میں منفرد ہو تو اس کی روایت منکر ہوگی اور جب کوئی راوی کثرت سے ایسی روایات کرنے لگے جس کی لفظی یا معنوی متابعت نہ ملے تو ایسا راوی متروک قرار پائے گا (ترجمہ کفایت اللہ سنابلی صاحب)

امام ذہبی نے ان کی حدیث کی تصحیح کی ہے التنقیح التحقیق میں امام ذہبی لکھتے ہیں۔

قلنا الحديث صحيح۔(تنقیح التحقیق للذہبی 2/168)

ہم کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

امام ذہبی نے حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام زہری سے اس حدیث کو روایت کرنے والے سلیمان بن موسی کے علاوہ دو راوی ہے حجاج بن ارطاۃ اور جعفر بن ربیعہ سلیمان بن موسی کے اس حدیث میں دو متابع ہے اور امام ذہبی کے اصول سے تو وہ حدیث صحیح ہوگی ہی۔

معلوم ہوا امام ذہبی کے نزدیک سلیمان بن موسی کی کسی روایت کا اگر کوئی لفظی یا معنوی متابع ہے تو وہ روایت مقبول ہوگی اور اگر کوئی متابع نہ ہو تو ایسی روایات ان کے نزدیک ان ہی کے اصول کے اعتبار سے منکر شمار ہوگی۔

امام ذہبی نے جو المیزان میں لکھا ہے۔

وهذه الغرائب التي تستنكر له يجوز أن يكون حفظها۔

(میزان الاعتدال 2/226)

اور یہ غریب روایات جس میں سلیمان بن موسی سے نکارت کی بات کی جاتی ہے ممکن ہے ان احادیث کو آپ نے یاد کر رکھا ہو۔(ترجمہ کفایت اللہ سنابلی)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس قول سے پہلے امام ذہبی نے کچھ احادیث سلیمان بن موسی کے نقل کیے ہیں بذہ سے معلوم ہو رہا ہے یہ بات ان احادیث کے تعلق سے کہی گئی ہے اگر مان لیں کہ تمام احادیث (جن میں سلیمان بن موسی تفرد رکھتے ہیں) کے لیے کہی گئی تو اس قول میں امام ذہبی خود تسلیم کرتے ہیں کہ جس میں نکارت کی بات کی جاتی ہے ہوسکتا ہے اس کو آپ نے یاد کر رکھا ہے یعنی امام ذہبی بھی منکر ہی کہے رہے ہیں مطلب جس میں تفرد اختیار کیے ہوئے ہیں وہ تو منفرد روایات ہی ہوگی

امام ذہبی کے اسی قول کا تعاقب کرتے ہوئے شیخ احمد بن عمر بازمول سلفی لکھتے ہیں۔

وفی قول الذهبي هذا نظر، لأن سليمان في حفظه شيء ومثله يتوقف فيما ينفرد به أو يخالف والله اعلم۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کا یہ قول قابل غور ہے، اسلیے کہ سلیمان بن موسی کے حافظہ میں کچھ ہے تو ایسا راوی جب منفرد ہو یا دوسروں سے مخالفت کرے تو اس کی حدیث قبول کرنے میں توقف کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

(المقترب فی بیان المضطرب ص 264)

یاد رہے حافظ ابن عبد البر نے بھی محدثین کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا۔

سليمان بن موسى وإن كان أحد أئمة أهل الشام في العلم فهو عندهم سيء الحفظ۔ (الاستذکار 5/246)

سلیمان بن موسی اگرچہ اہل شام کے اہل علم میں سے ایک تھے لیکن یہ محدثین کی نظر میں سیء الحفظ ہیں۔

سلیمان بن موسی امام ابو داود رحمہ اللہ کی نظر میں:

لا بأس به، ثقة۔ (سوالات الآجری 5/18)

امام ابو داود کہتے ہیں سلیمان بن موسی میں کوئی حرج نہیں ثقہ ہے۔

امام ابو داود کے نزدیک سلیمان بن موسی اگرچہ ثقہ ہے لیکن پھر بھی ان سے مروی ایک

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حدیث کو منکر کہا۔

حدثنا أحمد بن عبيد الله الغداني حدثنا الوليد بن مسلم حدثنا سعيد بن عبد العزيز عن سليمان بن موسى عن نافع قال سمع ابن عمر مزمارا قال فوضع إصبعيه على أذنيه ونأى عن الطريق وقال لي يا نافع هل تسمع شيئا قال فقلت لا قال فرفع إصبعيه من أذنيه وقال كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم فسمع مثل هذا فصنع مثل هذا قال أبو علي اللؤلؤي سمعت أبا داود يقول هذا حديث منكر۔ (سنن ابوداود حدیث 4924)

اس حدیث پر نکارت کا حکم لگانے کے احتمالات:

1- اس حدیث کے دیگر طرق اور رجال کو دیکھنے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہو سکتا ہے امام ابوداود اس حدیث کو نافع سے سلیمان بن موسی کے علاوہ نہیں جانتے تھے جو امام نافع کے محفوظ احادیث ان کے ثقہ تلامذہ کے پاس تھے اور نہ ان کے شہر یعنی مدینہ کے کسی تلامذہ سے جانتے تھے۔

2- سلیمان بن موسی نافع کے تلامذہ میں طبقہ اولی میں شمار نہیں کیے جاتے، دوسرے طبقہ میں بھی نہیں بلکہ آپ کا مقام طبقہ ثلاثہ میں ہوتا ہے۔

ذكره ابن المديني في الطبقة الثالثة من أصحاب نافع۔

(تہذیب التہذیب 4/227)

ترجمہ: حافظ ابن حجر کہتے ہیں ابن المدینی نے سلیمان بن موسی کا اصحاب نافع میں تیسرے طبقہ میں تذکرہ کیا ہے۔

اس حدیث کے دوسرے طرق دیکھتے ہیں جو امام ابوداود رحمہ اللہ نے خود اس حدیث کے بعد لائے ہیں۔

حدثنا محمود بن خالد حدثنا أبي حدثنا مطعم بن المقدام قال حدثنا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

نافع قال كنت ردف ابن عمر إذ مر براع يزمر فذكر نحوه قال أبو داود أدخل بين مطعم ونافع سليمان بن موسى۔

اس میں تو خود امام ابو داود نے کہا کہ مطعم اور نافع کے درمیان سلیمان بن موسی کو داخل کیا گیا۔

حدثنا أحمد بن إبراهيم حدثنا عبد الله بن جعفر الرقي قال حدثنا أبو المليح عن ميمون عن نافع قال كنا مع ابن عمر فسمع صوت زامر فذكر نحوه قال أبو داود وهذا أنكرها۔

اس سند میں نکارت کہنے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ نافع سے روایت کرنے والے میمون بن مہران ہے اور میمون سے ابو المملیح نے روایت کیا لیکن ابو المملیح بھی میمون سے روایت کرنے میں منفرد ہے جس کی وجہ سے ہوسکتا ہے امام ابو داود نے نکارت کی بات کہی ہو یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابو المملیح کو اس میں وہم ہوا ہو کہ نافع سے سلیمان بن موسی کے بجائے میمون بن مہران نے روایت کیا ہو لیکن اس طریق میں امام ابو داود نے کوئی وجہ نہیں بتائی ہے۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے

الحدیث المنکر عند نقاد الحدیث ص 656 سے ص.660 عبد الرحمن بن نوفیح بن فالح السلمی

اس روایت میں سلیمان بن موسی کے متابع موجود ہے اور اصولا سلیمان بن موسی کے متابع ہونے کی وجہ سے یہ حدیث تو صحیح معلوم ہوتی ہے۔

سلیمان بن موسی امام ابو داود کے نزدیک کیا مقام رکھتے ہیں اس پر بات کر رہے تھے اس مکمل بحث سے معلوم ہوا کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ بھی سلیمان بن موسی سے مروی احادیث قبول کرنے میں توقف کرتے تھے اگرچہ کہ امام ابو داود نے انہیں ثقہ کہا ہو۔

سلیمان بن موسی امام نسائی رحمہ اللہ کی نظر میں:

امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا:

احد الفقهاء ليس بالقوي في الحديث۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(الضعفاء والمتروکین للنسائی ص 49)

سلیمان بن موسیٰ یہ فقہا میں سے ہیں اور حدیث میں قوی نہیں ہے۔

اور کفایت اللہ سنابلی صاحب خود کہتے ہیں لیس بالقوي حفظہ پر جرح ہے۔

(ایام قربانی اور آثار صحابہ مع اشکالات کا ازالہ ص 24)

اگر چہ کہ 'لیس بالقوی کا مطلب یہ نہیں کہ سلیمان بن موسیٰ ضعیف ہے۔

لیکن خود غیر مقلدین حضرات "لیس بالقوی" سے کامل درجہ کے قوت بھی باقی نہیں رہتی، کے قائل ہیں۔

اسی طرح شیخ معلمی بھی کہتے ہیں۔

وكلمة »ليس بالقوي« إنما تنفي الدرجة الكاملة من القوة،

"لیس بالقوی" کے الفاظ سے کامل درجے کی قوت کی نفی ہوتی ہے۔

(التنکیل 1/442)

اسی طرح البانی بھی کہتے ہیں:

وأما الآخر فهو قول أبي حاتم ليس بالقوي :فهذا لا يعني أنه ضعيف لأنه ليس بمعني ليس بقوي، فبين هذا وبين ما قال فرق ظاهر عند أهل العلم۔

ترجمہ: امام ابو حاتم کے قول "لیس بالقوی" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ضعیف ہے کیونکہ یہ "لیس بقوی" کے معنی میں نہیں ہے۔ اور اہل علم کے نزدیک ان دونوں کے درمیان واضح فرق ہے۔

(النصیحۃ بالتحذیر من تخریب ابن عبد المنان لکتب الأئمۃ الرجیحۃ للشیخ الالبانی ص 183)

اسی طرح مقبل الوادعی سے لیس بالقوی اور لیس بقوی پر سوال کیا گیا تو شیخ جواب دیتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

"نعم، هناك فرق بين هذه العبارات، فهي تتفاوت، و(ليس بالقوي) أعلى، و(ليس بقوي) أدنى... والظاهر أن كليهما يصلح في الشواهد والمتابعات، لكن (ليس بالقوي) أرفع.."۔

(المقترح فی اجوب المصطلح ص 93)

جی ہاں، ان عبارتوں کے درمیان فرق ہے، ان کے درجے مختلف ہیں، لیس بالقوی اعلیٰ ہے اور لیس بقوی کمتر ہے..... اور ظاہرا متابعت وشواہد میں دونوں درست ہوتے ہیں لیکن (جس کے بارے میں) لیس بالقوی (کہا گیا ہے، اس کا درجہ) زیادہ بلند ہے۔

ان تمام اقوال سے معلوم ہوا کہ امام نسائی رحمہ اللہ کا قول "لیس بالقوی" توثیق کا کلمہ تو نہیں ہے جس کی وجہ سے سلیمان بن موسیٰ، امام نسائی کے نزدیک ثقہ کا مرتبہ نہیں رکھتے۔

امام مزی التہذیب الکمال میں امام نسائی کا سلیمان بن موسیٰ پر ایک مزید قول نقل کرتے ہیں

وقال في موضع آخر في حديثه شيء۔ (التہذیب الکمال 12/97)

اور دوسری جگہ فرمایا ان کی حدیث میں کچھ (خرابی) ہے۔

اعتراض: اس پر کفایت اللہ صاحب تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام مزی نے دوسری جگہ کا حوالہ نہیں دیا۔ (انوار البدر ص ۱۹۶)

جواب:

عرض یہ ہے کہ کفایت اللہ صاحب خود ان کی کتاب مسنون رکعات تراویح ص 23 میں یحییٰ بن معین پر امام ابوداود کی جرح "منکر الحدیث" کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام مزی نے ابوداود سے ہی نقل کیا کہ

وقال في موضع آخر ما اعرفه روى مناكير۔ (التہذیب الکمال 22/589)

جب اپنے مطلب کے راوی کا دفاع کرنا ہو تو ایسے اقوال معتبر ہوں گے لیکن جب کوئی بات اپنے خلاف جاری ہو تو حضرت کہیں گے سند نہیں، کتاب کا حوالہ نہیں وغیرہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اسی طرح مسنون رکعات تراویح ص 72 پر امام مزی کی یزید بن خصیفہ پر نقل کردہ جرح لکھتے ہیں۔

وقال أبو عبيد الآجري، عن أبي داود: قال أحمد: منكر الحديث۔
(تہذیب الکمال للمزی 32 :/ 173)

سوالات آجری مطبوع ہے اور اس کے تین محققین سے تین نسخہ پر نٹیڈ ہے اور تینوں میں ابو داود رحمہ اللہ کا یزید بن خصیفہ پر یہ قول نہیں ملتا کہ امام احمد نے یزید بن خصیفہ کو منکر الحدیث کہا ہو لیکن حافظ مزی نے یہ قول بالجزم نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کی کوئی حقیقت ہے ہوسکتا ہے یہ قول کسی معتبر ذرائع سے ان کے پاس موجود تھا یا کوئی ایسی کتاب حافظ مزی کے پاس موجود تھی جو آج موجود نہیں جس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

یزید بن خصیفہ پر امام احمد سے تین قول مروی ہے جو ان کے بیٹے اور ابو بکر الاثرم سے اور ابو عبید آجری کا ابو داود سے سوال ہے۔

تہذیب الکمال میں یزید بن خصیفہ کے ترجمہ کے حاشیہ میں بشار عواد نے امام احمد سے منکر الحدیث کے تعلق سے لکھا ہے۔

هذا شيء لم يثبت عن أحمد فيما أرى، والله اعلم، فقد تقدم قول الأثرم عنه، وفي العلل لابنه عبد الله، أنه قال: ما أعلم إلا خيرا (35/2) وهو توثيق واضح۔

بشار عواد کہتے ہیں میرا خیال ہے امام احمد سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں اس لئے کہ ان کے بارے میں امام اثرم کا قول گزر چکا اور العلل میں امام احمد کے بیٹے سے مروی ہے کہ امام احمد نے کہا میں ان میں سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتا جو واضح توثیق ہے۔

اسی طرح وصی اللہ عباس نے بھی بحر الدم لابن عبد الھادی کے ص 133 کے حاشیہ میں یزید بن خصیفہ پر امام احمد سے منکر الحدیث کے علاوہ ابو بکر الاثرم کا امام احمد سے تائید کے ساتھ ثقہ والا قول نقل کیا اور امام احمد کے بیٹے کا ان سے ما أعلم إلا خیر بھی نقل کیا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کفایت اللہ سنابلی صاحب خود کہتے ہیں کہ "ثقہ اوثق یا اکثر کے خلاف روایت کرے تو اوثق یا اکثر کی بات ہی لی جائیگی اور ثقہ کے تفرد کو رد کر دیا جائے گا۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص 667)

کفایت اللہ صاحب کے پاس جب اپنے مطلب کی بات آتی ہے تو انہیں کوئی سند کی ضرورت نہیں کوئی دوسری کتاب کا حوالہ کی ضرورت نہیں، فلاں محدث کی خود کی کتاب میں ہے یا نہیں اس کی بھی ضرورت نہیں اور جب اپنے خلاف بات جاتی ہے تو انہیں کتاب، سند وغیرہ سب درکار ہوتے ہیں اور اپنے اصول پر بھی قائم نہیں رہتے۔

امام نسائی کے دونوں قول کے مطابق سلیمان بن موسی کی حدیث میں کچھ خرابی ہے تبھی تو امام نسائی کے نزدیک وہ قوی نہیں ہے جیسا کہ امام نسائی نے اپنی کتاب الضعفاء والمتروکین میں کہا۔

کیا سلیمان بن موسی صحیح مسلم کے راوی ہے؟؟

امام مسلم نے سلیمان بن موسی سے مقدمہ میں روایات لیے ہیں اسی لیے محدثین نے مقدمہ کا راوی بتلایا اور رجال مسلم کے مصنفین نے مسلم کے رجال میں ان کا شمار نہیں کیا۔

1- ابن منجویہ (المتوفی 428ھ) جنہوں نے رجال مسلم پر کتاب لکھی جس میں انہوں نے سلیمان بن موسی کا ذکر نہیں کیا۔

2- حافظ مزی کہتے ہیں

روى له مسلم في "مقدمة" كتابه والاربعة۔

(تہذیب الکمال فی أسماء الرجال (12/97)

امام مسلم نے مقدمہ میں ان سے روایت لیا ہے اور چاروں) ترمذی، ابو داود، ابن ماجہ، نسائی رحمہم اللہ (نے روایات لیے ہیں۔

مزید امام مزی اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

ولم يذكر أبو بكر بن منجويه سليمان بن موسى هذا في رجال مسلم

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ولا غيره من المصنفين في رجال مسلم، ولا نعلم له في الصحيح ذكر الا ما ذكر له مسلم في مقدمة كتابه۔ (تحفۃ الأشراف 6/97)

ترجمہ: سلیمان بن موسی کو ابن منجویہ نے رجال مسلم میں ذکر نہیں کرتے اور نہ ان کے علاوہ مصنفین ذکر کرتے اور نہ ہم کچھ جانتے ہیں صحیح میں سوائے امام مسلم نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں ان سے جو ذکر کیا۔

بقول حافظ مزی جس جس نے رجال مسلم پر کتاب لکھی انہوں نے سلیمان بن موسی کو مسلم کے رجال میں ذکر نہیں کیا۔

3-امام ذہبی

وله شيء في "مقدمة مسلم"۔ (سیر أعلام النبلاء 6/154)

ان سے مسلم نے مقدمہ میں کچھ ہے

4-حافظ ابن حجر "مقبول" کہ کر بتلاتے ہیں کہ یہ مسلم کے مقدمہ کا راوی ہے۔

(لسان المیزان رقم 1070)

البانی بھی حدیث "كل فجاج مكة طريق ومنحر" کے تحت لکھتے ہیں۔

فإن رجاله ثقات رجال مسلم غير سليمان بن موسى۔

(سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ 5/598)

ترجمہ: اس کے رجال ثقہ ہیں مسلم کے رجال ہیں سوائے سلیمان بن موسی کے۔

ان اقوال سے یہ تو معلوم ہوا کہ محدثین مقدمہ اور صحیح کے رجال میں فرق کرتے تھے اور وہ اسلیے کرتے تھے کہ مقدمہ کہ کچھ راوی انہیں امام مسلم کے شرط پر معلوم نہیں ہوتے تھے جیسے

1-یحی بن فلاں

حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔

يحيى ابن فلان عن محمد ابن كعب مجهول له ذكر في مقدمة مسلم من السادسة مق۔ (تقریب التھذیب رقم 7625)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

یحی بن فلاں نے محمد بن کعب سے روایت کیا چھٹہ طبقہ کا مجھول راوی ہے مسلم کے مقدمہ میں ذکر آتا ہے۔

2۔یحی بن المتوکل

يحيى ابن المتوكل المدني أبو عقيل بالفتح صاحب بهية بالموحدة مصغر ضعيف من الثامنة مات سنة سبع وستين مق۔

(تقریب التہذیب رقم 7633)

یحی بن متوکل المدنی ابو عقیل بھیہ کا ساتھی آٹھویں طبقہ کا ضعیف راوی ہے 67ھ میں انتقال ہوا

یہ مقدمہ مسلم کے رجال امام مسلم کے شرائط پر نہیں اترتے جسکا لحاظ امام مسلم نے اپنی صحیح میں رکھا ہے اسلیے محدثین اور رجال مسلم کے مولفین نے مقدمہ کے رواۃ کو مسلم کے رجال میں شمار نہیں کیا بلکہ ان کو "مق" سے مقدمہ مسلم کا راوی بتلایا۔

سلیمان بن موسی سے صحیح مسلم میں ان کی روایت نہ ہونے کی بنا پر صحیح کے رجال میں ان کا شمار نہیں کیا جائیگا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کفایت اللہ سنابلی صاحب کے پیش کردہ آثار صحابہ

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے فصل نمبر ۲ کے تحت، انوار البدر ص ۱۷۴ تا ص ۱۷۹ تک ۳ آثار صحابہ پیش کیے ہیں۔

پہلی روایت ہے غریب الحدیث سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا أبو بكر بن أبي الأسود ،حدثنا أبو رجاء الكليبي ،عن عمرو بن مالك ،عن أبي الجوزاء ،عن ابن عباس :{فصل لربك وانحر} قال :وضع يده عند النحر۔

اس کا ترجمہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے یہ فرمایا ہے :

ترجمہ " آپ نے اس کی تفسیر میں یہ فرمایا کہ اس سے (نماز میں) ہاتھوں کو نحر کے پاس (سینے پر) رکھنا مراد ہے۔" (انوار البدر ص ۱۷۴)

جواب:۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب ایک بار پھر لغت میں یہ دیکھنا بھول گئے کہ "نحر" کسے کہتے ہیں۔

سینہ یا فوق السرۃ؟

خیر ہم بتا دیتے ہیں۔ "نحر" کے لغت میں دو معانی ہیں :سینے کا اوپری حصہ اور مکمل سینہ۔ چنانچہ تاج العروس میں ہے:

نحر الصدر :أعلاه. وقيل :النحر :هو الصدر بنفسه

(تاج العروس، 14_184، ط :دار الہدایۃ)

ترجمہ :"نحر الصدر سینے کا اوپری حصہ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ نحر خود سینہ ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

المعجم الوسیط میں ہے:

(النَّحر) أعلى الصَّدر

ترجمہ: "نحر سینے کا اوپری حصہ"

مختار الصحاح میں ہے:

(النحر) و (المنحر) بوزن المذهب موضع القلادة من الصدر

ترجمہ: "نحر اور منحر سینے پر ہار کی جگہ"

القاموس المحیط میں ہے:

نَحْزُ الصَّدْرِ :أعلاهُ،

كالمنحورِ، بالضم، أو مَوْضِعُ القِلادَةِ

احادیث میں "نحر" مکمل سینے کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور سینے کے اوپری حصے کے لیے بھی۔ دجال کی صفات میں ہے:

عبد الله بن إدريس، عن عاصم بن كليب، عن أبيه، عن خالد يعني الفلتان بن عاصم، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم» :أما مسيح الدجال فرجل أجلى الجبهة ممسوح العين اليسرى ،عريض النحر فيه دمامة كأنه فلان بن عبد العزى أو عبد العزى بن فلان« (مصنف ابن ابی شیبۃ، 7_488، ط :مکتبۃ الرشد)

اس میں ہے" عریض النحر" جس کا مطلب ہے کہ وہ دجال" چوڑے سینے" والا ہوگا۔ یہاں یہ ترجمہ ممکن ہی نہیں کہ اس کے سینے کا" اوپری حصہ" چوڑا ہوگا کیوں کہ یہ عربی اور اردو دونوں محاوروں کے خلاف ہے لہذا یہ ایک ایسا اضافی معنی ہے جس کے لیے صریح دلیل چاہیے۔ "چوڑے سینے والا ہونا" ایک عربی اور اردو دونوں میں ایک معروف محاورہ ہے۔

في حديث الهجرة »أتانا رسول الله صلى الله عليه وسلم في نحر الظهيرة« هو حين تبلغ الشمس منتهاها من الارتفاع، كأنها

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وصلت إلى النحر، وهو أعلى الصدر.

(النہایہ فی غریب الحدیث لابن اثیر، 5۔ 27، ط: العلمیۃ)

اس میں اس روایت کا ذکر کر کے "نحر" سے مراد "سینے کے اوپری حصے" کو قرار دیا گیا ہے۔ یہاں اس کا بھی امکان ہے کہ یہاں بھی مراد سینہ ہی ہو لیکن ہم اس بحث میں نہیں پڑتے۔

ان دونوں معانی کے بیان کے بعد ہم اپنے اصل موضوع کی جانب جاتے ہیں۔ شیخ محترم نے جو روایت پیش فرمائی ہے اس میں ہے: "ہاتھوں کو نحر کے پاس رکھنا"۔ نحر سے اگر مکمل سینہ مراد لیا جائے تو اس کے "پاس" کا مطلب کم از کم ناف کے اوپر اور سینے کے نیچے ہوگا۔ خود سینے پر ہاتھ رکھنا اس سے مراد نہیں لیا جا سکتا۔

اور اگر یہاں "نحر" سے سینے کا اوپری حصہ مراد لیا جائے تو جیسے سینے کا درمیانی اور نچلا حصہ اوپری حصے سے قریب ہے ایسے ہی ناف کے اوپر کا حصہ بھی اس سے قریب ہی ہے، دور نہیں ہے۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے پاس "نحر" کے معنی میں اس احتمال کو دور کرنے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ حدیث یحیی بن ابی طالب کی جانب جائیں جس سے انہوں نے بچنے کی کوشش کی ہے کیوں کہ یحیی بن ابی طالب پر کذب کا الزام ہے۔ اور جب اس کے معانی میں اس قدر احتمال موجود ہے تو غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا استدلال اس سے درست نہیں رہتا۔

دوسرا ہاتھ کہاں جائے گا؟

اس دلیل میں دوسری خامی جس پر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے توجہ نہیں فرمائی یہ ہے کہ اس میں "یدہ" مذکور ہے یعنی ایک ہاتھ کا ذکر ہے۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب سے سوال یہ ہے کہ ایک ہاتھ نحر کے پاس رکھا جائے گا اور دوسرا ہاتھ کیا چھوڑ دیا جائے گا؟ ہو سکتا ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی کہیں کہ یہ تو خود سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ دوسرا ہاتھ اس کے ساتھ ہی ہوگا تو عرض یہ ہے کہ پھر روایت کے الفاظ یوں

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ہونے چاہیے تھے : "وضع یدیه" کیوں کہ جب دونوں ہاتھ ساتھ ہوں تو یہ "یدین" ہوتے ہیں "ید" نہیں۔

نماز کا ذکر کہاں ہے؟

اس دلیل میں تیسری خامی یہ ہے کہ اس میں نماز کا ذکر ہی نہیں ہے۔ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی بھی اس ذکر کو قوسین (بریکٹ) میں لانے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اس دلیل میں نہ تو نماز کا صراحتاً کوئی ذکر ہے اور نہ ہی کوئی ایسا کلام یہاں چل رہا ہے جس کی وجہ سے اسے نماز سے متعلق سمجھا جائے۔ یہاں تو فقط نحر کے قریب ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے تو اسے بلا دلیل نماز کی حالت پر فٹ نہیں کیا جا سکتا۔

اس روایت کا مطلب کیا ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس روایت میں سینے پر ایک ہاتھ رکھنے کا مطلب کیا ہے؟ ہم اللہ کی توفیق سے عرض کرتے ہیں کہ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قال: وضع یده عند النحر

یہ قول ہے ابو الجوزاء کا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فعل مذکور ہے۔

چنانچہ ترجمہ ہوگا: "ابو الجوزاء نے فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ نحر کے قریب رکھا" یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ نحر کے قریب رکھ کر اشارہ کیا کہ اس آیت میں نحر سے مراد "نحر کرنا" یعنی قربانی کرنا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر کمزور سندوں سے مروی ہے جو کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے بھی ذکر کی ہیں اور یہ سند انہی روایات کو مضبوط کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ ابن کثیر نے جزم کے ساتھ اسے (یعنی قربانی کو) ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے:

قال ابن عباس، وعطاء، ومجاهد، وعكرمة، والحسن: يعني بذلك نحر البدن ونحوها. وكذا قال قتادة، ومحمد بن كعب القرظي،

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

والضحاك، والربيع، وعطاء الخراساني، والحكم، وإسماعيل بن أبي خالد، وغير واحد من السلف.

(تفسیر ابن کثیر 8۔503، ط: دار طیبہ)

اس قربانی والی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی موافقت بہت سارے مفسرین کرتے ہیں اس لیے بھی یہ تفسیر مضبوط ہے۔

دوسری روایت غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی نے علامہ سیوطیؒ کی الاکلیل سے ابن ابی حاتمؒ کے حوالے سے نقل کی ہے:

وأخرج ابن أبي حاتم من طريق أبي الجوزاء عن ابن عباس في قوله: {وَانْحَرْ} قال وضع اليمين على الشمال عند النحر في الصلاة، ففي الآية مشروعية ذلك۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے "آپ نے اس کی تفسیر میں یہ فرمایا کہ اس سے (نماز میں) ہاتھوں کو نحر کے پاس (سینے پر) رکھنا مراد ہے۔ لہذا اس آیت میں اس بات کی مشروعیت اور ثبوت ہے۔" (انوار البدر ص ۴۷۲)

یہ ابو الجوزاء کی وہی روایت ہے جو یحیی بن ابی طالب کے طریق سے مروی ہے اور جس کے بارے میں غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی فرماتے ہیں:

"ہم نے جو سند پیش کی ہے اس میں یحیی بن ابی طالب موجود نہیں ہے جو بیہقی کی سند میں ہے، جس کی وجہ سے بعض لوگ اس روایت کو زور و شور سے ضعیف قرار دیتے ہیں۔"

(انوار البدر ص ۴۹۵)

عرض ہے کہ بیہقی کی روایت یہی ہے جو ابن ابی حاتم کے حوالے سے سیوطیؒ نے نقل کی ہے:

أخبرنا أبو زكريا بن أبي إسحاق، أنبأ الحسن بن يعقوب بن البخاري، أنبأ يحيى بن أبي طالب، أنبأ زيد بن الحباب، ثنا روح بن المسيب قال: حدثني عمرو بن مالك النكري، عن أبي الجوزاء، عن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ابن عباس رضي الله عنهما في قول الله عز وجل {فصل لربك وانحر} قال: "وضع اليمين على الشمال في الصلاة عند النحر۔

توجب یہ وہی روایت ہے تو اسے اس نئی جگہ سے بلا سند پیش کرنے کا کیا مقصد ہے؟

بہر حال ہم اب اس روایت کو اس سے مضبوط اس روایت کی روشنی میں دیکھیں گے جو غریب الحدیث میں موجود ہے۔

ابو رجاء روح بن المسیب سے دو راویوں نے یہ روایت نقل کی ہے:

زید بن الحباب نے جن سے یحیی بن ابی طالب نے نقل کی اور ابو بکر بن ابی الاسود نے۔ ابو بکر نے روایت کی: "قال وضع يده عند النحر"۔ یہ اصل روایت ہے۔

زید بن الحباب سے یحیی نے بھی یہی روایت کی لیکن انہوں نے روایت بالمعنی کرنے کی کوشش کی۔

چنانچہ انہوں نے اس کا معنی یہ بیان کیا:

"وضع اليمين على الشمال في الصلاة عند النحر"۔

حقیقت میں انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ رکھنے کے فعل کو نماز سے متعلق سمجھ کر اس کی الفاظ میں تفسیر کرنے کی کوشش کی تھی۔

یہ تفصیل ہم اس لیے بیان کر رہے ہیں کہ یحیی ابو بکر سے بہت کمزور ہیں اور وہ معنی میں ابو بکر کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس مخالفت کی وضاحت ہم اوپر کر چکے ہیں کہ روایت میں نہ نماز کا ذکر ہے اور نہ دوسرے ہاتھ کا اور یہ دوسری روایت ان چیزوں کا ذکر کر کے پہلی روایت میں وہ قید لگا رہی ہے اور تبدیلیاں کر رہی ہے جو پہلی روایت میں نہیں ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم قوی روایت کو اصل مانتے ہوئے ضعیف روایت میں تاویل کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب منسوب یہ روایت مرجوح و نامقبول ہے کیوں کہ "وانحر" کی مشہور و راجح تفسیر اونٹ کی قربانی کرنا ہے۔ ذیل میں اس کی تفسیر ملاحظہ کریں:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ابوحیان الاندلسی [وفات ۷۴۵ :] نے لکھا :

"وانحر امر من النحر و هو ضرب النحر للابل بما يفيت الروح من محدود" (البحر المحیط فی التفسیر ۱۰ : /۵۵۵)

ترجمہ: "انحر" "نحر" کا امر ہے۔ "نحر" کا معنیٰ اونٹ کے گلے میں کسی دھار دار چیز سے ضرب لگانا ہے جس سے اس کی روح نکل جائے (اونٹ کو ذبح کرنا)۔

ابوحیان نے مزید لکھا:

"والنحر نحر الهدی والنسک والضحایا قاله الجمهور"

ترجمہ: جمہور کے مطابق "نحر" کا معنیٰ ہدی اور قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنا ہے۔

(البحر المحیط فی التفسیر ۱۰ : /۵۵۵)

ابن کثیر نے "وانحر" کے تفسیری اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا :

"کل ہذہ الاقوال غریبۃ جدا والصحیح القول الاول ان المراد بالنحر ذبح المناسک". (تفسیر ابن کثیر ۸: /۵۰۳)

ترجمہ: یہ تمام اقوال (نحر سے مراد نماز میں رفع یدین کرنا، قبلہ کی طرف سینہ کر کے کھڑا ہونا، تعدیل ارکان کے ساتھ نماز پڑھنا، نماز میں سینے پہ ہاتھ رکھنا) بہت غریب (ضعیف) ہیں۔ صحیح قول اول ہے کہ "نحر" سے مراد قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنا ہے۔

طبری نے "وانحر" کے مختلف تفسیری اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا :

"وأولیٰ ہذہ الاقوال عندی بالصواب قول من قال "معنی ذلک فاجعل صلاتک کلها لربک خالصا دون ماسواہ من الانداد والآلهۃ وکذلک نحرک اجعله له دون الاوثان". (تفسیر الطبری ۲۴ :/۶۵۵)

ترجمہ: تمام اقوال میں میرے نزدیک درست قول یہ ہے کہ "فصل لربک وانحر" کا معنیٰ یہ ہے کہ اپنی تمام نمازوں کو خالص اپنے رب کے لیے کرلو۔ اس کے سوا بتوں اور

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

معبودان باطل کے لیے نہیں اسی طرح اپنی قربانی کو اسی کے لیے کرو، بتوں کے لیے نہیں۔

طبری نے یہ بھی لکھا ہے کہ "نحر" سے مراد قربانی کرنا ہے، یہ قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، حجاج، عطا، حکم، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، حسن بصری، قتادہ، محمد بن کعب قرظی وغیرہم کا ہے۔ (تفسیر الطبری ۲۴ :/۶۵۵)

قرطبی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے:

"کان النبی صلی اللہ علیہ و سلم ینحر ثم یصلی فأمر ان یصلی ثم ینحر" (تفسیر القرطبی ۲۰ :/۲۱۸)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے قربانی کرتے تھے پھر نماز عید پڑھتے تھے تو حکم دیا گیا کہ پہلے نماز پڑھیں پھر قربانی کریں۔

معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک "وانحر" سے مراد قربانی کرنا ہے۔

ابن جوزی نے لکھا:

"وفی قولہ عزوجل "وانحر" خمسۃ اقوال احدھا اذبح یوم النحر رواہ علی ابن ابی طلحۃ عن ابن عباس وبہ قال عطاء و مجاہد و الجمہور"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے قول "وانحر" کی تفسیر میں پانچ اقوال ہیں۔ پہلا قول: قربانی کے دن قربانی کرو۔ اس کی روایت کی ہے علی بن ابی طلحہ نے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور یہی قول عطا، مجاہد اور جمہور کا ہے۔ (زاد المسیر فی علم التفسیر ۴ :/۴۹۷)

ثابت ہوا کہ جمہور مفسرین متقدمین مثلاً قتادہ، مجاہد، عکرمہ، عطا، حسن بصری حتیٰ کہ خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول راجح یہ ہے کہ "نحر" سے مراد قربانی کرنا ہے نہ کہ نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنا۔

غلاوہ ازیں اہل حدیث کے امام قاضی شوکانی نے لکھا ہے:

"والمراد الامر لہ صلی اللہ علیہ وسلم بالدوام علی اقامۃ الصلوات المفروضۃ، وانحر البدن التی ھی خیار اموال العرب"

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: "فصل لربک وانحر" سے مراد یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ فرض نمازوں کو پابندی سے ادا کرتے رہیں اور اونٹوں کی قربانی کریں کہ وہ عرب کے بہتر مالوں سے ہیں۔ (فتح القدیر ۵ : / ۶۱۴)

قاضی شوکانی نے مزید ابن جریر، ابن المنذر، بیہقی ردز ار، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک "وانحر" سے مراد قربانی کرنا ہے۔ (فتح القدیر ۵ : / ۶۱۷)

کیا اب بھی غیر مقلدین نماز میں سینے پہ ہاتھ باندھنے کے سنت ہونے پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تفسیری قول کو بطور دلیل پیش کرتے پر اڑے رہیں گے؟ جب کہ جمہور مفسرین اور خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ ثابت ہوگیا کہ "وانحر" سے مراد قربانی کرنا ہے نہ کہ سینے پہ ہاتھ باندھنا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی نے اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ پیش فرمایا ہے:

ثنا حماد بن سلمة، ثنا عاصم الجحدري، عن أبيه، عن عقبة بن صهبان كذا قال :إن عليا رضي الله عنه قال في هذه الآية {فصل لربك وانحر} قال :" وضع يده اليمنى على وسط يده اليسرى، ثم وضعها على صدره"

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کے قول (فصل لربک ونحر) کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے (نماز میں) اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا پھر ان دونوں کو اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے "۔(انوار البدر ص ۴۹۶، بحوالہ التاریخ الکبیر للبخاری ۶: ۲۷/۴، السنن الکبری للبیہقی ۲: ۴۵/)"

جواب:

غرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے انوار البدر ص ۴۹۶ تا ص ۴۹۹ تک اس حدیث پر بھی وہی باتیں کہیں ہیں جو انھوں نے پہلی احادیث کے متن الساعد اور نحر کے بارے میں کی ہیں۔

اعتراض:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں :

"اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ العجاج کون ہیں؟ یہ عبداللہ بن رؤبہ العجاج البصری ہیں۔"

اپنی دلیل میں فرماتے ہیں:

"کیونکہ العجاج کے لقب سے یہی مشہور ہیں۔" (انوار البدر ص ۵۰۱)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جواب:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے بعض دلائل بہت گہرے ہوتے ہیں۔ اس قدر گہرے کہ اس کی تہہ تک عام شخص جا ہی نہیں سکتا۔ غیر مقلد علماء کرام نے غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی کتاب کی تعریف میں صفحات تحریر کیے ہیں کیونکہ وہ بھی ان دلائل کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے۔

عرض یہ ہے کہ عاصم الجحدری کے والد کی کنیت ابو الصباح ہے:

عاصم بن أبي الصباح الجحدري البصري. المقرئ المفسر.

(تاریخ الاسلام، 3۔ 437، ط: دار الغرب الاسلامی)

اور عبد اللہ بن رؤبۃ العجاج کی کنیت ابو رؤبۃ اور ابو الشعثاء ہے:

العجاج، أبو رؤبة، صاحب الرجز، هو أبو الشعثاء عبد الله بن رؤبة بن صخر التميمي. روى عن: أبي هريرة، وعنه: ابنه رؤبة.

(تاریخ الاسلام، 2۔ 1139، ط: دار الغرب الاسلامی)

دونوں کی کنیتوں میں موجود واضح فرق یہ بتا رہا ہے کہ عبد اللہ بن رؤبہ عاصم کے والد نہیں ہیں۔ ان عبد اللہ بن رؤبہ پر اس روایت کی عمارت کھڑی ہے۔ ان کے مجہول ہونے کی صورت میں یہ روایت ناکارہ ہو جاتی ہے اس لیے مزید کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ "العجاج کے لقب سے یہی مشہور ہیں" درست نہیں۔ ایسا حصر کسی امام نے نہیں کیا۔ ہمیں العجاج کے لقب سے اور کوئی معلوم نہیں لیکن اس کا مطلب نہ تو یہ ہے کہ اس زمانے میں اور کوئی العجاج ہی نہیں تھا اور نہ ہی یہ مطلب ہے کہ ہم انہیں زبردستی عاصم کا والد بنا دیں۔ ان کے بیٹے کا نام رؤبہ ہے جو ان سے روایت کرتے ہیں۔

اس تحقیق کے بعد اگرچہ "وانحر" کی تفسیر پر مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن کفایت اللہ سنابلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ نے "وانحر" کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے کہ نماز میں سینے پہ ہاتھ رکھنا ہے۔ لہٰذا اس پر بھی خامہ فرسائی کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ سنابلی صاحب کے شکوک کا بھی ازالہ کر دیا جائے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے حضرت علی کے تفسیری قول کو اپنا مستدل بنانے کے لیے اپنی کتاب میں صفحہ ۲۲۰ سے صفحہ ۲۴۴ تک کی لمبی مسافت طے کی ہے لیکن انہیں "سراب ظمآن" (چمکتی ریت جسے پیاسا پانی سمجھ کر اس کی طرف دوڑتا جائے) کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا ہے۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے لکھا ہے:

"صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے "فصل لربک وانحر" کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے (نماز میں) اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے بازو کے درمیان رکھ کر اپنے سینے پہ رکھنا مراد ہے۔ (انوار البدر، ص ۲۲۰:) اس پر عرض ہے کہ اس کے خلاف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد قربانی کرنا ہے نہ کہ نماز میں سینے پہ ہاتھ رکھنا۔ چنانچہ امام بیہقی نے اپنا موقف ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

"واما قوله عز وجل: "فصل لربک وانحر" ففی روایة علی ابن ابی طلحة عن ابن عباس فی قوله وانحر یقول فاذبح یوم النحر"

ترجمہ: اللہ عزوجل کے ارشاد "فصل لربک وانحر" میں "وانحر" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بروایت علی بن ابی طلحہ یہ ہے کہ "وانحر" کا معنی قربانی کے دن قربانی کرنا ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۱۴: ۱۹/)

اس کے بعد امام بیہقی نے "وانحر" کی تفسیر میں دیگر اقوال بھی ذکر کیے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے "وانحر" کی تفسیر میں جو روایت منقول ہے کہ اس کا معنی نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنا ہے، وہ صحیح نہیں۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"وقیل المراد بقوله وانحر وضع الید الیمنی علی الیسری تحت النحر یروی هذا عن علی ولا یصح" (تفسیر ابن کثیر ۸: ۵۰۳/)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ" وانحر " سے مراد داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ سینے پر رکھنا ہے اور یہ روایت حضرت علی سے ذکر کی جاتی ہے جو صحیح نہیں۔

نیز شارح بخاری ابن بطال [وفات ۴۴۹ھ] نے یہ لکھا ہے کہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ نے " وانحر " کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے کہ نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے کے نیچے باندھنا ہے۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ۲ : / ۳۵۸)

اگر حضرت علی کی تفسیری روایت کو سنابلی صاحب مستدل بناتے ہیں تو اس روایت کو اختیار کر کے سینے کے نیچے ناف کے اوپر (جیسا کہ امام شافعی و امام مالک کا مذہب ہے) ہاتھ باندھنے کو سنت کیوں نہیں مانتے؟ کیا اس لیے کہ اس سے امام شافعی یا امام مالک کی تقلید لازم آئے گی جو ان کے نزدیک شرک ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم ابوالحسن عبید اللہ بن محمد عبد السلام مبارکپوری نے " وانحر " کی تفسیر میں قربانی کے وجوب والے قول کو راجح قرار دیا ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ۵: / ۲۲)

خود سنابلی صاحب جواب دیں کہ " وانحر " کی تفسیر میں مبارکپوری صاحب درست ہے یا سنابلی صاحب؟ بات ان کے گھر کی ہے اس لیے راقم اس میں دخل انداز نہیں ہونا چاہتا۔

" وانحر " کی تفسیر نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنے سے کرنا مرجوح و نامقبول ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث اس کے خلاف ہے۔

چنانچہ طبرانی نے روایت کی:

" حدثنا احمد بن النضر العسکری ثنا هشام بن عمار ثنا حماد بن عبد الرحمن الکلبی ثنا المبارک بن ابی حمزة الزبیدی عن عکرمة عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال کتب علی الاضحی ولم یکتب علیکم وامرت بصلاة الضحی ولم تؤمروا "۔

(المعجم الکبیر ۱۱: / ۳۷۳)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی احمد بن نضر العسکری نے، انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہشام بن عمار نے، انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حماد بن عبدالرحمن الکلبی نے، انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی مبارک بن ابی حمزہ الزبیدی نے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ نے فرمایا: مجھ پر قربانی فرض کی گئی اور تم پر فرض نہیں کی گئی (بلکہ نفلی پر واجب کی گئی ہے) اور مجھے چاشت کی نماز کا حکم دیا گیا ہے اور تم کو حکم نہیں دیا گیا ہے۔

امام کنسی [وفات ۲۴۹ھ] نے فرمایا:

"حدثنا ابو نعیم ثنا الحسن بن صالح عن جابر عن عکرمة عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: کتب علی الاضحی ولم یکتب علیکم وامرت بصلاة الضحی ولم تؤمروا بها"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی ابونعیم نے، انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حسن بن صالح نے، انہوں نے جابر سے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ نے فرمایا: مجھ پر قربانی فرض کی گئی اور تم پر فرض نہیں کی گئی (تمہارے لیے سنت بنائی گئی) اور مجھے نماز چاشت کا حکم دیا گیا اور تمہیں حکم نہیں دیا گیا (واجب نہیں کی گئی)۔

(المنتخب من مسند عبد بن حمید ۱: / ۲۰۲)

ان دونوں مرفوع حدیثوں میں اشارہ ہے کہ "وانحر" فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربانی فرض کی گئی ہے۔ مسند عبد بن حمید کی حدیث صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ حافظ المحدیث ہیں۔

ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی مرفوع حدیث جس سے "وانحر" کی تفسیر قربانی کرنا ظاہر و باہر ہے، صحیح ہے۔ اس کے مقابلے میں "وانحر" کی تفسیر

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

میں نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوف و مرجوح ہے۔ لہٰذا اس سے سنابلی صاحب کا سینے پہ ہاتھ باندھنے کے ثبوت پر استدلال کرنا درست نہیں۔

اگر سنابلی صاحب کو ضد ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیری روایت کو دلیل بنا کر نماز میں سینے پہ ہاتھ باندھنے کو سنت کہیں گے تو ان کے لیے ایک گولڈن چانس ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ "وانحر" کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس تفسیری روایت کو بھی وہ پیش کر دیں جسے ابن ابی حاتم، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے السنن الکبریٰ میں مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ جب سورۂ کوثر نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ یہ "نحیرہ" کیا ہے جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے؟ تو حضرت جبرئیل نے فرمایا: کہ اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہتے وقت اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کریں۔ (الدر المنثور للسیوطی: ۸/ ۶۵۰)

اس روایت کو پیش کرنے سے سنابلی صاحب کو نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے کے وجوب کی ایک نادر دلیل بھی مل جائے گی۔

اس طرح سنابلی صاحب کو نماز میں رفع یدین کرنے اور سینے پہ ہاتھ رکھنے کے واجب ہونے کی بیک وقت ایک دلیل کتاب اللہ سے دستیاب ہو جائے گی۔ پھر کس کی مجال کہ اس کا انکار کرے ورنہ سنابلی صاحب کہہ دیں گے کہ آپ نے نماز میں رفع یدین اور سینے پہ ہاتھ باندھنے کو واجب نہ مان کر قرآن کا انکار کر دیا۔ لیکن گذارش ہے کہ سنابلی صاحب پہلے ابن کثیر کے اس ارشاد کو بھی ملاحظہ کریں:

"وقیل: المراد بقوله وانحر وضع الید الیمنی علی الیسری تحت النحر یروی هذا عن علی ولا یصح" (تفسیر ابن کثیر ۸: /۴۹۸)

کہا گیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وانحر" سے مراد داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ رکھنا ہے۔ یہ حضرت علی سے مروی ہے۔ اور یہ صحیح نہیں۔ اور "انحر" کی تفسیر میں حضرت علی کی رفع یدین والی روایت کے تعلق سے ابن کثیر نے یہ لکھا ہے:

" روی ابن ابی حاتم ههنا حدیثا منکرا جدا" یہاں پر (وانحر کی تفسیر میں) ابن ا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

بی حاتم نے بہت زیادہ منکر روایت ذکر کی ہے۔

ابن کثیر نے مزید لکھا ہے:

"کل هٰذه الاقوال غریبة جدا و الصحیح القول الاول ان المراد بالنحر ذبح المناسک". (تفسیر ابن کثیر ۸: / ۵۰۳)

یہ سب اقوال (نحر سے مراد رفع یدین کرنا، سینے پہ ہاتھ باندھنا، قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا وغیرہ) بہت زیادہ غریب (ضعیف) ہیں۔ صحیح قولِ اول ہے کہ "نحر" سے مراد قربانی کا جانور ذبح کرنا ہے۔

کیا ثنا بلی صاحب اب بھی کہیں گے کہ "نحر" سے مراد نماز میں سینے پہ ہاتھ باندھنا ہے؟؟ کیا ثنا بلی صاحب اپنے مقتدا قاضی شوکانی کے قول کو بھی ٹھکرا دیں گے کہ "نحر" سے مراد قربانی کرنا ہے؟ (فتح القدیر للشوکانی ۵ : / ۶۱۴)

ثنا بلی صاحب! انصاف کا یہ دوہرا معیار کیوں؟

غیر مقلد کفایت اللہ ثنا بلی صاحب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیری روایت کے ایک راوی عقبہ بن ظہیان کی توثیق کی دلیل میں یہ کہتے ہیں:

"اور آپ (ضیاء المقدسی) کی کتاب (الاحادیث المختارہ) میں صرف ثقہ راوی ہی سے روایت لیتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام ضیاء المقدسی کے نزدیک بھی یہ راوی (عقبہ بن ظہیان) ثقہ ہیں۔ (انوار البدر، ص ۲۲۲:)

غیر مقلد کفایت اللہ ثنا بلی صاحب! آپ کی بات تھوڑی دیر کے لیے مان لیتے ہیں کہ ضیاء المقدسی نے اپنی کتاب الاحادیث المختارہ میں جس راوی سے روایت لی ہے وہ ثقہ ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں عقبہ بن ظہیان کی روایت لی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ عقبہ بن ظہیان ثقہ ہے: لیکن ثنا بلی صاحب! امام ضیاء المقدسی نے نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کو بھی اپنی کتاب الا حادیث المختارہ میں عبدالرحمن بن اسحٰق اور زیاد بن زید السوائی کی سند سے ذکر کیا ہے۔ (الاحادیث المختارہ ۲: / ۳۸۶، حدیث : نمبر ۷۷۱، ۷۷۲)

سنابلی صاحب کے بقول اگر الا حادیث المختارہ میں عقبہ بن ظبیان سے روایت لینے کی وجہ سے عقبہ بن ظبیان ثقہ ہیں تو اسی الا حادیث المختارہ میں عبدالرحمن بن اسحٰق اور زیاد بن زید السوائی سے حدیث لینے کی وجہ سے یہ دونوں راوی ثقہ کیوں نہیں؟ اسی لیے نا کہ عقبہ بن ظبیان کی روایت سے نماز میں سینے پہ ہاتھ باندھنا ثابت ہوتا ہے جو اہلِ حدیث کا موقف ہے۔ اور عبدالرحمن بن اسحاق اور زیاد بن زید کی روایت سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت ہوتا ہے جو اہلِ حدیث کے موقف کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ دونوں راوی ان کے نزدیک غیر ثقہ ہو گئے ورنہ اگر الا حادیث المختارہ میں ہونے کی وجہ سے عقبہ بن ظبیان ثقہ ہیں تو عبدالرحمن بن اسحٰق اور زیاد بن زید اس میں ہونے کی وجہ سے ثقہ کیوں نہیں؟ دونوں میں فرق کرنا انصاف کا دوہرا معیار نہیں تو اور کیا ہے؟؟

ماحصل یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے "وانحر" کی تفسیر سینے پہ ہاتھ رکھنے سے کرنا مرجوح ہے جیسا کہ اس سلسلے میں تفسیر حوالے گذرے۔

علاوہ ازیں "وانحر" کی تفسیر میں خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مختلف اقوال منقول ہیں جیسا کہ ابن الجوزی کے حوالے سے گذرا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک "وانحر" سے مراد قربانی کرنا ہے اور یہی جمہور کا قول بھی ہے اور حضرت علی سے بھی مختلف قول منقول ہیں۔ جیسا کہ گذرا کہ "وانحر" سے مراد نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔ جب جمہور مفسرین کا راجح قول یہ ہے کہ "وانحر" کا معنیٰ نماز میں سینے پہ ہاتھ باندھنا نہیں بلکہ اونٹ کی قربانی کرنا ہے تو اہلِ حدیث کا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ تفسیری قول کو سینے پہ ہاتھ باندھنے کے سنت ہونے کی دلیل بنانا کیسے درست ہوگا؟ حالاں کہ یہ جمہور کے خلاف ہے بلکہ خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیگر اقوال کے معارض ہے؟

امام رازی جمہور مفسرین کے حوالے سے لکھتے ہیں:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

"ان المراد بو نحر البدن" "وانحر" سے مراد اونٹوں کی قربانی کرنا ہے

مزید لکھتے ہیں:

"ان استعمال لفظة النحر على نحر البدن اشهر من استعماله فی سائر الوجوه المذکورة فیجب حمل کلام الله علیه". (تفسیر کبیر ۳۲: /۳۱۸)

ترجمہ: لفظ نحر کا استعمال اونٹ کی قربانی کے معنیٰ میں دوسرے معانی کے مقابلے میں زیادہ مشہور ہے۔ لہٰذا کلام اللہ کو اسی معنیٰ پر محمول کرنا واجب ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

"ویرجح قول الاکثرین ان لم یصح عن النبی صلی الله علیه وسلم ما یخالفه ان الاشهر استعمال النحر فی نحر الابل دون تلک للمعانی"

ترجمہ: اگر اکثر مفسرین کے قول کے خلاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول نہیں ملتا تو اکثر کے قول کو قرآن کی تفسیر میں ترجیح حاصل ہوگی اور بلا شبہ لفظ نحر کا استعمال اونٹ کی قربانی کے معنیٰ میں دوسرے معانی کی بہ نسبت زیادہ مشہور ہے۔

(روح المعانی ۱۵: /۴۸۱)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیگر طرق پر تحقیق

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۴۹۶ تا ۵۳۱ تک اس اثر کے چند اسانید نقل کیں ہیں۔ اس کے متعلق تحقیق پیش خدمت ہے۔

حماد کے شاگرد "موسیٰ بن اسماعیل" کی روایت

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۵۱۱ پر لکھتے ہیں۔

تیسری دلیل: حماد کے شاگرد موسیٰ بن اسماعیل کی روایت۔

تمہید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کو حماد بن سلمہ کے ایک اور شاگرد "موسیٰ بن اسماعیل" نے بھی نقل کیا اور ان کی روایت میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی صراحت ہے۔ چنانچہ:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256) نے کہا:

قال موسى :حدثنا حماد بن سلمة، سمع عاصم الجحدري عن أبيه عن عقبة بن ظبيان عن علي، رضي الله عنه :{فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} وضع يده اليمني على وسط ساعده على صدره.

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے {فصل لربک وانحر} (الکوثر 2: /108) کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے (نماز میں) اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔

(التاریخ الکبیر للبخاری 6 : / 437. السنن الکبری للبیہقی 2 : / 45 واسنادہ صحیح)

یہ روایت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تمہید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اس تفسیری روایت میں وہی لفظ درست ہے جو سینے پر ہاتھ باندھنے پر دلالت کرے اور نہ کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر۔

جواب : عرض یہ ہے کہ یہ متن چند وجوہ سے ثابت نہیں ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۱۔امام بخاری کی جو سند ہے اس میں عاصم الجحدري، عن أبيه، ہے۔اور یہ سند میں اضافہ کسی راوی نے کیا ہے۔اور یہ راوی عن أبيه [الحجاج الجعدی] بھی مجہول ہے۔

۲۔اس روایت کے متن میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں ہے، جبکہ اس روایت کے ترجمہ میں نماز کے لفظ بریکٹ [ ] میں لکھ کر تحریف معنوی کی ہے۔

۳۔امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ تاریخ الکبیر سے یہ روایت نقل کی ہے۔تاریخ الکبیر اور بیہقی کا حوالہ ایک ہی ہے اس لیے اس کو دو روایات بیان کرنا غلط ہے۔اس روایت کی سند میں بھی راوی مجہول ہے اس لیے اس کی سند کو صحیح کہنا غلط ہے۔

۴۔مزید عرض یہ ہے کہ امام بخاری کی کتاب میں اس روایت کی بعد جو دوسری روایت ہے اس کو بھی نقل کر دیتے تاکہ عوام الناس پر اس روایت کی مزید حقیقت بھی واضح ہو جاتی۔مگر جناب نے اس کو بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

امام بخاری فرماتے ہیں۔

وَقَالَ قتيبة عَنْ حميد بن عَبْد الرَّحمن عَنْ يزيد بن أَبِي الجعد :عَنْ عاصم الجحدري عَنْ عقبة من أصحاب عَلِي عن علی رضی الله عنه :وضعها على الكرسوع.(التاریخ الکبیر ۶/ ۴۳۷)

جناب نے امام بیہقی کا حوالہ بھی دیا مگر اس کے بعد جو انھوں نے امام بخاری کو حوالہ دیا اس کو بھی نقل نہیں کیا۔

۵۔امام بیہقی لکھتے ہیں۔

وَقَالَ الْبخارِيّ، وَقَالَ لنا قُتَيْبَةُ، عَنْ حميد بن عَبْدِ الرَّحمن، عَنْ يَزِيد بْنِ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ عَاصِمٍ الْجَحْدَرِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ :وَضَعَهُمَا عَلَى الْكُرْسُوعِ-
(السنن الکبری ۲/ ۴۵)

یعنی ہاتھ گٹے کے کنارہ پر باندھتے تھے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

یہ روایت تو غیر مقلدین حضرات کے تمام دعوی کو ہی باطل کر دیتی ہے۔ کیونکہ وہ تو پوری ذراع [ہاتھ] کو دوسرے ہاتھ پر باندھنے کے قائل ہیں۔ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے حضرت سہل بن سعد اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس پر تفصیل سے لکھا ہے۔

اعتراض: غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۶۳۸ پر لکھتے ہیں۔

چوتھی دلیل: حماد کے شاگرد موسی بن اسماعیل کی روایت کا ایک اور طریق

تمہید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کو حماد بن سلمہ کے شاگرد "موسی بن اسماعیل" کی روایت امام بیہقی نے بھی نقل کی ہے اور اس میں بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کی صراحت ہے۔

چنانچہ:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی 458) نے کہا:

أخبرنا أبو بكر الفارسي أنبأ أبو إسحاق الأصبهاني أنبأ أبو أحمد بن فارس، ثنا محمد بن إسماعيل البخاري رحمه الله قال :أنبأ موسى، ثنا حماد بن سلمة سمع عاصما الجحدري، عن أبيه، عن عقبة بن ظبيان، عن علي {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} وضع يده اليمنى على وسط ساعده على صدره"

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} (الکوثر 2: /108) کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے (نماز میں) اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔

(السنن الکبری للبیہقی 2 : / 45 واسنادہ صحیح)

یہ روایت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تمہید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اس تفسیری روایت میں وہی لفظ درست ہے جو سینے پر ہاتھ باندھنے پر دلالت کرے اور نہ کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر۔

جواب : عرض یہ ہے کہ یہ سند بھی چند وجوہ سے ثابت نہیں ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

۱۔امام بیہقی کی جو سند ہے اس میں عاصم الجحدري، عن أبيه، ہے۔اور یہ سند میں اضافہ کسی راوی نے کیا ہے۔اور یہ راوی عن أبيه [الحجاج الجعدی] بھی مجہول ہے۔اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ تاریخ الکبیر سے یہ روایت نقل کی ہے۔تاریخ الکبیر اور بیہقی کا حوالہ ایک ہی ہے اس لیے اس کو دو روایات بیان کرنا غلط ہے۔

جناب نے امام بیہقی کا حوالہ بھی دیا مگر اس کے بعد جو انھوں نے امام بخاری کو حوالہ دیا اس کو بھی نقل نہیں کیا۔

امام بیہقی لکھتے ہیں۔

وقال البخاري، وقال لنا قتيبة، عن حميد بن عبد الرحمن، عن يزيد بن زياد بن أبي الجعد، عن عاصم الجحدري، عن عقبة من أصحاب علي، عن علي رضي الله عنه: وضعهما على الكرسوع۔

(السنن الکبری ۲/۴۵)

یہ روایت تو غیر مقلدین حضرات کے تمام دعوی کو ہی باطل کر دیتی ہے۔

۲۔اس روایت کے متن میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں ہے۔جبکہ اس روایت کے ترجمہ میں نماز کے لفظ بریکیٹ [ ] میں لکھ کر تحریف معنوی کی ہے۔

۳۔مزید یہ کہ حماد بن سلمہ کے شاگرد موسی بن اسماعیل سے علی صدرہ کے اضافت کے بغیر بھی یہ روایت منقول ہے۔جس کو امام بیہقی نے نقل کیا ہے۔اور اس میں عاصم بن الجحدری کے بعد مجہول راوی بھی موجود نہیں ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ علی صدرہ کی اضافت اس مجہول راوی کی طرف سے اضافہ ہے۔

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ حدثنا علي بن حمشاذ العدل حدثنا هشام بن علي ومحمد بن أيوب قالا حدثنا موسى بن إسماعيل حدثنا حماد بن سلمة عن عاصم الجحدري عن عقبة بن ظهير عن علي رضي الله عنه (فصل لربك وانحر) قال: هو وضع يمينك على شمالك في

الصلاة. كذا قال شيخنا عاصم الحضدري عن عقبة بن ضهبان.

(السنن الکبری وفی ذیلہا الجوہر النقی ۲/۲۸، رقم ۲۴۲۴)

۳۔اس روایت کی دوسری سند امام حاکم نے بھی نقل کی ہے۔جس میں علی صدرہ کی زیادت نہیں ہے۔

3980- حدثناه علي بن حمشاذ العدل، ثنا هشام بن علي، ومحمد بن أيوب، قالا: ثنا موسى بن إسماعيل، ثنا حماد بن سلمة، عن عاصم الحضدري، عن عقبة بن ضهبان، عن علي رضي الله عنه، {فصل لربك وانحر} قال: «هو وضعك يمينك على شمالك في الصلاة» والرواية الثانية.

(سكت عنه الذهبي في التلخيص. المستدرک علی الصحیحین، رقم ۳۹۸۰)

اس تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ اس روایت میں حماد بن سلمہ کے شاگرد موسیٰ بن اسماعیل کی روایت میں علی صدرہ کے الفاظ مجہول راوی کی طرف سے اضافہ ہے۔

حماد کے شاگرد "حجاج بن المنہال الأنماطی" کی روایت

غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۵۱۲ پر لکھتے ہیں۔

پانچویں دلیل: حماد کے شاگرد "حجاج بن المنہال الأنماطی" کی روایت

تمہید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کو حماد بن سلمہ کے ایک اور شاگرد "حجاج بن المنہال الأنماطی" نے بھی نقل کیا اور ان کی روایت میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی صراحت ہے۔

چنانچہ:

امام ابن المنذر رحمہ اللہ (المتوفی 319) نے کہا:

حدثنا علي بن عبد العزيز، قال: ثنا حجاج، قال: ثنا حماد، عن عاصم الحضدري، عن أبيه، عن عقبة بن ظبيان، عن علي بن أبي طالب رضوان الله عليه: " أنه قال في الآية {فصل لربك

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

وانحر} فوضع يده اليمنى على ساعده اليسرى ثم وضعها على صدره"

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت {فصل لربك وانحر} (الکوثر 108/2:) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے (نماز میں) دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر پھر انہیں اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔

(الأوسط لابن المنذر 3 :/ 91 رقم 1284 واسنادہ صحیح)

یہ روایت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تحمید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اس تفسیری روایت میں وضع کا لفظ درست ہے جو سینے پر ہاتھ باندھنے پر دلالت کرے اور نہ کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ یہ سند بھی چند وجوہ سے ثابت نہیں ہے۔

۱۔ اس سند میں بھی عن ابیہ [الحجاج الجعدی] مجہول ہے۔ جس کی وجہ سے یہ روایت بھی علت ہے۔

۲۔ اس مجہول [الحجاج الجعدی] راوی کی وجہ ہی سے اس روایت میں علی صدرہ کے الفاظ کی زیادت ہے۔

۳۔ اس روایت کے متن میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں ہے، جبکہ اس روایت سے استدلال میں نماز کے لفظ بریکیٹ [ ] میں لکھ کر تحریف معنوی کی ہے۔

اعتراض: غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۶۴۰ پر لکھتے ہیں۔

پہلی دلیل: حماد کے شاگرد حجاج بن المنہال الأنماطی کی روایت کا ایک اور طریق

تحمید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کو حماد بن سلمہ کے شاگرد "حجاج بن المنہال علی" کی روایت امام ابو اسحاق الثعلبی نے بھی نقل کی ہے اور اس میں بھی سینے پر ہاتھ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

باندھنے کی صراحت ہے۔ چنانچہ:

امام أحمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي، أبو إسحاق (المتوفى 427 :) نے کہا:

أخبرنا عبد الله بن حامد قال :أخبرنا محمد بن الحسين قال :حدثنا أحمد بن يوسف قال :حدثنا حجاج قال :حدثنا حماد عن عاصم الجحدري عن أبيه عن عتبة بن ظبيان عن علي ابن أبي طالب رضي الله عنه أنه قال في هذه الآية {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} قال :وضع اليد اليمنى على ساعده اليسرى ثم وضعها على صدره.

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} (الکوثر 108/:2) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے (نماز میں) دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر پھر انہیں اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔

(تفسیر الثعلبی 10 :/ 310 واسنادہ صحیح)

یہ روایت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تحمیہ میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اس تفسیری روایت میں وہی لفظ درست ہے جو سینے پر ہاتھ باندھنے پر دلالت کرے اور نہ کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر۔

جواب:

غرض یہ ہے کہ یہ سند بھی چند وجوہ سے ثابت نہیں ہے۔

۱۔ اس سند میں ایک راوی عبداللہ بن حامد بن محمد الوراق کی توثیق پیش کریں۔

۲۔ اس روایت میں عن أبيه [الحجاج الجعدری] مجہول ہے۔

۳۔ اس روایت کے متن میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں ہے، جبکہ اس روایت کے ترجمہ میں نماز کے لفظ بریکیٹ [ ] میں لکھ کر تحریف معنوی کی ہے۔

۴۔ مزید یہ کہ یہ ایک ہی روایت ہے جو کہ حجاج سے ۲ سندوں سے مروی ہے۔ اس ایک

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

روایت کو دلیل بنانا غلط ہے۔

حماد کے شاگرد "أبوصالح الخراساني" کی روایت

غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۵۱۲ پر لکھتے ہیں۔

نویں دلیل: حماد کے شاگرد "أبوصالح الخراساني" کی روایت

تمہید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کو حماد بن سلمہ کے ایک اور شاگرد "أبوصالح الخراساني" نے بھی نقل کیا اور ان کی روایت میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی صراحت ہے۔ چنانچہ:

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ (المتوفی 310) نے کہا:

حدثنا ابن حميد، قال :ثنا أبو صالح الخراساني، قال :ثنا حماد، عن عاصم الجحدري، عن أبيه، عن عقبة بن ظبيان، أن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال في قول الله: {فصل لربك وانحر} قال وضع يده اليمنى على وسط ساعده الأيسر، ثم وضعهما على صدره.

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اللہ تعالی کے فرمان: {فصل لربك وانحر} (الکوثر 2:/ 108) کی تفسیر میں فرمایا کہ :اس سے (نماز میں) اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر پھر انہیں اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔

(تفسیر الطبری :ت شاکر 24/ 652. صحیح المتن بالمتابعات لاجل ابن حمید)

یہ روایت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تمہید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اس تفسیری روایت میں وضع کا لفظ درست ہے جو سینے پر ہاتھ باندھنے پر دلالت کرے اور نہ کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر۔

جواب: عرض یہ ہے کہ یہ سند بھی چند وجوہ سے ثابت نہیں ہے۔

۱۔ اس روایت کی سند میں محمد بن حمید الرازی کو حافظ ابن حجر نے تقریب

التہذیب رقم ۵۸۳۴ پر ضعیف لکھا ہے۔

۲۔اس روایت کی سند میں عن أبیہ [الحجاج الجعدی] مجہول ہے۔

۳۔اس روایت کے متن میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں ہے، جبکہ اس روایت کے ترجمہ میں نماز کے لفظ بریکٹ [ ] میں لکھ کر تحریف معنوی کی ہے۔

۴۔مزید یہ کہ امام ابن جریر الطبری نے اس روایت کی ایک اور سند بھی نقل کی ہے، جس میں حماد بن سلمہ کے شاگرد عبدالرحمن بن مہدی ہیں۔اور عبدالرحمن بن مہدی روایت کرنے میں دیگر شاگردوں کے مقابلہ میں حماد بن سلمہ میں مضبوط ہیں۔جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب نے حدیث ہلب میں سفیان ثوری کی شاگردوں میں یحیی بن سعید القطان کے مضبوط ہونے کا جو درس دیا تھا معلوم ہوتا ہے اس مقام پر مسلکی حمایت میں نظر انداز کر دیا ہے۔

امام ابن جریر الطبری نقل کرتے ہیں۔

حدثنا ابن بشار، قال :ثنا عبد الرحمن، قال :ثنا حماد بن سلمة، عن عاصم الجحدري، عن عقبة بن ظبيان عن أبيه، عن علي رضي الله عنه (فصل لربك وانحر) قال :وضع اليد على اليد في الصلاة.

(جامع البیان فی تاویل القرآن ۲۴/۶۵۲)

حماد کے شاگرد "شیبان بن فروخ" کی روایت

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۵۱۳ پر لکھتے ہیں۔

ساتویں دلیل: حماد کے شاگرد "شیبان بن فروخ" کی روایت

تمہید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کو حماد بن سلمہ کے ایک اور شاگرد "شیبان بن فروخ" نے بھی نقل کیا اور ان کی روایت میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی صراحت ہے۔چنانچہ:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی 458) نے کہا:

أخبرنا أبو بكر أحمد بن محمد بن الحارث الفقيه، أنبأ أبو محمد بن حيان أبو الشيخ، ثنا أبو الحريش الكلابي، ثنا شيبان، ثنا حماد بن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سلمة، ثنا عاصم الجحدري عن أبيه عن عقبة بن صهبان كذا قال: إن عليا رضي الله عنه قال في هذه الآية {فصل لربك وانحر} قال: "وضع يده اليمنى على وسط يده اليسرى، ثم وضعها على صدره"

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت {فصل لربک وانحر} (الکوثر 108/2:) کی تفسیر میں فرمایا کہ: اس سے (نماز میں) اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر پھر انہیں اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔

(السنن الکبری للبیہقی 2 :/ 46 حدیث نمبر 2337 واسنادہ حسن)

یہ روایت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تھید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اس تفسیری روایت میں وضع کا لفظ درست ہے جو سینے پر ہاتھ باندھنے پر دلالت کرے اور نہ کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے پر۔

جواب: ۱۔ عرض یہ ہے کہ یہ سند بھی چند وجوہ سے ثابت نہیں ہے۔

۱۔ عرض یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں ابو الحریش الکلابی کی توثیق پیش کریں۔ بغیر توثیق کے اسناد کو حسن کہنا غلط ہے۔

۲۔ اس سند میں عن أبيه [الحجاج الجحدری] بھی مجہول ہیں تو پھر حماد بن سلمہ کے شاگردوں میں شیبان کی روایت کا تذکرہ کرنا غلط ہے۔

۳۔ اس روایت کے متن میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں ہے، جبکہ اس روایت سے قبل میں نماز کے لفظ بریکٹ [ ] میں لکھ کر تحریف معنوی کی ہے۔

۴۔ حماد بن سلمہ کے شاگرد شیبان بن فروخ سے اس روایت کی ایک دوسری سند بھی ہے جس میں ناف پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی 458) نے کہا:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

أخبرنا جناح بن نذير بالكوفه ثنا عمي احمد بن جناح، ثنا أبو الحريش، ثنا شيبان، ثنا حماد بن سلمة، ثنا عاصم الحدري عن أبيه عن عقبة بن صهبان كذا قال: إن علياً رضي الله عنه قال في هذه الآية {فصل لربك وانحر} قال: "وضع يده اليمنى على وسط يده اليسرى، ثم وضعها على سرته"

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت {فصل لربک وانحر} (الکوثر 2:/108) کی تفسیر میں فرمایا کہ: اس سے (نماز میں) اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر پھر انہیں اپنے ناف پر رکھنا مراد ہے۔

(الخلافیات للبیہقی ۲/ ۲۵۳، رقم الحدیث ۱۴۸۱)

اعتراض: کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۵۱۴ پر لکھتے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ یہ روایت باطل اور منکر ہے، کیوں کہ اس روایت کو شیبان سے نقل کرنے والا احمد بن جناح یہ احمد بن جناح المحاربی ہے۔ دیکھیں: الزہد الکبیر للبیہقی ص ۲۹۵ رقم ۷۸۱۔ یہ مجہول ہے۔۔۔۔ اس لیے امام بیہقی نے اس مجہول کی روایت کے بعد فوراً تنبیہ کرتے ہوئے کہا: وقال غيره عن ابي الحريش: على صدره۔

احمد بن جناح المحاربی کے علاوہ [حافظ ابو محمد بن حیان] نے ابو الحریش سے علی صدرہ کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ لہذا اس مجہول کی یہ روایت باطل و منکر ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

جواب: غرض یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا اعتراض اصول کے تحت غلط ہے۔

۱۔ احمد بن جناح المحاربی مجہول نہیں بلکہ صدوق راوی ہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

قال الأثرم: سئل أبو عبد الله، يعني أحمد بن حنبل، عن أحمد بن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جناح قال: لم یکن به بأس. (الجرح والتعدیل ۲/ ۲۵)

احمد بن جناح المحاربی ابو الکوفی البغدادی ہے۔

۲۔ غیر مقلد سنابلی صاحب نے جو امام بیہقی سے غیرہ عن ابی الحریش: علی صدرہ۔ کے الفاظ سے اس روایت کو باطل اور منکر قرار دیا ہے۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی الفاظ امام بیہقی نے مومل بن اسماعیل کی روایت میں علی صدرہ کے الفاظ کے بارے میں بالکل یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔ مسلکی حمایت میں امام بیہقی کی جرح قبول کی جبکہ مسلکی کے خلاف امام بیہقی کی جرح کو نظر انداز کر دیا۔

۳۔ اس روایت کو اگر ان کے نزدیک مجہول راوی [احمد بن جناح] کی وجہ سے باطل اور منکر قرار دیا گیا ہے تو غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ تقریباً تمام روایات میں مجہول راوی عن أبیہ: [الحجاج الجعدی] ہے۔ پھر تو ان کے اصول کے مطابق یہ تمام روایات باطل اور منکر ہیں۔

حماد کے شاگرد "مہران بن أبی عمر العطار" کی روایت

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۵۱۵ پر لکھتے ہیں۔

دسویں دلیل: حماد کے شاگرد "مہران بن أبی عمر العطار" کی روایت

تمہید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کو حماد بن سلمہ کے ایک اور شاگرد "مہران بن أبی عمر العطار" نے بھی نقل کیا اور ان کی روایت میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی صراحت ہے۔ چنانچہ:

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ (المتوفی 310) نے کہا:

حدثنا ابن حمید، قال: ثنا مهران، عن حماد بن سلمة، عن عاصم الجحدري، عن عقبة بن ظهير، عن أبيه، عن علي رضي الله عنه {فصل لربك وانحر} قال: وضع يده اليمنى على وسط ساعده اليسرى، ثم وضعهما على صدره۔

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے {فصل لربک وانحر}

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(الکوثر 2: /108) کی تفسیر میں فرمایا کہ: اس سے (نماز میں) دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر پھر انہیں اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔

(تفسیر الطبری: ت شاکر 24/ 652، صحیح المتن بالمتابعات لاجل ابن حمید)

یہ روایت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تحمید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اس تفسیری روایت میں وہی لفظ درست ہے جو سینے پر ہاتھ باندھنے پر دلالت کرے اور نہ کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر۔

جواب: عرض یہ ہے کہ یہ روایت بھی چند وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

۱۔ سند میں محمد بن حمید الرازی کو حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب، رقم ۵۸۳۴ پر ضعیف لکھا ہے۔

۲۔ اس سند میں حماد بن سلمہ کا شاگرد مہران بن ابی عمر العطار بھی مختلف فیہ ہے۔

۳۔ اور اس روایت کی سند میں عن أبیہ [الحجاج الجعدری] مجہول ہے۔

۴۔ اس روایت کے متن میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں ہے، جبکہ اس روایت کے ترجمہ میں نماز کے لفظ بریکٹ [ ] میں لکھ کر تحریف معنوی کی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی تحقیق اصول کے تحت غلط ہے۔

حماد کے شاگرد "أبوعمرو الضریر" کی روایت

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۵۱۵ پر لکھتے ہیں۔

آٹھویں دلیل: حماد کے شاگرد "أبوعمرو الضریر" کی روایت

تحمید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کو حماد بن سلمہ کے ایک اور شاگرد "أبوعمرو الضریر" نے بھی نقل کیا اور ان کی روایت میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی صراحت ہے۔ چنانچہ:

طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی 321) نے کہا:

حدثنا أبو بكرة، قال: حدثنا أبو عمرو الضرير، قال: أخبرنا حماد

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

بن سلمة، أن عاصم الجحدري أخبرهم، عن أبيه، عن علي بن أبي طالب، كرم الله وجهه، في قوله: {فصل لربك وانحر} قال: "وضع يده اليمنى على الساعد الأيسر، ثم وضعهما على صدره"

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کے قول {فصل لربک وانحر} (الکوثر 2: 108/) کی تفسیر میں فرمایا کہ: اس سے (نماز میں) دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر پھر انہیں اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔ (أحكام القرآن للطحاوی 1/ 184 حدیث نمبر 323 صحیح المتن رجالہ ثقات لکن سقط عقبۃ بن ظبیان من السند)

یہ روایت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تمہید میں منقول علی رضی اللہ عنہ کی اس تفسیری روایت میں وہی لفظ درست ہے جو سینے پر ہاتھ باندھنے پر دلالت کرے اور نہ کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر۔

جواب: عرض یہ ہے کہ یہ سند بھی چند وجوہ سے ثابت نہیں ہے۔

۱۔اس روایت کی سند کو خود کفایت اللہ سنابلی صاحب نے شاذ کہا ہے۔

۲۔اس سند میں عن أبيه [الحجاج الجحدری] کی توثیق کفایت اللہ سنابلی صاحب نے ہی پیش کرنی ہے۔

۳۔اس روایت کی سند میں عن أبيه عن علي بن أبي طالب کی سند میں اتصال سند اور سماع ثابت کریں۔

۴۔امام طحاوی نے اس کی دوسری سند نقل کی ہے جس میں علی صدرہ کی زیادت نہیں ہے۔ جس سے اس روایت کی حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔

حدثنا أبو بكرة، قال: حدثنا مؤمل، قال: حدثنا حماد بن سلمة، قال: حدثنا عاصم الجحدري، عن عقبة بن ظهير، عن علي رضي الله عنه، في قوله عز وجل: {فصل لربك وانحر}، قال: "وضع

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الیمنی علی الیسری فی الصلاۃ"

اس سند میں مجہول راوی عن ابیہ [الحجاج الجعدی] بھی نہیں ہے اور سند میں علی صدرہ کے الفاظ کی زیادتی بھی نہیں ہے۔

۵۔اس روایت کے متن میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں ہے۔جبکہ اس روایت کے ترجمہ میں نماز کے لفظ بریکٹ [ ] میں لکھ کر تحریف معنوی کی ہے۔

نوٹ:۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار البدر ص ۵۱۱ پر لکھتے ہیں کہ ان ۹ راویوں میں سے ۶ راوی بالاتفاق ایک ہی طرح کی الفاظ علی صدرہ [سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ] نقل کیے ہیں۔

مزید غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب ص ۵۱۹ ج پر لکھتے ہیں۔

نو روایات میں سے سات روایات میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کا ذکر ہے اور اس کے برخلاف صرف اور صرف دو روایات ہی میں ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں لہذا سات روایات کے مقابلے میں صرف دو روایات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جواب: عرض یہ ہے کہ ان ۶ روایات کی اسانید ضعیف ہیں اور ان ۶ میں سے ۲ روایات میں حماد بن سلمہ کے شاگرد موسی بن اسماعیل اور مومل بن اسماعیل کے روایات میں تو علی صدرہ کے الفاظ کی زیادتی کے بغیر بھی روایات موجود ہیں۔اور ان باقی ۴ روایات میں سے ایک شیبان بن فروخ کی روایت میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر موجود ہے۔اس طرح ضعیف سند میں ۳ ہی ہیں۔

عرض یہ ہے کہ روایات کی زیادتی ایک الگ بحث ہے کیونکہ اس کی تمام سند میں ضعیف ہیں اور مجہول راوی کا اضافہ بھی ہے۔مگر ایک نکتہ اہم ہے کہ حماد بن سلمہ سے روایت کرنے والے شاگردوں میں عبدالرحمن بن مہدی اثبت اور مضبوط ہیں۔

حماد کے شاگرد "مومل بن اسماعیل" کی روایت

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۵۱۸ پر لکھتے ہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی 321) نے کہا:

حدثنا أبو بكرة، قال :حدثنا مؤمل، قال :حدثنا حماد بن سلمة، قال :حدثنا عاصم الجحدري عن عقبة بن ظبيان عن علي رضي الله عنه، في قوله عز وجل :{فصل لربك وانحر}، قال :"وضع اليمنى على اليسرى في الصلاة"

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کے قول {فصل لربک وانحر} کی تفسیر میں فرمایا کہ: اس سے (نماز میں) دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر پھر انہیں اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی 1/ 184 حدیث نمبر 323)

حماد کے شاگرد "عبدالرحمن بن مہدی" کی روایت

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۵۱۸ پر لکھتے ہیں۔

حدثنا ابن بشار، قال :ثنا عبد الرحمن، قال :ثنا حماد بن سلمة، عن عاصم الجحدري، عن عقبة بن ظبيان عن أبيه، عن علي رضي الله عنه(فصل لربك وانحر) قال :وضع اليد على اليد في الصلاة. (جامع البیان فی تاویل القرآن ۲۴/ ۶۵۲)

اس سند میں حماد بن سلمہ کے شاگرد عبدالرحمن بن مہدی ہیں۔ اور عبدالرحمن بن مہدی روایت کرنے میں دیگر شاگردوں کے مقابلہ میں حماد بن سلمہ میں مضبوط ہیں۔

امام ابن رجب فرماتے ہیں۔

قال النسائي :أثبت أصحاب حماد بن سلمة بن مهدي وابن المبارك وعبد الوهاب الثقفي۔

شرح علل الترمذی لابن رجب ۱/ ۲۶۷، الکواکب النیرات فی معرفۃ من الرواۃ الثقات ۱/ ۴۶۰

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب نے حدیث بلب میں سفیان ثوری کی شاگردوں میں یحیٰی بن سعید القطان کے مضبوط ہونے کا جو درس دیا تھا معلوم ہوتا ہے اس مقام پر مسلکی حمایت میں نظر انداز کر دیا ہے۔ ایسی سند جس میں مجہول اور ضعیف راوی ہو اس کو صحیح ماننے پر کفایت اللہ سنابلی صاحب بضد ہیں تو پھر اس روایت کو علی صدرہ کے بغیر تسلیم کر لیں، کیونکہ اس میں حماد بن سلمہ کے اثبت شاگرد عبدالرحمن بن مہدی ہیں۔ راوی کے اثبت شاگرد کی روایت ماننے پر آپ نے کئی صفحات لکھے ہیں۔

حماد بن سلمہ کا اختلاط

اس مقام پر صرف مختصر عرض یہ ہے کہ خود حماد بن سلمہ کے حافظہ پر بھی محدثین کرام کے اعتراضات موجود ہیں۔

جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص ۵۲۲ پر حماد بن سلمہ کا دفاع مسلکی حمایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حماد بن سلمہ پر اختلاط یا تغیر حفظ کا الزام مردود ہے، امام ابن معین نے ایسے لوگوں کی تردید کی ہے۔ چنانچہ امام ابن معین کہتے ہیں :

حماد بن سلمہ کی شروع سے آخر کی تمام احادیث ایک جیسی ہیں۔

(تاریخ الدوری ۴/ ۳۱۲)

معلوم ہوا کہ بقول امام ابن معین حماد بن سلمہ شروع سے لیکر اخیر تک ثقہ تھے۔"

اس کے برعکس جب اپنے موقف کے خلاف ایک روایت آئی تو اس پر جناب نے تو حماد بن سلمہ پر اپنا موقف ہی تبدیل کر دیا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

غیر مقلد سنابلی کی مسلکی حمایت میں حماد بن سلمہ کے بارے تضاد بیانی:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی دوسری کتاب " ایام قربانی اور آثار صحابہ " میں لکھتے ہیں۔

لیکن اس تصحیح کے بعد یہ علت پیدا ہوگئی کہ بعض محدثین کے بقول حماد بن سلمہ مختلط ہیں۔(الخلافیات للبیہقی تحت الرقم ۳۰۴۳)

اور یہاں ان سے روایت کرنے والے عبیداللہ بن محمد التمیمی کے بارے میں یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے حماد کے اختلاط سے پہلے سنا ہے۔احناف کے پسندیدہ محقق زاہد الکوثری نے حماد بن سلمہ کو مختلط مانا ہے۔دیکھیے تانیب الخطیب ص ۱۸۲، ۲۵۴

تین دن قربانی کے قائلین کے پیشوا زبیر علی زائی صاحب نے بعض مقامات پر جہاں حماد بن سلمہ کی روایات کو تصحیح کی ہے وہاں یہ واضح کیا ہے کہ ان سے روایت کرنے والے راوی نے ان سے اختلاط سے قبل سنا ہے اور ان کے نفس اختلاط کی تردید نہیں کی ہے۔(جزء رفع الیدین ترجمہ حافظ زبیر علی زائی صفحہ ۷۴ حاشیہ)۔۔۔

(ایام قربانی اور آثار صحابہ کفایت اللہ سنابلی صفحہ ۳۶)

کفایت اللہ سنابلی صاحب اس تحریر کے بعد خود ہی تصریح کریں کہ ان کے پیش کردہ روایات میں حماد بن سلمہ کے کس شاگرد کا سماع ان کے اختلاط سے قبل کا ہے اور کس کا سماع بعد از اختلاط ہے؟

قارئین کرام غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی اس مسلکی حمایت کو ملاحظہ کریں۔جس سے ان کی تحقیق کا اندازہ بخوبی ہو جائے گا۔غیر مقلدین کا ایک محقق اپنے حق میں روایت آنے پر حماد بن سلمہ کے اختلاط کے رد کرتا ہے جبکہ دوسرا محقق حماد بن سلمہ پر اختلاط کا اعتراض کرتا ہے۔جب اس محقق کے خلاف کوئی روایت آتی ہے تو پھر حماد بن سلمہ کے اختلاط کا اعتراض کرتا ہے اور دوسرا محقق حماد بن سلمہ پر اختلاط ماننے سے انکار کرتا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اس مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ تمام دلائل اصول کے تحت ضعیف ہیں۔

امام دارقطنی کی تحقیق:

اس حدیث میں راویوں کے اختلاف پر امام دارقطنی نے بھی کلام کیا ہے مگر کسی متن میں علی صدرہ کے الفاظ ذکر نہیں کیا۔

وَسُئِلَ عَنْ حَدِيثِ عُقْبَةَ بْنِ ظَهِيرٍ، عَنْ عَلِيٍّ فِي قَوْلِهِ {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} قَالَ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ.

فَقَالَ حَدِيثٌ يَرْوِيهِ عَاصِمٌ الْجَحْدَرِيُّ وَاخْتُلِفَ عَنْهُ؛

فَرَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ عَاصِمٍ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ ظَهِيرٍ عَنْ عَلِيٍّ. وَخَالَفَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْجَحْدَرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ ظَبْيَانَ عَنْ عَلِيٍّ. قَالَهُ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَّادٍ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادٍ عُقْبَةُ بْنُ صُهْبَانَ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ (العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ، رقم ۴۵۱)

امام دارقطنی کی تحقیق میں یہ حدیث عاصم بن الجعدری سے حماد بن سلمہ اور یزید بن زیاد بن أبي الجعد دونوں نے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں بھی اختلاف ہے۔ یزید بن زیاد بن أبي الجعد یہ روایت عاصم الجحدری عن عقبۃ بن ظہیر عن علی کی سند سے کرتا ہے جبکہ یہ روایت حماد بن سلمہ عن عاصم الجحدری، عن أبیہ، عن عقبۃ بن ظبیان عن علی کی سند سے کرتا ہے۔ اور یہ بات بھی اہم ہے کہ امام دارقطنی نے حماد بن سلمہ کی سند میں اختلاف تو بیان کیا ہے مگر انہوں نے علی صدرہ کی زیادت نقل نہیں کی۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہ اضافہ متن میں صحیح نہیں ہے۔

امام ابو حاتم کی تحقیق:

1739 - عقبة بن ظبيان ويقال عقبة بن ظهير روى عن علي روى

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

عاصم الجحدری عن أبیه عنه سمعت أبي یقول ذلك، قال أبو محمد اختلف حماد بن سلمة ویزید بن زیاد بن أبي الجعد في هذا الحدیث۔ فقال حماد عن عاصم الجحدری عن ابیه عن عقبة بن ظبیان عن علی في قوله عز وجل (فصل لربك وانحر) فقال وضع الیمین علی الشمال في الصلاة۔ وروی یزید بن زیاد بن أبي الجعد عن عاصم الجحدری عن عقبة بن ظهیر عن علی. (الجرح والتعدیل ۶/ ۳۱۳)

امام ابو حاتم کی تحقیق میں یہ حدیث عاصم بن الجعدری سے حماد بن سلمہ اور یزید بن زیاد بن أبی الجعد دونوں نے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں بھی اختلاف ہے۔ یہ روایت حماد بن سلمہ عَنْ عَاصِمِ الْجَحْدَرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ ظَبْيَانَ عَنْ عَلِيٍّ کی سند سے کرتا ہے۔ جبکہ یَزِيدُ بْنُ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ یہ روایت عَاصِمِ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ ظَهِيرٍ عَنْ عَلِيٍّ کی سند سے کرتا ہے

اور یہ بات بھی اہم ہے کہ امام ابو حاتم نے حماد بن سلمہ کی سند میں اختلاف تو بیان کیا ہے مگر انہوں نے علی صدرہ کی زیادت نقل نہیں کی۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہ اضافہ متن میں صحیح نہیں ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

دونوں ہاتھوں کو ہتھیلی کے گٹ پر باندھنا

امام بخاری فرماتے ہیں۔

وقال قتيبة عن حميد بن عبد الرحمن عن يزيد بن أبي الجعد عن عاصم الجحدري عن عقبة من أصحاب علي عن علی رضی الله عنه: وضعها على الكرسوع۔

(التاریخ الکبیر ۶/ ۴۳۷، السنن الکبری ۲/ ۴۵)

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ہاتھوں کو ہتھیلی کے جوڑ یعنی گٹ پر باندھتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

قتیبہ" بن سعید بن جمیل	ثقہ ثبت	التقریب، رقم ۵۵۲۲
حمید" بن عبد الرحمن بن حمید	ثقہ	التقریب رقم ۱۵۵۱
یزید" بن زیاد بن أبي الجعد	شیخ ثقہ	العلل عبد اللہ بن احمد، رقم ۱۴۱۰

عاصم بن الجحدری اور عقبہ کو تو خود عنایت اللہ سنابلی صاحب ثقہ مانتے ہیں۔

اس تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ اس کے تمام راوی عنایت اللہ سنابلی صاحب کے نزدیک بھی ثقہ ہیں۔ اور جناب کے موقف کا رد یہ اثر کر رہا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں "علی صدرہ" کے الفاظ نہیں

عرض یہ ہے کہ اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں متعدد روایات ایسی بھی ہیں جس میں علی صدرہ کی زیادت نہیں ہے۔ حماد بن سلمہ سے بھی ان کے اثبت شاگرد عبدالرحمن بن مہدی اور موسیٰ بن اسماعیل بغیر علی صدرہ کے یہ روایت بیان کرتے ہیں۔ اس روایت میں عاصم الجحدری سے ان کے دوسرے شاگرد یزید بن زیاد بن أبي الجعد اس حدیث کو مروی کرتے ہیں اور اس میں علی صدرہ کے الفاظ کی زیادتی نہیں ہے۔ اور سند میں عن أبيه | الحجاج الجحدری | مجہول راوی کا اضافہ بھی نہیں ہے۔ مزید یہ کہ ان تمام روایات میں نماز کا ذکر موجود ہے جبکہ حماد بن سلمہ کی روایات میں نماز کا تذکرہ نہیں ہے۔

امام طحاوی کی روایت:

امام طحاوی نقل فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَاصِمٍ الْحَحْدَرِيِّ، عَنْ عَقِيلَةَ بْنِ ظَبْيَانَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فِي قَوْلِهِ: {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} قَالَ: "وَضْعُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ"۔ (أحکام القرآن للطحاوی ۱/ ۱۸۴، رقم ۳۲۵)

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے۔

امام ثعلبی کی روایت:

امام ثعلبی نقل فرماتے ہیں:

وأخبرنا ابن فنجويه قال: حدثنا علي ابن إبراهيم بن أحمد العطار قال: حدثنا عبد الله بن محمد بن عبد العزيز قال: حدثنا هاشم بن الحرث المروزي قال: حدثنا محمد بن ربيعة قال: حدثنا يزيد بن

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ذياب بن أبي السعد [يزيد بن زياد بن أبي الجعد] عن عاصم الحجدري عن عقبة بن ظهير عن علي بن أبي طالب في قوله {فصل لربك وانحر} قال: وضع اليمين على الشمال في الصلاة
(تفسیر الثعلبی 10 :/ 310)

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے مراد ہے۔

ابن جریر طبری کی روایت:

امام ابن جریر الطبری نقل فرماتے ہیں:

حدثنا أبو كريب، قال: ثنا وكيع، عن يزيد بن أبي زياد، عن عاصم الحجدري، عن عقبة بن ظهير، عن علي رضي الله عنه: (فصل لربك وانحر) قال: وضع اليمين على الشمال في الصلاة.

حدثنا ابن بشار، قال: ثنا أبو عاصم، يقال: ثنا عوف، عن أبي القموص، في قوله: (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) قال: وضع اليد على اليد في الصلاة. (جامع البیان فی تاویل القرآن ۲۴/ ۶۵۲)

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنے مراد ہے۔

امام دارقطنی کی روایت:

امام دارقطنی روایت فرماتے ہیں۔

حدثنا أبو حامد محمد بن هارون: حدثنا محمد بن هشام بن عيسى المزوذي: حدثنا محمد بن ربيعة: حدثنا يزيد بن زياد بن أبي الجعد، عن عاصم الحجدري، عن عقبة بن ظهير، عن علي بن أبي طالب

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

في قوله عز وجل :فصل لربك وانحر، قال :وضع اليمين على الشمال في الصلاة. (الثالث والثمانون من الفوائد الأفراد الدارقطني ۲ / ۳۵۴)

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے {فصل لربک وانحر} کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے مراد ہے۔

امام دارقطنی اپنی دوسری کتاب میں روایت نقل کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن مخلد، نا محمد بن إسماعيل الحساني، ثنا وكيع، ثنا يزيد بن زياد بن أبي الجعد، عن عاصم الحجدري، عن عقبة بن ظهير، عن علي رضي الله عنه {فصل لربك وانحر} قال :»وضع اليمين على الشمال في الصلاة. (سنن الدارقطنی ۲ / ۳۲، رقم ۱۰۹۹)

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے {فصل لربک وانحر} کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے مراد ہے۔

خطیب بغدادی کی روایت:

محدث خطیب بغدادی روایت کرتے ہیں:

أخبرنا أبو الحسن بن رزقويه حدثنا عبد الباقي بن قانع القاضي حدثنا علي بن محمد بن أبي الشوارب حدثنا حفص بن عمر الجدي حدثنا وكيع حدثنا يزيد بن زياد بن أبي الجعد عن عاصم الحجدري عن عقبة بن ظهير عن علي رضي الله عنه في قول الله تعالى فصل لربك وانحر قال وضع اليمين على الشمال في الصلاة.

(موضح أوہام الجمع والتفریق ۲ / ۳۴۰)

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے {فصل لربک وانحر} کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے مراد ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

امام ضیاء المقدسی کی روایت:

امام ضیاء الدین المقدسی روایت نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا عبدالوهاب بن علي الصوفي ببغداد أن ( ) الفتح ابنا أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي الدار قطني الحافظ ثنا أبو حامد محمد بن هارون ثنا محمد بن ( ) ثنا يزيد بن أبي زياد بن أبي الجعد عن عاصم الجحدري عن عقبة بن ظهير عن علي بن أبي طالب في قوله {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} قال وضع اليمين على الشمال في الصلاة۔ (الأحادیث المختارۃ للضیاء المقدسی ۱/۳۵۷)

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے مراد ہے۔

محدث ابن ابی شیبہ کی روایات:

محدث ابن ابی شیبہ نے روایت نقل کی ہے۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ،قَالَ :حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ عَاصِمٍ الْجَحْدَرِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ ظَهِيرٍ، عَنْ عَلِيٍّ :فِي قَوْلِهِ {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} قَالَ: وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ.

(المصنف ابن ابی شیبہ رقم ۳۹۶۲-۳۹۸۴)

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے مراد ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت علی سے ان دیگر روایت میں نماز کا ذکر بھی ہے اور ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی ہے جبکہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ ضعیف روایات میں نماز کا ذکر موجود نہیں ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی "فوق السرۃ" والی روایت

عنایت اللہ سنابلی صاحب کی تیسری پیش کردہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو کہ ابوداود میں موجود ہے:

حَدَّثَنَا محمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ يَعْنِي ابْنَ أَعْيَنَ، عَنْ أَبِي بَدْرٍ، عَنْ أَبِي طَالُوتَ عَبْدِ السَّلَامِ، عَنِ ابْنِ جَرِيرٍ الضَّبِّيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ» :رَأَيْتُ عَلِيًّا، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُمْسِكُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ.

جناب ابن جریر الضبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پہنچے (کلائی) کے پاس (جوڑ کے پاس) سے پکڑ رکھا تھا اور وہ ناف سے اوپر تھے۔

بحوالہ: سنن ابوداؤد بکتاب الصلوۃ: باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ، حدیث نمبر 757۔

غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں:

"عرض یہ ہے کہ "فوق" کے مفہوم کو صرف اسی معنی (ناف کے عین اوپر۔۔۔ ناقل) کے ساتھ خاص کر دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیوں کہ عربی زبان ولغت میں فوق کسی چیز کے اوپر کے لیے بھی مستعمل ہے۔" (انوار البدر ص ۵۳۲)

جواب:

عرض یہ ہے کہ "فوق" کے مفہوم کو صرف "صدر" کے ساتھ خاص کر دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب کو چاہیے کہ اس روایت کی رو سے سر پر ہاتھ باندھا کریں کیونکہ وہ بھی ناف کے لحاظ سے "فوق" ہی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

غیر مقلد حافظ اللہ سنابلی صاحب یہ بھی نہیں فرما سکتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیری روایت سے "الصدر" کی تعیین ہو چکی ہے کیوں کہ اس میں عاصم الجحدری کے والد تابعی کا معلوم نہیں۔

نیز اس روایت کو ابن کثیر نے غیر صحیح کہا ہے اور ابن کثیر کا مرتبہ تفسیر میں محتاج بیان نہیں۔ اب جب کہ "فوق" کی کوئی تعیین نہیں ہے تو پھر "فوق" کے معنی پر مکمل عمل کر کے اس روایت سے سر پر ہاتھ باندھنے کی دلیل لینی چاہیے۔

قاضی شوکانی کی تحقیق:

اگر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب یہ چاہیں کہ اس روایت کو فہم سلف کی روشنی میں دیکھیں تو ہم اس سے قبل تفصیل سے واضح کر چکے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنا ائمہ اربعہ سے ثابت نہیں ہے۔ ہاتھ باندھنے کے مقام کے حوالے سے سلف کے یہ مذاہب ہیں:

والحديث استدل به من قال :إن الوضع يكون تحت السرة وهو أبو حنيفة وسفيان الثوري وإسحاق بن راهويه وأبو إسحاق المروزي من أصحاب الشافعي. وذهبت الشافعية، قال النووي :وبه قال الجمهور إلى أن الوضع يكون تحت صدره فوق سرته. وعن أحمد روايتان كالمذهبين، ورواية ثالثة أنه يخير بينهما ولا ترجيح وبالتخيير قال الأوزاعي وابن المنذر. قال ابن المنذر في بعض تصانيفه :لم يثبت عن النبي - صلى الله عليه وسلم - في ذلك شيء فهو مخير. وعن مالك روايتان :إحداهما يضعهما تحت صدره، والثانية يرسلهما ولا يضع إحداهما على الأخرى.

(نیل الاوطار 2۔219 ط: دار الحدیث)

ترجمہ: قاضی شوکانی فرماتے ہیں: "اور اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں گے۔ اور وہ ابو حنیفہ،

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور شوافع میں سے ابو اسحاق مروزی ہیں۔ اور شافعیہ کا مذہب اور بقول امام نوویؒ جمہور جس کے قائل ہیں یہ ہے کہ ہاتھ سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر باندھے جائیں گے۔ اور امام احمدؒ دونوں مذہبوں کی طرح دو روایتیں ہیں، اور تیسری روایت یہ ہے کہ اسے اختیار ہوگا دونوں میں اور کسی کو ترجیح نہیں ہے۔ اور اختیار کی ہی بات اوزاعی اور ابن المنذر نے بھی کی ہے۔ ابن المنذرؒ نے اپنی ایک تصنیف میں کہا ہے: نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے اس لیے اختیار ہے۔ اور امام مالکؒ سے دو روایتیں ہیں: ایک یہ کہ سینے کے نیچے باندھے اور دوسری یہ کہ دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دے اور ایک کو دوسرے پر نہ رکھے۔"

یہ سلف کے اقوال ہیں ہاتھ باندھنے کی جگہ کے بارے میں اور ان میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ جنہوں نے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کی بات کی ہے انہوں نے سینے سے نیچے باندھنے کا کہا ہے۔ ان اقوال کی روشنی میں اس روایت کا مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس سے مراد ناف کے اوپر اور سینے کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔

ماضی قریب کے مالکی فقیہ محمود خطاب سبکی تحریر فرماتے ہیں:

ويمكن أن يكون دليلا لمن قال إن محل وضع اليدين فوق السرة وتحت الصدر. (المنهل العذب المورود، 5۔ 164، ط: مطبعة الاستقامة)

ترجمہ: "اور ممکن ہے کہ یہ ان کی دلیل بنے جو کہتے ہیں کہ ہاتھ رکھنے کی جگہ ناف کے اوپر اور سینے کے نیچے ہے۔"

صاحب عون المعبود علامہ شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں:

ويمكن أن يستدل به على ما ذهبت إليه الشافعية من الوضع تحت الصدر وفوق السرة ولكن قد عرفت ما في جرير الضبي من المقال على أنه أثر۔ (عون المعبود، 2۔ 324، ط: العلمیۃ)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ : "اور ممکن ہے کہ اس سے اس مذہب پر استدلال کیا جا سکے جو شافعیہ کا ہے یعنی سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا۔ لیکن آپ جانتے ہیں جو کچھ جریر الضبی میں کلام ہے اور جب کہ یہ ہے بھی اثر۔"

صاحب عون المعبود نے جریر الضبی کے بارے میں جس کلام کی بات کی ہے اسے ہم واضح کرتے چلیں کہ جریر الضبی مستور الحال ہیں۔ یعنی ان کے بارے میں نہ توثیق مروی ہے اور نہ تضعیف۔ ابن حبانؒ نے انہیں "ثقات" میں ذکر کیا ہے لیکن ابن حبانؒ توثیق میں متساہل قرار دیے جاتے ہیں کیوں کہ یہ اس شخص کی بھی توثیق کر دیتے ہیں جس کے شیخ اور شاگرد ثقہ ہوں اور اس کے اپنے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے ان کی توثیق کے لیے تین حوالوں کا سہارا لیا ہے، مگر یہ روایت ان کے موقف کو ثابت نہیں کرتی۔ یہ تو اہل سنت کی دلیل بنتی ہے اس لیے اس روایت کو اپنے دلائل میں ذکر کرنا تحقیق کے خلاف ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کے اثر کا جائزہ

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی 354) نے کہا:

ثنا أبو خليفة قال ثنا علي بن المدني قال ثنا عبد الله بن سفيان بن عقبة قال سمعت جدي عقبة بن أبي عائشة يقول رأيت عبد الله بن جابر البياضي صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع إحدى يديه على ذراعه في الصلاة۔

عقبہ بن ابی عائشہ کہتے ہیں کہ میں نے صحابی رسول عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے نماز میں اپنے ایک ہاتھ کو اپنے بازو پر رکھا۔

(الثقات لابن حبان ت العثمانیۃ 5 :/ 228 ومن طریق ابی خلیفہ اخرجہ الطبرانی کما فی الأحادیث المختارۃ 9/ 130، ومن طریق الطبرانی اخرجہ ابونعیم فی معرفۃ الصحابۃ لأبی نعیم 3/ 1610 رقم 4054 وقال الامام الھیثمی فی مجمع الزوائد 2/ 105: اسنادہ حسن)

وضاحت: اس حدیث میں بھی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے "ذراع" (یعنی کہنی سے بیچ کی انگلی تک کے پورے حصہ) پر رکھنے کا عمل منقول ہے، اب اگر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے "ذراع" (یعنی کہنی سے بیچ کی انگلی تک کے پورے حصے) پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینے پر آجائیں گے، تجربہ کر کے دیکھ لیجئے، لہٰذا یہ حدیث بھی نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی دلیل ہے۔ (انوار البدر ص ۵۴۷)

جواب:

مذکورہ حدیث کی جو وضاحت کی گئی ہے وہ سراسر غلط اور من چاہی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حدیث کے جو اہم الفاظ ہیں دو یہ ہیں:

۱۔ یدیہ ۲۔ ذراعیہ

"ید" بڑی انگلی کی نوک سے لے کر کندھے تک کو کہتے ہیں۔

"ذراع" غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب انگلی کی نوک سے لے کر کہنی تک کو کہتے ہیں۔

مکمل "ید" مکمل "ذراع" پر رکھنا ممکن نہیں۔

دائیں ہاتھ کی "ذراع" (جو کہ "ید" کا کچھ حصہ ہے) بائیں ہاتھ کی "ذراع" پر رکھیں تو آپ کی مجوزہ صورت ہوگی مگر حدیث میں اس کی تصریح نہیں۔ اگر حدیث میں یہ ہوتا کہ "دائیں ہاتھ کی انگلی بائیں ہاتھ کی کہنی کے قریب رکھیں" تو آپ کی مذکورہ وضاحت ٹھیک ہوتی مگر ایسا حدیث میں نہیں ہے۔

دوسری بات یہ کہ آپ کی مذکورہ وضاحت دوسری صحیح احادیث کے مخالف ہے جس میں سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ کی "نصف ذراع" پر رکھنے کا حکم ہے۔

البتہ دائیں "ید" کا کچھ حصہ بائیں "ذراع" کے کچھ حصہ پر رکھا جائے تو بھی حدیث پر عمل ہو جاتا ہے۔

لہٰذا صحیح یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ کو گٹ کے پاس سے پکڑیں اور سیدھے ہاتھ کی کچھ انگلیاں الٹے ہاتھ پر بچھا دیں۔ یہ عمل کسی بھی حدیث کے خلاف نہیں۔ اگر آپ الٹے ہاتھ کو گٹ کے پاس سے پکڑ کر کچھ انگلیاں بچھا دیں تو یہ انگلیاں الٹے ہاتھ کی نصف ذراع تک ہی پہنچتی ہیں۔

عرض یہ ہے کہ "ذراع" کا مکمل معنی لے کر "ید" کا مکمل معنی کیوں چھوڑ دیتے ہیں؟ اگر ید کا بھی مکمل معنی لیں تو ان کو کبھی ایک دوسرے پر رکھنا ہی ممکن نہ ہو۔ لیکن ہم غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب سے یہ بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے خود بھی یہ تجربہ کر کے دیکھا اور ادھر ادھر کے اور افراد سے بھی کروایا لیکن کسی کے ہاتھ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے قول کے مطابق سینے پر نہیں پہنچے بلکہ پیٹ کے اوپری حصے تک ہی پہنچ پائے۔ جب تک ہاتھ اوپر اٹھائے نہ جائیں،

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کندھے سکیڑے نہ جائیں یا بازو کسی پیدائشی نقص کی وجہ سے عام سائز سے چھوٹے نہ ہوں ان کا سینے تک اس طرح پہنچنا ناممکن ہے۔ چونکہ آپس کی بات چل رہی ہے اس لیے ہم غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ سینہ وہ ہوتا ہے جس میں پسلیاں ہوتی ہیں اور پسلیوں کے نیچے کا نرم حصہ پیٹ کہلاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے پیش کردہ چاروں آثار میں سے کوئی ایک بھی ان کے موقف پر دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب جابجا حنفیوں کے اقوال سے دلیلیں دیتے ہیں۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اگر اپنا مسلک ثابت کرنا ہے تو پھر احناف کے اقوال سے دلیل کا انہیں کیا فائدہ ہے؟ اور اگر غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا مقصود الزام خصم ہے یعنی احناف کو یہ بتانا ہے کہ ان کے علماء کا بھی یہ قول ہے تو احناف اپنے علماء کی "تحت السرۃ" کی ترجیح کو بھی مانتے ہیں۔ وہ آدھے کو مان کر آدھے کا انکار نہیں کرتے، اس لیے ان اقوال و دلائل کا کوئی فائدہ نہیں۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کیا سینے ہاتھ باندھنے کا قول کسی عالم کا ہے؟

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اس بات کے جواب میں چار دلائل دیتے ہیں۔

اعتراض:

پہلی دلیل کے تحت فرماتے ہیں :

" اللہ تعالی نے اس بات کی کوئی ضمانت نہیں لی کہ وہ فقہاء کے اقوال اور فتاوی کی بھی حفاظت کرے گا بلکہ اللہ تعالی نے صرف کتاب وسنت کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔"

(انوار البدر ص ۷۳۹)

جواب:

عرض ہے کہ اللہ تعالی نے کہیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہمارے پاس کسی عالم سے ثابت شدہ قول نہ ہو تب بھی ہم اس امکان کو دلیل بنائیں کہ" ہوسکتا ہے کہ کوئی قول ہو لیکن وہ محفوظ نہ ہو" اس دلیل کی بنیاد پر عمل کرنے کا ہمیں کوئی حکم نہیں ملا۔

امام ترمذی العلل کی ابتداء میں فرماتے ہیں:

جميع ما في هذا الكتاب من الحديث فهو معمول به وقد أخذ به بعض أهل العلم ما خلا حديثين حديث بن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم جمع بين الظهر والعصر بالمدينة والمغرب والعشاء من غير خوف ولا سفر ولا مطر وحديث النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال إذا شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد في الرابعة فاقتلوه وقد بينا علة الحديثين جميعا في الكتاب۔

(العلل الصغیر (فی آخر السنن)، 1۔736، ط: دار احیاء التراث العربی)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: "اس کتاب میں جتنی بھی احادیث ہیں ان پر عمل ہوا ہے اور انہیں بعض اہل علم نے لیا ہے سوائے دو حدیثوں کے، حدیث ابن عباس کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا بغیر کسی خوف، سفر یا بارش کے۔ اور حدیث نبی ﷺ کہ آپ نے فرمایا: جب کوئی شراب پی لے تو اسے کوڑے لگاؤ اور اگر وہ چوتھی بار یہ کام کرے تو اسے قتل کر دو۔ اور ہم نے دونوں حدیثوں کی تمام علتیں کتاب میں بیان کر دی ہیں۔"

یہاں امام ترمذیؒ نے اس بات کا بالکل لحاظ نہیں کیا کہ "ہو سکتا ہے" کسی کا قول ان احادیث کا ہو۔ یہاں یہ یاد رہے کہ امام ترمذی کی اس نفی سے مراد مکمل عمل کی نفی ہے ورنہ ان روایات کی تاویل کر کے تو اس تاویل کے مطابق ان پر عمل تو جاری رہا ہے۔ امام ترمذیؒ کا یہ عدم عمل کا دعوی پہلی روایت میں تو درست نہیں ہے اس لیے کہ اس پر علماء نے عمل کیا ہے۔ ہاں یہ عمل باقاعدہ مسلک کی شکل اختیار نہیں کر سکا۔ دوسری روایت کے بارے میں امام کا یہ دعوی بالکل درست ہے اور سوائے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے کسی سے بھی اس پر عمل کا قول منقول نہیں ہے اور ان کی روایت بقول علامہ شوکانی نقطع ہے۔

امام ترمذیؒ کے اس قول کے جواب میں محدثین و فقہاء میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ "قول کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ پاک نے نہیں لی اس لیے ممکن ہے کہ کوئی قول موجود ہو۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا یہ استدلال فاسد ہے اور جب تک ہمیں کوئی قول نہیں ملتا ہم یہی سمجھیں گے کہ کوئی قول ہے ہی نہیں۔

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اس استدلال کے مطابق اگر عمل کرنے لگ جائیں کہ "قول کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے نہیں لی" تو دنیا میں کوئی اجماع باقی نہیں بچے گا کیوں کہ ہم اجماع میں یہی امکان ہوگا کہ ممکن ہے کسی جماعت کا قول اس کے خلاف ہو۔ لہذا اس استدلال کا فساد انتہائی واضح ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اعتراض:

دوسری دلیل کے تحت غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں : "بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ کسی نے اس پر عمل نہیں کیا تو بھی کسی کے عمل نہ کرنے کی وجہ سے ثابت شدہ سنت رسول ﷺ کو چھوڑا نہیں جائے گا۔" (انوار البدر ص ۷۴۰)

جواب:

عرض ہے کہ یہ اس وقت ہے جب سنت رسول ثابت شدہ ہو۔ اور ہم ابھی اس کے ثبوت پر بات کر رہے ہیں۔

اعتراض:

تیسری دلیل کے تحت غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں : "یہ بات بھی غلط ہے کہ یہ اہل علم میں سے کسی کا قول نہیں۔ بلکہ یہ قول تو صحابہ سے بھی ثابت ہے۔"

جواب:

آئیے! ذرا اس دعوے کی گہرائی میں جاتے ہیں۔

اعتراض :

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں :

"نیز گزشتہ سطور میں ہم بتا چکے ہیں کہ امام شافعیؒ سے بھی یہ قول منقول ہے، بلکہ بعض روایات کے مطابق امام احمدؒ سے بھی یہ قول منقول ہے اور معنوی طور پر یہی قول امام مالکؒ سے بھی منقول ہے۔" (انوار البدر ص ۷۴۱)

جواب:

عرض یہ ہے کہ گزشتہ سطور میں ہم نہ صرف بتا چکے ہیں بلکہ ثابت بھی کر چکے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ میں سے کسی کا قول بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کا نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس امام احمدؒ کی مضبوط روایت ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اعتراض:

غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب آگے فرماتے ہیں:

"علاوہ بریں امام بیہقی نے اپنی سنن میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا باب قائم کیا ہے۔"

(انوار البدر ص ۷۴۱)

جواب:

عرض یہ ہے کہ امام بیہقی متفقہ طور پر شافعی عالم ہیں۔ انہیں ابن الملقن، ابن خلکان، سبکی، ابن کثیر، نواب صدیق حسن خان اور حاجی خلیفہ نے باقاعدہ طور پر شافعی قرار دیا ہے۔ علامہ ذہبی اور ابن الملقن نے ان کے شافعی ہونے پر اقوال نقل کیے ہیں۔ ان کو بعض نے امام الحدیث کہا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خدمات کی وجہ سے حدیث کے حوالے سے یہ امام ہیں اور مسلک کے حوالے سے یہ شافعی فقیہ ہیں۔ انہوں نے جو باب قائم کیا ہے یہ مجمل ہے اور شوافع کے نزدیک "علی الصدر" کا مطلب ہم واضح کر چکے ہیں کہ وہ علی الصدر کی روایات کو "فوق السرۃ" اور "تحت الصدر" پر محمول کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے یہاں بھی "علی الصدر" کا یہی مطلب ہوگا جب تک کہ ان کی جانب سے اس کے خلاف صراحت نہ آجائے۔

اعتراض:

چوتھی دلیل کے تحت غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں:

"سینے پر ہاتھ باندھنا اجتہادی معاملہ نہیں ہے بلکہ اس بارے میں نص صریح موجود ہے جس کے سامنے اجتہاد کی کوئی گنجائش ہی موجود نہیں ہے۔" (انوار البدر ص ۷۴۱)

جواب:

غیر مقلد عنایت اللہ سنابلی صاحب! نص صریح کے ثبوت پر ہی تو بات چل رہی ہے۔ ہم دعوی کرتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر نص صریح ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے۔ شیخ نے اس پر تحریف کا جو الزام لگایا ہے وہ سراسر غلط ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین حضرات کے پاس ایک صریح صحیح دلیل نہیں جو ان

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کے موقف کو ثابت کر سکے۔ ائمہ وفقہاء احناف کا موقف میں نماز میں تعظیم کے پیش نظر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا راجح ہے۔ اللہ ہمیں حق بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

غیر مقلدین کا ایک دھوکہ اور اس کا جواب

بعض اہل حدیث کم پڑھے لکھے لوگوں میں حنفیوں کے خلاف بدگمانی پھیلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ حنفیوں کا کہنا ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں زیادہ تعظیم کا اظہار ہوتا ہے، اس لیے ہم لوگ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حنفیوں کے پاس نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے ثبوت پر کوئی صحیح و معتبر حدیث موجود نہیں۔ ان کے پاس صرف عقلی اور قیاسی دلیل ہے پھر اہل حدیث کے بعض علماء نے اس عقلی توجیہ کو باطل ثابت کرنے کے لیے صفحات کے صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں اور اس کو بنیاد بنا کر خوب جی بھر کے امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے مقلدین کے خلاف پروپیگنڈے پھیلائے ہیں کہ یہ لوگ حدیث چھوڑ کر صرف قیاس اور رائے پر عمل کرتے ہیں۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے مقلدین پر یہ سراسر تہمت ہے جس کا مقصد لوگوں کو امام ابوحنیفہ اور احناف سے بدظن کر کے فرقہ اہل حدیث میں داخل کرنا ہے۔

حنفیوں کے پاس ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے ثبوت پر معتبر و مقبول احادیث و آثار موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت علی، حضرت انس، حضرت وائل بن حجر، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ کرام کی احادیث اور حضرت ابراہیم نخعی، حضرت ابومجلز اور حضرت امام ابوحنیفہ وغیرہم تابعین کرام کے آثار بھی موجود ہیں۔ فقہائے احناف نے ان احادیث و آثار کو بطور دلیل ذکر فرمایا ہے اور مختلف وجوہ ترجیح کے ذریعہ ان احادیث و آثار کی ترجیحی حیثیت کو واضح کیا ہے۔ انہیں وجوہ ترجیح میں سے ایک وجہ ترجیح یہ ذکر کی ہے کہ حالت نماز تعظیم و تواضع کی حالت ہے لہٰذا ادب کی بارگاہ میں قیام کی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

حالت میں بندہ کے لیے زیادہ بہتر ہے کہ وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو۔ کیوں کہ اس میں تعظیم وتواضع کا اظہار زیادہ ہے اور نماز میں ہاتھ پہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کی یہ حکمت صرف امام ابوحنیفہ اور مقلدین احناف نے نہیں دیگر ائمہ مجتہدین کے مقلدین فقہاء وعلماء نے بھی بیان کی ہے۔

دیکھئے اس ضمن میں شارح صحیح مسلم علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

"قال العلماء والحکمة فی وضع احدایہا علی الاخری انہ اقرب الی الخشوع ومنعہما من العبث"

ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پہ رکھ کر نماز میں کھڑے ہونے میں زیادہ خشوع ہے اور دونوں ہاتھوں کو عبث و بے کار چھوڑ رکھنے سے بچانا ہے۔

(شرح النووی علی صحیح مسلم ۴: / ۱۱۵)

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی یہی لکھا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"قال العلماء الحکمة فی ہذة الہیئة انہ صفة السائل الذلیل وہو امنع من العبث واقرب الی الخشوع"

ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پہ رکھ کر کھڑے ہونے میں حکمت یہ ہے کہ یہ ہیئت اس سائل کی ہے جو خود کو اپنے رب کی بارگاہ میں کمتر ظاہر کرے اور اس میں عبث سے زیادہ دور رہنا اور زیادہ خشوع ہے۔ (فتح الباری ۲: / ۲۲۴)

امام ابن اسحٰق بن راہویہ [وفات ۲۳۷ ھ] جو امام بخاری، مسلم، ابو داؤد ونسائی کے اساتذہ میں جو "سید الحفاظ" جامع علم حدیث وفقہ، صدوق وورع وزہد سے یاد کیے گئے ہیں۔ انہوں نے تو صاف فرمادیا ہے:

"تحت السرة اقوی فی الحدیث واقرب الی التواضع"

ترجمہ: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے اور اس میں تواضع زیادہ ہے۔ (مسائل الامام احمد واسحاق بن راہویہ ۲: / ۵۵۱)

گرچہ احناف ناف کے نیچے دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے میں زیادہ تعظیم وتواضع کا

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اظہار سمجھتے ہیں لیکن وہ اس کا انکار نہیں کرتے کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے میں بھی تعظیم وتواضع کا اظہار ہے۔ شوافع کے نزدیک سینے کے نیچے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کی حکمت بھی اظہار تعظیم وتواضع ہے جسے احناف بھی تسلیم کرتے اور اس کو وہ ناپسند اور مکروہ نہیں کہتے۔ لیکن کوئی بھی باشعور غیر جانب دار منصف مزاج آدمی سوچ کر یہ فیصلہ کرے کہ اہل حدیث زمانہ غیر مقلدین کی طرح دونوں ہاتھوں کو سینے کے اوپر بلکہ گلے کے قریب رکھ کر دونوں پیر کو خوب پھیلا کر کھڑے ہونا کسی عاجز ومسکین سائل کے تواضع وانکسار کو ظاہر کرتا ہے یا کسی اکھاڑے میں اکڑ کر کھڑے ہونے والے پہلوان کی ہیئت کی عکاسی کرتا ہے؟ یقیناً یہ اظہار تواضع وانکسار کا انداز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ مجتہدین فقہاء ومحدثین میں سے کسی نے غیر مقلدین کی طرح سینے پہ ہاتھ باندھنے کا قول نہیں کیا ہے اور جن احادیث میں "علی صدرہ" کا لفظ آیا ہے اس کو شوافع ومالکیہ نے اس کے حقیقی معنیٰ پر محمول نہیں کیا ہے بلکہ "عند صدرہ" (سینے کے پاس) اور "قریب صدرہ" (سینے کے قریب) کے معنیٰ پر محمول کرتے ہوئے ناف کے اوپر سینے کے قریب ہاتھ باندھنے پر عمل کیا ہے اور احناف وحنابلہ نے "تحت السرۃ" والی احادیث کی بنیاد پر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو مسنون قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ غیر مقلدین کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ کسی امام مذہب کی تقلید کرتے ہوئے نماز میں ناف کے نیچے یا ناف کے اوپر ہاتھ باندھیں تاکہ ان کا ہر نمازی حالت نماز میں رب کی بارگاہ میں ایک متواضع سائل نظر آئے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے سے متعلق بعض غیر مقلدین کی رائے

گذشتہ اوراق میں احادیث معتبرہ وآثار صحیحہ سے ثابت کر دیا گیا کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا خلاف سنت نہیں بلکہ سنت ہے۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ آنے والے صفحات میں ہم یہ ثابت کریں گے کہ اہل حدیث سینے پہ ہاتھ باندھنے کے ثبوت پر جو احادیث پیش کرتے ہیں، ان سے سینے پہ ہاتھ باندھنے کا سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ سینے پہ ہاتھ باندھنے کا جو طریقہ اہل حدیث کا ہے وہ جمہور اہل سنت و جماعت سے الگ ان کا خود ساختہ طریقہ ہے۔ لیکن سردست پہلے ہم اہل حدیث کی جماعت کے بعض معتبر و مستند علماء و مفتیوں کی آراء پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت کہا ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والوں کو بھی حق بجانب قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

محمد بن عبدالوہاب کے بیٹے عبداللہ بن محمد کا فتویٰ:

وہابیوں کے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے صاحبزادے شیخ عبداللہ [وفات ۱۲۰۶ھ] کا فتویٰ مع ترجمہ پیش خدمت ہے:

"سئل الشیخ عبداللہ بن محمد عن رفع الیدین فاجاب ـــ فاذا فرغ من رفع الیدین وضع یمینہ علی شمالہ علی مفصل الکف تحت السرۃ کما فی سنن ابی داؤد عن علی قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلاۃ تحت السرۃ"

ترجمہ: شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب سے رفع یدین کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب تکبیر تحریمہ کے لیے رفع یدین کر کے فارغ ہو تو داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے گٹے پہ رکھ کر ناف کے نیچے باندھ لے۔ کیوں کہ سنن ابو داؤد میں حضرت علی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز میں ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پہ رکھ کر ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھ لینا سنت ہے۔ (الدرر السنیہ ۴: / ۲۸۳، مطابع العبیکان)

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ اہل حدیث زمانہ کے نزدیک اگر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا خلاف سنت ہے اور حنبلی و حنفی حضرات ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر سنت کی مخالفت کرتے ہیں تو یہ الزام شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے صاحبزادے شیخ عبداللہ پر عائد ہوگا یا نہیں؟ آخر وہ بھی تو نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت مان رہے ہیں!

محمد بن عبدالوہاب کی رائے :

انہوں نے لکھا ہے:

"واما فوق السرة تحت الصدر او على الصدر او تحت السرة فليس فيها حديث ثابت قطعيا"

ترجمہ: ہاتھ ناف کے اوپر سینے کے نیچے یا سینے پر یا ناف کے نیچے رکھا جائے اس پر کوئی حدیث قطعی دلیل کے طور پر موجود نہیں۔

پھر آگے لکھا ہے:

"فالامر موسع والله اعلم ولا يتخذ سبيلا لتفريق المسلمين وتضليلهم وتشتيت شمل كلمتهم"

ترجمہ: اس مسئلہ میں گنجائش ہے۔ اس کو تفریق مسلمین اور تضلیل مسلمین کا ذریعہ نہ بنایا جائے اور ان کا شیرازہ منتشر نہ کیا جائے۔

پھر اپنا موقف ظاہر کرتے ہوئے تحریر کیا:

"ويضعهما تحت السرة لحديث علي"

دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے، حدیث علی کی بنیاد پر۔

(مختصر الانصاف والشرح الکبیر ۱: / ۱۱۷، مجموعۃ الحدیث علی ابواب الفقہ لابن عبد الوہاب ۱: / ۳۷۹)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

شیخ ابن عبد الوہاب اپنی زبان ہی سے کہی یہ تو کہہ رہے ہیں کہ ناف کے اوپر سینے کے نیچے، سینے پہ یا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ایک فرعی فقہی مسئلہ ہے۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کے پیچھے کوئی دلیل قطعی موجود ہو۔ لہٰذا اس کی بنیاد پہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا، انہیں گمراہ کہنا اور ان کا شیرازہ منتشر کرنا درست نہیں۔ لیکن شیخ نجدی کو شیخ الاسلام کہنے والے آج کے وہابی اہل حدیث ان کی اس نصیحت کو پس پشت ڈال کر اس فرعی فقہی مسئلہ کی آڑ میں مسلمانوں کو مخالف سنت کہہ کر ان کی جمعیت کو پارہ پارہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ آخر ایسا کیوں؟ کیا وہ یہ کہنے کی جرأت کریں گے کہ ان کے شیخ الاسلام بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا قول کر کے سنت کی مخالفت کرنے والے تھے؟

ابن القیم کی رائے :

اہل حدیث کے معتمد شیخ ابن القیم الجوزیہ کے حوالہ سے علامہ محمد بن ابراہیم آل الشیخ لکھتے ہیں:

"والروایۃ الاخریٰ انہ یجعلہما تحت السرۃ لخبر علی وغیر ذٰلک من آثار عضدتہ وقوتہ وابن القیم قررفی کتابہ البدائع ورجح جعلہما تحت السرۃ وقال: فیہ حدیث علی ومعضود بغیرہم وکل بذامن باب الاستحباب والندب لامن باب الوجوب"

ترجمہ: دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ کی احادیث وآثار کی وجہ سے جو حضرت علی کی حدیث کو تقویت دینے والے ہیں اور ابن القیم نے اس کو اپنی کتاب البدائع میں ثابت کیا ہے اور دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھنے کو راجح قرار دیا اور کہا ہے کہ اس میں حضرت علی کی حدیث ہے اور اس کو دوسری روایات سے تائید حاصل ہے۔ اور یہ سب باب استحباب سے ہے باب وجوب سے نہیں۔ (شرح کتاب آداب المشی الی الصلوٰۃ: ۲۳/)

اب تو غیر مقلدین کو مان لینا چاہیے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا خلاف سنت بلکہ خلاف حدیث نہیں۔ بات بات پہ ابن القیم کا حوالہ دینے والے آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ ابن القیم

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

صاف کہہ رہے ہیں کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت راجح ہے۔ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس پر دیگر احادیث وآثار موجود ہیں اور حضرت علی کی حدیث کو دیگر احادیث وآثار سے تقویت حاصل ہونے کی وجہ سے سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت پر راجح ہے۔ اگر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا خلاف سنت ہے تو وہابیہ ابن القیم کے بارے میں کیا کہیں گے وہ بھی تو اس کو مندوب ومسنون مان رہے ہیں؟

عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ:

مشہور اہل حدیث عالم عبدالعزیز بن باز نے اپنے فتویٰ میں لکھا:

"افیدک بان ما ذکر من جهة وضع الیدین فی الصلاة تحت السرة موافق لمذهب الامام احمد رحمه الله وهو المعروف فی کتب الحنابلة وهو قول جماعة من اهل العلم" (مجموع فتاوی بن باز ۲۹: / ۲۴۰)

ترجمہ: میں آپ کو فائدے کی بات بتاتا ہوں کہ نماز میں دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھنے کے سلسلے میں جو ذکر کیا گیا وہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق ہے یہی حنابلہ کی کتابوں میں معروف ہے اور یہی اہل علم کی ایک جماعت کا قول ہے۔

ابن باز کے فتویٰ میں تضاد:

قارئین کرام! آپ نے بن باز کا فتویٰ اوپر پڑھ لیا۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا امام احمد بن حنبل کا اور اہل علم کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ لیکن ان کا ایک دوسرا فتویٰ پڑھئے: سائل نے پوچھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ ہاتھ سینے پہ نہیں باندھتے بلکہ بعض ناف کے نیچے اور بعض اس سے کچھ اوپر باندھتے ہیں ایسا کرنا کیا ہے؟

اس کے جواب میں شیخ بن باز نے لکھا:

ج "للشروع وضعها علی الصدر حال القیام قبل الرکوع وبعده والله

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

ولی التوفیق "(ملخص مجموعہ فتاوی بن باز ۱۱: / ۱۵۳)

حالت قیام میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد سینے پہ ہاتھ رکھنا مشروع ہے۔

شیخ بن باز کے فتوی سے یہی تو ظاہر ہے کہ سینے پہ ہاتھ رکھنا مشروع ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا غیر مشروع ہے، کیوں کہ سائل نے تو یہ پوچھا تھا کہ کچھ لوگ سینے پر ہاتھ نہیں باندھتے بلکہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں۔ ایسا کرنا کیا ہے؟ اگر شیخ بن باز اس کو مشروع سمجھتے تو جواب میں یہ لکھتے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا بھی مشروع ہے۔ لیکن بن باز کو چوں کہ سائل کو غلط فہمی میں ڈال کر اہل حدیث کے موقف پر عمل کروانا تھا اس لیے انہوں نے یہ لکھا کہ "سینے پہ ہاتھ باندھنا مشروع ہے" تاکہ سائل یہ سمجھ جائے کہ ناف کے نیچے یا ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا مشروع نہیں ہے۔ فتوی میں یہ تضاد اس لیے ہے کہ مخاطب کو دھوکہ میں رکھ کر اپنا ہم خیال بنایا جائے؟

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، شیخ عبداللہ بن محمد نجدی، شیخ صالح عثیمین، شیخ عبدالعزیز بن باز (ایک فتوی کے مطابق) وغیرہم کے نزدیک بھی نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مندوب و مستحب ہے۔

کیا حافظ زبیر علی زئی کی طرح ان کے ہمنوا اہل حدیث اب بھی یہ کہیں گے کہ "نماز میں سینے پہ ہاتھ باندھنا سنت ہے؟ اس کے برعکس حنفی و بریلوی و دیوبندی حضرات کہتے ہیں کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا چاہیے"۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم و مقام: ص ۵)

اور کیا بقول زبیر علی زئی کے ان کے ہمنوا یہ بتانے کی زحمت گوارا کریں کہ ان میں سے کون کون حنفی تھے اور کون بریلوی یا دیوبندی؟ اگر کوئی حنفی حنبلی، شافعی اور مالکی حافظ زبیر علی کے ہمنواؤں کی خدمت میں ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے یہ کہے کہ: "احادیث و آثار معتبرہ سے ثابت ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے یا سینے کے قریب ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا چاہیے۔ اس کے برعکس اہل حدیث کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ سینے پہ گلے کے قریب ہاتھ باندھنا چاہیے" تو کسی وہابی غیر مقلد کو برہم نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ "علی صدرہ" والی حدیث کو جس معنیٰ پر محمول کرتے ہوئے غیر مقلدین سینے پہ ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں وہ اہل سنت کے چاروں ائمہ مذاہب و فقہاء و محدثین

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

میں کسی کا مذہب نہیں۔ کیوں کہ اس میں دو ہی مذہب ہیں:

(۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا۔

یہ مجتہدین و محدثین میں سے امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام سفیان ثوری، امام اسحق بن راہویہ، ابراہیم نخعی، ابومجلز، امام احمد بن حنبل اور تمام فقہائے احناف اور شوافع میں سے اسحق مروزی کا مذہب ہے اور بعض روایات کے مطابق امام اوزاعی، عطا بن منذر اور ابن حبیب کا بھی یہی مذہب ہے۔ (المغنی ۱: ۵۱۵/)

(۲) ناف کے اوپر سینے کے پاس ہاتھ باندھنا۔

یہ امام شافعی، جمہور فقہاء شوافع اور تمام شافعی مقلدین کا مذہب ہے۔ یہی امام مالک اور تمام فقہائے مالکیہ اور امام مالک کے تمام مقلدین کا مذہب ہے۔ امام ترمذی نے بھی یہی دو مذہب ذکر کیے ہیں۔ یہ دونوں مذہب اہل سنت و جماعت کے ہیں۔

مشہور عرب محقق ڈاکٹر ماہر یٰسین الفحل البیتی لکھتے ہیں:

"القول الثالث توضع علی الصدر نسبه القرطبی للامام علی و لا یصح عنه ونسبه صاحب الهدایة للشافعی و لا یصح عنه ونسبه للاسحاق ابن راہویة و لا یصح عنه واختار ہذا المذہب الصنعانی و المبارک فوری وصاحب عون المعبود والشوکانی".

ترجمہ: تیسرا قول یہ ہے کہ سینے پہ ہاتھ باندھنا ہے۔ قرطبی نے امام علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس کو منسوب کیا ہے جو صحیح نہیں۔ صاحب ہدایہ نے شافعی کی طرف منسوب کیا ہے یہ بھی صحیح نہیں اور اسحاق بن راہویہ کی طرف منسوب کرنا بھی صحیح نہیں۔ اس مذہب کو صنعانی مبارکپوری، صاحب عون المعبود (عظیم آبادی) اور شوکانی (غیر مقلدین) نے اختیار کیا ہے۔ (اثر علل الحدیث فی اختلاف الفقہاء ۱: ۲۷۷/)

لیکن اہل حدیث غیر مقلد، ائمہ مجتہدین و اسلافِ امت سے عقائد و مسائل میں الگ راہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اپنائے ہوئے ہیں اور تقلید مجتہدین کو شرک و بدعت کہتے ہیں۔ اس لیے ائمہ مجتہدین کے خلاف نماز میں ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کے قائل نہیں بلکہ سب سے الگ سینے پہ ہاتھ رکھنے کو لازم سمجھتے ہیں اور اس پر عمل نہ کرنے والے سارے اہل سنت و جماعت کو مخالف سنت گردانتے ہیں۔

یہ گروہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، امام شافعی وغیرہم اسلاف امت کی تشریح احادیث پر اعتماد کرتے ہوئے نماز میں ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت کی مخالفت تصور کرتے ہیں لیکن ناصر الدین البانی [موت ۱۴۲۰ھ] اور شرف الحق عظیم آبادی صاحب عون المعبود [موت ۱۳۲۹ھ] اور عبد الرحمن مبارک پوری [موت ۱۳۵۳ھ] کی تحقیقات و تشریحات حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے سینے پر ہاتھ باندھنے کو لازم و ضروری سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے والوں کو مخالف سنت گردانتے ہیں۔ حالاں کہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ اہل سنت کے ائمہ مجتہدین و اسلاف کی تشریحات پر عمل کرنے والوں کے طریقے کو اپنایا جاتا۔ کیوں کہ ائمہ مجتہدین و اسلاف اہل سنت نے سینے پہ ہاتھ باندھنے کو اہل کتاب سے تشبیہ کی بنیاد پر ناپسند کیا ہے اور "علی الصدر" (سینے پر) والی حدیث کو "عند الصدر" (سینے کے پاس) کے معنیٰ میں مؤول مانا ہے اور اس کے ثبوت میں مسند بزار کی "عِندَ صدرِہ" والی روایت کو مستدل بنایا ہے۔ اس کے ثبوت پر چند اسلاف امت کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

ابن مفلح حنبلی [وفات ۸۸۴ھ] نے لکھا:

"وعنه يخير اختاره في الارشاد لان كلا منهما مأثور وظاهره يكره وضعهما على صدره". (المبدع في شرح المقنع ۱: ۳۸۱/)

ترجمہ: کتاب الارشاد میں ہے کہ امام احمد بن حنبل سے یہ روایت ہے کہ مصلی کو اختیار ہے کہ "ناف کے اوپر" ہاتھ باندھے یا ناف کے نیچے۔ کیوں کہ (حدیث میں) دونوں منقول ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھنا مکروہ ہے۔

امام شمس الائمہ سرخسی [وفات ۴۸۳ھ] نے لکھا ہے:

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

"ثم الوضع تحت السرۃ ابعد عن التشبہ "ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں اہلِ کتاب کے ساتھ تشبہ سے زیادہ دوری ہے۔(المبسوط ۱: / ۳۴)

شارح بخاری علامہ عینی [وفات ۸۵۵ ھ] نے لکھا:

الوضع تحت السرۃ اقرب الی التعظیم و ابعد من التشبیہ باہل الکتاب۔

ترجمہ: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں زیادہ تعظیم ہے اور اہل کتاب کے ساتھ تشبہ سے زیادہ دوری ہے۔(البنایہ شرح الہدایہ ۲: / ۱۸۳)

شارح صحیح مسلم امام نووی نے "علی صدرہ" والی حدیث کی شرح میں لکھا:

"ودلیل وضعہما فوق السرۃ حدیث وائل بن حجر"

ترجمہ: ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کی دلیل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔(شرح النووی علی صحیح مسلم ۴: / ۱۱۵)

امام غزالی [وفات ۵۰۵ ھ] نے بھی حدیث مذکور کی شرح میں لکھا ہے:

"وضع احدایہا علی الاخری تحت صدرہ"۔(الوسیط فی المذہب ۲: / ۱۰۰)

ترجمہ: ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پہ سینے کے نیچے رکھے۔

اسی طرح تمام ائمہ مجتہدین و شارحین حدیث، اسلاف اہل سنت، شوافع و مالکیہ نے "علی صدرہ" کی تفسیر "عندَ صدرہ" (سینے کے پاس) "تحت صدرہ" (سینے کے نیچے) "قریبَ صدرہ" (سینے کے قریب) اور "فوق السرۃ" (ناف کے اوپر) سے کیا ہے اور اس کو ظاہری و حقیقی معنیٰ پر محمول نہیں کیا ہے۔ لیکن غیر مقلدین نے فرقہ ظاہریہ کی پیروی کرتے ہوئے اسلاف کے خلاف اپنی مرضی سے "علی صدرہ" کا حقیقی و ظاہری معنیٰ صرف مراد ہی نہیں لیا بلکہ یہی معنیٰ مراد لینے کو لازم قرار دیتے ہوئے اپنے سوا تمام اسلاف کو مخالف سنت قرار دیا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

غیر مقلدین کی ایک اور تضاد بیانی

مشہور اہل حدیث عالم صاحب عون المعبود عظیم آبادی نے قاضی شوکانی کے حوالے سے لکھا:

"شوافع نے صحیح ابن خزیمہ کی حدیث - جس میں "علی صدرہ" ہے - سے سینے کے نیچے ہاتھ باندھنے پر استدلال کیا ہے حالاں کہ اس سے ان کا مذہب ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ حدیث میں سراحت کے ساتھ سینے پہ ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے"

(عون المعبود شرح ابی داؤد و حاشیۃ ابن القیم ۲: / ۳۲۳)

غیر مقلد حافظ زبیر علی زئی نے لکھا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والے "حنفی، بریلوی، دیوبندی ہیں یعنی بقول ان کے مخالف سنت و مرتکب بدعت ہیں۔ (بحوالہ سابق) لیکن غیر مقلدین حضرات کا ایک فتویٰ بذریعہ انٹرنیٹ مؤرخہ ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ کو شائع ہوا ہے۔ جس میں یہ لکھا ہے:

"واما وضعہا تحت السرۃ فلا یقال انہ محرم لان کلا الامرین مروی واخذ بہ جماعۃ من اہل العلم ولم یرد نہی عن ذلک والامر فیہ واسع"

ترجمہ: (نماز میں) دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھنے کو حرام ہے نہیں کہا جاسکتا۔ کیوں کہ دونوں امر مروی ہیں اور نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو اہل علم کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور اس پر ممانعت بھی وارد نہیں۔ اس میں حکم کشادہ ہے۔

(فتاویٰ الشبکۃ الاسلامیۃ المطبوعہ ۱۱: / ۶۸۵۱)

اب قارئین غور کریں کہ وہابی علماء نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی وجہ سے حنفیوں کو تارک سنت و گمراہ کہتے ہیں۔ چنانچہ سیدھے سادھے حنفیوں کو ورغلا کر اہل حدیث بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن جب سائل نے ان کے مفتی سے دریافت کیا کہ کیا نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حرام ہے؟ تو دلائل سے عاجز آ کر یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ حرام نہیں اور نماز میں سینے پہ ہاتھ نہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

باندھنے والے کو گمراہ تو کیا گنہ گار بھی نہیں کہہ سکتے بلکہ مشہور وہابی مفتی شیخ ابن عثیمین نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے:

"وہذہ الصفة اعنی وضع الیدین تحت السرة ہی المشروعة علی المشہور من المذہب وفیہا حدیث علی رضی اللہ عنہ"

ترجمہ: یہ طریقہ یعنی دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھنا مذہب مشہور کے مطابق مشروع ہے اور اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے جس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔ (موقع الاسلام سوال وجواب ۵: / ۱۰۴۳)

اور پھر ایک موقع پر لکھ دیا کہ سینے پہ ہاتھ باندھنا ہی مشروع ہے۔ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ غیر مقلدین کا موقف ہے یا تضادات کا مجموعہ؟

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

خلاصۂ کتاب

بہت سے فقہی اجتہادی مسائل میں اہلِ سنت و جماعت کے ائمہ مجتہدین وفقہاء دین کے درمیان اختلاف ہے۔ان اختلافی فقہی مسائل میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں کسی اور جگہ پہ رفع یدین کے کرنے نہ کرنے کا مسئلہ،با آواز بلند یا آہستہ آمین کہنے کا مسئلہ،امام کے پیچھے مقتدی کے قرأت کرنے یا کرنے کا مسئلہ اور نماز میں بحالت قیام ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا مسئلہ،ہر عام وخاص کے درمیان معروف ومشہور ہے۔

اس طرح کے فقہی اختلافی مسائل کی بنیاد پر اہلِ سنت و جماعت کے چار فقہی مذہب وجود میں آئے ہیں۔وہ ہیں: حنفی،مالکی،شافعی وحنبلی۔یہ چاروں فقہی مذاہب برحق ہیں۔سب اہلِ سنت وجماعت ہیں۔فقہی مسائل میں اختلاف کے باوجود سب ایک دوسرے کو اہلِ حق تصور کرتے ہیں کوئی کسی کو گمراہ واہل بدعت نہیں کہتا۔جزئی اختلافات کے باجود اصول وعقائد میں باہمی اتحاد واتفاق ہونے کی وجہ سے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔یہ اتحاد واتفاق کا رشتہ امت کے درمیان بارہویں صدی ہجری تک قائم رہا لیکن غیر مقلدین حضرات نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو گمراہ بلکہ مشرک ٹھہرانا شروع کیا،ائمہ مجتہدین کے مقلدین پر شرک وبدعت کے فتوے جاری کرنے لگے اور اپنے مشن کے فروغ واستحکام کے لیے قرآن وحدیث کی من مانی تشریحات میں مشغول ہوئے اور ائمہ مجتہدین واسلاف امت کی تقلید وپیروی کو شرک کہنے لگے اور خود گمراہ وگمراہ گر علماء کو اپنا مقتدیٰ وپیشوا گردانے لگے،اتباعِ سنت واتباعِ حدیث کے نام پر خوش عقیدہ مسلمانوں کو غیر مقلد بنانے پر کمر بستہ ہوگیے تو مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہونے لگا۔اتحاد پارہ پارہ ہوگیا اسلاف وعلماء دین سے عام مسلمانوں کا اعتماد اٹھنے لگا۔نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اردو ہندی یا انگریزی خواں غیر مقلد بھی بڑی بے باکی کے ساتھ یہ کہنے لگا کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔لہٰذا جو لوگ رفع یدین نہیں کرتے وہ صحیح حدیث کو نہیں مانتے۔ایک ناخواندہ غیر مقلد اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ نماز میں امام

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کے پیچھے مقتدی قرأت کرے گا یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا جو لوگ قرأت نہیں کرتے وہ صحیح حدیث کے خلاف کرتے ہیں۔

غیر مقلد علماء یہ علم رکھنے کے باوجود کہ فقہی فروعی اختلافی مسائل میں کوئی فریق دوسرے فریق کو مخالف سنت اور منکرِ حدیث کہنے کا حق نہیں رکھتا، فروعی اختلافات کو بنیاد بنا کر اپنے سوا دوسرے مسلمانوں کو فرقہ پرست، اہل بدعت، منکر حدیث حتیٰ کہ مشرک تک کہنے سے دریغ نہیں کرتے۔ اس کی ایک مثال نماز میں بحالتِ قیام دونوں ہاتھوں کو باندھنے کے مقام کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے سے متعلق کتب احادیث میں روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض احادیث میں سینے پہ ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔ بعض احادیث میں سینے کے پاس، بعض میں پیٹ پہ، بعض میں ناف کے اوپر اور بعض احادیث میں ناف کے نیچے ہاتھوں کو باندھنے کا ذکر ہے۔ روایاتِ احادیث میں اختلاف ہونے کی وجہ سے اس مسئلہ میں فقہی مذہب بھی مختلف ہو گئے ہیں۔

چنانچہ اس مسئلہ میں فقہی مذہب دو ہیں:

(۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا۔

یہ مذہب صحابہ کرام میں حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس، حضرت ابوجحیفہ، حضرت وائل بن حجر اور تابعین میں ابراہیم نخعی، ابوحنیفہ، ابومجلز رضی اللہ عنہم وغیرہم کا اور ائمہ مجتہدین میں امام اسحٰق بن راہویہ، امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، اسحٰق المروزی الشافعی، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا ہے۔

(۲) ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا۔

یہ مذہب بعض صحابہ کرام کا، بعض تابعین مثلاً سعید بن جبیر کا اور ائمہ مجتہدین میں سے امام مالک و امام شافعی کا ہے۔

ان دونوں مذہب کو امام ترمذی نے بیان کرتے ہوئے لکھا:

"والعمل علی ہذا عند اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدہم یرون ان یضع الرجل یمینہ علی شمالہ فی

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الصلاۃ ورأی بعضهم ان یضعهما فوق السرۃ ورأی بعضهم ان یضعهما تحت السرۃ وکل ذلک واسع عندهم". (سنن الترمذی ۱ : ۳۳۶/)

ترجمہ: اور اس پر اہل علم یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کا عمل ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ آدمی نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ رکھے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ ناف کے اوپر رکھے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ ناف کے نیچے رکھے۔ دونوں میں سے ہر ایک درست ہے۔

امام ترمذی نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے تعلق سے جو دو مذہب بیان کیے ہیں وہی جمہور محدثین، شارحین حدیث وفقہاء مجتہدین نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے۔ اس مسئلے میں تیسرا مذہب کسی محدث فقیہ مجتہد کا نہیں۔ نہ صحابہ کا نہ تابعین و تبع تابعین میں سے کسی کا۔

لیکن غیر مقلدین نے صحابہ، تابعین و ائمہ مجتہدین سے الگ تھلگ اپنی رائے سے ایک مذہب اور بنالیا۔ وہ ہے۔ سینے پہ ہاتھ باندھنا۔ حالاں کہ یہ مذہب نہ کسی صحابی کا ہے نہ تابعی کا نہ کسی امام مجتہد وفقیہ اور محدث کا۔ یہ مذہب ناصر الدین البانی شیخ عظیم آبادی، عبد الرحمن مبارک پوری، حافظ زبیر علی زئی اور دور حاضر کے غیر مقلدین کا ہے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ شیخ ابن القیم اور محمد بن عبد الوہاب اور ان کے صاحب زادے شیخ عبد اللہ کا مذہب بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔ پھر بھی ستم بالائے ستم یہ ہے کہ آج کے غیر مقلدین حضرات اُن لوگوں کو مخالف سنت ٹھہراتے ہیں جو نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں اور اپنے آپ کو متبع سنت و متبع حدیث صحیح کہتے ہیں۔

؎ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

شبہ::

یہاں پر کوئی یہ شبہ پیش کر سکتا ہے کہ جب بعض احادیث میں سینے پہ ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی آیا ہے تو پھر تم و اہل حدیث اگر سینے پہ ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں تو وہ حدیث پہ عمل کرتے ہیں نہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

کہ اپنی رائے پر۔ پھر لائق ملامت کیوں ہوں گے؟

جواب:

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں سینے پہ ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے اسے دلیل بنانا درست نہیں۔ اس کی چند وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ:

غیر مقلدین سینے پہ ہاتھ باندھنے کے ثبوت پر جو دلیل پیش کرتے ہیں، ان میں سب سے مضبوط دلیل صحیح ابن خزیمہ کی حدیث کو سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ وہ صحیح ابن خزیمہ میں ہے اور اہل حدیث کے خیال کے مطابق جو حدیث بھی صحیح ابن خزیمہ میں ہے اور اس پر ابن خزیمہ نے سکوت و خاموشی اختیار کی ہے، وہ صحیح ہے۔

غیر مقلدین کا یہ خیال غلط ہے کیوں کہ صحیح ابن خزیمہ کی جس حدیث میں سینے پہ ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے وہ ضعیف و منکر ہے۔ اس کی کوئی متابع روایت بھی نہیں۔ لہٰذا وہ نا مقبول و نا قابل استدلال ہے۔

صحیح ابن خزیمہ کی حدیث مذکور کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے راوی مؤمل بن اسماعیل جمہور محدثین کے نزدیک " ضعیف، سئی الحفظ " (خراب حافظہ والے) ہیں۔ مؤمل بن اسماعیل کو امام بخاری نے مُنکَرُ الحدیث کہا۔ امام ابو داؤد نے روایت میں وہم کرنے والا کہا۔ امام ابو حاتم رازی نے کثیر الخطا کہا۔ امام احمد بن حنبل نے روایت میں خطا کرنے والا کہا۔ ابن سعد نے کثیر الغلط کہا۔ ابو زرعہ رازی نے کہا کہ ان کی حدیث میں بہت زیادہ خطا ہے۔ مزی نے کثیر الخطا کہا۔ دار قطنی نے کثیر الخطا کہا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ وہ کثیر الغلط اور سیئ الحفظ تھے۔ اس لیے ان کی متفرد روایت نا مقبول ہے۔ (مزید حوالہ کے لیے گذشتہ صفحات دیکھیں)

دوسری وجہ:

صحیح ابن خزیمہ میں مذکور حدیث مؤمل بن اسماعیل جس میں سینے پہ ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اس کے ناقابل استدلال ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہی حدیث خود مؤمل بن اسماعیل سے ابونعیم اصفہانی نے ذکر کی ہے تو اس میں سینے پہ ہاتھ رکھنے کا نہیں بلکہ "علی بطنہ" (پیٹ پہ ہاتھ رکھنے) کا ذکر ہے۔ (حوالہ سابق)

علاوہ ازیں یہی حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مسند بزار میں منقول ہے تو اس میں "علی صدرہ" (سینے پر) نہیں بلکہ "عند صدرہ" (سینے کے پاس ہاتھ رکھنے) کا ذکر ہے

مزید یہ کہ ابن الجوزی، ذہبی اور ابن الھادی نے حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث کو نقل فرمایا اور یہ لکھا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "انہ کان یضعہما فوق السرۃ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناف کے اوپر ہاتھ باندھتے تھے۔

(التحقیق فی مسائل الخلاف للابن جوزی ۱: /۳۳۹، تنقیح التحقیق فی احادیث التعلیق للذہبی ۱: /۱۳۹، تنقیح التحقیق فی أحادیث التعلیق ۲ للابن الھادی/ ۱۴۷)

لہٰذا متن حدیث میں اضطراب واقع ہونے کی وجہ سے یہ حدیث سینے پر ہاتھ رکھنے کے سنت ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی۔

اہل حدیث کی طرف سے اضطرابِ متن کا حل :

اہل حدیث کی طرف سے مؤمل بن اسماعیل کی روایت کے الفاظ "علی صدرہ" اور "عند صدرہ" کے اختلاف کا حل کر کے متن حدیث کے اضطراب کو یوں دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے "علی صدرہ" اور "عند صدرہ" کے لفظی اختلاف کو بھی حل کیا جا سکتا ہے یعنی یہ کہا جائے کہ ہاتھ سینے کے اس حصہ پر رکھے جو فم معدہ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس طرح کلائیوں کا بعض حصہ یقیناً سینے کے نزدیک ہوگا اور بعض حصہ سینے کے اوپر ہوگا۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اضطراب کے حل کا جواب:

حضرات اہل حدیث کی طرف سے اضطراب مذکور کا جو حل پیش کیا جاتا ہے کہ ہاتھ سینے کے اس حصہ پر رکھے جو فم معدہ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس طرح کلائیوں کا بعض حصہ یقیناً سینے کے نزدیک ہو گا اور بعض حصہ سینے کے اوپر ہو گا اور اس طرح کرنے سے "علی صدرہ" اور "عند صدرہ" دونوں پر عمل ہو جائے گا۔

اس پر عرض یہ ہے کہ کسی امام فقیہ، مجتہد محدث نے یہ حل پیش کیا ہے یا کسی "اہل حدیث طبیب" نے؟ اگر کسی امام فقیہ و محدث نے یہ حل پیش کیا ہے تو اس کا حوالہ پیش کرنا چاہیے تھا۔ حالاں کہ کوئی اہل حدیث غیر مقلد آج تک یہ ثابت نہ کر سکا کہ کسی امام مجتہد کا مذہب سینے کے اوپر ہاتھ باندھنا ہے۔ میں نے گذشتہ اوراق میں ثابت کر دیا ہے کہ کسی مجتہد کا یہ مذہب نہیں۔ اور اگر کسی اہل حدیث طبیب نے یہ حل پیش کیا ہے تو چاہیے کہ وہ جماعت اہل حدیث کے ناواقف عوام کو پہلے یہ تعلیم دیں کہ فم معدہ سینے کے کس حصہ سے ملا ہوا ہے۔ پھر سینے پر اور سینے کے پاس ہاتھ رکھنے میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ انہیں سمجھا دیں۔ پھر اس کا حل بھی پیش کر دیں کہ جس حدیث میں "علی بطنہ" (پیٹ پر ہاتھ رکھنے) اور جس حدیث میں "فوق السرۃ" (ناف کے اوپر) ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔ ان احادیث پر عمل کیسے ہو گا؟

اگر کوئی ہوشیار اہل حدیث یہ کہے کہ "علی صدرہ" اور "عند صدرہ" کے اختلاف کا حل ہم نے فقہ حنفی کی بعض کتابوں سے پیش کیا ہے۔ فقہ حنفی کی کتاب "منیہ" کے بعض نسخوں میں ہے کہ عورت اپنے ہاتھ کو اپنی چھاتی کے نیچے رکھے گی اور بعض نسخوں میں ہے چھاتی پر رکھے گی اور "حلیہ" میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ سینے پر رکھے، چھاتی پر نہیں۔ لیکن سینے پر رکھنے سے ضرور تھیلی کا بعض حصہ چھاتی پر رہے گا۔ اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ دونوں قول (سینے پر رکھنے اور چھاتی پر رکھنے) میں کوئی اختلاف نہیں۔

اس پر عرض یہ ہے کہ "علی الصدر" (سینے پر) اور "علی الثدی" (چھاتی) پر کو "علی الصدر" (سینے پر) اور "عندالصدر" (سینے کے پاس) کی مثال میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ اگر یہ کہا جائے کہ عورت سینے پر ہاتھ رکھے تو ضرور ہاتھ کا کچھ حصہ چھاتی پر رکھنا صادق آئے گا لیکن سینے

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

پر ہاتھ رکھنا اور سینے کے پاس ہاتھ رکھنا دونوں کے معنیٰ ایک نہیں۔ کیوں کہ سینے کے پاس ہاتھ رکھنے کا معنیٰ یہ ہے کہ ہاتھ کا کوئی بھی حصہ سینے پر نہ رہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے کہ سینے کے پاس ناف کے اوپر ہاتھ باندھا جائے۔ اگر سینے پر اور سینے کے قریب ہاتھ باندھنے کا ایک ہی معنیٰ ہے تو حضرات اہل حدیث امام شافعی کے مذہب کے مطابق ناف کے اوپر سینے کے قریب ہاتھ کیوں نہیں باندھتے؟ کیا اس کی وجہ یہی ہے کہ کسی امام کی تقلید شرک ہے؟ اور کیا امام شافعی کا "علی الصدر" والی حدیث کو "عند الصدر" کے معنیٰ پر محمول کرنا غلط ہے؟

حاصل کلام یہ کہ مؤمل بن اسماعیل کی روایت جو صحیح ابن خزیمہ میں ہے اور جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ مؤمل بن اسماعیل کے کثیر الخطا، کثیر الغلط ہونے اور "علی صدرہ" کے الفاظ میں اپنے سے قوی راوی کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ضعیف و شاذ ہے۔ اس سے سینے پر ہاتھ باندھنے کے مسنون ہونے پر استدلال درست نہیں۔

سینے پر ہاتھ باندھنے کے مسنون ہونے کی سب سے مضبوط دلیل "غیر مقلدین حضرات" کی مؤمل بن اسماعیل کی یہی روایت ہے۔ جب اس روایت کا حال واضح ہو گیا کہ یہ ضعیف و شاذ ہے تو دیگر دلائل کا حال کیا ہو گا؟ اس کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

اسماء الرجال کے اصول کے تحت احادیث اور اقوال صحابہ کی تحقیق
محدثین کرام کے اقوال، قلمی مخطوطات کے عکس سے مزین

ترویح العینین فی رد نور العینین

ترک رفع الیدین

پر ایک

تاریخی دستاویز

بلد اول، دوم

مؤلف:

فیصل خان رضوی

(راولپنڈی)

دار التحقیق فاؤنڈیشن

professorkhokhar@yahoo.com
Ph: +92 341 9459282, +92 334 5086677, +92 322 5086677

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1